

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قال رسول الله ﷺ:
مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ.

(صحيح البخاري ١٦/١ رقم: ٧١، صحيح مسلم ٣٣٣/١ رقم: ١٠٣٧)

کتاب النوازل

منتخب فتاویٰ: مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری

نائب مفتی و استاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

(جلد ثامن عشر)

کتاب الوصایا، کتاب الفرائض

ترتیب و تحقیق:

(مفتی) محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

ناشر

المركز العلمي للنشر والتحقق

لال باغ مراد آباد



- نام کتاب : کتاب النوازل (جلد ثامن عشر)
- منتخب فتاویٰ : مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
- ترتیب و تحقیق : مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی
- کمپیوٹر کتابت : محمد اسجد قاسمی مظفرنگری
- ناشر : المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ مرادآباد
- 09412635154 - 09058602750**
- تقسیم کار : فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ دریا گنج دہلی
- 011-23289786 - 23289159**
- اشاعت اول : جمادی الاول ۱۴۳۷ھ مطابق مارچ ۲۰۱۶ء
- صفحات : ۵۲۸
- قیمت :

ملنے کے پتے:

- مرکز نشر و تحقیق لال باغ مرادآباد **09058602750**
- مکتبہ صدیق اینڈ کلاتھ ہاؤس لال باغ مرادآباد **09997747293**
- کتب خانہ بھکوی محلہ مفتی سہارن پور
- کتب خانہ نعیمیہ دیوبند



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



مسائل کی پوچھتاچھ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

فَسُئِلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○

[الأنبياء: ۷]

ترجمہ: پس پوچھ لو جانکار لوگوں سے اگر تم نہ جانتے ہو۔



قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ.

(سنن أبي داؤد ۴۹/۱ رقم: ۳۳۶، سنن ابن ماجه ۴۳/۱ رقم: ۵۷۲)

ترجمہ: عاجز (ناواقف) شخص کے لئے اطمینان قلب کا ذریعہ

(معتبر اور جانکار لوگوں سے مسئلہ کے بارے میں) سوال کر لینا ہے۔



اجمالی فہرست

کتاب الوصایا

□ وصیت سے متعلق مسائل ----- ۱۰۶-۲۳

کتاب الفرائض

□ ترکہ سے متعلق حقوق ----- ۱۸۵-۱۰۷

□ تقسیم سے پہلے ترکہ میں تصرف کرنا ----- ۲۰۴-۱۸۶

□ میراث سے محرومی کے اسباب ----- ۲۱۳-۲۰۵

□ میراث سے محروم اور عاق کرنے کا حکم ----- ۲۵۳-۲۱۴

□ اصحاب الفرائض اور تقسیم ترکہ کے اصول ----- ۲۲۲-۲۵۴

□ عصبہ بننے والے وارثین ----- ۲۵۳-۲۲۳

□ ذوی الارحام اور دور کے رشتہ دار ----- ۴۷۹-۲۵۴

□ مفقود کے مال کے احکام ----- ۲۹۳-۲۸۰

□ مجنون کے مال کا حکم ----- ۲۹۶-۲۹۴

□ مناسخہ ----- ۵۱۴-۲۹۷

□ متفرقات ----- ۵۲۶-۵۱۵

□ تشکر و امتنان اور عاجزانہ گزارش ----- ۵۲۸-۵۲۷



تفصیلی فہرست

کتاب الوصایا

| | |
|----|---------------------|
| ۲۴ | وصیت سے متعلق مسائل |
|----|---------------------|

- وصیت کتنے مال میں اور کن لوگوں کے لئے جائز ہے؟ ----- ۲۴
- وصیت کتنے مال میں نافذ ہوتی ہے؟ ----- ۲۶
- وصیت صرف ثلث مال میں معتبر ہے ----- ۲۸
- وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوگی ----- ۲۹
- ورثہ کی موجودگی میں وصیت صرف ثلث مال میں نافذ ہوگی ----- ۳۱
- ایک فریق کی رضامندی کے بغیر دیگر ورثہ کیلئے وصیت جائز نہیں ----- ۳۲
- وارثین کی اجازت سے ثلث سے زیادہ کی وصیت جائز ہے ----- ۳۳
- وارث کے حق میں وصیت ----- ۳۵
- وارث کے لئے وصیت معتبر نہیں ----- ۳۶
- وارث کے حق میں وصیت کا اعتبار نہیں ----- ۳۷
- وارث کے لئے کی گئی وصیت کی تعمیل ضروری نہیں ----- ۳۸
- وارث کے لئے اس طرح وصیت کرنا کہ زندگی بھر میں مالک رہوں گا اور مرنے کے بعد تمہاری ملکیت ہوگی؟ ----- ۴۰
- بیوی اگر اپنے لئے وصیت کا دعویٰ کرے تو کیا حکم ہے؟ ----- ۴۲

- غیر منقسمہ جائیداد میں بیوی کا اپنے اور اپنے بچوں کے لئے وصیت کا دعویٰ کرنا؟ ---- ۴۳
- لڑکے کی بیوی کے نام مکان کی وصیت کرنا؟ ---- ۴۴
- بیٹوں کے نام کل مال کی وصیت کرنا؟ ---- ۴۵
- والدہ کا تنہا چھوٹے بیٹے کے نام مکان کی وصیت کرنا؟ ---- ۴۷
- والد صاحب کا والدہ کی ساری زمین چھوٹے بیٹے کے نام وصیت کرنا؟ ---- ۴۸
- لڑکوں کو مکان کی وصیت کر کے لڑکیوں اور بیویوں کو محروم کرنا؟ ---- ۵۰
- لڑکیوں کی شادی کیلئے باپ کا بیٹے کے نام جائیداد کی وصیت کرنا؟ ---- ۵۲
- نافرمان بیٹی کو میراث سے محروم کرنے کی وصیت ---- ۵۳
- باپ کو ستانے کی وجہ سے بیٹی کو میراث نہ دے کر بھتیجیوں کے نام وصیت کرنا؟ ---- ۵۴
- چچی کا کل جائیداد بھتیجے کے نام وصیت کر دینے کے بعد بیٹی کا حصہ ---- ۵۶
- لڑکی اور بیوی کیلئے پورے مال کی وصیت کرنا اور لڑکے کو محروم کرنا ---- ۵۷
- ایک مکان لڑکوں کو ہبہ کر کے دوسرے کی لڑکیوں کیلئے وصیت کرنا؟ ---- ۵۸
- بھائی بہن کی موجودگی میں بھتیجے کے نام کل مال کی وصیت کرنا؟ ---- ۵۹
- بھائی بہن کی موجودگی میں متر و کہ روپے کو دان کرنے کی وصیت کرنا؟ ---- ۶۱
- ورثہ کی موجودگی میں خدمت گزار بھانجے کیلئے وصیت کرنا؟ ---- ۶۲
- ایف ڈی کے پیسے کی بھتیجے کے نام وصیت کرنا؟ ---- ۶۳
- دادا کا پوتوں کو ہبہ کرنا اور وصیت کرنا؟ ---- ۶۴
- دادا کا پوتوں کے لئے وصیت کرنا اور پوتوں کا چچا کی زمین سے راستہ مانگنا؟ ---- ۶۵
- بھائیوں اور بیٹیوں کی موجودگی میں پوتے کے نام کل جائیداد وصیت کرنا؟ ---- ۶۷
- دادا کی وصیت پوتے کے حق میں کتنے مال میں نافذ ہوگی؟ ---- ۶۸
- متنبہی کے حق میں وصیت کتنے مال میں نافذ ہوگی؟ ---- ۶۹

- مکتب کے لئے وصیت کردہ زمین کو فروخت کرنا؟ ----- ۱۰۰
- اجنبی کے لئے کل مال کی وصیت کرنا؟ ----- ۱۰۱
- دو علاج میں خرچ کرنے کے بعد باقیہ رقم تیار داروں کے لئے وصیت کرنا؟ ----- ۱۰۱
- وصیت سے رجوع کرنا؟ ----- ۱۰۳
- میڈیکل ریسرچ کرنے کے لئے اپنی لغش کی وصیت کرنا؟ ----- ۱۰۴
- وصیت کے بغیر میت کی طرف سے حیلہ کر کے نماز روزہ کا فدیہ ادا کرنا؟ ----- ۱۰۵

کتاب الفرائض

ترکہ سے متعلق حقوق

- علم الفرائض کو آدھا علم کیوں قرار دیا گیا ہے؟ ----- ۱۰۸
- میراث اور وصیت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ----- ۱۰۹
- زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے میں زیادہ ثواب ہے یا میراث چھوڑنے میں؟ ----- ۱۱۱
- مورث کی موجودگی میں وراثت کی تقسیم کا مطالبہ جائز نہیں۔ ----- ۱۱۲
- مورث کی موجودگی میں وارثین کا زبردستی زمین تقسیم کرنا؟ ----- ۱۱۳
- شوہر کی حیات میں بیوی بچوں کیلئے میراث کا مطالبہ کرنا؟ ----- ۱۱۴
- باپ کی حیات میں لڑکیوں کا اپنا حصہ طلب کرنا کیسا ہے؟ ----- ۱۱۵
- بیٹی کا ماں باپ کے ساتھ ناروا سلوک کرنا اور اپنی میراث کا مطالبہ کرنا؟ ----- ۱۱۵
- بیٹے کو جائیداد میں پیشگی حصہ دینا؟ ----- ۱۱۷
- زندگی میں دادا کی میراث بیٹے اور پوتوں کے درمیان تقسیم کرنا؟ ----- ۱۱۹
- دادا اگر پوتے کو اپنا مال ہبہ کر دے تو اُس میں میراث جاری ہوگی یا نہیں؟ ----- ۱۲۰
- باپ کی زندگی میں خریدی گئی زمین کا حکم؟ ----- ۱۲۲

- بیٹے کا ذاتی کمائی سے خریدا ہوا سامان ترکہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟ ----- ۱۲۵
- اولاد کی کمائی سے خریدی ہوئی چیزیں باپ کے مرنے کے بعد کس طرح تقسیم ہوں گی؟ - ۱۲۶
- ایک بیٹے کی کمائی سے باپ کا زمین خرید کر دونوں بیٹوں کو برابر دینا؟ ----- ۱۲۷
- کیا بیٹے کا ذاتی مکان مصلحہ والد کے نام کر دینے سے اُن کے ترکہ میں شامل ہو جائے گا؟ - ۱۲۸
- علیحدہ کاروبار کرنے والے بیٹے کے مال میں باپ یا بھائیوں کا حصہ نہیں ----- ۱۳۱
- بیٹے کو دیا ہوا پیسہ باپ کے انتقال کے بعد ترکہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟ ----- ۱۳۳
- بیٹے کی کمائی سے باپ کے ترکہ میں ہونے والا اضافہ سب ورثہ میں تقسیم ہوگا ----- ۱۳۴
- بعض ورثہ کے ترکہ میں کاروبار کرنے کے نفع میں دیگر وارثین حصہ دار ہوں گے یا نہیں؟ - ۱۳۵
- دو بھائیوں کے مشترکہ کاروبار اور اُس کے منافع کی تقسیم ----- ۱۳۷
- والد کے مکان میں سے ذاتی تصرف کے بقدر رقم نکال کر باقیہ ورثہ میں تقسیم ہوگا ----- ۱۴۰
- والد کی وفات کے بعد بھائیوں کے مشترکہ کاروبار کی آمدنی سب بھائیوں پر برابر تقسیم ہوگی -- ۱۴۱
- والد کا مکان فروخت کر کے بڑے بھائی کا روپیہ پر قبضہ کرنا؟ ----- ۱۴۳
- بڑے بیٹے کے نام ہبہ کردہ مکان میں دوسرے بیٹوں کا حصہ طلب کرنا؟ ----- ۱۴۴
- بڑے بیٹے کا باپ کو دوکان کرانا اور چھوٹے بیٹے کا اُس میں سے اپنا حق طلب کرنا ----- ۱۴۶
- شوہر کے ترکہ میں سے مہر، عدت کا خرچ اور زندگی کے سابقہ اخراجات کا مطالبہ کرنا ----- ۱۴۶
- بیوی کے انتقال کے بعد سامانِ جہیز اور کا حکم ----- ۱۴۸
- بیوی کے مرنے کے بعد جہیز اور زیورات میں میراث جاری ہوگی ----- ۱۵۰
- بیوی کے انتقال کے بعد مہر کا مستحق کون؟ ----- ۱۵۰
- مہر میراث کا بدل نہیں ----- ۱۵۱
- ترکہ کی تقسیم سے قبل مہر کی ادائیگی ----- ۱۵۳
- تقسیم ترکہ سے پہلے قرض کی ادائیگی ضروری ہے ----- ۱۵۴

- بیٹے اور شوہر کے درمیان ترکہ کی تقسیم، جہیز اور مہر کا حکم؟ ----- ۱۵۶
- بیوی کے مرنے کے بعد جہیز کے زیور کو صدقہ جاریہ کرنا ----- ۱۵۷
- بہو کے نام کردہ زمین سسر کی میراث میں شامل نہ ہوگی ----- ۱۵۸
- لڑکے کی شادی کے لئے رکھا ہوا زیور میت کے ترکہ میں شامل ہوگا ----- ۱۶۰
- لڑکی کی شادی کے لئے رکھے ہوئے زیورات میں وراثت چلے گی یا نہیں؟ ----- ۱۶۱
- کسی وارث کا اپنا حق لینے سے انکار کرنا؟ ----- ۱۶۲
- ایکسڈینٹ کے بعد گورنمنٹ سے ملی ہوئی رقم ترکہ میں شامل ہوگی ----- ۱۶۳
- فساد زدہ کی موت پر میت کے ورثہ کو حکومت کی طرف سے ملنے والا پیسہ کس کا ہے؟ ----- ۱۶۴
- کیا LIC کی رقم مرحوم کے ترکہ میں شامل ہوگی؟ ----- ۱۶۵
- ترکہ میں TV، VCR، چھوڑا؟ ----- ۱۶۶
- میت کے متروکہ مال میں سے فدیہ، زکوٰۃ اور حج بدل کیلئے رقم نکالنا؟ ----- ۱۶۷
- طویل مدتی کرایہ کے مکانات اور دوکانوں میں حق وراثت کا مسئلہ ----- ۱۶۹
- طویل مدتی کرایہ داری کے بارے میں ایک اہم تجویز ----- ۱۷۴
- اگر کسی جگہ بیت المال بھی نہ ہو تو پھر لاوارث کے ترکہ کا کیا حکم ہے؟ ----- ۱۷۵
- میراث و وصیت سے متعلق بعض مسائل ----- ۱۷۶

۱۸۶

تقسیم سے پہلے ترکہ میں تصرف کرنا

- مشترکہ کاروبار سے جائیداد خریدنا؟ ----- ۱۸۶
- غیر منقسم ترکہ کے مال میں کسی ایک شریک کا محنت کر کے اضافہ کرنا؟ ----- ۱۸۸
- غیر منقسم متروکہ پیسے سے خرید کردہ کاروباری زمین میں دوسرے بھائی کا حصہ مانگنا؟ -- ۱۸۹
- باپ کے کاروبار پر کسی بیٹے کا ذاتی تصرف؟ اور اولاد اور بیوی کے درمیان ترکہ کی تقسیم -- ۱۹۲
- وارثین سے جبراً دستخط کرا کر ان کا موروثی مکان دوسرے کے نام کرانا؟ ----- ۱۹۴

- والد کی بیماری اور معذوری سے فائدہ اٹھا کر اُن کا مکان بہو کے نام کرانا؟ ----- ۱۹۵
- دوسرے کو فرضی باپ بنا کر باپ کی جائیداد اپنے نام لکھانا؟ ----- ۱۹۷
- والد کے مکان مر ہونہ کو چھڑا کر تین بھائیوں کا اپنے نام کرنا؟ ----- ۱۹۹
- تقسیم وراثت سے قبل بیٹے کے مال پر والدین کا قبضہ کرنا؟ ----- ۲۰۰
- تقسیم میراث سے قبل میت کے کپڑے اور بستر صدقہ کرنا؟ ----- ۲۰۱
- بھائی کی متروکہ جائیداد کو بغیر وصیت کے مسجد میں دینا اور دیگر ورثہ کو محروم کرنا؟ ----- ۲۰۱
- وارثین کی اجازت کے بغیر ان کا حصہ خیرات کرنا ----- ۲۰۲
- وراثت کا روپیہ اگر تاخیر سے تقسیم ہو تو سابقہ سالوں کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ ----- ۲۰۳

۲۰۵

میراث سے محرومی کے اسباب

- موانع ارث کی تفصیل ----- ۲۰۵
- اختلاف دارین کی تفصیل ----- ۲۰۶
- کافر ماں کے مال میں مسلمان لڑکے کا حصہ ----- ۲۰۷
- غیر مسلم والدہ کی میراث میں مسلمان بیٹی کا حصہ ----- ۲۰۸
- اگر شوہر مسلمان ہو جائے تو کیا کافرہ بیوی بچوں کو اُس کی میراث سے حصہ ملے گا؟ --- ۲۱۰
- مذہبِ قادیانیت اختیار کرنے والے کو میراث ملے گی یا نہیں؟ ----- ۲۱۱
- قاتل مستحق میراث نہیں ----- ۲۱۲

۲۱۳

میراث سے محروم اور عاق کرنے کا حکم

- عاق کرنے کا مطلب کیا ہے؟ ----- ۲۱۳
- بلاوجہ عاق کرنے والے کی آخرت میں گرفت ----- ۲۱۵
- نافرمان لڑکے کو عاق کرنا؟ ----- ۲۱۵

- جس لڑکے کو عاق کر دیا گیا، جائیداد میں اُس کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ ----- ۲۱۷
- کیا باپ کیلئے اپنی بیٹی کو عاق کر کے وراثت سے محروم کرنا جائز ہے؟ ----- ۲۱۷
- جائیداد کے حصوں سے بیٹیوں کو محروم کرنا ----- ۲۱۸
- گولٹی کی شادی کر کے لڑکی کو میراث سے محروم کرنا ----- ۲۱۹
- لڑکیوں کی شادی میں خرچ کر کے اُن کو میراث سے محروم کرنا ----- ۲۲۰
- سرکاری کاغذات میں اندراج نہ ہونے کی وجہ سے بیٹی کو میراث سے محروم کرنا ----- ۲۲۲
- دنیوی عدالت اور سرکاری قانون سے بیٹیوں کے حق کو میراث سے ختم کرنا؟ ----- ۲۲۳
- نافرمان اولاد ----- ۲۲۶
- والدین کو، کتنا، سورا اور جنگلی کہنے والے کو جائیداد وغیرہ سے محروم کرنا؟ ----- ۲۲۸
- باپ کو مارنے اور شراب نوشی کرنے والے لڑکے کو جائیداد سے محروم کرنا؟ ----- ۲۳۰
- باپ کے ساتھ ناروا سلوک کرنے اور اُبت کی نفی کرنے والے بیٹے کو وراثت سے محروم کرنا -- ۲۳۱
- نافرمان اور گستاخ بیوی اور بیٹے کو جائیداد سے محروم کرنا؟ ----- ۲۳۲
- باپ کے مال پر جبراً قبضہ کرنے والے لڑکے کو میراث سے محروم کرنا؟ ----- ۲۳۶
- باپ اور بھائی بہنوں کی حق تلفی کرنے والے کو میراث سے محروم کرنا؟ ----- ۲۳۸
- والدین سے علیحدہ ہو جانے کی وجہ سے لڑکے کو میراث سے محروم کرنا؟ ----- ۲۳۹
- امانت کی رقم نہ دینے کی وجہ سے میراث سے محروم کرنا؟ ----- ۲۴۰
- بیٹے کی بہو کا مہر دے کر بیٹے کو جائیداد میں سے حصہ نہ دینا؟ ----- ۲۴۲
- جس بھائی کے صرف لڑکیاں ہوں اُس کو میراث سے محروم کرنا ----- ۲۴۳
- زندگی میں جائیداد کی تقسیم میں اولاد میں سے کسی کو زیادہ اور کسی کو محروم کرنا؟ ----- ۲۴۳
- باپ کا اپنی جائیداد کی رجسٹری میں کسی خاص وارث کا نام چھوڑ دینا؟ ----- ۲۴۵
- کیا مشترکہ جائیداد کسی ایک فرد کے نام کر دینے سے دیگر ورثہ کا حق ساقط ہو جائے گا؟ -- ۲۴۶

- اولاد اور بیوی کی نافرمانی کی وجہ سے جائیداد کسی دوسرے کو ہبہ کرنا؟ ----- ۲۴۸
- بیوی بچوں کو حصہ نہ دے کر ساری زمین کو بلا ضرورت فروخت کرنا ----- ۲۴۹
- پوتے کا حق بغیر اجازت تایا کو استعمال کرنا ----- ۲۵۰
- ایک بیوی کی اولاد کو میراث سے بے دخل کرنا ----- ۲۵۱
- سسرال میں رہنے والے بھائی کو رہائش گاہ میں حصہ نہ دینا ----- ۲۵۲

۲۵۴

اصحاب الفرائض اور تقسیم ترکہ کے اصول

- اصحاب الفرائض اور ان کی حالتیں ----- ۲۵۴
- تضعیف و تنصیف کا مطلب ----- ۲۶۶
- تماثل، تداخل، توافق اور تباہین کی تعریف ----- ۲۶۷
- تصحیح کی تعریف اور اس کے اصول ----- ۲۶۹
- قرض خواہوں کے درمیان ترکہ کیسے تقسیم کیا جائے؟ ----- ۲۷۳
- کیا مرحوم بھائی کا قرض دیگر بھائیوں کو ادا کرنا ضروری ہے؟ ----- ۲۷۵
- ”رد“ کی تعریف اور ”مسئلہ ردیہ“ بنانے کا طریقہ ----- ۲۷۶
- عول کا مسئلہ ----- ۲۸۴
- کلالہ کی تعریف ----- ۲۸۵
- کبھی محروم نہ ہونے والے وارثین ----- ۲۸۶
- میراث کی تقسیم وصیت کے مطابق ہوگی یا شرعی حصوں کے مطابق؟ ----- ۲۸۷
- قرآن میں لڑکی کو حصہ دینے کا حکم ----- ۲۸۸
- ماحول سے متاثر ہو کر لڑکیوں کا اپنا حصہ لینے سے انکار کرنا ----- ۲۸۹
- کیا لڑکیوں کا اپنا حق مانگنے سے رشتہ ناٹہ ختم ہو جاتا ہے؟ ----- ۲۹۰
- کیا لڑکیاں والد کی صحرائی و سکنائی جائیداد میں وارث ہوں گی؟ ----- ۲۹۱

- کیا غیر منقولہ جائیداد میں بھی لڑکیاں حصہ دار ہیں؟ ----- ۲۹۲
- اکلوتی بیٹی کوماں کے ترکہ میں سے کل مال کا نصف ملے گا۔ ----- ۲۹۲
- کیا والدہ کی تمہیلی جائیداد صرف لڑکیوں ہی کا حصہ ہے؟ ----- ۲۹۴
- ۴۰ گز زمین ۵ لڑکوں میں کس طرح تقسیم ہوگی؟ ----- ۲۹۵
- معشوق کے ساتھ فرار ہونے والی لڑکی کو باپ کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ ----- ۲۹۵
- شادی کر دینے کی وجہ سے لڑکیاں باپ کی وراثت سے محروم نہیں ہوتیں ----- ۲۹۷
- بھائی بہن کی موجودگی میں بیٹی کو کتنا ملے گا؟ ----- ۲۹۷
- اگر متروکہ مکان کے وارثین میں صرف ایک لڑکا لڑکی ہوں تو تقسیم کس طرح ہوگی؟ ----- ۲۹۸
- جس مکان کو بیٹوں کے نام بیع نامہ کرایا اُس میں بیٹیوں کا حصہ ہے یا نہیں؟ ----- ۲۹۹
- ایک بیٹے اور ایک بیٹی کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۰۰
- والد کی جائیداد میں لڑکے اور لڑکیوں کا حصہ ----- ۳۰۱
- ۴ لڑکے اور ۳ لڑکیوں کے درمیان زندگی میں جائیداد کی تقسیم ----- ۳۰۲
- ۲ بیٹے اور ۱ بیٹی کے درمیان ساڑھے نو لاکھ روپے کی تقسیم ----- ۳۰۴
- ۳ لڑکے اور ۴ لڑکیوں کے درمیان ۳۷ لاکھ روپے کی تقسیم ----- ۳۰۵
- ۳ لڑکوں اور ۳ لڑکیوں کے درمیان ۵۰۰ گز مکان کی تقسیم ----- ۳۰۷
- ۴ لڑکے اور ۴ لڑکیوں کے درمیان ۳۵ لاکھ کی تقسیم ----- ۳۰۸
- ۴ لڑکے اور ۴ لڑکیوں کے درمیان ۲۵ لاکھ روپے کی تقسیم ----- ۳۰۹
- ۴ لڑکے اور ۳ لڑکیوں کے درمیان ۳ لاکھ روپے کی تقسیم ----- ۳۱۱
- ۵ لڑکے اور ۳ لڑکیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۱۲
- ۵ لڑکیاں، ۲ بھائی اور ۱ بہن کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۱۲
- بیٹی اور پوتے کے درمیان مکان کی تقسیم ----- ۳۱۴

- بھائیوں اور بیٹیوں کے درمیان میراث کی تقسیم؟ ----- ۳۱۵
- والدین اور ۷ بیٹیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۱۶
- ماں، بیوی، بھائی اور بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۱۷
- ماں کو ثلث باقی ملنے کی مثال ----- ۳۱۷
- والدہ، ۲ بھائی، ۲ بہن اور متبنی لڑکی کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۱۸
- جدا و جدہ کی تعریف ----- ۳۲۰
- وراثت میں بہنوں کا حصہ ----- ۳۲۱
- شریعت میں بہنوں کا کس پر کتنا حق ہے؟ ----- ۳۲۲
- والد کے مکان میں بہنوں کا حصہ ----- ۳۲۳
- بھائیوں کی خرید کردہ ذاتی زمین میں بہن کا حصہ مانگنا ----- ۳۲۵
- بھائیوں کا بہنوں کو حصہ دینے میں ٹال مٹول کرنا ----- ۳۲۶
- بہنوں کا حصہ ضبط کرنا جائز نہیں ----- ۳۲۷
- بہن کو بھت دینے کی وجہ سے اُس کا حق وراثت ساقط نہیں ہوتا ----- ۳۲۹
- ۳ بھائی اور ۲ بہنوں میں زمین کی تقسیم ----- ۳۳۰
- ایک بھائی اور پانچ بہنوں میں میراث کی تقسیم اور معذور بہن کا نفقہ ----- ۳۳۱
- بھائی، بہن اور بھتیجیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۳۳
- متروکہ کپڑے، برتن اور زیورات وغیرہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ ----- ۳۳۴
- شوہر کے مال میں سے بیوی کا حصہ ----- ۳۳۵
- بڑی بیوی کی پنشن میں سے چھوٹی بیوی کا حصہ مانگنا؟ ----- ۳۳۶
- شوہر کی وفات کے بعد شوہر کا قرض بیوی کو ملے گا یا ترکہ میں شامل ہوگا؟ ----- ۳۳۷
- طلاق کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا اب بیوی وارث ہوگی یا نہیں؟ ----- ۳۳۸

- دوسری بیوی کی اولاد کو محروم کر کے پہلی بیوی کی اولاد کو جائیداد دینا ----- ۳۶۷
- ایک بیوی کی اولاد کو محروم کر کے دوسری کی اولاد کو دینا ----- ۳۶۹
- دوسری بیوی کے شرعی وارثین میں پہلی بیوی کی اولاد شامل نہیں ہوگی ----- ۳۷۰
- دوسری بیوی اور پہلی بیوی کے لڑکے اور شوہر کی بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۷۲
- بیوی کے مال میں سے شوہر کا حصہ ----- ۳۷۳
- بہن کے متروکہ سامان اور زیورات میں بہنوئی اور دیگر ورثہ کا کتنا حق ہے؟ ----- ۳۷۳
- متوفی بیوی کا زیور تہا شوہر کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ----- ۳۷۵
- بیوی کے نام پر خرید کردہ مشترکہ جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ ----- ۳۷۶
- بیوی کے حصہ کی جائیداد پر شوہر کا قبضہ کرنا ----- ۳۷۷
- بیوی کے زیورات، بینک بیلنس اور کپڑوں میں شوہر اور بہنوں کا حصہ ----- ۳۷۸
- شوہر، بیٹی اور بیٹے اور بیٹیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۸۰
- شوہر، بیٹی اور لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان ۱۵۰ گز مکان کی تقسیم ----- ۳۸۲
- شوہر، بیٹی اور چچا زاد بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۸۴
- شوہر، والدین، دو لڑکے، دو لڑکی، ایک بھائی اور تین بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم -- ۳۸۵
- مسئلہ اکدریہ ----- ۳۸۸
- شوہر، دادا اور حقیقی بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۸۹
- دادا کے ساتھ حقیقی یا علاتی بھائی بہن ہوں تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ ----- ۳۹۰
- شوہر اور لڑکے کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۹۱
- شوہر اولاد اور بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۹۲
- شوہر اور تایا چچا زاد اولاد کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۹۳
- شوہر اور بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۹۴
- شوہر اور بھائی بہنوں میں وراثت کی تقسیم ----- ۳۹۴

- شوہر، ماں اور لڑکے کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۹۶
- شوہر اور والد کے درمیان ترکہ کی تقسیم ----- ۳۹۷
- زانیہ منکوحہ کی اولاد اُس کے شوہر کی میراث کی کب مستحق ہوگی؟ ----- ۳۹۹
- کیا منکوحہ کا والد الزنا شوہر کی میراث میں حق دار ہوگا یا نہیں؟ ----- ۳۹۹
- نانا کی طرف سے نواسے کو ہبہ کردہ جائیداد میں اخیانی بھائی کا حصہ ----- ۴۰۰
- جائیداد اور ترکہ کی تقسیم کا ایک مسئلہ ----- ۴۰۱
- جائیداد کی تقسیم میں تقسیم کے وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا ----- ۴۰۵
- مکان اور جائیداد کی تقسیم کا مسئلہ ----- ۴۰۷
- موروثی زمین کے درختوں کا حکم ----- ۴۱۰
- تقسیم میراث کا ایک مسئلہ ----- ۴۱۱
- حجب حرمان اور حجب نقصان کی تفصیل ----- ۴۱۴
- مورث کی زندگی میں مرنے والے کا میراث میں کوئی حق نہیں ----- ۴۱۵
- ماں کی میراث میں فوت شدہ بیٹے اور اُس کے وارثین کا حصہ ----- ۴۱۶
- گودلی ہوئی لڑکی کا میراث میں حصہ نہیں ----- ۴۱۶
- اولاد کے نام جائیداد ہبہ کرنے کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی میراث کا حکم ----- ۴۱۷
- دوسری بیوی کے زیور میں پہلی بیوی سے بیٹے کا حق ہے یا نہیں؟ ----- ۴۱۸
- بھائی بہن کی موجودگی میں سالے یا سالے کی اولاد کا حصہ ----- ۴۱۹
- خسر کی میراث سے بہو کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ ----- ۴۲۰
- حمل کی میراث کا ایک مسئلہ ----- ۴۲۰

- عصبہ کی کیا تعریف ہے؟ ----- ۴۲۳

- عصبات کی تفصیل اور ان کی توریث کے احکام ----- ۴۲۳
- عصبات کی ترتیب میں قرب درجہ اور قوت قرابت سے کیا مراد ہے؟ ----- ۴۲۶
- بیٹوں کی موجودگی میں پوتے محروم ----- ۴۲۷
- بیٹے کی موجودگی میں پوتے پوتیاں محروم ----- ۴۲۷
- کیا چچاؤں کی موجودگی میں پوتا وارث بن سکتا ہے؟ ----- ۴۲۸
- دادا کی میراث میں مرحوم بیٹے کی اولاد کا حصہ ----- ۴۳۰
- دادا کی سگی اولاد کی موجودگی میں پوتوں کا حکم ----- ۴۳۱
- بیٹے کی موجودگی میں پوتے کیوں محروم ہیں؟ ----- ۴۳۲
- دادا کی میراث میں سے بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو حصہ دینے کا قانون ----- ۴۳۶
- کیا دادا پوتے کو بطور تبرع کچھ دے سکتا ہے یا نہیں؟ ----- ۴۳۷
- بہو کے نام پر جمع شدہ رقم میں پوتوں کا حصہ نہیں ہے ----- ۴۳۸
- شوہر کے انتقال کے بعد بہو کا سسر کی جائیداد میں سے اپنی بچیوں کے لئے حصہ مانگنا۔۔۔ ۴۳۹
- بہو اور پوتوں کا دادا کی میراث میں حصہ نہیں ہے ----- ۴۴۰
- اولاد کی موجودگی میں بھائی محروم ----- ۴۴۲
- بیوی کے ترکہ میں والد کی موجودگی میں بھائی کا حصہ نہیں ----- ۴۴۳
- اگر وارثین میں صرف ایک بھائی ہو تو وہی پورے مال کا مالک ہوگا ----- ۴۴۴
- بہن کے ترکہ کا دو بھائیوں کے سوا کوئی وارث نہیں تو ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟ ----- ۴۴۵
- لڑکیوں اور حقیقی بھائیوں کی موجودگی میں سوتیلے بھائیوں کو کچھ نہ ملے گا۔۔۔ ۴۴۶
- حقیقی بھائی کی موجودگی میں بھتیجے اور بھتیجی محروم ہوں گے ----- ۴۴۸
- بھتیجے بھائی کی موجودگی میں حق دار نہ ہوں گے ----- ۴۴۸
- چچا کی جائیداد میں بھتیجے کا حصہ ----- ۴۴۹

- بھائی کی موجودگی میں بھتیجے محروم ۴۷۵ -----
- بھائی کی موجودگی میں بھتیجی کا حصہ ۴۷۶ -----
- اگر وارثین میں صرف ایک بھتیجہ اور ایک بھتیجی ہو تو؟ ۴۷۷ -----
- بیوی کا متروکہ مال بیوی کی بھتیجی کے لڑکے کو ملے گا یا شوہر کے بھتیجے کو؟ ۴۷۹ -----

۴۸۰

مفقود کے مال کے احکام

- مفقود کے مال کی تقسیم جائز نہیں ۴۸۰ -----
- کیا اولاد مفقود الخیر باپ کی میراث کو دادا کے ترکہ سے حاصل کر کے فروخت کر سکتی ہے؟ ۴۸۱ -----
- مفقود کا شرعی حکم ۴۸۳ -----
- گم شدہ بیوی کا حصہ کیسے متعین کیا جائے؟ ۴۸۴ -----
- کیا لاپتہ شوہر مرحوم بیوی کا وارث ہوگا؟ ۴۸۷ -----
- لاپتہ بھائی کا حصہ ۴۹۰ -----
- لاپتہ بیٹے کا حصہ کس حساب سے محفوظ رکھا جائے؟ ۴۹۲ -----

۴۹۴

مجنون کے مال کا حکم

- مجنون کی زندگی میں اس کی وراثت تقسیم نہ ہوگی ۴۹۴ -----
- مجنونہ کے مال کی تقسیم کب ہوگی؟ ۴۹۵ -----

۴۹۷

مناسخہ

- دو بطن کا مناسخہ ۴۹۷ -----
- دو بطن کا مناسخہ ۵۹۹ -----
- تین بطن کا مناسخہ ۵۰۱ -----
- پانچ بطن کا مناسخہ ۵۰۳ -----

○ چودہ پٹن کا مناسبہ ----- ۵۰۷

۵۱۵

متفرقات

- مشترکہ موروثی باغ کی نگرانی پر خرچ کی گئی رقم سب وارثین سے وصول کرنا ----- ۵۱۵
- ایکسڈنٹ میں زخمی اور مہلکین کے لئے بیمہ کمپنی سے رقم لینا ----- ۵۱۶
- بھائی کے علاج میں خرچ کیا ہوا پیسہ اُس کے ترکہ سے وصول کرنا ----- ۵۱۷
- قسطوں پر خریدی گئی گاڑی کی باقیہ قسطیں ترکہ سے ادا کی جائیں گی ----- ۵۱۸
- کیا ترکہ تقسیم نہ کرنے سے میت کی روح کو عذاب پہنچے گا؟ ----- ۵۱۹
- مشترکہ متروکہ املاک میں مرمت سازی کرنا ----- ۵۲۰
- بیٹے کے انتقال کے بعد پوتوں کی پرورش دادا کے ذمہ ہے ----- ۵۲۱
- چچا زاد بھائی کا بہن کے حصہ کا مطالبہ کرنا ----- ۵۲۳
- بہن کے اپنا حصہ بھائی کے نام رجسٹری کر دینے پر بہنوں کا ناراض ہونا ----- ۵۲۳
- جو وارث اپنا حصہ لینے سے انکار کر دے، اُس حصہ کا کیا کریں؟ ----- ۵۲۴
- کیا علاج و معالجہ کی کفالت کرنے والا مرحوم کے تمام ترکہ کا وارث ہوگا؟ ----- ۵۲۵
- تشکر و امتنان اور عاجزانہ گزارش ----- ۵۲۷



کتاب الوصایا

وصیت سے متعلق مسائل

وصیت کتنے مال میں اور کن لوگوں کے لئے جائز ہے؟

سوال (۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی آخری عمر ہے موت کا کوئی وقت مقرر ہمارے علم میں نہیں ہے، اس لئے زید چاہتا ہے کہ اپنے ورثہ کے لئے کچھ تحریری طور پر وصیت کر جائے؛ تاکہ کوئی باہم نزاع اور اختلاف نہ ہو؛ لہذا مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں:

- (۱) زید کو اپنے کتنے مال میں وصیت کرنے کی اجازت ہے؟
 - (۲) زید کی ایک پوتی معذور گونگی بہری ہے، جب کہ اُس کے ماں باپ بقید حیات ہیں؛ لیکن تنگ دست ہیں، کیا زید کو اس کے لئے وصیت کرنے کی اجازت ہے؟
 - (۳) زید جاننا چاہتا ہے کہ کون کون وصیت کے مستحق ہیں؟
- باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) زید کو اپنے مال میں صرف تہائی مال تک وصیت کرنے کی اجازت ہے۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت عام الفتح مرضاً اشفيئ منهُ على الموت، فأتاني رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني، فقلت يا رسول الله! إن لي مالاً كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله؟ قال لا: قلت: فثلثي مالي؟ قال: لا، قلت: فالشطر؟ قال: لا، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث، والثلث كثير، إنك أن تذر ورثتك أغنياء خير من أن

تذرههم عاآة يتكففون الناس وإنك لن تنفق نفقة إلا أجرت فيها حتى اللقمة ترفعها إلى في امرأتك الخ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ۳۲/۲، سنن ابن ماجة، أبواب الوصايا / باب: لا وصية لوارث ۱۹۴/۲، مشكاة المصابيح / باب الوصايا ۲۶۵/۱ رقم: ۳۰۷۱، مرقاة المفاتيح ۲۳۰/۶ دار الكتب العلمية بيروت، ۱۸۱/۶ أشرفية ديوبند، نصب الرأية ۱/۴ ۴۰) وتجاوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه.

(شامي ۳۳۹/۱۰ زكريا)

ثم تنفذ وصاياهم من ثلث ما بقي بعد الدين . (السراجي في الميراث ص: ۳، الفتاوى

الهندية / أول كتاب الفرائض ۴۴۷/۶ زكريا)

(۴) مسئوله صورت میں زياد اپنی معذور پوتی کیلئے تہائی مال کے اندر اندر وصیت کر سکتا ہے۔
وتجاوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه.

(شامي ۳۳۹/۱۰ زكريا)

(۳) وصیت انہیں لوگوں کے لئے معتبر ہے جو میت کے شرعاً وارث نہ بن رہے ہوں پس جو لوگ وارث نہیں ہیں خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا اجنبی ان کے لئے تہائی مال کے اندر وصیت کی اجازت ہوتی ہے۔

وتجاوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه.

(شامي ۳۳۹/۱۰ زكريا)

والأفضل أن يجعل وصيته لأقاربه الذي لا يرثون إذا كانوا أقراباً باتفاق أهل العلم - إلى قوله - مباحة كالوصية للأغنياء من الأجانب الأقراب مستحبة كالوصية للأقارب غير الوارثين، ولجهات البر والخير والمحتاجين.
(الفقه الإسلامي وأدلته ۲۰۱۸-۲۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۵۱۴۳۴/۶/۶

وصیت کتنے مال میں نافذ ہوتی ہے؟

سوال (۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص لا ولد ہے، جس کی بیوی کا بھی انتقال ہو چکا ہے، وارثین میں بھتیجے ہیں، اور اب خود کا بھی انتقال ہو گیا ہے، مذکورہ شخص نے اپنی صحرائی زمین تقریباً دس بارہ سال ہوئے ایک مسجد کو وصیت کر دی تھی، کہ جب تک میں زندہ ہوں مالک ہوں، اور میرے مرنے کے بعد مسجد مالک ہے، اور سکنائی زمین یعنی گھر ایک بھتیجے کو لکھ دیا تھا۔ اب یہ سنا ہے کہ یہ وصیت جائز نہیں ہے، صرف تہائی حصہ میں درست ہے، کوئی کہتا ہے کہ مرنے کے وقت وصیت ایک تہائی کی کر سکتا ہے، تو مرنے کے وقت اور موت کے دس بارہ سال پہلے وصیت کرنے میں کوئی فرق ہے؟ یا دونوں کا ایک ہی حکم ہے، اگر دونوں کا ایک ہی حکم ہے، تو پھر یہ مطلب ہوتا ہے کہ آدمی کسی بھی حالت میں اور کسی بھی وقت اپنا سارا مال فی سبیل اللہ نہیں دے سکتا، تو اپنی زندگی میں زکوٰۃ، خیرات، حج وغیرہ بغیر اجازت وارثین کیسے درست ہوتی ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زندگی اور صحت کی حالت میں آدمی اپنے مال میں پوری طرح مالک و متصرف ہوتا ہے، وہ اگر اُس وقت اپنا مال کسی کو دے کر اُسے مالک و ذخیل بنا دے تو یہ عطیہ شرعاً مکمل نافذ ہو جاتا ہے، اور اُس میں کسی دوسرے سے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی؛ لیکن مرنے کے بعد میت کے مال میں دیگر وارثین کا حق متعلق ہو جاتا ہے، اس لئے وصیت کے بارے میں شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی متعین وارث کے لئے وصیت معتبر نہیں ہے؛ تاکہ دوسرے ورثہ کی حق تلفی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اگر فی سبیل اللہ وقف کی وصیت ہو یا اجنبی کے لئے وصیت ہو، تو وہ صرف تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے، اُس سے زیادہ میں نہیں، ہاں اگر وارثین اپنا حق چھوڑ دیں، تو زیادہ میں وصیت نافذ ہو جاتی ہے۔

بریں بنا مسئلہ صورت میں جو زمین مسجد کے لئے وصیت کی گئی ہے، اُس کی قیمت اگر

میت کے کل مال کے تہائی سے کم ہے، تو وہ پوری زمین مسجد کو دے دی جائے گی، اور اگر اس کے برخلاف ہو تو صرف کل مال کے تہائی حصہ میں ہی اُس وصیت کا نفاذ ہوگا، اور میت نے اپنے وارث بھیجتے کے لئے جس مکان کی وصیت کی ہے، اُس کا کچھ اعتبار نہیں؛ بلکہ یہ مکان حسبِ حصصِ شرعیہ سب ورثہ کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

عن عامر بن سعید عن أبيه رضي الله عنه قال: مرض مرضاً أشفى فيه، فعاده رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن لي مالا كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، أفأتصدق بالثلثين؟ قال: لا. قال: فبالشطر، قال: لا. فبالثلث؟ قال: الثلث، والثلث كثير، إنك إن تترك ورثتك أغنياء خيرٌ من أن تدعهم عائلةً يتكفون الناس. (سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء فيما لا يجوز للموصى في ماله ۳۹۵/۲ دار الحديث ملتان)

ولا تجوز بما زاد على الثلث، لقول النبي عليه السلام في حديث سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه: الثلث، والثلث كثير، بعد ما نفى وصيته بالكل والنصف ولأنه حق الورثة. (الهداية، كتاب الوصايا / باب في صفة الوصية ما يجوز من ذلك وما يستحب منه ۶۳۹/۴ إدارة المعارف ديوبند، ۶۵۴/۴ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وتجوز بالثلث لأجنبي وإن لم يحز الوارث ذلك لا الزيادة عليه إلا أن تجيز ورثته بعد موته وهم كبار. (شامي / كتاب الوصايا ۳۳۹/۱۰، البحر الرائق / أول كتاب الوصايا ۴۰۳/۸ کراچی، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الوصایا / الباب الأول ۹۰/۶ دار إحياء التراث بیروت)

ولا تجوز لوارثه إلا أن يجيزها الورثة بعد موته. (الهداية، كتاب الوصايا / باب

في صفة الوصية ۶۳۹/۴ إدارة المعارف ديوبند، ۶۵۵/۴ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۹/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وصیت صرف ثلث مال میں معتبر ہے

سوال (۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا ایک مکان ہے، جو کہ میرے شوہر نے میرے نام کیا تھا، جس کی قیمت کم از کم دس لاکھ روپے ہے، کاغذات و پروف موجود ہیں، اس مکان کے مغربی حصہ میں ایک کمرہ پختہ مع اسٹور و باورچی خانہ ہے جس کے سلسلہ میں بوقتِ ہبہ شوہر نے اپنے قبضے میں رکھنے کو کہہ دیا تھا، میرے دو لڑکے شادی شدہ اور تین لڑکیاں شادی شدہ ہیں اور میرے شوہر باحیات ہیں، میرے اس مکان میں باجائز میرے بڑے لڑکے نے اپنے رہنے کے لئے دو کمرے بنوائے ہیں، جس کی لاگت تخمیناً دو لاکھ روپے ہے، جن کا حصہ کے علاوہ لاگت کا بھی مطالبہ ہے، اور میں نے یہ نیت کر رکھی ہے کہ اس مکان سے ایک لاکھ روپے کسی مسجد میں لگائے جائیں اور میرے بڑے بیٹے کا میری طرف ذاتی قرضہ چالیس ہزار روپیہ ہے، اور میری پہلی بیماری میں فوت شدہ روزوں کا کفارہ ۱۵ ہزار روپے ہیں، یہ دونوں ادا کئے جائیں اور اگر آئندہ میری خدا نخواستہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے روزے و نمازیں وغیرہ رہ جائیں، تو اُس کا کفارہ بھی اسی مکان کی قیمت سے ادا کیا جائے، ملحوظ رہے کہ میرا اور شوہر کا اس وقت کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے، ہم دونوں بوڑھے ہو چکے ہیں، اب میں اس مکان کے بارے میں بسبب مطالبہ اولاد زندگی ہی میں وصیت نامہ تحریر کرنا چاہتی ہوں؛ لہذا اس مکان کا انداز تقسیم کیا ہو، اس میں میرا اور میرے شوہر کا کتنا حصہ ہوگا، اور دیگر میری اولاد کا کتنا کتنا حصہ ہوگا، اور میرے مرنے کے بعد وصیت کا نفاذ اور تقسیم میراث کیسے ہوگی؟ میں اپنی حیات میں ہی بغرض نجات از مواخذہ بحضور الہی اس مسئلہ کا قرآن و حدیث و شریعت کی روشنی میں حل کی ملتسم ہوں، نوازش کہ حل استفتاء روانہ فرمائیں گے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ مکان زندگی میں آپکی ملکیت ہے، اس میں سے تہائی حصہ کے اندر اندر آپ کا رخیر کے لئے یا اپنی نماز روزہ کے فدیہ کے لئے وصیت کر سکتی ہیں،

اور ما بقیہ دو تہائی حصہ میں وارثین کے حق میں وصیت کرنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ اُن کے درمیان مال کی تقسیم حسبِ حصص شرعیہ ہوگی، اگر آپ چاہیں تو اس بات کی قانونی وصیت کر دیں کہ میرے بعد میرے ترکہ کی تقسیم شریعت کے مطابق کی جائے، اس سے آپ کا ذمہ بری ہو جائے گا اور جس لڑکے نے آپ کے مکان میں آپ کی اجازت سے کمرہ بنائے ہیں، جب مکان کی تقسیم ہوگی تو اگر اس کے حصہ میں زائد جگہ آرہی ہو تو اس سے قیمت لے کر بقیہ ورثہ کو حسبِ استحقاق دینا ضروری ہوگا، اور اگر اس لڑکے کا آپ کی طرف واقعتاً قرض ہے تو ترکہ میں سے اولاً قرض کی ادائیگی ہوگی اُس کے بعد دیگر تقاضے پورے کئے جائیں گے۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك.

(تفسیر البیضاوی ۷)

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳/۲ رقم: ۳۶۴۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲۶۵)

وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه يقسم الأرض بالمساحة، ثم يرد من وقع البناء في نصيبه أو من كان نصيبه أجود دراهم على الآخر، حتى يساويه فتدخل الدراهم في القسمة ضرورة. (الهداية / القسمة ۱۶/۴ ۴۱۶/۴ الأمين كتابستان ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۵/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوگی

سوال (۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: گذشتہ ماہ اگست کے اوائل میں میری والدہ کا انتقال ہو گیا، وہ کرایہ کے مکان میں رہتی تھیں اور اسی مکان کا سودا انہوں نے مالک مکان بوسے ایک لاکھ بیس ہزار روپے میں طے کر لیا تھا، ایک صاحب نئی بھائی کی معرفت ۸۵۰۰۰ روپے مالک مکان کو ادا بھی کر دئے اور بعد میں ۱۵۰۰ روپے مزید دئے جو مالک مکان کے بجائے نئی بھائی کے پاس محفوظ ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ تمہاری والدہ نے اس مکان کی مسجد کے نام وصیت کر دی ہے؛ اس لئے تمہیں کچھ نہ ملے گا، جب کہ میں اُن کی تنہا وارث ہوں، اب مجھے دو باتیں پوچھنی ہیں: پہلی یہ کہ مکان کی بیع مکمل ہو چکی، جو اُن کی وصیت کا اعتبار کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ وصیت تو تہائی جائیداد میں نافذ ہوتی ہے، اس صورت میں بھی دو تہائی میراث مجھے ملنی چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال آپ کی والدہ نے ”بہائی“ سے جو مکان خریدا تھا، اُس کی بیع تام ہو چکی ہے، بعد میں جو ۱۵ ہزار روپے ”نئی بھائی“ کو دئے گئے ہیں اُن پر لازم ہے کہ وہ یہ رقم ”بہائی“ کو پہنچائیں، پھر والدہ کے بقیہ ترکہ سے اولاً ۲۰ ہزار روپے کی ادائیگی ”بہائی“ کو کی جائے گی؛ اس لئے کہ وہ ان کا حق ہے، اور اس بات کے لئے کہ والدہ نے مذکورہ مکان مسجد کو دینے کے لئے وصیت کی تھی پختہ ثبوت چاہئے، محض ”نئی بھائی“ کے کہہ دینے سے وصیت ثابت نہ ہوگی، اور اگر وصیت کا پختہ ثبوت مل جائے تو اس کا نفاذ صرف ایک تہائی مکان میں ہوگا، بقیہ دو تہائی حصہ مرحومہ والدہ کے شرعی وارثین کا حق ہوگا۔

وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع، ولا خيار لو احد منهما، إلا من عيب أو عدم رؤية ويجوز البيع بثمن حال ومؤجل إذا كان الأجل معلوماً.

(الهداية ۴/۳ إدارة المعارف ديوبند، ۲۰/۳ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وإنما تقدم الديون المعروفة الأسباب؛ لأنه لا تهمة في ثبوتها إذا لمعاين لا مرداً له، وذلك مثل بدل مال ملكه. وفي الفتح: كثمن المبيع، وبدل القرض.

(فتح القدير مع الهداية / باب إقرار المريض ۳۸۴/۸ دار الفكر بيروت)

وتجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذلك، لا الزيادة عليه، إلا أن تجيز ورثته بعد موته، وهم كبار. (الدر المختار مع الشامى / كتاب الوصايا ۳۳۹/۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ورثہ کی موجودگی میں وصیت صرف ثلث مال میں نافذ ہوگی

سوال (۵): -- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے تین بھائی تھے، تینوں کا زندگی ہی میں الگ الگ بٹوارہ ہو گیا تھا، اور اپنی اپنی کمائی سے علیحدہ علیحدہ مکان بھی بنائے تھے، زید کے دونوں بھائی پہلے مرحوم ہو گئے تھے، زید میاں بیوی دونوں نے آپس میں مشورہ کیا اور طے کیا کہ اگر میں پہلے مر گیا تو تم مسجد میں مکان وقف کر دینا اور اگر تم مر گئی تو میں مسجد میں دے دوں گا، زید کا پہلے انتقال ہو گیا، اُس کی بیوی نے اپنے شوہر کی وصیت کے مطابق مکان مسجد میں لکھا دیا، اب اُس کی بیوی بھی مر چکی ہے، کچھ پیسہ بھی بینک میں جمع ہے، کل جائیداد اُس نے لکھایا ہے، مذکورہ میاں بیوی لا ولد تھے تو اس مسئلہ کے بارے میں شرعی فیصلہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں اگر زید کے دیگر ورثہ (بھتیجے وغیرہ) موجود ہیں، تو اُس کی وصیت صرف ایک تہائی مال میں نافذ ہوگی، اس سے زیادہ میں نفاذ کے لئے دیگر ورثہ کی رضامندی ضروری ہے۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت عام الفتح مرضاً اشفيئ منه على الموت، فأتاني رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني، فقلت يا رسول الله! إن لي مالاً كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله؟ قال لا: قلت: فثلثي مالي؟ قال: لا، قلت: فالشطر؟ قال: لا، قلت:

فالثالث؟ قال: الثالث، والثالث كثيرٌ، إنك أن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عائلةً يتكففون الناس وإنك لن تنفق نفقةً إلا أجرت فيها حتى اللقمة ترفعها إلى في امرأتك الخ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثالث ۳۲/۲، سنن ابن ماجه، أبواب الوصايا / باب: لا ويصة لوارث ۱۹۴/۲، مشكاة المصابيح / باب الوصايا رقم: ۳۰۷۱، مرقاة المفاتيح ۲۳۰/۶ دار الكتب العلمية بيروت، نصب الراية ۴۰۱/۴)

ولا تجوز بما زاد على الثالث إلا أن يجيزها الورثة. (البداية مع الهداية ۶۳۸/۴) وأما لو وهب وسلّم لغير الورثة؛ فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الهبة، وإن لم يخرج ولم تجز الورثة الهبة، فإنما تصح في ما يخرج من الثالث. (شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الفصل الثاني في هبة المريض ۴۸۴/۱ رقم المادة: ۸۷۹ كوتبه) وإن أوصى لأحدهما بجميع ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فثلثه بينهما نصفان. (البحر الرائق، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ۲۲۴/۹ زكريا، وكذا في الدر المختار، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ۶۶۷/۶ كراحي، وكذا في تبين الحقائق، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ۳۸۷/۷ دار الكتب العلمية بيروت)

ومن أوصى لرجل بثلث ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فالثالث بينهما الخ. (الهداية ۶۴۶/۴، ۶۶۲/۴ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۰/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک فریق کی رضامندی کے بغیر دیگر ورثہ کیلئے وصیت جائز نہیں

سوال (۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بدھن بیگ ولد چٹھن بیگ نے ایک قطعہ مکان پختہ دو منزلہ واقع محلہ طویلہ مراد آباد کے بابت ایک وصیت نامہ مورخہ ۳ مئی ۱۹۸۹ء کو اپنے پسران راحت بیگ و پتن بیگ کے حق میں نصفاً نصف

حصص شہابی و جنوبی کے پتن بیگ کے نصف حصہ جنوبی میں غسل خانہ و پاخانہ تعمیر ہے، جس کے متعلق وصیت نامہ مذکورہ میں تحریر ہے کہ غسل خانہ و پاخانہ ہمیشہ ہمیشہ مشترکہ رہیں گے۔ دیگر یہ بھی تحریر ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک حصہ دار کے ہاتھ بیچنے کا پابند ہے، پتن بیگ مذکور کے حصہ زریں میں راحت بیگ کا کارخانہ بدھن بیگ کی حیات سے ہی چل رہا ہے، جس کے متعلق وصیت نامہ مذکور میں یہ تحریر ہے کہ اگر راحت بیگ کا کارخانہ مذکور کا استعمال کریں گے تو راحت بیگ و پتن بیگ کو اس کے استعمال کا دوسروں پر یہ ماہوار دیں گے؛ لہذا از روئے شرع وصیت کی ایسی شرائط جائز ہیں کہ نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وارث کے حق میں وصیت کا شرعاً اعتبار نہیں، الایہ کہ سب ورثہ اس وصیت کے نفاذ پر متفق ہو جائیں۔ مسئلہ صورت میں اگر سب وارثین اس تحریری وصیت اور اس کی شرائط پر اتفاق کر لیں تو فیہا، ورنہ اگر اتفاق نہ ہو تو اس وصیت کا شرعاً اعتبار نہ ہوگا، اور ہر مستحق وراثت کو اپنے مملوکہ وراثت حصہ میں تصرف کا مطلقاً حق ہوگا۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". قال ابن قطن في كتابه: ويونس بن راشد قاضي خراسان، قال أبو زرعة: لا بأس به، وقال البخاري: كان مرجئاً، وكان الحديث عنده حسن. (نصب الراية للزيلعي / كتاب الوصايا ٢٢١/٥ رقم: ٨٠٧٠ مکتبۃ مؤسسة الريان بیروت)

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ٣٢/٢ رقم: ٢١٢٠، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ٣٩٦/٢ رقم: ٢٨٧٠، دار الفكر بیروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ١١٣/٢ رقم: ٣٦٤٠، مشكاة المصابيح ٢٦٥)

ولا لوارثه وقاتله إلا بإجازة ورثته لقوله عليه السلام: لا وصية لوارثٍ إلا أن يجيزها الورثة، وهم كبار عقلاء. (الدر المختار / كتاب الوصايا ۶۵۵/۶ دار الفكر بيروت، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ۱۱۲/۹ زكريا، الفتاوى الهندية / الباب الأول في الوصايا ۹۰/۶ زكريا) ولا تجوز لوارثه الخ، إلا أن يجيزها الورثة. (الدراية مع الهداية ۶۴۱/۴) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارثین کی اجازت سے ثلث سے زیادہ کی وصیت جائز ہے

سوال (۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد ابراہیم نے ایک شخص کے لئے وصیت کی ہے تو کیا وہ ثلث مال سے زائد میں نافذ ہو سکتی ہے؟ نیز ایک بھتیجے محمد انیس محمد ابراہیم کی زندگی میں ہی انتقال کر گیا تھا اس کی اولادوں کو ملے گا یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر دیگر وارثین راضی ہوں تو ثلث مال سے زیادہ میں وصیت نافذ ہو سکتی ہے، اور اگر دیگر وارثین راضی نہ ہوں تو ثلث سے زائد میں وصیت نافذ نہ ہوگی، نیز جو بھتیجے چچا کی زندگی میں انتقال کر گیا ہے، اس کا چچا کے ترکہ میں کوئی حق نہ ہوگا۔

وإن أوصى لأحدهما بجميع ماله وللآخر بثلث ماله، ولم تجز الورثة، فثلثه بينهما نصفان، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى. قال رحمه الله: ولا يضرب الموصى له بأكثر من الثلث وله أن الموصى له يضرب بما يستحقه وهو لا يستحق ما وراء الثلث إلا بإجازة الورثة، ولم توجد. (البحر الرائق، كتاب

الوصايا / باب الوصية بثلث المال ۲۲۴/۹ زكريا)

ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة بعد موته وهم كبار.

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارث کے حق میں وصیت

سوال (۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عشرت النساء نے اپنے انتقال سے پہلے اپنے ایک غیر شادی شدہ لڑکے اور ایک نواسی کے لئے کچھ سامان کی وصیت کی تھی (مثلاً کپڑا اور دیگر سامان) وہ سامان اُس کے بیمار ہونے کے بعد اپنی لڑکی کے گھر چلے جانے کی وجہ سے عشرت النساء کے گھر سے نہیں اُٹھایا گیا، اس بیچ میں عشرت النساء کا انتقال ہو گیا، ہم کو اس بات کا فتویٰ چاہئے کہ جو سامان وصیت کیا گیا تھا، وہ اُن کو دے دیا جائے یا مرنے کے بعد جیسے تقسیم کیا جاتا ہے، ویسے کیا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عشرت النساء کی وصیت اپنے لڑکے کے حق میں (وارث ہونے کی وجہ سے) دیگر وارثین کی اجازت پر موقوف رہے گی، اگر وارثین اجازت دے دیں تو اُسے مذکورہ لڑکے کو دے دیا جائے اور اگر اجازت نہ دیں تو اُس کے حق میں وصیت کردہ اشیاء کو ترکہ کے ساتھ تقسیم کر دیا جائے؛ البتہ نواسی کے لئے (وارث نہ ہونے کی وجہ سے) وصیت ثلث مال کے اندر اندر مطلقاً نافذ ہو جائے گی۔

ولا لوارثہ مباشرة إلا بإجازة ورثته لقوله عليه السلام: لا وصية لوارث إلا أن يعجزها الورثة، وهم كبار عقلاء. (الدر المختار / كتاب الوصايا ۶۵۵/۶ دار الفکر بیروت، وکذا فی البحر الرائق / كتاب الوصايا ۱۱۲/۹ زکریا)

ولا تجوز (أي الوصية) بما زاد على الثلث إلا أن يعجزه الورثاء بعد موته، وهم كبار ولا تجوز الوصية للوارث إلا أن يعجزها الورثة. (الفتاوى الهندية / كتاب الوصايا ۹۰/۶ رشیدیة)

تجاوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث لا الزيادة

عليه. (الدر المختار مع الشامى / كتاب الوصايا ۶۵۰/۶ كراچی، ۳۳۹/۱۰ زکریا)

ولا تجوز لوارثه إلا أن يجيزها الورثة. (الهداية / كتاب الوصايا ۶۴۱/۴ إدارة

المعارف دیوبند، ۶۷۵/۴ الامین کتابستان دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۵/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارث کے لئے وصیت معتبر نہیں

سوال (۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہم چار بھائی اور تین بہنیں ہیں، سب شادی شدہ ہیں، تینوں بہنیں اپنی اپنی سسرال میں رہتی ہیں، اور تین بھائیوں نے اپنا اپنا مکان الگ بنالیا، چوتھا چھوٹا بھائی والدین کے ساتھ رہتا ہے، وہ مکان والد صاحب کا ہی ہے، میرے والد نے انتقال سے تقریباً پانچ چھ مہینے پہلے پورا مکان چھوٹے بھائی کے نام وصیت کر کے لکھ دیا۔

سوال یہ ہے کہ میرے والد صاحب کا یہ وصیت کرنا جائز تھا یا نہیں؟ اور اس وصیت کی وجہ سے مکان سے میرا حصہ ختم ہو گیا ہے یا نہیں؟ صحیح صورت حال سے مدلل نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وارث کے حق میں وصیت شرعاً معتبر نہیں ہے؛ لہذا

مسئلہ صورت میں آپ کے والد صاحب نے اپنے چھوٹے بیٹے کے لئے پورے مکان کی جو وصیت کی ہے اُس کا شرعاً کوئی اعتبار نہ ہوگا؛ بلکہ یہ مکان والد صاحب کے انتقال کے بعد اُن کے سب ہی ورثہ (لڑکے لڑکیوں) کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا، اور آپ بھی اپنے حصہ کے مستحق ہوں گے؛ البتہ اگر دیگر وارثین بخوشی راضی ہوں اور اپنا حصہ رضامندی سے اپنے بھائی کے لئے چھوڑ دیں تو مذکورہ وصیت نافذ ہو سکتی ہے۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳۶۴۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲۶۵)

ولا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجيزها الورثة. (الفتاوى الهندية ۹۰/۶ زكريا) ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاثٍ بالنسب وهو القربا. (الفتاوى الهندية ۴۴۷/۶ زكريا)

لا يسقط الحق بتقادم الزمان. (شرح المحلة ۹۹۶/۲ رقم المادة: ۱۶۷۴) فقط والله تعالى أعلم
الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۶/۶/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارث کے حق میں وصیت کا اعتبار نہیں

سوال (۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حنیف مرحوم کو کئی اولاد ہیں؛ لیکن حنیف مرحوم نے ۱۹۷۱ء میں اپنے دو فرزند عین الحق اور کاری کے نام سے زمین رجسٹری کر دی، جس دستاویز کا اردو ترجمہ آپ کے سامنے میں ہے۔ مزید کاغذی کارروائی کرتے ہوئے ۱۹۷۲ء میں کھاتہ بھی عین الحق اور کاری کے نام سے کھلوادیا، جس کی کاپی دستاویز سے منسلک ہے۔ یہ دونوں رسید وغیرہ اپنے نام سے کٹواتے رہے۔ ۱۹۸۳ء میں حنیف مرحوم کا انتقال ہو گیا، ان کے دونوں فرزند عین الحق اور کاری آج سے ۳۰ سال قبل کھسرہ نمبر: ۱۸۶۲ کی زمین کو علی موسیٰ اور زبیدہ خاتون کے ہاتھ بیچ دی، مذکورہ زمین کو علی موسیٰ اور زبیدہ خاتون نے ۳۰ سال قبل خریدی اس وقت سے اس پر قابض داخل ہے، زمین بہت گہری

تھی، لاکھوں روپے کی مٹی ڈال کر علی موسیٰ اور زبیدہ خاتون نے زمین کو ہموار کیا، اسی پر بھینس کے مکان بنائے ہوئے ہیں، اور اینٹ کے مکان زیر تعمیر ہے، علی موسیٰ اور زبیدہ زمین کا داخلہ خارج کرا کے اپنے نام سے ۳۰ سال سے رسید بھی کٹوا رہے ہیں۔

بتائیں مفتیان کرام موجودہ کاغذات اور زمین کی مذکورہ حالات کی روشنی میں کیا عین الحق اور کاری کے علاوہ حنیف مرحوم کی دوسری اولاد کو حق وراثت ملے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ملحقہ دستاویز کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ حنیف مرحوم نے اپنے دو فرزندوں کے نام جو زمین رجسٹری کی تھی وہ بطور ملکیت نہ تھی؛ بلکہ بطور وصیت تھی اور وارثین کے حق میں شرعاً وصیت معتبر نہیں ہوتی؛ اس لئے حنیف مرحوم کی وفات کے بعد اس زمین میں حنیف کے سبھی وارثین کا حق ہوگا، اور وہ زمین چوں کہ حسب تحریر سوال فروخت کی جا چکی ہے؛ اس لئے مذکورہ دونوں فرزندوں پر لازم ہے کہ وہ دیگر حصہ داروں کو ان کا حق ادا کرنے کی فکر کریں، ورنہ آخرت میں مواخذہ دار ہوں گے۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفکر بیروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳۶۴۰ دار الفکر بیروت، مشكاة المصابيح ۲۶۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۱/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارث کے لئے کی گئی وصیت کی تعمیل ضروری نہیں

سوال (۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کوئی شخص اپنے مرنے سے پہلے اپنے مکانات اور جائیداد وغیرہ کے بارے میں وصیت زبانی و تحریری کر کے اندارج کر دیتا ہے، تو اُس کے مرنے کے بعد اُن کی اولاد کو اس وصیت کے مطابق چلنا ہے یا اپنے مفاد کو دیکھتے ہوئے چلنا ہے؟ دوسری صورت میں اگر پھر بھی کوئی ایک شخص ساری جائیداد سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہو، خاندان کے دوسرے متعلقین کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہو، ان کے جذبات کو پکڑ رہا ہو، تو ایسے ظالم کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وصیت کے بارے میں اولاً یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وارث کے حق میں وصیت کا شرعاً اعتبار نہیں ہوتا؛ لہذا میت نے اگر اپنے وارث کے لئے وصیت کی ہے تو وارثین پر اس کی تعیل ضروری نہیں، اور اگر وصیت کا تعلق غیر وارث سے ہے تو اُس کا نفاذ صرف تہائی مال میں ہوتا ہے؛ البتہ اگر دیگر وارثین کو کوئی اعتراض نہ ہو تو تہائی سے زیادہ میں بھی اُس کی وصیت نافذ ہو جائے گی۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲۱۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳۶۴۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲۶۵)

وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك، لا الزيادة عليه إلا أن

تعجيز ورثته بعد موته. (الدر المختار مع الشامى / كتاب الوصايا ۳۳۹/۱۰ زكريا)

دیگر مستحقین کو محروم کر کے کسی ایک وارث کا پوری جائیداد پر قابض ہو جانا صریح ظلم اور قطعاً ناجائز ہے، جو شخص بھی اُس کا مرتکب ہوگا، وہ دنیا و آخرت کے خسارہ میں رہے گا اور عند اللہ اس سے سخت مواخذہ ہوگا۔

دے، اس پر دونوں فریق راضی ہو گئے، مکان چوں کہ رجسٹرڈ تھا، اس لئے قانونی کاروائی بذریعہ نوٹری یہ کی گئی کہ مکان مسماۃ شاہین نے اپنے بھائی حبیب محسن کو ہبہ کیا اور والد حبیب شمس نے دو جگہ کی چند دوکانیں شاہین کو ہبہ کیں، اس پر دستخط ہوئے نوٹری تصدیق ہو گئی، یہ معاملہ جون ۱۹۸۸ء میں ہوا مسماۃ شاہین بیگم کی دوکانیں ماسٹر پلان میں آگئیں، معمولی معاوضہ ملا، وہ بھی اُن ہی کے اکاؤنٹ میں گیا، اسی دوران حبیب محسن صدیق نے مکان کی تعمیری تغیر و تبدل میں کئی لاکھ روپے خرچ کئے، اب ۲۰۰۲ء میں مسماۃ غوث النساء بیگم شاہین کا مطالبہ کہ مکان ہی دیا جائے یا آدھا دیا جائے، اس لئے کہ مجھے حصہ داری میں کم ملایا مجھے نقصان ہوا ہے، مذکورہ بالا تمام صورتوں میں شرعی حکم کیا ہے؟ یہ بھی تحریر فرمائیں کہ والد کو کتنا اختیار ہے، اور اولاد کو مطالبہ کا کتنا اختیار ہے؟ جب کہ والد مسمی جاگیر دار حبیب شمس حیات ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی وارث کو اس شرط پر کوئی چیز دینا کہ زندگی بھر میں مالک رہوں گا اور مرنے کے بعد تمہاری ملک ہوگی، یہ وصیت کی ایک شکل ہے، جو وارث کے حق میں نافذ نہیں ہوگی؛ لہذا مسئلہ صورت میں حبیب شمس صاحب نے اپنی بیٹی غوث النساء کے نام جو مکان کیا ہے وہ غوث النساء کی ملکیت میں داخل نہ ہوگا، اور جب ملکیت میں داخل نہ ہو تو اس کی طرف سے اپنے بھائی کو چھوڑنا بھی درست نہ ہو؛ البتہ حبیب شمس نے اپنی دانست میں مکان کے بدلہ میں جو چند دوکانیں غوث النساء کے نام ہبہ کی ہیں، جن پر انہوں قبضہ بھی کر لیا اور ماسٹر پلان آنے کے بعد ان دوکانوں کا معاوضہ بھی حاصل کر لیا، تو یہ ہبہ اپنی جگہ درست ہو جائے گا، اب موجودہ صورت حال میں چوں کہ حبیب شمس باحیات ہیں، اسی لئے ان کو شرعاً اختیار ہے کہ وہ اپنے وارثین کو زندگی ہی میں مالک بنا کر قابض و ذخیل کر دیں، اور بہتر یہ ہے کہ سب لڑکے اور لڑکیوں کو برابر برابر حصہ دیں، اگر زندگی میں تقسیم نہ ہو سکے، تو انتقال کے بعد جو وارثین حیات ہوں گے، ان کو حسب شرع حق ملے گا، اور زندگی میں والد پر جبر کرنے کا حق نہیں ہے، بلکہ والد اپنی ملکیت کے بارے میں خود مختار ہیں۔

ولا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجيزها الورثة. (الفتاوى الهندية ۹۰/۶ زكريا)
وتتم الهبة بالقبض الكامل. (شامي / كتاب الهبة ۹۳/۸ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب
الهبة ۴۸۹/۳ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك.
(شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث في أحكام الهبة ۴۷۳/۱ رقم المادة: ۸۶۱)
والإرث في الشرع: انتقال مال الغير إلى الغير على سبيل الخلافة.
(الفتاوى الهندية / كتاب الفرائض ۴۷/۶ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳۰/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی اگر اپنے لئے وصیت کا دعویٰ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: اگر زید کی بیوی یہ کہے کہ میرے شوہر زید نے مجھے وصیت کی ہے جس کی کوئی گواہی نہیں، اور نہ
ہی کوئی تحریر ہے، تو وہ قابل اعتبار ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وارث کے حق میں وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا؛ لہذا
اگر زید نے بالفرض بیوی کے لئے کوئی وصیت کر رکھی ہے، تو شرعاً وہ نافذ نہ ہوگی۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى
كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية
لوارث ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم:
۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳۶۴۰)

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۶/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شمیم احمد عفا اللہ عنہ

غیر منقسمہ جائیداد میں بیوی کا اپنے اور اپنے بچوں کے لئے وصیت کا دعویٰ کرنا؟

سوال (۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے تین بیویاں اُن میں ایک مطلقہ ہیں، پھر اُن تینوں سے پیدا ہونے والی ۱۶ اولادیں ہیں، اُس شخص نے انتقال سے قبل سیلنگ اور ٹیکس سے بچنے کے لئے اپنی جائیداد کا کچھ حصہ اپنی بیویوں اور اولادوں کے نام کرادیا، مگر قبضہ اپنا ہی رکھا، اور کچھ حصہ خود اپنے نام پر رکھا، متوفی کے انتقال کے بعد اُس کی ایک بیوی نے غیر تقسیم شدہ جائیداد کی کاروباری رقم (یعنی دوکان نہیں؛ بلکہ دوکان کا کاروبار جس رقم سے چلتا ہے) کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ مرنے والے نے بوقت وفات اس رقم کی میرے اور میرے بچوں کے لئے وصیت کی ہے، جب کہ اُن کے اس دعویٰ پر کوئی ثبوت شرعی اور بینہ شرعیہ نہیں ہے، صرف مدعیہ کا دعویٰ محض ہے، تو کیا مدعیہ کا یہ دعویٰ از روئے شرع معتبر ہے، جب کہ متوفی کی دوسری بیویاں اور اُن کی اولاد اس رقم میں از روئے شرع بحیثیت وارث شرکت کی دعوے دار ہیں، تو کیا شرعاً اس مدعیہ کا دعویٰ تسلیم کر کے دوسرے وارثین کی حق تلفی تو نہیں ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ واقعات اگر صحیح ہیں، تو اُن کے

متعلق احکام شرعیہ بالترتیب درج کئے جاتے ہیں:

الف:- جو مال منقولہ یا غیر منقولہ مذکورہ شخص نے اپنی اولاد یا بیویوں کے نام کیا تھا، مگر

اپنے قبضہ سے نہ نکالا تھا، تو اُس مال کا وہ خود ہی مالک ہے، جن کے نام وہ مال ہوا ہے، وہ اُس کے مالک نہیں ہیں؛ لہذا یہ سب مال اُس شخص کے انتقال کے بعد اُس کے سب موجود ورثہ میں حسب

والقبض لا بد منه لثبوت الملك. (الهدایة ۲۸۲/۳)

ب:- اور مذکورہ بیوی نے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے میت کی جس وصیت کا دعویٰ کیا ہے، وہ اگر ثابت بھی ہو جائے پھر بھی اس کا شرعاً اعتبار نہیں ہے؛ اس لئے کہ کسی وارث کے حق میں وصیت شرعاً معتبر نہیں ہوتی ہے؛ لہذا میت کا وہ سب مال وارثین میں حسبِ حصص شرعیہ تقسیم ہوگا۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳۶۴۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲۶۵)

یملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك.

(شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث في أحكام الهبة ۴۷۳/۱ رقم المادة: ۸۶۱)
لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو كالتة أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً. (شرح المحلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ۶۱/۱ رقم المادة: ۹۶ المكتبة الحنفية كوثته، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ۲۰۰/۶ كراچی،

وكذا في الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب الأول ۳۷۴/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۲/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے کی بیوی کے نام مکان کی وصیت کرنا؟

سوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: عبدالکریم کی اولادوں میں ایک لڑکا محمد صابر اور تین لڑکیاں حسن جہاں، قمر جہاں اور شاہ جہاں۔ لڑکا محمد صابر کا انتقال عبدالکریم کی حیات میں ہی ہو گیا تھا، اسی طرح ایک لڑکی شاہ جہاں کا بھی انتقال عبدالکریم کی حیات ہی میں ہو گیا تھا، والد عبدالکریم نے لڑکے محمد صابر کے انتقال کے بعد اپنے بیٹے کی بیوی سجیلہ بیگم کے نام اپنے مکان کی وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد سجیلہ بیگم میرے مکان کی وارث ہوگی۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا پورا مکان سجیلہ بیگم کو ملے گا یا دیگر شرعی وارثین کو بھی ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عبدالکریم نے اپنے مرحوم بیٹے محمد صابر کی بیوی یعنی اپنی بہو کے لئے مکان کی جو وصیت کی ہے وہ صرف تہائی حصہ میں نافذ ہوگی، بقیہ دو تہائی حصے میں دیگر وارثین کا حق ہوگا، اور جو لڑکا صابر اور لڑکی شاہ جہاں عبدالکریم کی حیات میں وفات پا چکے ہیں، وہ عبدالکریم کے وارثین میں شامل نہ ہوں گے۔

أي يبدأ بتنفيذ وصيته من ثلث ما بقي بعد الدين . (شريفية على السراجي ۷)

ولا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجيزها الورثة بعد موته . (الفتاوى الهندية /

کتاب الوصايا ۹۰۱۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱۰/۲۰۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹوں کے نام کل مال کی وصیت کرنا؟

سوال (۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہم چھ بھائی بہن ہیں اور ہم سب کی شادی ہو چکی ہے، میرے والد نے ہم دو بہنوں کو کچھ چیز اور ایک ۲۵ رگن کا الگ الگ مکان دیا تھا؛ کیوں کہ ہم دونوں کے شوہروں کے پاس مکان نہیں تھا، تیسری بہن کو چیز زیادہ دیا تھا، اور مکان نہیں دیا؛ کیوں کہ اس کے شوہر کے پاس پہلے ہی سے مکان

تھا، میرے والد کے انتقال کو پانچ سال ہو گئے ہیں، اس وقت وہ ۱۱۵ رگز میں فیکٹری، ۲۵ رگز میں مکان اور ایک فیکٹری بیچ کر ۴۰ لاکھ روپے چھوڑ کر گئے تھے، اس کے علاوہ اور جو کچھ پیسے دزیور چھوڑا، ہمیں نہیں پتہ، ۴۰ لاکھ روپے میں سے بھائیوں نے ۴۵۰ رگز زمین خریدی اور اس کو بنا کر کرایہ پراٹھا دیا ہے۔

میں نے جب اپنی والدہ اور بھائیوں سے اپنے حق کی بات کی تو والدہ نے بھی کہہ دیا کہ جب باپ دے کر نہیں گئے تو کیا دیں، یہ سب بیٹوں کا ہے، اور ہمیں لالچی سمجھ لیا، ہمارے والد کے والدین نہیں ہیں، اور یہ ساری جائیداد ہمارے مرحوم والد کی ہی ہے، اس بارے میں میں نے ایک مفتی صاحب سے معلوم کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر والد منع کر گئے ہیں، تو جائیداد میں سے کچھ نہ ملے گا، اس کے بعد دوسرے عالم سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جو جائیداد باپ کے نام ہے اُس میں سے بیٹیوں کو بیٹے سے آدھا ملے گا، جہاں تک میں سمجھتی ہوں کہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے حق کو کوئی بھی ختم نہیں کر سکتا، چاہے اس میں والدین ہی کیوں نہ ہوں؟

محترم اب مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے والد اپنی زندگی میں ہی سب مال بیٹوں کے نام وصیت کر گئے تھے، یہاں تک کہ اپنی بیوی کو بھی کچھ نہیں دے گئے ہیں، ایسی صورت حال میں کیا ہمارے والد کی اپنی بیٹیوں کے حق میں حق تلفی جائز ہے اور کیا قرآن میں اس کی اجازت ہے؟ اور کیا ہمارے والد کی جائیداد میں سے ہم تین بہنوں کا کوئی حصہ ابھی بھی بنتا ہے یا نہیں، اور اگر بنتا ہے تو کتنا؟ اگر بھائی ہم بہنوں کا حق نہ دیں تو ایسی صورت میں ہم کیا کریں؟ کیوں کہ تینوں بھائی الگ ہو کر جائیداد کا بٹوارہ کر رہے ہیں، اسی صورت میں کیا ہمارا والد کی جائیداد میں سے حق مانگنا شریعت کے خلاف تو نہیں، حق نہ ملنے پر کیسے حاصل کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال مسئلہ صورت میں جب کہ آپ

کے مرحوم والد نے اپنی زندگی میں بیٹوں کو اپنی جائیداد کا کوئی حصہ مالکانہ طور پر نہیں دیا ہے؛ بلکہ

صرف ان کے حق میں وصیت کی ہے، تو ایسی صورت میں اس جائیداد میں ان کے سبھی بیٹے بیٹیوں اور اہلیہ کا حق ہوگا، صرف بیٹوں کا اس پر قابض ہونا اور بیٹیوں کو محروم کر دینا بڑا ظلم اور سخت گناہ ہے، اور بیٹیوں کو اپنے حق کے مطالبہ کا اختیار حاصل ہے، بریں بنا بیٹیوں کو چاہئے کہ وہ والد کا ترکہ سبھی موجودہ وارثین میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کریں؛ تاکہ آخرت کی جواب دہی سے محفوظ رہ سکیں۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت)

الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (كاملة رد المحتار، كتاب الدعوى / مطلب: واقعة الفتوى ۵۰۵/۱ كراچی، وكذا في تبیین الحقائق / كتاب الفرائض ۷/۱۷۷ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ۴/۱۴۹۴ المكتبة الغفرانية كوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدہ کا تنہا چھوٹے بیٹے کے نام مکان کی وصیت کرنا؟

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک قطعہ مکان واقع محلہ مفتی ٹولہ جس پر میری والدہ اپنے دین مہر میں ۴۴ گز کی مالک ہیں، والد کا انتقال ۱۹۸۰ء میں ہو گیا تھا؛ انہوں نے دولڑکے اور چھ لڑکیاں چھوڑیں، ان کے بعد میں نے چار بہنوں کی شادی اپنی محنت سے کی، اس کے بعد میری شادی ۱۹۹۹ء میں ہوئی، اور میرا بھائی بہت چھوٹا تھا، سارے فرائض کو میں نے انجام دیا، میں نے والدہ کی بیماری کا خرچ برداشت کیا، اب ۲۰۱۱ء میں چھوٹے بھائی نے پورا مکان والدہ سے اپنے نام وصیت کرا لیا تھا؛ لہذا گزارش ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ یہ کہاں تک درست ہے؟ کتنا حصہ نکلتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کی والدہ نے آپ کے چھوٹے بھائی کے لئے اپنے مکان کی جو وصیت کی ہے، اُس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ والدہ کی وفات کے بعد اُن کے مملوکہ مکان میں اُن کے سبھی شرعی وارثین یعنی لڑکے لڑکیاں حسبِ حصصِ شرعیہ حق دار ہوں گے۔ چھوٹے بھائی کے لئے اس مکان پر اکیلے قابض ہونا جائز نہ ہوگا۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳۶۴۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲۶۵)

ولا تجوز لوارثه الخ، إلا أن يجيزها الورثة. (الدراية مع الهداية ۶۴۱/۴) فقط
واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۳۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد صاحب کا والدہ کی ساری زمین چھوٹے بیٹے

کے نام وصیت کرنا؟

سوال (۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم تین حقیقی بھائی ہیں، قمر الدین، شرف الدین، شہاب الدین، ڈھائی سال قبل ہمارے والدین رخصت ہو گئے، والد محترم کے نام ایک ایکڑ زمین تھی، وہ بتلاتے تھے کہ یہ تمہاری والدہ کی زمین ہے، اس زمین کے بارے میں یوں کہا کرتے تھے کہ یہ زمین چھوٹے بھائی شہاب الدین کو

دینا ہے، تو جواباً بڑے بھائی قمر الدین نے کہا کہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک لڑکے بشیر کو کچھ ہدیہ کے طور پر دیا اور دوسرے بھائی کو نہیں دیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہدیہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو واپس دلوا دیا، نیز ”لا وصیة لوارث“ کے تحت بھی والد کا وصیت کرنا ناجائز ہے، شہاب الدین والد سے کہتا تھا کہ اس زمین کا میرے نام بیع نامہ کرادو؛ لیکن والد صاحب نے بیع نامہ نہیں کرایا، اور باقی ہم لوگوں سے کہتے تھے کہ یہ زمین شہاب الدین کی ہے، آج یہ زمین تینوں بھائیوں کے نام پر درج ہے، قمر الدین والد صاحب سے سوال کرتا تھا کہ اس کو زائد کیوں دیں تو وہ جواب دیتے تھے کہ قمر الدین و شرف الدین پڑھ لکھ گئے اور شہاب الدین دورہ کی بیماری کی وجہ سے پڑھ نہ سکا، قمر الدین کی شادی کو پندرہ سال ہو گئے، لا ولد ہے اور بچپن ہی سے آج تک پیٹ کا دائمی مریض ہے، اور کھانسی نزلہ کا مستقل عارضہ ہے، ایک مکتب میں ڈھائی ہزار روپے کی ملازمت کرتا ہے، اور شہاب الدین کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ سائل پوچھنا یہ چاہتا ہے کہ والد صاحب کا چھوٹے بھائی کے لئے وصیت کرنا جائز تھا یا نہیں؟ کیا ہم دونوں بھائیوں کو مذکورہ زمین کا بیع نامہ شہاب الدین کے نام کر دینا ضروری ہے، اگر وصیت پر عمل نہ کریں تو کیا ہم ماخوذ ہوں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئلہ میں آپ کے والد کے بقول اگر وہ زمین حقیقہً والدہ کی ملکیت ہے، تو والد صاحب کے لئے کسی ایک لڑکے کو دینا جائز نہیں؛ بلکہ اس میں والدہ کے تمام ورثا کا حق ہے، اور اگر والد صاحب کی ملکیت تھی اور انہوں نے زندگی میں شہاب الدین کے سپرد نہیں کی تھی؛ بلکہ محض اس کے لئے وصیت کی تھی، تو اس وصیت کا کوئی اعتبار نہیں، اور یہ زمین والد صاحب کے تمام ورثا میں تقسیم ہوگی؛ البتہ اگر تمام ورثہ شہاب الدین کو دینے پر راضی ہو جائیں تو دینا جائز ہے، شرعاً اسے دے دینا ضروری نہیں اور نہ دینے میں کوئی گناہ نہیں۔

ومنہا أن یکون مملوگًا للواهب، فلا تجوز ہبة مال الغیر بغیر اذنه
لاستحالة تملیک ما لیس بمملوک للواهب، کذا فی البدائع. (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب

الہیة / الباب الأول ۳۷۴/۴، بدائع الصنائع، الہیة / ما يرجع إلى الموهوب ۱۶۹/۵ المكتبة النعمية ديوبند

ثم يقسم الباقي بين الورثة على سهام الميراث. (الفتاوى الهندية ۴۴۷/۶)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: لا تجوز الوصية لوارث إلا إن شاء الورثة. (السنن الكبرى للبيهقي ۵۰۲/۶ رقم:

۱۲۵۳۴ دار الحديث القاهرة، سنن الدارقطني ۸۶/۴ رقم: ۴۲۵۲، نصب الرأية ۲۲۱/۵)

ولا لوارثه وقاتله إلا بإجازة ورثته لقوله عليه السلام: لا وصية لوارث إلا

أن يجيزها الورثة، وهم كبار عقلاء. (الدر المختار / كتاب الوصايا ۶۵۵/۶ دار الفكر بيروت،

۳۴۶/۱۰ زكريا، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ۱۱۲/۹ زكريا، الفتاوى الهندية / الباب الأول في

الوصايا ۹۰/۶ زكريا)

وتجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذلك، لا

الزيادة عليه، إلا أن تجيز ورثته بعد موته، وهم كبار. (الدر المختار مع الشامي / كتاب

الوصايا ۳۳۹/۱۰ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۵/۱۳۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکوں کو مکان کی وصیت کر کے لڑکیوں اور بیویوں کو محروم کرنا؟

سوال (۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: حبیب الرحمن نے اپنی زندگی میں اپنے مکانوں کی وصیت اپنے لڑکوں کو کی، اور اپنی بیویوں اور

لڑکیوں کو محروم کیا، آزر و شرع زید حبیب الرحمن کے مکانوں میں بیویوں اور لڑکیوں کا حق ہے یا

نہیں، اور وہ وصیت جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ وصیت کا شرعاً اعتبار نہیں ہے، آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے وارث کے حق میں وصیت کو معتبر نہیں مانا ہے، الا یہ کہ بقیہ ورثہ اُسے خود رضا مندی سے دے دیں۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا وصية لوارث إلا أن يشاء الورثة. (مشكلة المصايح ۲۶۵/۱ رقم: ۳۰۷۴، مرقاة المفاتيح، كتاب الفرائض / باب الوصايا ۲۳۳/۷ دار الكتب العلمية بيروت، سنن أبي داود ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰) وقال المنذري: إنما يبطل الوصية للوارث في قول أكثر أهل العلم من أجل حقوق سائر الورثة، فإذا أجازوها جازت، كما إذا أجازوا الزيادة على الثلث. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الوصايا / باب لا وصية للوارث ۵۵/۱۴ دار الكتب العلمية بيروت)

أجمع العلماء على أن الوصية للوارث لا تجوز. (شرح صحيح البخاري لابن بطلال، كتاب الوصايا / باب لا وصية لوارث ۱۵۲/۸ المكتبة الشاملة)

لہذا صورتِ مسئلہ میں حبیب الرحمن کے ترکہ میں اُس کی لڑکیاں اور بیوی بھی مستحق ہوں گی۔

ثم شرع في الحجب، فقال: ولا يحرم ستة من الورثة بحال البتة: الأب، والأم، والابن، والبنت، أي الأبوان والولدان والزوجان. (شامي، كتاب الفرائض / باب العصبات ۷۷۹/۶ دار الفكر بيروت، ۵۲۹/۱۰ زكريا)

وأما حجب الحرمان فنقول: ستة لا يحجبون أصلاً، الأب والابن والزوج والأم والبنت والزوجة ومن عدا هؤلاء، فالأقرب يحجب الأبعد كالابن يحجب أولاد الابن والأخ لأبوين يحجب الإخوة. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب الرابع في الحجب ۴۵۲/۶ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکیوں کی شادی کیلئے باپ کا بیٹے کے نام جائیداد کی وصیت کرنا؟

سوال (۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سا لک نے سا لک سے نکاح کیا، سا لک سے ۷ اولادیں ہوئیں، ۲ لڑکے اور ۵ لڑکیاں، ایک لڑکا بچپن میں ہی انتقال کر گیا، ایک لڑکا اور ۵ لڑکیاں بچیں، سا لک نے اپنے فرزند اسعد سے کہا کہ یہ زمین ۳۱/۵۱ جس پر چند خستہ حال کمرے وغیرہ ہیں، یہ تم کو دے رہا ہوں چاہے اُن کو فروخت کر کے اپنے بہنوں کا نکاح کراؤ یا اُن کو بچا کر اپنی کمائی سے نکاح کراؤ تمہاری مرضی (وصیت زبانی ہے) سا لک صاحب کا انتقال ہو گیا، فرزند نے اپنی کمائی سے بہنوں کا شادی وغیرہ کا مسئلہ حل کر دیا اور باپ کی جائیداد کو بچا کر رکھ لیا۔

بہنوں کا کہنا ہے کہ باپ جو مال چھوڑ کر مرا ہے، اُس مال میں ہمیں حصہ دو، بھائی کا کہنا ہے کہ میں نے اپنی کمائی سے تمہاری شادی وغیرہ کر دی، اگر میں نہ کرتا تو اس زمین کو فروخت کر کے تمہاری شادی کراتا، زمین کو بچانے کے واسطے میں نے اپنی کمائی کر کے تمہاری شادی کرا دی، اب حصہ دار بن کا کیا معنی رکھتا ہے، بھائی بہنوں میں مسئلہ بہت زور پر ہے، بھائی سمجھ دار بھی ہے، شریعت کا حکم ماننے کو تیار بھی ہے، اب کرنا کیا ہے جس وجہ سے حضرات مفتیان کرام کو زحمت دی جا رہی ہے کہ مسئلہ کا حل کیا ہے؟ کیا بھائی زمین کو فروخت کر کے شادی کی رقم لے سکتا ہے؟ یا اس زمین پر بہنوں کا حصہ نکلے گا، اگر حصہ پاتی ہیں تو تقسیم کی کیا نوعیت ہوگی؟ شریعت کا اس سلسلہ میں کیا حکم ہے؟ تشفی بخش جواب سے نواز کر احسان عظیم فرمائیں، اس پر تہہ دل سے شکر گزار ہوں گے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال والد نے اپنے بیٹے کو جو زمین بطور وصیت دی ہے، اُس وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں؛ لہذا اُس زمین پر سبھی وارثین کا حق ہے، اور بھائی نے اپنی بہنوں کی شادی میں اپنی کمائی سے جو روپیہ خرچ کیا ہے وہ تبرع کے طور پر ہے؛ البتہ اگر خرچ کرنے سے پہلے ہی بہنوں کو یہ بتا دیا گیا تھا کہ یہ رقم تمہارے حصہ وراثت میں سے دی

جاری ہے، تو اُسے وراثت میں سے مانا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: کتاب الفتاویٰ ۶/۳۳۳)

إن جمیع ما ترک المیت من املاکہ میراث للورثۃ، سواء کان من اشیاء استعمالہ الشخصیۃ، کالشیاب والأوانی، أو من اشیاء یمکن الاسترباح منها، کالأرض، وعروض التجارۃ والنقود. (تکملۃ فتح الملہم ۴/۲ کراچی، ۷/۱۸ المکتبۃ الأشرفیۃ دیوبند)

وتجوز الوصیۃ بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم یجز الوارث ذلک لا الزیادۃ علیہ (الدر المختار) هل الوصیۃ بأقل من الثلث أولى أم ترکها؟ قالوا: إن كانت الورثۃ فقراء ولا یستغنون بما یرثون، فالترک أولى لما فیہ من الصدقۃ، وقال علیہ السلام: "أفضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح". ولأن فیہ رعایۃ الفقیر والقربانۃ. وإن كانوا أغنیاء یستغنون بنصبہم، فالوصیۃ أولى. (الدر المختار مع الشامی / کتاب الوصایا ۳۳۹/۱۰ زکریا، ۶۰۰/۶-۶۰۱ کراچی، وکذا فی الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الوصایا / الباب الأول ۹۰/۶ زکریا)

ولا تجوز الوصیۃ للوارث عندنا إلا أن یجیزها الورثۃ. (الفتاویٰ الہندیۃ ۹۰/۶ زکریا)

أما إذا كانت بغير أمرہ فظاهر، لأنه لا یملک الرجوع علی المحیل، فكان تبرعًا بابتدائه وانتہائه. (بدائع الصنائع ۹/۱۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نافرمان بیٹی کو میراث سے محروم کرنے کی وصیت

سوال (۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک باپ کی انتہائی لاڈلی ایک بیٹی ہے، جس سے باپ کو انتہائی محبت ہے، اب ایک دن اُس نے موقع پا کر ایک لڑکے کے ساتھ راہ فرار اختیار کی، تو ہمیں پوچھنا یہ ہے کہ باپ اس لڑکی کو میراث سے محروم کرنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسئلہ صورت میں مذکورہ نافرمان لڑکی کے بارے میں یہ وصیت کر دینا کہ وہ باپ کی وفات کے بعد آپ کی میراث سے محروم ہوگی، اُس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ مورث کے مرنے کے بعد سبھی زندہ موجود وارثین کا حق ملتا ہے، چاہے وارثین مورث کے فرماں بردار ہوں یا نافرمان؛ البتہ یہ ممکن ہے کہ مذکورہ لڑکی کی غلط حرکت کی وجہ سے آپ اپنی زندگی میں اُس کو کوئی مال ہبہ نہ کریں؛ بلکہ اپنا مال دیگر اولادوں میں تقسیم کر کے اُنہیں مالک و قابض بنا دیں تو آپ پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۴۷۱-۴۷۲، ۲۶۵/۴-۲۶۴/۲)

لايسقط الحق بتقادم الزمان. (شرح المحلة ۲/۹۹۶ رقم المادة: ۱۶۷۴، الأشباه

والنظائر، الفن الثاني / كتاب القضاء والشهادات والدعاوي ۱۹۳/۲ إدارة القرآن كراچی)

ولو كان ولده فاسقاً، وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير، ويحرمه عن

الميراث هذا خير من تركه. (الفتاوى الهندية ۴/۳۹۱ زكريا، البحر الرائق ۱۷/۴۹۰ زكريا)

ويستحق الارث بإحدى خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة. (الفتاوى الهندية

/ كتاب الفرائض ۶/۴۷۱ زكريا، البحر الرائق / كتاب الفرائض ۱۷/۴۹۰ زكريا، الدر المختار / كتاب

الفرائض ۶/۷۶۲ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باپ کو ستانے کی وجہ سے بیٹی کو میراث نہ دے کر بھتیجیوں کے نام وصیت کرنا؟

سوال (۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کی ایک لڑکی شادی شدہ ہے، زید کی طبیعت خراب ہوئی تو زید اپنی بیٹی کے گھر چلے گئے، وہاں کسی بات پر ناراضی ہوئی تو داماد نے گالیاں دیں اور دھکا دے کر گھر سے نکال دیا، تقریباً ۱۲ سال ناراض رہے، اس دوران نواسے اور نواسیوں کے اخراجات اٹھاتے رہے، داماد اور بیٹی دیکھنے کے لئے بھی نہیں آئے؛ لیکن زید کے بھتیجیوں اور رشتہ داروں نے بھرپور خدمت کی، زید نے

بھتیجیوں سے خوش ہو کر اپنی جائیداد کا وصیت نامہ بھتیجیوں کے نام کر دیا، اب اُن کا انتقال ہوا، دفن کے وقت قبرستان میں زید کے داماد نے زید کو گالیاں دیں اور آج تک گالیاں بک رہا ہے، زید کے دفن کے دوسرے دن داماد اور بیٹی آئے، زید کی جائیداد پر قبضہ کرنے کے لئے، تو زید کے بھتیجیوں نے زید کا دیا ہوا وصیت نامہ لوگوں کو دکھایا، اور کہا کہ جائیداد ہماری ہے، اس لئے کہ ہمارے تاؤ نے ہمیں اس کا مالک بنا دیا ہے، اس میں داماد اور ان کی بیٹی کا کوئی حق نہیں ہے، اس کے بعد داماد نے برس عام یہ کہا کہ اگر شریعت کے حساب سے زید کی بیٹی کا کچھ حق بنتا ہے، تو میں نہیں لوں گا؛ بلکہ چھپر والی مسجد کو دے دیا جائے اور اگر میں اس میں سے لوں تو سو رکھاؤں، پھر اس کے بعد قبضہ کرنا چاہتا ہے، تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہی شخص علماء کرام کو گالیاں بھی دیتا ہے، جس کے باشرع گواہ موجود ہیں، شریعت ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیٹی نے اگر اپنے باپ کو ستایا ہے تو اسے سخت عذاب ہوگا، اسی طرح داماد بھی گنہگار ہوگا؛ لیکن مسئلہ صورت میں زید نے اپنے بھتیجیوں کے لئے جو کل مال کی وصیت کی ہے، وہ شرعاً معتبر نہیں ہے؛ بلکہ زید کی جائیداد اور ترکہ میں زید کی بیٹی نصف حصہ کی حق دار ہے، اور بقیہ نصف حصہ بھتیجیوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳۶۴۰)

دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح (۲۶۵)

وتجوز الوصية بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه (الدر المختار) هل الوصية بأقل من الثلث أولى أم تركها؟ قالوا: إن كانت الورثة فقراء ولا يستغنون بما يرثون، فالترك أولى لما فيه من الصدقة، وقال عليه السلام: "أفضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح". ولأن فيه رعاية الفقير والقراة. وإن كانوا أغنياء يستغنون بنصيبتهم، فالوصية أولى. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الوصايا ۳۳۹/۱۰-۳۴۱- زكريا، ۶۵۰/۶-۶۵۱- كراچی، وكذا في الفتاوى الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول ۹۰/۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چچی کا کل جائیداد بھتیجے کے نام وصیت کر دینے کے بعد بیٹی کا حصہ

سوال (۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری ایک چچی تھیں، اُن کا انتقال ہو گیا، اُن کے کوئی زینہ اولاد نہیں تھی، صرف ایک بیٹی موجود ہے، چچی مرحومہ نے اپنی زندگی میں اپنی زمین مجھے زبانی وصیت کر دی تھی، بعد میں کاغذ پر بھی لکھوادیا تھا، کیا چچی مرحومہ کی آراضی میں جو میرے نام منتقل ہو چکی ہے، میری چچی زاد بہن کا بھی کچھ حصہ ہوتا ہے، اور کتنا ہے؟ براہ کرم میری رہنمائی فرمائی جائے؛ تاکہ میں اپنی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کی چچی نے آپ کے نام جو وصیت کی ہے وہ صرف اُن کے ایک تہائی متروکہ مال میں نافذ ہوگی، اور ما بقیہ دو تہائی اُن کی بیٹی کی ملکیت ہوں گے، وہ اُس میں اپنی حسب مرضی تصرف کر سکتی ہے۔

عن إبراهيم قال: إذا أوصى بهما فهما من الثلث يعني الحج والزكاة.

وتجوز للأجنبي بالثلث عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذلك لا

الزيادة عليه. (الدر المختار على هامش رد المحتار / كتاب الوصايا ۳۳۹/۱۰ زكريا)

فدل ذلك على صحة القول بالرد إذا لم تستحق الزيادة على النصف

بالرد، تجوز له الوصية بالنصف. (الشرفية شرح السراجية ص: ۸۸ مطبوعه مصطفىائي) فقط
والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی اور بیوی کیلئے پورے مال کی وصیت کرنا اور لڑکے کو محروم کرنا

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید نے مرنے سے پہلے تین آدمیوں کے سامنے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا مال میری بیوی اور لڑکی کو دیا جائے، میرے دو لڑکوں کو نہ دیا جائے؛ کیوں کہ میرے لڑکوں نے میری خدمت نہیں کی، زید کچھ روز بعد مر گیا، اب اُس کے مال کے مالک بیوی اور لڑکی ہے یا لڑکے بھی ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کی یہ وصیت معتبر نہیں ہے، اُس کے مرنے کے بعد

دیگر ورثہ کی طرح اُس کے لڑکے بھی وارث ہوں گے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا

وصية لوارث إلا أن يشاء الورثة. (مشكاة المصابيح ۲۶۵/۱ رقم: ۳۰۷۴، مرقاة المفاتيح،

كتاب الفرائض / باب الوصايا ۲۳۳/۷ دار الكتب العلمية بيروت، سنن أبي داؤد ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰)

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه

وسلم يقول في خطبة عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق

حقه، فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۲/۲)

وأما حجب الحرمان فنقول: ستة لا يحجبون أصلاً، الأب والابن والزوج والأم والبنت والزوجة ومن عدا هؤلاء، فالأقرب يحجب الأبعد كالابن يحجب أولاد الابن والأخ لأبوين يحجب الإخوة. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب الرابع في الحجب ٤٥٢/٦ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۳/۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک مکان لڑکوں کو ہبہ کر کے دوسرے کی لڑکیوں کیلئے وصیت کرنا؟

سوال (۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کے دو مکان ہیں دو مقامات پر واقع ہیں، ایک رام نگر اور دوسرا ٹانڈہ بادی، اور زید کی ۸ اولاد ہیں، ۵ بیٹے اور تین بیٹیاں، ایک حویلی رام نگر میں ہے، کل چھ عدد کمرے ہیں، مذکورہ کمروں میں ۵ کمرے بیٹوں کے حصہ میں حیات میں دے دئے تھے، اور ایک کمرہ میں خود رہتے تھے، اور یہ کہا تھا کہ میرے انتقال کے بعد یہ کمرہ بیٹیوں کا ہے۔

اور دوسری جگہ ٹانڈہ بادی میں تھی، اُس کو فروخت کر دیا گیا ہے، آیا اس دوسری جگہ میں بھی بیٹیوں کا حق بنتا ہے یا نہیں؟ یا صرف بیٹے ہی حق دار ہوں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید نے اپنی زندگی میں رام نگر کی حویلی میں سے جو

پانچ کمرے فی لڑکا ایک کمرہ دے کر ان کو قبضہ دے دیا تھا تو وہ ہبہ درست ہو گیا؛ البتہ چار لڑکیوں کے بارے میں جس کمرہ کی وصیت کی تھی، وہ دوسرے ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر وہ اجازت دیں تو وصیت نافذ ہوگی، ورنہ وہ تمام شرعی ورثہ کے درمیان حسب حصص شرعیہ تیرہ حصوں میں تقسیم ہو کر ہر لڑکے کو دو دو حصہ اور لڑکی کو ایک ایک حصہ ملے گا، اور اسی کے حساب سے ٹانڈہ بادی کی فروخت شدہ زمین کی رقم بھی تقسیم ہوگی۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳۶۴۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲۶۵)

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة“. قال ابن قطان في كتابه: ويونس بن راشد قاضي حران، قال أبو زرعة: لا بأس به، وقال البخاري: كان مرجئاً، وكان الحديث عنده حسن. (نصب الراية للزيلعي / كتاب الوصايا ۴/۴۰ رقم: ۸۰۷۰ مكتبة مؤسسة الريان بيروت) ولا لوارثه وقاتله إلا بإجازة ورثته لقوله عليه السلام: لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة، وهم كبار عقلاء. (الدر المختار / كتاب الوصايا ۶/۶۵۵ دار الفكر بيروت، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ۹/۱۱۲ زكريا، الفتاوى الهندية / الباب الأول في الوصايا ۶/۹۰ زكريا) وتتم بالقبض الكامل لقوله عليه الصلاة والسلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر ۴۹۱/۳) فقط والله تعالى اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی بہن کی موجودگی میں بھتیجے کے نام کل مال کی وصیت کرنا؟

سوال (۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میرے بھائی اور بھانج کا انتقال ہو چکا ہے، مرحوم کا لڑکا جو میرا بھتیجے ہے ایک ڈیڑھ سال کا تھا، ان کے بعد میں نے ہی اس کی پرورش کی ہے، میں بھی غیر شادی شدہ ہوں اور اسکول میں

سروس کرتی ہوں، بینک میں میرا جو بھی اکاؤنٹ اور ایف ڈی وغیرہ ہے، اس میں میں نے اپنے نام کے ساتھ بھتیجے کا نام جو اینٹ کر دیا ہے، میرے مرنے کے بعد اس کا حقدار وہی ہوگا، میرے بہن بھائی جو حیات ہیں وہ اس میں حق دار تو نہیں ہوں گے، یہ بات میں نے اپنی حیات میں بھائی بہن سے بھی کہہ دی ہے کہ میں نے اپنا مال اپنے بھتیجے کے نام کر دیا ہے، اپنی رائے دیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بھائی بہن کی موجودگی میں مذکورہ بھتیجے آپ کا شرعی وارث نہیں بن سکتا؛ البتہ بطور وصیت تہائی ترکہ کا مستحق ہوگا۔ اور اگر آپ زندگی میں اسے کچھ دے کر اسے مالک و قابض بنا دیں اور اپنا کچھ عمل دخل اس کی ملکیت میں نہ رکھیں، تو اُس مال میں دیگر ورثہ کا حق نہ ہوگا۔

عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وإن لم یترک المتوفی أباً ولا جدّاً أب أب ولا ابناً ولا ولدّاً، ولا ولد ابن ذکراً، ولا أنثیٰ ولا ابناً ذکراً ولا أنثیٰ، فإنہ یفرض للأخت الواحدة من الأب والأم النصف، فإن کانتا اثنتین فأکثر من ذلك من الأخوات فرض لهن الثلثان. (السنن الكبرى للبيهقي ۲۸۸/۹ رقم: ۱۲۵۸۱)

عن خارجة بن زید أن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کان یجعل الأخوات مع البنات عسبة لا یجعل لهن إلا ما بقی. (السنن للإمام الدارمی ۱۸۹۹/۴ رقم: ۲۹۲۳)

عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فإن کان معهن أخ ذکر، فإنہ لا فريضة لأحد من الأخوات، ويبدأ بمن شرکهم من أهل الفرائض فيعطون فرائضهم فما فضل بعد ذلك كان بين الإخوة والأخوات للأب والأم للذکر مثل حظ الأنثیین. (السنن الكبرى للبيهقي ۲۸۸/۹ رقم: ۱۲۵۸۱)

الأقرب فالأقرب یرجحون بقرب الدرجة أعني أولاهم بالميراث جزء المیت أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ص: ۱۳)

وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه. (شامي

۶۵۰/۱۶ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی بہن کی موجودگی میں متروکہ روپے کو دان کرنے کی وصیت کرنا؟

سوال (۲۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک آدمی جس کا ایک بھائی اور بہن کے علاوہ کوئی نہیں ہے، غربت ظاہر کرتے تھے، شبہات پر اُس کی بہن نے اُس سے پوچھا کہ اگر تمہارے پاس روپیہ ہو اور اس حال میں تم مر جاؤ تو وہ مال کیا ہوگا، اُس نے کہا کہ دان کر دینا، اچانک وہ مر گیا اور اُس سے ایک ہزار روپیہ اور کچھ جگہ ملی، اب اس مال کو بھائی بہن میں سے کوئی پائے گا یا دان کرنا پڑے گا، اگر دان کرنا پڑے تو وہ روپیہ اس کا ایک طالب علم بھانجہ ہے جو کہ صاحب نصاب نہیں ہے، لے کر اگر دینی کتابیں خریدے تو وہ بالکل دان میں شامل ہوگا یا نہیں، اور وہ جگہ جو اس سے ملی اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں مذکورہ شخص کی دان کی وصیت

صرف کل مال کے ایک تہائی حصہ میں نافذ ہوگی، باقی دو تہائی مال اُس کے شرعی وارثین یعنی بھائی اور بہن کا ہے، جو تین حصوں میں تقسیم ہو کر ایک حصہ بہن کو اور دو حصے بھائی کو ملیں گے، بھانجہ کا اس میں شرعاً کوئی حق نہیں ہے، ہاں اگر وصیت والے ایک تہائی حصہ سے بھانجہ کی کتابیں خرید کر دے دیں تو بھی وصیت پوری ہو جائے گی۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياہ من ثلث ما بقي بعد الدين. (السراجي في الميراث / كتاب الفرائض ۳-۴)

و أما لو وهب وسلم لغير الورثة؛ فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الهبة، وإن لم يخرج ولم تجز الورثة الهبة، فإنما تصح في ما يخرج من الثلث. (شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الفصل الثاني في هبة المريض ۴۸۴/۱ رقم المادة: ۸۷۹ كوتبه،

وكذا في الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب العاشر في هبة المريض ۴۰۰/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۱۱/۲۳ھ

ورثہ کی موجودگی میں خدمت گزار بھانجے کیلئے وصیت کرنا؟

سوال (۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی کا انتقال آج سے دس سال پہلے ہوا اور وہ بے اولاد تھا، اُن کی خدمت میں اُن کا ایک بھانجہ رہا کرتا تھا، مرحوم نے اپنی حیات میں اور تندرستی کے زمانہ میں اپنے خدمت گزار بھانجے کو اپنا مکان بطور وصیت کے لکھ دیا، مرحوم کے سارے ورثہ بھائی، بہن اس وصیت پر راضی تھے، اور حال میں بھی راضی ہیں، اور اپنا رضامندی نامہ سرکاری اسٹامپ پر لکھ کر دے دیا، اور یہ مکان مرحوم کی کل جائیداد کے تیسرے حصے سے بھی کم ہے، تو کیا یہ وصیت درست ہے؟ اور اس میں اس بھانجے کے علاوہ دیگر کسی کا حق ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال اگر مذکورہ وصیت کردہ جائیداد مرحوم کے کل ترکہ کے تہائی حصے سے بھی کم ہے، تو یہ وصیت شرعاً نافذ اور معتبر ہوگی، اور اُس حصے میں دیگر کسی شخص کا حق نہیں ہوگا۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت عام الفتح مرضاً اشفيئ منه على الموت، فأتاني رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني، فقلت يا رسول الله! إن لي مالاً كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله؟ قال لا: قلت: فثلثي مالي؟ قال: لا، قلت: فالشطر؟ قال: لا، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث، والثلث كثير، إنك أن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عائلة يتكففون الناس وإنك لن تنفق نفقة إلا أجرت فيها حتى اللقمة ترفعها إلى في امرأتك الخ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ۳۲۱۲، سنن ابن ماجه، أبواب الوصايا / باب: لا ويصه لوارث ۱۹۴۱۲، مشكاة المصابيح / باب الوصايا رقم: ۳۰۷۱، مرقاة المفاتيح ۲۳۰/۱۶ دار الكتب العلمية بيروت، نصب الراية ۴/۱۰۱)

والموصي به يملك بالقبول، فإن قبل الموصى له الوصية بعد موت الموصي يثبت الملك له في الموصى به قبضه أو لم يقبضه. (الفتاوى الهندية / كتاب الوصايا ۹۰/۱۶) فقط والله تعالى اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۹/۶/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایف ڈی کے پیسے کی سہیتجے کے نام وصیت کرنا؟

سوال (۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری پھوپھی صاحبہ جو غیر شادی شدہ تھیں اپنے نام کے ساتھ ایف ڈی میں میرا نام بھی درج کرا گئی تھیں؛ تاکہ اُن کے بعد پیسہ مجھے ملے، اُن کا انتقال ہو گیا ہے، اُن کے وارثین میں اُن کے بھائی بہن بھی حیات ہیں، بتائیں کہ وہ ایف ڈی میری ہی رہے گی یا اس میں وارثین بھی حصہ دار ہوں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایف ڈی میں جو بڑھا ہوا روپیہ ملے گا وہ تو سود اور حرام

ہے، اُس میں کسی کا حق نہیں ہے، اس سود کے پیسے کو غریبوں پر تقسیم کرنا لازم ہے، اور جو اصل جمع شدہ رقم واپس ملے گی، اُن میں آپ ۱۳ فیصد کے بطور وصیت حق دار ہیں، اور ۲۸ فیصد رقم اُن کے وارثین بھائی بہن میں حسب حصہ تقسیم ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [ال عمران: ۱۳۰]

ثم ينفذ وصاياہ من ثلث ما بقي بعد الدين. (السراجي في الميراث ۴)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصديق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ۳۸۵/۶ كراچی، ۵۵۳/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲۸/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا کا پوتوں کو ہبہ کرنا اور وصیت کرنا؟

سوال (۳۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مقبول حسین اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اپنے لڑکوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں، دو لڑکے تین لڑکیاں حیات ہیں، دو لڑکے: شا کر، ذاکر، تین لڑکیاں: قمر جہاں، فرحت جہاں، نکہت جہاں ہیں، ایک لڑکا صابر حسین مقبول حسین کی حیات میں انتقال کر چکا ہے، اُس کے بیوی بچے ہیں، بیوی نے شا کر حسین سے نکاح کر لیا ہے، تو کیا مقبول حسین کی جائیداد میں سے صابر حسین کی بیوی اور بچوں کو ملے گا یا مقبول حسین کی موجودہ اولاد لڑکوں اور لڑکیوں میں تقسیم ہوگا، زندگی میں کتنے کتنے حصے ہر ایک کے ہوں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مقبول حسین اپنی زندگی میں چاہیں تو صابر حسین کی اولاد کو دے سکتے ہیں، اور ان کے لئے مناسب وصیت بھی کر سکتے ہیں؛ لیکن اُن پوتوں کا وراثت

میں حصہ نہ ہوگا؛ اس لئے کہ مورث کی صلیبی اولاد موجود ہے۔

وتجوز الوصية بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه (الدر المختار) هل الوصية بأقل من الثلث أولى أم تركها؟ قالوا: إن كانت الورثة فقراء ولا يستغنون بما يرثون، فالترك أولى لما فيه من الصدقة، وقال عليه السلام: "أفضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح". ولأن فيه رعاية الفقير والقراة. وإن كانوا أغنياء يستغنون بنصيهم، فالوصية أولى. (الدر المختار مع الشامى / كتاب الوصايا ۳۳۹/۱۰ زكريا، ۶۵۰/۶-۶۵۱/۶ كراچى، وكذا فى الفتاوى الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول ۹۱/۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۱۱/۱۰ھ

دادا کا پوتوں کے لئے وصیت کرنا اور پوتوں کا چچا کی زمین سے راستہ مانگنا؟

سوال (۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی اشرف کی تین اولادیں ہیں، محمد رمضان، جمال الدین، محمد سبحان۔ محمد رمضان کا انتقال والد کی موجودگی میں ۱۹۸۰ء میں ہوا، اس کے ۵ سال بعد حاجی اشرف کا انتقال ۱۹۸۵ء میں ہوا، محمد رمضان کی ۵ اولادیں ہیں محمد رمضان کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد حاجی اشرف نے ایک اسٹامپ پیپر پر وصیت لکھی کہ میرے انتقال کے بعد میرے پوتوں کو حصہ دے دینا۔ جمال الدین، محمد سبحان یہ دونوں بھائی اپنی خوشی سے پنچوں کے بیچ جیسا بیچنے نے فیصلہ کیا ویسا بٹوارہ کر دیا، اس معاملہ کو ۲۷ سال گزر چکے، اب جمال الدین اپنا مکان بنوانے کو کھول دیا ہے، تو مرحوم محمد رمضان کی اولادیں کہہ رہی ہیں کہ ہمیں اُن کی جگہ سے راستہ چاہئے وہ اس بات پر اڑے ہوئے ہیں اور لڑنے پر آمادہ ہیں۔

(۱) کیا وصیت کے مطابق پوتوں کا حق اشرف حاجی کی جائیداد میں بیٹھتا ہے یا نہیں؟ اگر

بیٹھتا ہے تو وہ کس طرح بیٹھتا ہے؟

(۲) بٹوارے کو ۲۷ سال ہو گئے، کیا وہ جمال الدین کی جگہ میں راستہ نکال سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ ان کو پہلے سے دوسری طرف سے راستہ ہے۔

(۳) اگر وہ زبردستی جمال الدین کی جگہ پر سے راستہ نکالتے ہیں تو شریعت ایسے لوگوں پر کیا حکم لگاتی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حاجی اشرف کا اپنے لڑکے محمد رمضان کے انتقال کے

بعد اپنے پوتوں کے لئے وصیت کرنا شرعاً جائز اور درست ہے، اور یہ وصیت صرف تہائی ترکہ میں نافذ ہوگی، ہاں اگر تہائی سے زائد کی وصیت کی ہو اور دیگر وارثین بخوشی اس کی اجازت دے دیں تو تہائی سے زائد میں بھی وصیت شرعاً نافذ ہو جائے گی، اور سوال میں ذکر کردہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وصیت کے مطابق دیگر ورثہ نے بخوشی ۲۷ سال پہلے بٹوارہ بھی کر لیا تھا اور پوتوں و لڑکوں میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ مل چکا تھا؛ لہذا اب جب کہ ہر ایک اپنے اپنے حصہ پر قابض ہے تو ایسی حالت میں کسی کے لئے دوسرے کی زمین پر بلا اجازت راستہ بنانے کی شرعاً اجازت نہ ہوگی۔

و کون الموصیٰ له غیر وارث وقت الموت أي إن کان ثمہ وارث آخر

(شامی ۳۳۷/۱۰ زکریا)

عن الحسن فی الرجل یوصی بأكثر من الثلث فیرضی الورثة قال: هو

جائز۔ (المسند للإمام الدارمی ۲۰۳۶/۴ رقم: ۳۲۳۷)

إن الموصیٰ إذا ترک ورثہ فإنما لا یصح وصیتہ بما زاد علی الثلث، إن

لم تجز الورثة، وإن أجازوه صحت وصیتہ به۔ (البحر الرائق ۴۰۳/۸ کوئٹہ)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة

المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل

الثاني ۱۱۸/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/۴ رقم: ۵۴۹۲ دار الكتب العلمية بيروت)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً. (شرح المحلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ۶۱/۱ رقم المادة: ۹۶ المكتبة الحنفية كوثنه، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ۲۰۰/۶ كراچی، وكذا في الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب الأول ۳۷۴/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وفي الشرع: الظلم عبارة عن التعدي عن الحق إلى الباطل، وهو الجور، وقيل: هو التصرف في ملك الغير ومجاوزة الحد. (قواعد الفقه ۳۶۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۷/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائیوں اور بیٹیوں کی موجودگی میں پوتے کے نام کل جائیداد وصیت کرنا؟

سوال (۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لعل محمد حیات ہیں، اُن کے لڑکے کا انتقال ہو گیا، اُس کی ایک لڑکی یعنی لعل محمد کی پوتی ہے، اپنی اسی پوتی کو پوری جائیداد وصیت نامہ کی شکل میں رجسٹرڈ کر دی ہے، اور اپنے بھائیوں اور لڑکیوں کو بالکل محروم کر دیا ہے، تو اب مسئلہ کی شکل کیا بنے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد ادائے حقوق مسؤلہ صورت میں لڑکیوں کی موجودگی میں لعل محمد صاحب نے حقیقی پوتی کے لئے جو جائیداد کا وصیت نامہ لکھا ہے، یہ اُن کی وفات کے بعد صرف ایک تہائی حصہ میں نافذ ہوگا یعنی کل جائیداد کے تہائی حصہ کی مالک پوتی ہوگی اور باقی جائیداد بھائیوں اور لڑکیوں کے درمیان تقسیم کی جائے گی۔

وقال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الْأُنثِيِّينَ﴾ (النساء: ۱۷۶، شریفیہ ۴۸)

ولا تصح الوصية بما زاد على الثلث. (مجمع الأنهر ۴/۱۸۱ بیروت)

من شرائطها أن يكون الموصى به مقدار الثلث لا زائداً عليه وهو ليس بسديد على إطلاقه، فإن الموصى إذا ترك ورثته فإنما لا تصح وصيته بما زاد على الثلث الخ. (البحر الرائق ۴۰۳/۱۸ کوئٹہ)

إذا كان للميت ابنتان فلا شيء لبنت الابن وفي المضمرات: مات

وترك بنتين وابنة ابن وابن ابن، فلبنتين الثلثان والباقي بين أولاد الابن

﴿لِلذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيِّينَ﴾. (الفتاوى التاتارخانية ۲۰/۲۲۰ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا کی وصیت پوتے کے حق میں کتنے مال میں نافذ ہوگی؟

سوال (۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میرے دادا کے تین لڑکے تھے: محمد برجیس، محمد انیس اور محمد اولیس، میرے والد محمد برجیس بجلی میں سرکاری ملازم تھے، ۱۹۷۲ء میں بجلی کے کرنٹ مارنے کی وجہ سے انتقال ہو گیا، اُس کے پانچ سال بعد دادا صاحب کا انتقال ہو گیا، میرے تایا محمد انیس صاحب کے تحصیل میں حلفیہ بیان کے مطابق میرے دادا نے میرے لئے یعنی پوتے کے لئے یہ وصیت کی ہے کہ اُس کو بھی جائیداد میں برابر کا شریک کریں، دادا کی وصیت پوتے کے حق میں درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنے کی وصیت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں میرت کا اس وصیت سے مقصود یہ

ہے کہ جتنا اُن کے حقیقی لڑکے کا اُن کی وراثت میں حق بنتا ہے، اتنا ہی وصیت میں پوتے کو دیا

جائے، تو اُن کا پوتے کے لئے یہ وصیت کرنا درست ہے، اور وہ حصہ مسئولہ صورت میں تہائی کے اندر اندر ہی ہے؛ لہذا اس وصیت کو نافذ مانا جائے گا، اور پوتے کو لڑکے کے بقدر حصہ ملے گا۔

ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يعجزها الورثة. (الهدایة، کتاب

الوصایا / باب في صفة الوصية ۶۳۸/۴ إدارة المعارف دیوبند، ۶۶۳/۴ الامین کتابستان دیوبند)

ولو أوصى بمثل نصيب ابنه جاز. (الهدایة، کتاب الوصایا / باب الوصية بثلث المال

۶۴۷/۴ إدارة المعارف دیوبند)

وتجوز بالثلث للأجنبي، وإن لم يعجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه، إلا

أن تعجز ورثته بعد موته وهم كبار. (الدر المختار / کتاب الوصایا ۶۵۱/۶ کراچی، وکذا في

البحر الرائق / کتاب الوصایا ۲۱۳/۹ رشیدیة، وکذا في تبیین الحقائق / کتاب الوصایا ۳۷۶/۷-۳۷۷

دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متبنی کے حق میں وصیت کتنے مال میں نافذ ہوگی؟

سوال (۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میں اپنے والدین کی اکیلی ہوں میرا کوئی بھائی و بہن حقیقی نہیں ہے، میری والدہ نے اپنے حقیقی

بھائی کے لڑکے (بھتیجا کو) پسر متبنی زبانی طور پر بنایا تھا، اس کی پرورش و پرودا کر کے اس کی شادی

بھی کر دی تھی، پسر متبنی شادی کے بعد مثل اولاد کے میرے والدین کے ساتھ مکان رہائشی کے بالائی

حصہ میں رہائش پذیر تھا اور میرے والدین ذیلی رہائش کرتے رہے، سوئے اتفاق پسر متبنی کا انتقال

میرے والدین کی حیات میں ہو گیا، اس کے بعد متوفی کی اولاد حسب واقعہ منزل بالائی میں رہائش کرتی

رہی اور ہنوز بھی رہائش اسی طرح ہے، اگر میرے والدین نے کوئی وصیت پسر متبنی کی اولاد ذکور کے حق

میں کی ہے، تو ایسی وصیت شرع محمدی میں قابل اعتبار ہے، جب کہ اصل صلب کو نظر انداز کیا گیا ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: متبنی شخص شرعی طور پر وارث نہیں ہوتا؛ لہذا اس کے حق میں اور اُس کی اولاد کے حق میں ایک تہائی مال میں وصیت نافذ ہوگی، اور اگر وصیت ایک تہائی مال سے زائد ہے، تو دیگر وارثین کی مرضی کے بغیر اس کا نفاذ نہیں ہو سکتا؛ بلکہ صرف ایک تہائی ہی میں نفاذ ہوگا۔

ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة. (البدایة مع الہدایة ۶۳۸/۴)
 وأما لو وهب وسلم لغير الورثة؛ فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الهبة، وإن لم يخرج ولم تجز الورثة الهبة، فإنما تصح في ما يخرج من الثلث.
 (شرح المحلۃ لسلم رستم باز، کتاب الهبۃ / الفصل الثانی فی ہبۃ المریض ۴۸۴/۱ رقم المادۃ: ۸۷۹ کوئٹہ)
 وإن أوصی لأحدهما بجميع ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فثلثه بينهما نصفان. (البحر الرائق، کتاب الوصایا / باب الوصیۃ بثلث المال ۲۲۴/۹ زکریا، وکذا فی الدر المختار، کتاب الوصایا / باب الوصیۃ بثلث المال ۶۶۷/۶ کراچی، وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الوصایا / باب الوصیۃ بثلث المال ۳۸۷/۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ومن أوصی لرجل بثلث ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فالثلث بينهما الخ. (الہدایة ۶۶۲/۴ الأمين کتابستان دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۳۰ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لے پاک کے لئے وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوگی

سوال (۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسماۃ اکبری بیگم عرف چنی بیگم دو قطعہ مکانات واقع محلہ قائم کی بیریاں مراد آباد کی مالک تھیں، اُن کے وارثان میں دو پسر: ذاکر حسین، اقبال حسین، اور تین دختر: شہباز ولی، ربیحانہ اختر، روشن

اختر بقید حیات ہیں، انہوں نے سائل کو اپنے پسر متبئی کی طرح پالا تھا، اور اپنے مندرجہ بالا مکان میں اپنے ایک رجسٹرڈ وصیت نامہ بتاریخ ۲۵/۵/۱۹۹۶ کے ذریعہ سرخ رنگ سے ظاہر حصہ ذاکر حسین کو دیا تھا، اور نیلے رنگ سے ظاہر حصہ اقبال حسین کو دیا تھا، اور پیلے رنگ سے ظاہر حصہ بیٹی شہناز ولی کو دیا تھا، اور بینگنی رنگ سے ظاہر حصہ روشن اختر اور ریحانہ اختر کو دیا تھا، اور گلابی رنگ سے ظاہر حصہ کو راستہ مشترکہ کے لئے چھوڑا تھا۔ براہ کرام مطلع فرمائیں کہ یہ وصیت کس حد تک قانونی و شرعی طور پر صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مرحومہ چنی بیگم نے اپنے لے پاک بیٹے منور علی خاں کے لئے جو وصیت کی ہے، اگر وہ مرحوم کے کل مال کے تہائی حصہ کے اندر اندر ہے، تو شرعاً یہ وصیت نافذ ہے، اور منور علی کو اس وصیت شدہ حصہ میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا حق حاصل ہے، اور چنی بیگم نے اپنے دیگر بچوں کے لئے جو وصیت کی ہے وہ اصولاً نافذ نہیں؛ لیکن مرحومہ کی وفات کے بعد اگر سب وارثین آپس میں راضی ہوں، تو یہ تقسیم معتبر ہو جائے گی۔

ثم تصح للأجنبي في الثلث من غير إجازة الورثة لهما روينا. (الهداية ۶۵۴/۴)
و كذا إن كانت الوصية للوارث وأجازت البقية فحكمه ما ذكرنا. (الهداية

/ كتاب الوصايا ۶۵۶/۴، الفتاوى الهندية / كتاب الوصايا ۹۰/۶ زكريا)

وتجوز بالثلث للأجنبي، وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه، إلا أن تعجز ورثته بعد موته وهم كبار. (الدر المختار / كتاب الوصايا ۶۵۰/۶ كراچی، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ۲۱۳/۹ رشيدية، وكذا في تبیین الحقائق / كتاب الوصايا ۳۷۶/۷-۳۷۷ دار الكتب العلمية بيروت) فقط والله تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۱/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لے پاک کے لئے کل مال کی وصیت کرنا؟

سوال (۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اطہر حسین کا انتقال ہو گیا، اُن کے ورثہ میں تین بھتیجے: سید فہد علی، سید تحریم علی، سید حسنین علی، دو بھتیجی: مہوش جبین، مہرش جبین، اس میں سے ایک بھتیجی مہوش جبین کو اطہر مہ جبین نے اپنی لے پاک بیٹی بھی بنا رکھی تھی اور اپنی زندگی میں کہتی رہتی تھیں کہ مرنے کے بعد میرا سب کچھ اسے ملنا ہے، اسی کا ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ اطہر مہ جبین کا ترکہ یہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال مرحومہ اطہر مہ جبین کا کل ترکہ تین برابر سہام میں تقسیم ہو کر ہر بھتیجے کو ایک حصہ ملے گا، اور بھتیجیاں وراثت سے محروم ہوں گی؛ البتہ اگر تحریری وثیقہ یا شرعی گواہی سے یہ ثابت ہو جائے کہ مرحوم نے اپنی زندگی میں لے پاک کو اسی ”مہوش جبین“ کے لئے وصیت کی ہے، تو کل متروکہ مال کا تہائی حصہ اولاً مہوش جبین کو ملے گا اور اُس کے بعد باقیہ مال بھتیجوں میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔

قال عليه السلام: إن الله تصدق عليكم عند وفاتكم بثلث أموالكم زيادة لكم في أعمالكم. (سنن ابن ماجہ ۱۹۴)

ثم تنفذ وصاياہ من ثلث ما بقى بعد الدين. (السراجي في الميراث ۴)

إذا هلك الرجل وترك ابن أخ لأب وأم وبنت أخ لأب وأم أو ترك ابن أخ لأب، فالمال كله لابن الأخ، ولا شيء لبنت الأخ؛ لأنها من جملة ذوي الأرحام وليست من جملة أصحاب الفرائض فلم تصر عصبه. (الفتاوى التاتارخانية ۲۶۵/۲۰ رقم: ۳۳۲۱۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے پورے ترکہ کو لے پاک بیٹی کے نام کرنا؟

سوال (۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میرے شوہر ظفر حسن مرحوم اپنی زندگی میں بارہا اپنی تمام تر جائیداد وغیرہ میرے نام کرنے کو کہا کرتے تھے؛ لیکن مالی کمزوری اور مستقل بیماری کی وجہ سے وہ میرے نام نہ کر سکے، اور اللہ کو پیارے ہو گئے، انہوں نے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے میرے بھائی علی محسن کی بیٹی کو گود لے لیا تھا، وہ اب بھی میرے پاس رہتی ہے، اور میں ہی اُس کا سب خرچ برداشت کرتی ہوں، ہندوستانی قانون کے اعتبار سے میں اپنے شوہر کی تمام ملکیت کی مالک ہوں، شرعاً بتلایا جائے کہ کیا میں اپنی تمام ملکیت کو اپنی لے پا لک بیٹی کے نام کر سکتی ہوں یا نہیں؟ شرعاً میں کتنے حصے کی مالک ہوں؟ یہ ورثہ میرے شوہر نے بوقت انتقال چھوڑے تھے، زوجہ حسن آراء بیگم، لے پا لک بیٹی: عقد ظفر، بھائی: مظفر، چار بھتیجے: حسین، افسر حسن، اختر شاداب ظفر، ذیشان، چار بھتیجی: اختر شمع، افرزماں، عصمت، نور صبا، نسبتی برادر: علی محسن۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد اداۓ حقوق ما تقدم مسئلہ صورت میں مرحوم ظفر حسین کی لے پا لک بیٹی کو اُن کی وراثت میں سے کچھ حصہ نہیں ملے گا، اور مرحوم کے ترکہ میں سے چوتھائی حصہ کی مالک بیوہ حسن آراء بیگم ہے اور باقیہ ترکہ کے مالک مرحوم کے بھائی مظفر حسن ہیں، اس لئے اہلیہ کو پورے ترکہ پر تصرف کا حق حاصل نہیں ہے؛ بلکہ لازم ہے کہ اپنا حصہ لے کر بقیہ ترکہ مرحوم کے بھائی مظفر کے حوالہ کر دیں ورنہ آخرت میں مؤاخذہ دارر ہیں گی۔

إن الدعی والمتمنی لا یلحق فی الأحکام بالابن، فلا یستحق المیراث، ولا یرث عنہ المدعی. (أحكام القرآن للثهانویؒ ۱۸۳/۵ کراچی)

ویستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة. والسبب وهو الزوجية والولاء. (الفتاویٰ الہندیة / الباب الأول فی الفرائض ۴۷/۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: اختر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۶/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شرعی ورثہ کی موجودگی میں لے پا لک لڑکی کیلئے وصیت کرنا؟

سوال (۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری اہلیہ صاحبہ راعبہ بیگم کا انتقال ہو گیا، اُن کے سامان وغیرہ کی تقسیم کے لئے آپ لوگوں کی مدد درکار ہے۔ انتقال کرنے والی کی کوئی اولاد نہیں تھی، ایک لڑکی گود لی تھی، دو ماہ کی بچی کو اپنی سگی اولاد کی طرح پرورش کی، پڑھا لکھا کر شادی کر دی، انتقال کرنے والی زبانی کہا کرتی تھی کہ میرا سارا سامان میری لڑکی کا ہے، کسی کو کوئی چیز نہ دی جائے؛ لیکن پھر بھی میں اللہ پاک اور قرآن پاک دین اسلام کی روشنی میں رہنمائی چاہتا ہوں، مہر کی رقم زندگی میں ادا کر دی گئی تھی، ایک عدد مکان جو کہ میں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے اپنی اہلیہ کے نام سے خریدا تھا، انتقال کرنے والی زبانی کہتی تھی کہ میرے بعد جب تک شوہر کی زندگی ہے، اُن کے بعد میری لڑکی کا ہے، ورثہ میں شوہر ثناء الرحمن لڑکی بشرہ لے پا لک اولاد برادر راعب، طارق، قاسم ہمشیرہ اچھی بی ثروت صاحبہ ایک سرمایہ شوہر کا، زیورات میکہ و سسرال کے، برتن میکہ کے، فرنیچر میکہ کا، کپڑے میکہ سسرال کے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لے پا لک اولاد شرعاً وارث نہیں ہوتی؛ لہذا مسئلہ صورت میں بشری رحمن کو مرحومہ کے ترکہ میں سے بطور وراثت کچھ نہیں ملے گا؛ البتہ راعبہ بیگم نے اپنے بعد اپنی سب ملکیت اپنی لے پا لک بیٹی کو دینے کا اظہار کیا تھا، اُن کی یہ بات وصیت کے درجہ میں ہو جائے گی، اور وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے۔

بریں بنا راعبہ بیگم کے کل ترکہ کا تہائی حصہ اُن کی لے پا لک بشری رحمن کو ملے گا، اور بقیہ حصے اُن کے موجودہ شرعی وارثین کے درمیان تقسیم ہوں گے اور جس مکان کو راعبہ بیگم کے شوہر نے اپنے سرمایہ سے خریدا کر اُن کے نام کر دیا تھا، اور وہ اُس پر قابض بھی تھیں، وہ مکان بھی اُن کے مکان میں شامل ہو کر حسب ضابطہ تقسیم ہوگا۔

ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي بعد تجهيزه و ديونہ، ثم يقسم الباقي بين

ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياہ من ثلث ما بقى بعد الدين . (السراجي في الميراث / كتاب الفرائض ۳-۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۵/۵/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لے پالک بیٹے کے لئے ساری جائیداد کی وصیت کرنا؟

سوال (۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ ایک عورت لا ولد تھی اور اپنے بھائی فلاں ابن فلاں کے لڑکے کو اپنے شوہر و تمام رشتہ دار کی راضی خوشی سے اپنی پرورش میں لیا تھا، ۴/۵/۸۲ ماہ کی عمر سے ہندہ اپنی حیات تک اس کی پرورش و نگرانی و شادی و پڑھائی لکھائی، ساری ذمہ داری اپنی اولاد کی طرح سنبھالا اور اپنے شوہر کی راضی و خوشی سے رشتہ دار اور دیگر افراد کی موجودگی میں اپنے کل جائیداد مع لوازمات کے اپنے لے پالک بیٹے کو مالک بنا دیا اور اپنے شوہر کو وصیت کر دی کہ میرے مرنے کے بعد اس جائیداد کا مالک میرا لے پالک بیٹا ہی بنے گا، اور جو اس لے پالک لڑکے کے علاوہ دعویٰ کرے گا، از روئے شریعت واز روئے عدالت کا عدم قرار دیا جائے، کیوں کہ جس طرح میں نے اس کی پرورش کی اسی طرح وہ بھی خدمت گزار کر رہا ہے اور اگر موقع نصیب ہوا اور اس لائق ہوئی کہ میں رجسٹری کر سکوں تو میں اس کو رجسٹری کر دوں گی اور نہ کر سکی تو یہ وصیت نامہ ہی بدرجہ قبالہ سمجھا جائے، اور بعد موت کے لے پالک لڑکے نے تجھیز و تکلفین کے علاوہ فرض وغیرہ کو چکاتے ہوئے کل جائیداد پر ہندہ کی موجودگی ہی سے داخل قابض ہے اور ہندہ نے اپنی جائیداد کے تمام کاغذات بھی اپنے لے پالک لڑکے کے نام کر دئے، اب اس لے پالک لڑکے کے علاوہ کسی ورثہ کا حصہ ہوگا یا نہیں اور اگر ہوگا تو کیسے؟ اور کیا بیوی جائیداد کی تصدیق اور گواہی معتبر ہوگی کہ نہیں، کیوں کہ شریعت نے کہا کہ قرض کے بعد وصیت والے کو دیا جائے، جب کہ کل جائیداد وصیت کر چکی۔

نوٹ:- ہندہ کے وارث: ہندہ لا ولد ایک لے پالک لڑکا ایک شوہر اور دو بھتیجے ہیں۔

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال صورتِ مسئلہ میں ایک تہائی مال

ہندہ کے لے پالک بیٹے کو ملے گا؛ اس لئے کہ وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے، اور وصیت پوری کرنے کے بعد ما بقیہ آدھا مال شوہر کو ملے گا اور بقیہ حصہ بھتیجوں کو ملے گا، ہاں اگر دیگر ورثہ راضی ہوں تو ہندہ کے لے پالک بیٹے کو سارا ترکہ بھی مل سکتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

وتجوز بالثلث لأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه. (شامی)

(کراچی ۶۵۰/۱۶)

ولو أوصى لوارثه ولأجنبي، صح في حصة الأجنبي، ويتوقف في حصة

الوارث على إجازة الورثة، وإن أجازوا جاز، وإن لم يجيزوا بطل. (الفتاوى الهندية،

كتاب الوصايا / الباب الأول ۹۰/۱۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱۲/۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لے پالک بھانجی کے لئے کل مال کی وصیت کرنا؟

سوال (۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہم گواہی دیتے ہیں کہ حاجی محمد عقیل نے اپنے انتقال سے ایک روز قبل یہ وصیت کی تھی کہ میرا

مکان اور اُس میں جو کچھ ہے، میرے بعد روشنی بیٹی کا ہوگا، جو اُن کی بھانجی ہے؛ لیکن وہ اُن کے

پاس بیٹی کی طرح رہی ہے اور بیٹی ہی بنایا تھا، اور حاجی محمد عقیل یہ تین بھائی تھے، جمیل، عقیل اور

شکیل..... جن میں سے شکیل زندہ ہیں اور مرنے والے بھائیوں کی اولاد ہیں چار بہنیں حیات ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال حاجی محمد عقیل نے اپنی بھانجی لے پالک روشنی کے لئے جو وصیت کی ہے وہ مرحوم کے کل ترکہ میں سے صرف ایک تہائی حصہ میں نافذ ہوگی، اور بقیہ دو تہائی حصے مرحوم محمد عقیل کے دیگر شرعی وارثین میں تقسیم کئے جائیں گے۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت عام الفتح مرضاً اشفيئ منهُ على الموت، فأتاني رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني، فقلت يا رسول الله! إن لي مالاً كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله؟ قال لا: قلت: فتلثي مالي؟ قال: لا، قلت: فالشطر؟ قال: لا، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث، والثلث كثيرٌ، إنك أن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عائلةً يتكففون الناس إنك لن تنفق نفقة إلا أجرت فيها حتى اللقمة ترفعها إلى في امرأتك الخ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ۳۲/۲، سنن ابن ماجه، أبواب الوصايا / باب: لا ويصه لوارث ۱۹۴/۲، مشكاة المصابيح / باب الوصايا رقم: ۳۰۷۱، مرقاة المفاتيح ۲۳۰/۶ دار الكتب العلمية بيروت، نصب الرأية ۴/۱۰۱)

ثم تنفذ وصاياها من ثلث ما بقي بعد الدين . (السراجي في الميراث ص: ۳، الفتاوى الهندية / أول كتاب الفرائض ۴۴۷/۶ زكريا)

وتجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه. (شامي ۳۳۹/۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چوری کرنے والے کو میراث سے محرومی کی وصیت کرنا؟

سوال (۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک بیوہ نے مرنے سے پہلے اپنے بھتیجیوں اور لڑکی سے (جو لے پالک تھی) کے سامنے یہ زبانی وصیت کی تھی کہ اس مکان کے تین حصہ کر کے ایک حصہ لے پالک لڑکی کو دے دینا، دوسرا حصہ میرے سگے بھائی عزیز خاں مرحوم کے پوتے کو دے دینا (جس کا نام فیصل خاں ہے) جس کو میں نے ایک مہینہ پندرہ دن کالے کر پانچ سال کی عمر تک پالا ہے، اور تیسرا حصہ مسجد کے نام کرنا۔ کبھی ایک حصہ اپنے نام کرنے کو کہتی تھیں، موت کے بعد اس حصہ کا فیصل خاں مالک رہے گا، کبھی یہ کہتی تھیں کہ ان باپ بیٹے کو چھوڑ کر جس نے میرا زیور اور نقد رقم چرائی ہے، اس حصہ کو لے پالک لڑکی کو دے کر اور ایک حصہ میرے والا فیصل کو دے کر باقی شرع سے بھتیجیوں کو بانٹ دو، ان ساری باتوں کے دو سے زیادہ گواہ ہیں؛ لیکن لکھت میں یہ وصیت نہیں آئی، اب بیوہ کے مرنے کے بعد وہ چور بھائی اور بھتیجے موجود ہیں اور بارہ بھتیجے ہیں، جن میں سے ایک بھتیجے نے بیوہ ہونے کے بعد سے ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۴ء تک جان و مال سے بہت خدمت کی ہے جو سب کے سامنے واضح ہے، اور جس بھائی نے بیوہ کا تمام مال چرایا اور اسے پیسہ سے محتاج کر دیتا ہے اور اس چوری کے بعد بہن کو کبھی پلٹ کر نہیں دیکھا، نہ مرض میں نہ کسی تکلیف میں، اسی وجہ سے بیوہ نے اسے اپنی جائیداد سے عاق و ناحق کر دیا تھا؛ لیکن کیا مرنے کے بعد وہی بھائی اس کے مال کا مالک بن جائے گا، جس وقت بیوہ کا انتقال ہوا، اُس کے بعد ایک بھائی جنت پور میں رہتا ہے اور دوسرا بھائی پاکستان میں، اب اس مسئلہ میں کیا کرنا ہے اور کس کس کو کتنا پہنچتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس بھائی بھتیجے نے مرحومہ کا مال چرایا ہے وہ سخت گنہگار ہیں، اور اس مال کو واپس کرنا ضروری ہے؛ تاکہ وہ شریعت کے مطابق ورثہ میں تقسیم ہو سکے، یعنی اس کے دو حصے کر کے ایک ایک حصہ ہر ایک بھائی کو دیا جاسکے، اور مکان کے بارے میں اگر وصیت کا شرعی ثبوت ہو جائے تو اس کا نفاذ صرف ایک تہائی حصہ میں ہوگا، اور جتنے لوگوں کے لئے وصیت کی ہے، اتنے حصے کر کے اس تہائی حصہ میں سے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا، اور بقیہ دو

تہائی حصے دونوں بھائیوں میں نصفاً نصف تقسیم ہوں گے۔ جس بھائی نے چوری کی ہے وہ وراثت سے شرعاً محروم نہیں ہے اور اس سلسلہ میں مرحومہ کی وصیت کا شریعت میں اعتبار نہیں ہے۔

وأما لو وهب وسلّم لغير الورثة؛ فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الهبة، وإن لم يخرج ولم تجز الورثة الهبة، فإنما تصح في ما يخرج من الثلث.

(شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الفصل الثاني في هبة المريض ٤٨٤/١ رقم المادة: ٨٧٩ كوئته)

وإن أوصى لأحدهما بجميع ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فثلثه

بينهما نصفان. (البحر الرائق، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ٢٢٤/٩ زكريا، وكذا في الدر

المختار، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ٦٦٧/٦ كراچی، وكذا في تبیین الحقائق، كتاب

الوصايا / باب الوصية بثلث المال ٣٨٧/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

ومن أوصى لرجل بثلث ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فالثلث

بينهما الخ. (الهداية ٦٦٢/٤ الأمين كتابستان دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۳/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زندگی میں جائیداد وقف کرنے کی وصیت کرنا؟

سوال (۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میں ایک بیوہ عورت ہوں، میری عمر تقریباً ۷۵ سال ہے، میرے شوہر کا آج سے تقریباً

۱۳ سال قبل انتقال ہو چکا ہے، الحمد للہ میرے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں، سب الحمد للہ حیات

ہیں۔ آج سے تقریباً ۴۰ سال قبل میرے شوہر نے ایکسپورٹ کا کاروبار شروع کیا، کچھ وقت

انہوں نے باہر کے لوگوں سے شراکت کی، ان میں سے ایک تقریباً ۳۱ سال قبل اور دوسرے نے

تقریباً ۲۸ سال قبل میرے شوہر سے الگ ہو کر اپنا اپنا کاروبار شروع کر دیا، اور جوں جوں میرے

لڑکے بڑے ہوتے چلے گئے، ان سب کو میرے شوہر اپنے کاروبار میں شامل کرتے رہے۔

۱۹۷۰ء تا ۱۹۸۴ء میرے شوہر اور میرے لڑکے مل کر ایک ہی کاروبار میں شریک رہے، سال ۱۹۸۴ء میں میرے شوہر نے حالات کے مد نظر چار لڑکوں میں سے ایک لڑکے کو الگ کر دیا اور کہا اب تم اپنا کاروبار الگ سنبھالو، اور جو لڑکا الگ ہوا اُس کا حساب و کتاب نکال کر اُس کے حوالہ کر دیا گیا، جس وقت یہ حساب بنایا گیا، میری معلومات کے مطابق اُس کا مندرجہ ذیل طریقہ کار اپنایا گیا:

الف:- میرے شوہر نے اپنے تمام اثاثہ کو ایک جگہ اکٹھا کیا، اُس میں سے چند جائیداد الگ کیں اور اُن جائیداد کو راہِ خدا میں صرف کرنے کی وصیت کی، اس کے علاوہ ایک باغ بھی الگ کیا، اور ایک رقم میرے لئے محفوظ کر دی، اور باقی لڑکوں کو یہ حکم دیا کہ اس بچے ہوئے اثاثہ کو برابر کے پانچ حصہ بنا کر چار حصہ چار بھائی آپس میں بانٹ لو اور ایک حصہ جو اُن کا اپنا تھا اُس میں باغ شامل کر کے یہ کہا کہ یہ میرا حصہ مانا جائے، اور بعد اپنی زندگی یہ شریعت کے مطابق وارثان میں تقسیم کر دیا۔

ب:- اتفاق ایسا ہوا کہ اس وصیت کو بنانے کے بعد چند ہی ماہ میں میرے شوہر کا انتقال ہو گیا، اپنے شوہر کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد مجھ کو علم ہوا کہ مزید کچھ رقم میرے شوہر نے کچھ الگ سے ایک اثاثہ کی شکل میں چھوڑی ہے، جو میرے سب سے بڑے لڑکے کے پاس محفوظ ہے، اُس رقم کا خلاصہ میں اس طرح کرتی ہوں:

ج:- اندازاً جو ترکہ میرے شوہر نے تقسیم کیا تھا وہ صرف ۲۵ فیصدی تھا، اور شوہر کا کل ترکہ تقریباً ایک روپیہ تھا، اُس میں سے ۲۵ پیسے تو میرے شوہر کی وفات کے بعد وارثان میں تقسیم ہو گئے، باقی ۷۵ پیسے میرے بڑے لڑکے کے پاس محفوظ تھے۔

د:- مجھ کو اپنے بڑے لڑکے کے ذریعہ معلوم ہوا کہ یہ رقم میرے شوہر نے اُس کے پاس بطور امانت رکھی ہے، اور یہ ہدایت دی ہے کہ اس کا استعمال راہِ خدا میں کیا جائے، مجھ کو احساس ہوتا ہے کہ باوجود ۱۳ سال گزرنے کے اس رقم کا کچھ حصہ ہی صرف ہوا ہے، اور باقی آج بھی میرے بڑے لڑکے کے پاس محفوظ ہے، یہ رقم جس اثاثہ کی شکل میں محفوظ تھی، آج کے بھاؤ سے وہ تقریباً ۳ تا ۵ گنا بڑھ گئی ہے۔

میرے دوسرے کچھ بچے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس رقم کا ذکر میرے شوہر نے اُن سے بھی کیا، مگر کبھی راہِ خدا کے نام وقف کرنے کا کوئی ذکر نہیں کیا، اس بات کا میں اعتراف کرتی ہوں، حالاں کہ میں اُن کی بیوی تھی نہ ہی اُنہوں نے مجھ سے کبھی راہِ خدا میں وقف کرنے کا تذکرہ کیا؛ البتہ اگر کبھی بھی میں نے اُن سے اُن کے مکمل اثاثہ کے بارے میں معلوم بھی کیا، تو اُنہوں نے یہی کہا کہ مجھ کو خود اندازہ نہیں، ہاں البتہ میرے بعد تم کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ میرے بڑے لڑکے کا بدبہ زیادہ ہونے کی وجہ سے میرے شوہر کچھ باتوں میں کھل کر بولنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔

مجھ کو یہ بھی احساس گناہ ہوتا ہے کہ میرے شوہر نے جو جائیداد وغیرہ بھی راہِ خدا میں صرف کرنے کی وصیت کی تھی، وہ ۱۳ سال گزرنے کے باوجود جوں کی توں پڑی ہوئی ہے، میں اُس کا ذمہ دار اپنے چاروں لڑکوں کو برابر کمانتی ہوں کہ وہ جس طرح پوری دل جمعی سے اپنے کاروبار کے مسائل کو حل کرتے ہیں، اُن تمام جائیداد کے مسائل حل کرنے میں اپنا وقت صرف کیوں نہیں کرتے؟ میں آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ میرے اس مسئلہ کا حل حدیث و قرآن کی روشنی میں مندرجہ ذیل حقائق کو رکھ کر اس مسئلہ کا حل تلاش کریں؟

(۱) یہ رقم ترکہ کے تقسیم سے پہلے میرے شوہر نے میرے بڑے لڑکے کے حوالہ کی تھی۔
 (۲) یہ رقم میرے شوہر کی زندگی میں بالکل خرچ نہیں ہوئی، جس وقت میرے شوہر کا انتقال ہوا، یہ رقم پوری کی پوری محفوظ تھی۔

(۳) میرے بڑے لڑکے کا یہ کہنا ہے کہ چوں کہ یہ اثاثہ اُس کے والد نے اُس کے ذمہ کیا ہے؛ لہذا اس کو خرچ کرنے کا وہ مکمل اختیار رکھتا ہے، اور یہ اُس کی مرضی ہے کہ وہ چاہے دوسروں سے مشورہ لے سکتا ہے چاہے تو نہیں، اور وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ وہ جو کر رہا ہے بالکل صحیح کر رہا ہے، اور اپنے اس عمل کو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں خود ذمہ دار ہوگا۔

(۴) میرے باقی بچے جن میں پانچ لڑکیاں اور تین لڑکے شامل ہیں، وہ اس بات کی

دلیل پیش کرتے ہیں کہ شریعت کی رو سے کسی بھی انسان کو مکمل اثاثہ کا ایک تہائی سے زیادہ راہِ خدا میں وصیت کرنے کا اختیار نہیں ہے؛ لہذا اُس کا ایک تہائی نکال کر باقی کا حصہ وارثان میں شریعت کی رو سے تقسیم ہونا چاہئے اور ایک تہائی حصہ کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کو اُن کے ہر مشورہ اور خواہش کا احترام کیا جائے۔

لہذا میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ اس مسئلہ میں میری رہنمائی فرمائیں؛ تاکہ میری کسی بھی اولاد کے ساتھ حق تلفی نہ ہو اور ساتھ ہی میرا سب سے بڑا لڑکا جس سے میں سب سے بڑا ہونے کے ناطہ سب سے زیادہ محبت کرتی ہوں، کسی لاعلمی کی وجہ سے گناہ کا مرتکب نہ ہو جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں میت کے دو طرح کے اموال کے

بارے میں شرعی حکم معلوم کیا گیا ہے، ہر ایک کے متعلق تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) آپ کے شوہر نے اپنی زندگی میں جن جائیدادوں کے بارے میں باقاعدہ راہِ خدا میں صرف کرنے کی وصیت کی ہے جس کے گواہ موجود ہیں، اُن میں تو بہر حال وصیت کے احکامات نافذ ہوں گے، یعنی میت کے کل ترکہ کے صرف تہائی حصہ کو راہِ خدا میں صرف کیا جائے گا اور بقیہ دو تہائی حصہ وارثین میں تقسیم ہوگا۔

ولا تجوز بما زاد علی الثلث. (الهدایة، کتاب الوصایا / باب فی صفة الوصیة ۶۵۵/۴

الأمین کتابستان دیوبند)

(۲) اور جو رقم بڑے لڑکے کے پاس رکھی ہوئی ہے، اُس کے بارے میں چوں کہ دیگر وارثین وصیت کے متعلق لاعلمی ظاہر کرتے ہیں، اس لئے اُس پر وصیت کا حکم صرف اُسی وقت جاری ہو سکتا ہے جب کہ میت کے اُس رقم کو راہِ خدا میں صرف کرنے کے متعلق دو شرعی گواہ یا پختہ تحریری ثبوت موجود ہوں۔

وإن أنکر سأل المدعی البینة. (الهدایة / کتاب الدعوی ۲۰۲/۳ الأمین کتابستان)

ففي النوادر عن محمد: إذا قال أشهدوا أنني أوصيت لفلان بألف درهم
وأوصيت أن لفلان في مالي ألف درهم، فالأولى وصية. (شامي / أول كتاب الوصايا ۶/۲۵۰
کراچی، ۳۳۸/۱۰ زکریا، وکذا فی البحر الرائق، کتاب الوصایا / باب الوصی وما یملکه ۴۶۳/۸ کراچی)
اگر ایسا شرعی ثبوت موجود نہ ہو تو اُس رقم پر وصیت کا حکم نافذ نہیں ہو سکتا؛ بلکہ وہ مکمل رقم خواہ
اُس میں کتنا ہی اضافہ ہو گیا ہو، میت کے سبھی وارثین میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کرنی ضروری
ہوگی، اگر آپ کے بڑے لڑکے نے ایسا نہ کیا تو وہ خائن شمار ہوگا اور عند اللہ سخت ترین عذاب الہی کا
مستحق ہوگا۔

عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله
عليه وسلم قال: لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة. (نصب الراية للزبيعي /
کتاب الوصایا ۴/۴۰۴ رقم: ۸۰۷۰ مؤسسة الريان بیروت، وکذا فی سنن ابن ماجه، کتاب الوصایا /
باب لا وصية لوارث ۱۹۵/۲)

وقال المنذري: إنما يطل الوصية للوارث في قول أكثر أهل العلم من
أجل حقوق سائر الورثة، فإذا أجازوها جازت، كما إذا أجازوا الزيادة على
الثلث. (عمدة القاري، کتاب الوصایا / باب: لا وصية للوارث ۵۵/۱۴ دار الکتب العلمیة بیروت)
عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة
المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل
الثاني ۱۱۸/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي
۳۸۷/۴ رقم: ۵۴۹۲ دار الکتب العلمیة بیروت)

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي،
کتاب الحدود / باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال ۱۰۵/۶ زکریا، ۶۱/۴ کراچی)

واضح رہے کہ جو رقم ہبہ، صدقہ، یا وقف کے لئے الگ نکال کر رکھ دی جاتی ہے وہ جب تک اپنے مصرف میں خرچ نہ ہو جائے اُس وقت تک مالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی، اور مرنے کے بعد اُس کے ترکہ میں شمار ہوتی ہے؛ لہذا حسبِ تحریر سوال جب کہ میت کی زندگی میں مذکورہ رقم جوں کی توں موجود رہی اور صدقہ کی نیت کے باوجود انتقال کے وقت تک صدقہ کے مصرف تک نہیں پہنچی تو محض نیت کر لینے سے وہ آپ کے شوہر کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی؛ بلکہ انتقال ہوتے ہی اُس رقم سے میت کے سبھی وارثین کا حق متعلق ہو چکا ہے۔

وإذ قال: عبدي هذا لفلان، وداري هذه لفلان، ولم يقل: وصية، ولا كان في ذكر وصية، ولا قال: بعد موتي، كان هبة قياساً واستحساناً، فإن قبضها في حال حياته صح، وإن لم يقبضها حتى مات فهو باطل. (الفتاوى الهندية، كتاب الوصية / الباب الثاني في بيان الألفاظ التي تكون وصية والتي لا تكون وصية وما يحوز من الوصية وما لا يحوز ١٦/٩٤)

ب:- اور اگر آپ کا بڑا لڑکا اس پوری رقم کے راہِ خدا میں صرف کرنے کی ہدایت پر دو شرعی گواہ یا پختہ ثبوت پیش کر دے، پھر بھی اُس کا نفاذ صرف ایک تہائی رقم میں ہو سکتا ہے، باقی دو تہائی رقم بہر حال وارثین میں تقسیم کرنی لازم ہے، آپ کے بڑے لڑکے کا فرض ہے کہ وہ جلد از جلد اُس رقم کو مستحقین تک پہنچا کر اپنا ذمہ فارغ کرے، ورنہ وہ مرتکب خیانت ہو کر وصی اور وکیل ہونے کی ذمہ داری سے معزولی کا مستحق ہوگا۔

لا ينبغي له أن يعزله حتى يبدو له منه خيانة، فإن علم منه خيانة عزله.

(الفتاوى الهندية، كتاب الوصية / الباب التاسع في الوصي وما يملكه ١٦/٣٩٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۴/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جائیداد کے بارے میں ورثہ کے درمیان شرعی تقسیم کی وصیت کرنا

سوال (۴۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید اولاد ہے، ایک بڑے بھائی حیات ہیں، ان کے تین بیٹے ہیں، زید سے بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے، ان کے چار بیٹے ہیں، ان چار بیٹوں میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں دوسری ماں سے ہیں، ان کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا ہے، دوسری بیوی حیات ہیں تین بیٹے تین ہی بیٹیاں ہیں، زید کی تین بہنیں ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا، ان کی اولادیں تین لڑکے تین لڑکیاں ہیں، دو بہنیں حیات ہیں، ان کی بھی اولادیں ہیں۔ اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ زید کی جو جائیداد ہے اس کو زید اپنی حیات میں وصیت کرنا چاہتا ہے وصیت کی کیا صورت ہوگی؟ نیز تا حیات ہی اس کا مالک رہے گا آیا جائیداد کی قیمت کا اندازہ لگا کر یا جائیداد کی تقسیم؟

نوٹ:- زید نے کچھ جائیداد اہلیہ مرحومہ کے نام سے خریدی تھی، احتیاطاً اس کے لئے زید کی اپنی رائے یہ ہے کہ اس جائیداد کو فروخت کر کے مرحومہ کے لئے صدقہ جاریہ ایصالِ ثواب کے لئے کہیں خرچ کر دے یہ مناسب ہے، جواب سے نوازیں؟ بڑے بھائی حیات مرحوم بھائی کی اولاد دو بہنیں حیات ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ صورت میں بہتر یہ ہے کہ آپ صرف یہ وصیت کر دیں کہ میرے بعد حسبِ حصص شرعیہ میرا ترکہ تقسیم کیا جائے؛ کیوں کہ اس وقت اگر آپ اپنے وارثین کے حق میں کوئی وصیت کریں، تو اس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہ ہوگا، اور بیوی کے نام کی جگہ کو اگر آپ اپنی زندگی میں اپنی طرف سے مرحومہ بیوی کے لئے صدقہ جاریہ میں لگانا چاہتے ہیں تو شرعاً اس کی اجازت ہے، یہ آپ کی طرف سے اہلیہ مرحومہ پر ایک احسان ہوگا۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۳۹۶۲)

۲۸۷۰ دار الفکر بیروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳۶۴۰
دار الفکر بیروت، مشکاة المصابيح (۲۶۵)

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة“. قال ابن قطن في كتابه: ويونس بن راشد قاضي حران، قال أبو زرعة: لا بأس به، وقال البخاري: كان مرجئاً، وكان الحديث عنده حسن. (نصب الراية للزيلعي / كتاب الوصايا ۴/۴۰۴ رقم: ۸۰۷۰ مكتبة مؤسسة الريان بيروت)

ولا لوارثه وقاتله إلا بإجازة ورثته لقوله عليه السلام: لا وصية لوارثٍ إلا أن يجيزها الورثة، وهم كبار عقلاء. (الدر المختار / كتاب الوصايا ۶/۶۵۵ دار الفکر بیروت، ۳۴۶/۶ زكريا، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ۹/۱۱۲ زكريا، الفتاوى الهندية / الباب الأول في الوصايا ۹۰/۶ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۶/۲۰۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زندگی میں سب وارثوں کے درمیان جائیداد تقسیم کر کے وصیت کرنا؟

سوال (۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شریعت میں ترکہ کی تقسیم کے لئے وارثوں کے حصص متعین ہیں، کیا اپنے مال کی تقسیم اپنی حیات میں وارثوں کے درمیان مرضی کے مطابق تقسیم کر کے وصیت کی جاسکتی ہے؟ وارث بیوی لڑکا، لڑکی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وارثین کے حق میں وصیت کا کوئی اعتبار نہیں؛ تاہم اگر اس طرح کی وصیت کردی گئی اور میت کے انتقال کے بعد سبھی وارثین (بشرطیکہ سب عاقل بالغ ہوں) اس وصیت کے مطابق تقسیم ترکہ پر راضی ہوں تو اس کے مطابق عمل کرنے کی اجازت ہے، اور اگر کوئی ایک وارث بھی اس تقسیم پر راضی نہ ہو تو اُسے وصیت کے ماننے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا،

بلکہ اُسے اُس کا شرعی حق دینا لازم ہوگا، اور اگر کوئی شخص وصیت اس طرح کرے کہ میرے مرنے کے بعد سبھی موجود وارثین حسبِ حصص شرعیہ ترکہ کے مستحق ہوں گے، تو ایسا کرنے میں حرج نہیں ہے۔

وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه فيما بين أولاده في حياته لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته، فإنه وإن كان هبة في الاصطلاح الفقهي، ولكنه في الحقيقة والمقصود استعجال لما يكون بعد الموت، وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث، فلو قسم رجل في مثل هذه الصورة ﴿لَلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ على قول الإمام أحمد ومحمد بن الحسن رحمهما الله، فالظاهر أن ذلك يسع له. (تكملة فتح الملهم ۷۵/۲)

ولا لوارثة وقاتله مباشرة إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة يعني عند وجود وارث آخر كما يفيدہ آخر الحديث، وهم كبار عقلاء فلم تجز أجازة صغير ومجنون، وإجازة المريض كابتداء وصية، ولو أجاز البعض ورد البعض جاز على المجيز بقدر حصته الخ. (الدر المختار مع الشامی ۳۴۶/۱۰-۳۴۷ زکریا، البحر الرائق / کتاب الوصایا ۲۱۲/۹ زکریا، الفتاویٰ

الهندية / الباب الأول من کتاب الوصایا ۹۰/۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۲/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کل مال راہِ خدا میں صدقہ کرنے کی وصیت کرنا؟

سوال (۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: محترمہ شاہدہ خاتون کا انتقال اپنے حقیقی بھائی مولوی راشد علی کے انتقال کے بعد ہوا، مولوی عثمان احمد نظامی صاحب کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے مولوی حفیظ الرحمن (جو مرحومہ کے باپ کے چچا زاد بھائی تھے) سے سنا کہ انہوں نے مرحومہ شاہدہ خاتون سے دریافت کیا تھا کہ وہ نقد زیور

اور اپنے حصہ کی زمین وغیرہ کا کیا کریں گی؟ تو زیور اور نقد کے بارے میں مرحومہ نے بتایا تھا کہ وہ اللہ کے نام دے دیا جائے، اور اپنے حصہ کی زمین کے بارے میں مرحومہ نے زبانی بتایا تھا کہ میں اپنے حقیقی بھائی مولوی راشد علی کی زندگی میں انہیں دے چکی ہوں، بھائی کے انتقال کے بعد میرے تعلقات بیوہ بھابھی سے خوش گوار نہیں ہیں؛ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ جو چیز میں دے چکی ہوں وہ واپس لے لوں، مرحومہ کے وارثوں میں تین حقیقی بھتیجیاں (۱) فاخرہ (۲) حمیرہ (۳) نادرہ اور دیگر وارثوں میں مولوی حفیظ الرحمن مرحوم اور مولوی وحید الرحمن مرحوم، مرحومہ کے باپ کے حقیقی چچا زاد بھائی تھے۔

مولوی عثمان احمد نظامی مرحومہ کی بھتیجیوں کے حقیقی ماموں ہیں، اور ان کی رشتہ داری مولوی حفیظ الرحمن مرحوم، اور مولوی وحید الرحمن مرحوم سے بھی ہے۔

مرحومہ کی ایک زمین تقریباً ساڑھے چھ بیگھ بتائی جاتی ہے؛ لیکن سرکاری کھاتوں میں اس کا اندراج مرحومہ کے نام نہیں ہے، تو مرحومہ کے کون کون وارث ہوئے اور زمین کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر واقعہ مرحومہ شاہدہ خاتون نے سارے زیور اور

نقدی کو اللہ کے راستہ میں صدقہ کرنے کی وصیت کی تھی، تو اس کے ایک تہائی حصے میں ان کی وصیت نافذ کی جائے گی، اور باقیہ زیور اور نقد وارثوں کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، اور مرحومہ نے اگر اپنی زندگی ہی میں زمین کو بہہ کر کے اپنے بھائی مولوی راشد علی مرحوم کے قبضہ میں دے دیا تھا تو وہ زمین ان کے بھائی ہی کی ملکیت شمار کی جائے گی، اور دیگر وارثوں کا اس میں کوئی حق نہیں ہوگا، اور ورثہ میں مرحومہ کے باپ کے حقیقی چچا زاد بھائی ہی سارے مال کے مستحق ہوں گے؛ اس لئے کہ وہ عصبہ ہیں، اور بھتیجیاں اور دیگر دور کے رشتہ دار محروم ہو جائیں گے، اور جس زمین کا ثبوت نہیں ہے، اس کے بارے میں ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت عام

الفتح مرضاً اشفيئ منه على الموت، فأتاني رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني، فقلت يا رسول الله! إن لي مالاً كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله، قال لا: قلت: فنثني مالي، قال: لا، قلت: فالشطر، قال: لا، قلت: فالثلث، قال: الثلث، والثلث كثير، إنك أن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عائلة يتكفون الناس الخ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ٣٢٢/٢، سنن ابن ماجه، أبواب الوصايا / باب الوصية بالثلث ١٩٢/٢)

هل الوصية بأقل من الثلث أولى أم تركها؟ قالوا: إن كانت الورثة فقراء ولا يستغنون بما يرثون، فالترك أولى لما فيه من الصدقة، وقد قال عليه الصلاة والسلام: "أفضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح". ولأن فيه رعاية حق الفقر والقراية جميعاً، وإن كانوا أغنياء أو يستغنون بنصيبتهم، فالوصية أولى. (الدر المختار / كتاب الوصايا ٥١٦-٥٢ كراحي، وكذا في الفتاوى الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول ٩١٦ زكريا) وتجاوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث لا الزيادة عليه. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الوصايا ٣٣٩/١٠ زكريا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل، قوله: (بالقبض) فيشترط القبض قبل الموت. (الدر المختار مع الشامي ٤٩٣/٨ زكريا)

ثم ذوى الأرحام أي يبدأ بهم عند عدم ذوى الفروض النسبية والعصبات فيأخذون كل المال. (شامي / كتاب الفرائض ٥٠١/١٠ زكريا، بيروت ٤١٥/١٠) يملك الموهوب له، الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المحلة سليم رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث ٤٧٣/١ رقم المادة: ٨٦١) فقط والله تعالى أعلم
 كتيبه: احقر محمد سلمان منصور پوري غفر له ١١/٢٥/١٤٢٦هـ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا الله عنه

میت کا کل سامان خیرات کرنے کی وصیت کرنا؟

سوال (۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رامپور ضلع کے ایک خاں صاحب بیڑی بنایا کرتے تھے، کافی عرصہ سے یہاں رہتے تھے، دوکان کے مالک سے ایک مرتبہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ اگر اچانک میرا انتقال ہو جائے تو میرا کفن دفن تم کروادینا، اور میرا سامان کسی کو خیرات کر دینا، اب اتوار میں اُس کا انتقال ہو گیا، اب اُن کے بھائی بھتیجے وغیرہ کو خبر دی گئی وہ آگئے، کفن دفن اُن کے سامنے ہوا، اب اُن کے سامان کو انہوں نے لے جانے کو کہا، تو اُن کو سامان نہیں دیا گیا، اُن کے اُن وارثین بھائی بھتیجوں کے لئے جائزے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت واقعہ صورتِ مسئلہ میں مذکورہ شخص نے اپنے مال کو خیرات کرنے کی جو وصیت کی ہے وہ صرف ایک تہائی مال میں نافذ ہوگی، بقیہ دو تہائی ترکہ اُن کے شرعی وارثین کو دینا ضروری ہے، ہاں اگر ورثہ اجازت دے دیں تو کل مال بھی خیرات کیا جاسکتا ہے۔
ولا تجوز بما زاد علی الثلث إلا أن یجیزھا الورثة بعد موتہ وهم کبار۔

(البدایة مع الہدایة ۶۵۴/۴ - ۶۵۵ - الامین کتابستان دیوبند)

اور بھائیوں کی موجودگی میں بھتیجوں کا کوئی حق اُس ترکہ میں نہ ہوگا۔

الأقرب فالأقرب یرجحون بقرب الدرجة أعنی أولاہم بالمیراث جزء

المیت أي البنون ثم بنوہم۔ (السراجی فی المیراث ص: ۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۴/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس عورت کا وارث نہ ہو اُس کا کل مال کار خیر میں

لگانے کی وصیت کرنا؟

سوال (۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک عورت ہمارے مکان میں رہتی تھی، جس کا نام جمیلہ تھا، اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا، اس نے مرنے سے پہلے ہمیں ہدایت کی کہ جو میرا مکان میں ہے یعنی نقدی ایک لاکھ اور کچھ زیور، یہ سب کچھ ایسی جگہ دینا؛ تاکہ مجھے ثواب ملتا رہے، یہ عورت تعویذ گنڈے کا کام کرتی تھی اور زکوٰۃ کے پیسے بھی لیتی تھی، اب اس نقدی اور زیور کے سلسلہ میں یہ بتائیں کہ یہ رقم مسجد و مدرسہ میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور پھر اس کو کس جگہ استعمال کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چوں کہ مذکورہ عورت کا کوئی وارث شرعی دستیاب نہیں

ہوا؛ اس لئے اس کی وصیت کے بموجب اس کا کل ترکہ کسی مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں لگا دیا جائے۔

ثم بيت المال . (السراجي في الميراث ص: ٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۶/۲۰۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قریب المرگ آدمی کا متعین حصہ کی کار خیر کیلئے وصیت کرنا؟

سوال (۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: قریب المرگ آدمی نے اپنی جائیداد میں سے ایک متعین حصہ الگ کر کے وصیت کی کہ اس مال کو کار خیر میں استعمال کر دیں، مثلاً میرے مرنے کے بعد اس رقم سے میری طرف سے حج بدل کر لیں، تو کیا اس طرح ایک متعین حصہ الگ کرنا صحیح ہے؟ اور اس مال سے وصیت کا پورا کرنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر متعین حصہ وصیت کل مال کے تہائی حصہ کے اندر

اندر ہے، تو وارثین پر اس وصیت کا پورا کرنا لازم ہے ورنہ نہیں۔

وإن عين المال بأن قال: بألف وهو يخرج من الثلث. (غنية ۱۸۲ قدیم)

ولو أوصى لوارثه ولأجنبي، صح في حصة الأجنبي، ويتوقف في حصة

الوارث على إجازة الورثة، إن أجازوا جاز، وإن لم يجيزوا بطل. (الفتاوى الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول ۹۰/۶ زكريا)

ومن أوصى لأجنبي ولوارثه ظاهر وهذا بخلاف ما إذا أقر بعين أو دين لوارثه وللأجنبي، حيث لا يصح في حق الأجنبي كما لا يصح في حق الوارث. (العناية على الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الوصايا / باب الوصية بالثلث ۴۵۵/۱۰ مصطفى الباي الحلبي مصر فقط والله تعالى اعلم)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۶/۱۳۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

”میرے فلاں باغ کی آمدنی فلاں شخص کو دیتے رہنا“ وصیت ہے

سوال (۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے مرض الموت میں اپنے لڑکے سے یوں کہا کہ ”میرے فلاں باغ کی آمدنی فلاں شخص کو دیتے رہنا“ آیا یہ الفاظ وصیت کے ہیں یا ہبہ یا وقف کے؟ نیز اگر یہ وصیت ہے اور صحیح ہے تو پھر یہ کب تک نافذ ہوگی؟ موصی لہ کے انتقال تک یا اس سے پہلے ہی پوری ہو جائے گی؟ نیز وصیت پوری ہونے سے پہلے پہلے لڑکا اس باغ مع زمین کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کے لڑکے پر سیلنگ آرہی ہو اور اس باغ کے بیچنے سے سیلنگ ختم ہو جاتی ہو۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں مذکورہ شخص کا یہ کہنا کہ میرے فلاں باغ کی آمدنی فلاں شخص کو دیتے رہنا، یہ وصیت کی ایک شکل ہے یہ حق موصی لہ کو زندگی بھر حاصل رہے گا؛ البتہ اگر وارثین سے مصالحت کر لے تو اس آمدنی کے بدلہ کوئی نقد چیز لے لے یا اپنی مرضی سے اپنا حق چھوڑ دے تو وصیت کا حکم ختم ہو جائے گا۔

وإن قال له ثمرۃ بستانی أبداً فله هذه الثمرۃ وثمرته فیما یتقبل ما

عاش. (الهدایة / باب الوصیة بالسکنی والثمرۃ ۶۷۱/۴)

ولو اشترى الموصى له البستان من الورثة جاز، وبطلت الوصية، ولو
تراضوا على شيء دفعوه إليه على أن يسلم الغلة جاز. (شامي، كتاب الوصايا / باب
الوصية بالخدمة والسكنى ٤٠١١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باغیچہ کا ۲۵ فیصد حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وصیت کرنا؟

سوال (۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہمارے والد حاجی تسلیم قریشی صاحب مرحوم کا ایک باغیچہ تھا، انہوں نے اپنے وارثین کو
وصیت کی تھی کہ جب بھی یہ باغیچہ بیچا جائے تو اس میں سے ۲۵ فیصد حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا
جائے اور بقیہ حصہ وارثین میں تقسیم کر دیا جائے، اس وصیت کا سب وارثین کو علم ہے۔ تو سوال یہ
ہے کہ ہم وارثین پر اس وصیت کا پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی بتایا جائے کہ یہ رقم کہاں
کہاں خرچ کی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حسب تحریر سوال مرحوم حاجی تسلیم قریشی صاحب کی

وصیت کے مطابق ان کے فروخت شدہ باغیچہ کی ایک چوتھائی رقم کار خیر میں خرچ کی جائے گی اور
اس وصیت کا پورا کرنا وارثین پر ضروری ہوگا اور یہ رقم وارثین کے آپسی مشورہ سے ہر طرح کے
کار خیر مثلاً مسجد اور مدرسہ کی تعمیر اور غریبوں اور محتاجوں وغیرہ کی ضروریات میں خرچ کی جاسکتی ہے،
کار خیر میں سے کسی خاص مصرف میں لگانا ضروری نہیں ہے۔

قال في الهداية في كتاب الوصايا: تصح للأجنبي في الثلث من غير إجازة

الورثة..... لقول النبي صلى الله عليه وسلم في حديث سعد بن وقاص رضي الله
عنه: الثلث والثلث كثير (وقال قبله) قد نطق به الكتاب وهو قول الله تعالى

﴿مَنْ بَعَدَ وَصِيَّةً يُوصِي بِهَا أَوْ دِينَ﴾ والسنة وهو قول النبي صلى الله عليه وسلم إن الله تعالى تصدق عليكم بثالث أموالكم في آخر أعماركم زيادة لكم في أعمالكم تضعونها حيث شئتم، أو قال حيث أحببتم وعليه إجماع الأمة. (الهداية ٦٥٤/٤-٦٥٥) وتجاوز بالثالث للأجنبي عند عدم المانع وإن لم يجز الوارث ذلك.

(شامی ۳۳۹/۱۰ زکریا)

ثم تنفيذ وصاياہ من ثلث ما بقي بعد الدين . (السراجي في الميراث ص: ۳، الفتاوى

الهندية / أول كتاب الفرائض ٤٤٧/٦ زکریا)

السبيل يذكر ويؤنث الطريق كل ما أريد به وجه الله . (معجم لغة الفقهاء

٢٠٤، کراتشی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۷/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے لئے پورے مکان کی وصیت کرنا؟

سوال (۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہماری سب سے بڑی بہن شائقہ پروین کا انتقال ۱۳ اپریل بروز اتوار کو ہوا، چار سال پہلے اپنے شوہر کے ساتھ عابد مارکیٹ کے مکان میں رہتی تھی، وہاں اُن کے شوہر نے تالے ڈلوادئے اور ہمارے ماموں سے یہ کہہ کر چلے گئے، میں نے شائقہ کا پتہ صاف کر دیا، جب ہم نے اپنی بہن سے پوچھا کہ طلاق دی ہے؟ تو اُنہوں نے بتایا کہ مجھے مارا تھا ایسا کچھ نہیں کہا، تب وہ ہمارے گھر آگئیں تھیں، تین مہینے ہمارے گھر رہیں؛ کیوں کہ ہماری بہن کی شادی میں آئیں تھیں، اس لئے اُن کا زیور اُن کے پاس تھا، پھر اُنہوں نے اپنے شوہر کو حاصل کر کے اُن سے کہا کہ میں اپنے میکے میں نہیں رہوں گی، میرے مکان کا ٹھکانہ اپنے ہاتھوں سے کر دو اور میرا زیور لے لو، اُن کے شوہر نے زیور اور کچھ رقم اپنے پاس سے ڈال کر قریب ۴ لاکھ کا مکان خرید کر اُن کو دے دیا اور رجسٹری

بھی ہماری بہن کے نام کرادی، شائقہ باجی نے جب سے وہ مکان لیا تھا تو اُن کا کہنا تھا کہ میں اسے نہ سسرال والوں کو دوں گی اور نہ میکے والوں کو، میری کوئی اولاد نہیں ہے، میں یہ مکان مسجد کے نام کر دوں گی، میرے مرتے ہی یہ مکان مسجد کا ہونا چاہئے اور اس کا ثواب مجھے ملے، مجھے کوئی ثواب پہنچانے والا نہیں ہے، مکان خریدنے کے سال بھر بعد ہمارے بہنوئی اسی مکان میں جو سرسید نگر پیر کا بازار مسجد حمزہ کے سامنے واقع ہے، ہماری بہن کے ساتھ رہنا شروع کر دیا، چار مہینے سے ممبئی میں جا کر بیٹھ گئے، ہماری بہن کو بھروسے میں رکھ رہے تھے، میرا آپریشن ہوا ہے جب کہ دوسری شادی کر لی ہے، مکان اور سارا سامان ہمارے قبضہ میں ہے، لوگ ہم سے کہہ رہے ہیں کہ تمہاری دو بہنیں کرائے پر رہ رہی ہیں، یہ مکان انہیں رہنے کے لئے دے دو، اور شوہرا اس مکان کی چابی کا مطالبہ کر رہا ہے، آپ ہمیں مشورہ دیجئے کہ شریعت کی اعتبار سے کیا بہتر ہے؟ اُن کے ورثہ میں چھ بہنیں اور دو بھائی ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرحومہ شائقہ کا اپنے مکان کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ میرے مرتے ہی یہ مکان مسجد کا ہونا چاہئے، یہ وصیت کے درجہ میں ہے، اور وصیت صرف متروکہ تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے، پس یہ دیکھا جائے گا کہ مرحومہ نے کل مال کتنا چھوڑا ہے، اگر سب ترکہ کے اعتبار سے یہ مکان تہائی حصہ بیٹھتا ہو، تو یہ مکمل مکان حسبِ وصیت مسجد کو دے دیا جائے گا، اور اگر یہ کل مکان تہائی ترکہ سے زائد ہو تو صرف تہائی حصہ کے بارے میں وصیت نافذ ہوگی اور بقیہ حصے حسبِ حصص شریعہ وارثین میں تقسیم ہوں گے، اور وارثین میں شوہر بھی شامل ہے، جو اولاد نہ ہونے کی وجہ کی سے اُس ترکہ میں آدھے حصے کا مالک ہے، اُس کی مرضی کے بغیر دیگر ورثہ کو اپنے اعتبار سے اس مکان میں تصرف کا حق حاصل نہیں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَوَلَدٌ﴾

وقال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الْأُنثِيِّينَ﴾ (النساء: ۱۷۶، شریفیہ ۴۸)

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي

بعد الدين. (السراجي في الميراث ص: ۳، الفتاوى الهندية / أول كتاب الفرائض ۴۴۷/۶ زكريا)

ولو أوصى أن يجعله أرضه مسجدًا يجوز بلا خلاف. (الفتاوى الهندية ۹۷/۶)

وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه. (شامي

۶۵۰/۶ كراچی)

ولو أوصى أن يجعل أرضه مسجدًا، يجوز بلا خلاف ولو أوصى

بثلث ماله لأعمال البر ذكر في فتاوى أبي الليث رحمه الله تعالى أن كل ما ليس

فيه تمليك، فهو من أعمال البر، حتى يجوز صرفه إلى عمارة المسجد، وسراجه

دون تزيينه وفي الفتاوى الخلاصة: ولو أوصى بالثلث في وجوه الخير،

يصرف إلى القنطرة أو بناء المسجد أو طلبه العلم. (الفتاوى الهندية، كتاب الوصايا /

الباب الثاني في بيان الألفاظ التي تكون وصية والتي لا تكون وصية ما يجوز من الوصية وما لا يجوز

۹۷/۶ زكريا، وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الوصايا / الفصل الثاني في الوصية بالكفارة ۲۳۴/۴ زكريا)

مسجد کا حصہ نکالنے کے بعد ما بقیہ ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

مسئلہ: ۲.....۲۰

میت

شوہر بھائی بھائی بہن بہن بہن بہن بہن بہن بہن

۱۰/۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۱ ۱ ۱ ۱ ۱ ۱

مرحومہ کا کل ترکہ مسجد کا حصہ نکالنے کے بعد بیس سہاموں میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنے

حصے ملیں گے جو ان کے نیچے درج ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کاتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۶/۲۳/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرنے کے بعد مکان کی مسجد کے لئے وصیت کرنا؟

سوال (۵۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مکان حسرتی بیگم نے گاؤں میں خریدا اور اُس میں چکی لگوا کر اپنے والد کو دی، اور نیت یہ تھی کہ والد جب تک زندہ ہیں، اس چکی کی آمدنی سے کھاتے کھاتے رہیں، اُن کے بعد میری ہو جائے گی، اور میں نے اپنے ہی روپیوں سے اپنے لئے خریدا تھا؛ لیکن سوچا بوڑھے والد کہاں کمائی کرنے جائیں گے، اسی سے کھاتے پیتے رہیں گے، پھر میرے والد نے اپنے ایک نواسے کو رکھ لیا وہ بھی ساتھ کام کرتا رہا، اب میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے، تو وہ میری چکی اور میرا مکان مجھے ملنا چاہئے یا نہیں؟

اب میں یہ مکان مسجد کے نام وصیت کرنا چاہتی ہوں، اور زندگی بھر خود مستفید ہوتی رہوں گی، تو کیا ایسا کرنا صحیح ہوگا، نیز حسرتی بیگم لا ولد ہے، اور اس کے وارثین میں صرف شوہر حاجی اشتیاق حسین زندہ ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال اگر حسرتی بیگم نے مذکورہ مکان اپنی ذاتی رقم سے خریدا اور والد کو صرف عاریت کے طور پر دیا تھا، اُن کو مالک نہیں بنایا تھا، تو اس مکان کو مسجد کے نام وصیت کرنا بھی درست ہے، بشرطیکہ یہ مکان اس کے کل ترکہ کے تہائی کے اندر اندر داخل ہو، اگر تہائی سے زائد ہو تو دیگر وارثین کی اجازت ضروری ہوگی۔

ولو أوصی أن يجعل أرضه مسجداً يجوز بلا خلاف. (الفتاویٰ الہندیہ / کتاب

الوصایا ۹۷/۶)

جعل من شرائطها أن يكون الموصی به مقدار الثلث لا زائد عليه وهو ليس بسديد علی إطلاقه؛ فإن الموصی إذا ترك ورثه قائماً لا تصح وصيته بما زاد علی الثلث إن لم تجر الورثة، وإن أجازوه صحت وصيته به. (البحر الرائق /

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۲/۱۵ھ

مرض الموت میں زکوٰۃ اور خیرات کا کل مال مسجد کو دینا

سوال (۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بوڑھی عورت جس نے زکوٰۃ کا مال و خیرات کا مال اکٹھا کیا، اور مرض الموت میں کل اثاثہ اور نقد روپے مسجد کے سکریٹری کے حوالہ کر دئے، کیا اس رقم کو مسجد کے کسی کام میں لگانا جائز ہے؟ کیا اس رقم سے قبرستان کا گھیراؤ کر سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مرض الموت میں مذکورہ بوڑھی عورت کا اپنا کل اثاثہ مسجد کو دینا وصیت کے درجہ میں ہے، جس کو ثلث مال تک نافذ کیا جائے گا، اور بقیہ دو تہائی حصہ اُس عورت کے شرعی وارثین کا حق ہوگا، اور جو حصہ مسجد کے لئے دیا ہے، اُس کو قبرستان میں لگانا جائز نہیں ہے۔

ولا تجوز بما زاد علی الثلث لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: الثلث، والثلث کثیر بعد ما نفی وصیتہ بالکل والنصف؛ ولأنہ حق الورثۃ. (الهدایۃ ۶۵۴/۴-۶۵۵-۶۵۶ المکتبۃ الأشرفیۃ دیوبند)

اعتاقہ ومحاباتہ و ہبتہ و وقفہ و ضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیۃ فیعتبر من الثلث. (الدر المختار مع الشامی ۳۸۰/۱۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۵/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالتِ صحت میں وصیت کرنا؟

سوال (۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا وصیت صرف وہ ہی تسلیم کی جائے گی اور مانی جائے گی جو قریب المرگ کی جائے؟ یا اگر کسی نے اپنے انتقال سے ۱۰-۱۲ سال قبل کی ہے، تب بھی اُس کو وصیت ہی سمجھا جائے گا، اور کیا وصیت وراثت صحرائی و سکنائی دونوں طرح کی زمینوں میں شرعاً نافذ ہوتی ہے یا صرف سکنائی میں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وصیت کے لئے مرض الموت ہی میں کہنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ زندگی میں جب بھی وصیت کریں صحیح ہے، اور اُس کا نفاذ صحرائی یا سکنائی ہر طرح کی جائیداد میں ممکن ہے۔

لأنه تملیک مضاف إلى حال زوال مالکیتہ. (الهدایہ ۶۵۴/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۹/۲۲ھ

وراثت کا حصہ مسجد میں دینے کی وصیت کرنا؟

سوال (۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک مکان اشفاق حسین اور لیاقت حسین کے درمیان مشترک تھا، اشفاق حسین نے وصیت کی تھی کہ اس مکان میں بیوی کو جو حصہ ملے گا وہ کچا باغ کی مسجد میں دیا جائے گا، بیوی نے بھی اس وصیت کی تائید کی تھی، اب مکان ۲۸ لاکھ روپے میں بک گیا ہے اور بیوی کا بھی انتقال ہو گیا ہے، اُن کے وارث بھتیجے اور بھتیجیاں اُس حصہ کو مسجد میں دینے پر راضی ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ بیوی کا حصہ کتنا ہوگا اور اُس کا مسجد میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ ترکہ ۲۸ لاکھ میں سے ۱۴ لاکھ اشفاق حسین

کے حصہ میں آئے گا اور اس ۱۴ لاکھ میں سے چوتھائی حصہ یعنی ساڑھے تین لاکھ اشفاق حسین کی بیوی کا حصہ ہوگا، اور حسب تحریر سوال چوں کہ اس حصہ کو مسجد میں دینے کی بیوی کی طرف سے

وصیت کی گئی ہے اور بیوی کے وارثین بھتیجے بھی اس پر راضی ہیں: لہذا یہ پوری رقم حسب وصیت پکا باغ کی مسجد کو دے دی جائے گی۔

ولا تجوز الوصية بأكثر من الثلث إلا أن يجيز ورثة الميت بعد موته.

(الفتاوى الولوالحية ۳۳۹/۵)

ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم أصحاب

بالغون. (الجوهره النيرة ۱۷۳/۴)

وتجوز بالثلث لا الزيادة عليه إلا أن تجيز ورثته. (الدر المختار مع الشامی

۳۳۹/۱۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۱۲/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکتب کے لئے وصیت کردہ زمین کو فروخت کرنا؟

سوال (۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد فلاں زمین کی آمدنی مکتب کے مصارف میں صرف کرتے رہنا، آمدنی کی کوئی ایسی صورت نہ پائی جو مقصد میں معین ہو، ورثہ نے اس زمین کو فروخت کر ڈالا، اب ان پیسوں کا استعمال کیوں کر ہو؟ ایک حضرت کا کہنا ہے کہ ایک تہائی مکتب میں دے دیا جائے، اور دو تہائی وارث لوگ استعمال کریں؛ لیکن یہ میری سمجھ میں نہیں آتا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر یہ زمین میت کے متروکہ تہائی مال کے اندر اندر ہو تو

اس کی آمدنی مکتب ہی کے مصارف میں صرف کرنی ضروری ہے، وہ زمین اگر بیچ دی گئی ہو تو بیع فسخ کر کے دوبارہ اس کی آمدنی کا ذریعہ پیدا کیا جائے، اور اگر بیع کا فسخ کرنا ممکن نہ ہو تو اس کی قیمت سے کوئی اور زمین خرید کر اس سے مکتب کی ضرورت پوری کی جائے، یہ رقم وارثین میں تقسیم کرنی

درست نہیں ہوگی؛ البتہ اگر مرحوم میت کے ترکہ میں صرف یہی ایک زمین تھی اور کوئی مال نہ تھا، تو ایسی صورت میں وہ وصیت صرف ایک تہائی میں نافذ ہوگی اور دو تہائی حصہ میں وارثین حسبِ حصص شرعیہ حصہ دار ہوں گے۔

وتجوز بالثلث لأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه إلا أن تجيز ورثته بعد موته وهم كبار. (الدر المختار مع الشامي ۳۳۹/۱۰ زكريا، الفتاوى الهندية / كتاب الوصايا ۹۰/۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۳/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

أجنبي کے لئے کل مال کی وصیت کرنا؟

سوال (۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی ورثہ کی موجودگی میں تمام مال کی وصیت کسی کو کر دے، تو کیا یہ وصیت قانون شرعی و مسلم پرسنل لاء کے مطابق ہوگی یا خلاف ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایسی وصیت اجنبی کے لئے صرف ایک تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے، اس سے زیادہ میں ورثہ کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوتی۔

ويجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه. (الدر المختار ۶۵/۶ کراچی، ۳۳۹/۱۰ زكريا، الفتاوى الهندية ۹۰/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۹/۲ھ

دوا علاج میں خرچ کرنے کے بعد بابقیہ رقم تیمار داروں کے لئے وصیت کرنا؟

سوال (۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: محمد اسلام قمر صاحب کا پچھلے دنوں انتقال ہوا، انہوں نے اپنے ترکہ میں کچھ روپیہ چھوڑا ہے، محمد اسلام قمر اپنے ماں باپ کے دو بچے تھے، ایک محمد اسلام قمر اور ایک بہن، بہن کا انتقال بہت پہلے ہو چکا ہے، وہ بھی لا ولد تھی، قمر صاحب نے شادی نہیں کی، قمر صاحب کے موت کے وقت نہ کوئی اولاد ہے نہ ماں باپ نہ بھائی بہن نہ ہی چچا تائے، دور کے رشتہ داروں میں خالہ اور ماموں تھے، ان دنوں کا بھی پہلے انتقال ہو چکا ہے، خالہ کے نواسے نو اسیاں حیات ہیں، اور ماموں زاد تین بھائی موجود ہیں، مرض وفات جس میں ان کا انتقال ہوا وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، جو بینک بیننس تھا وہ بھی بینک سے نکلوا لیا تھا، قمر کے ہوش و حواس کے زمانے میں یعنی بیماری سے بہت پہلے لوگ ان کے غیر شادی شدہ ہونے کی وجہ سے چھیڑتے رہتے تھے کہ روپیوں کا کیا کرو گے، تو وہ جواب دیتے تھے کہ میرے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے، میرا جو کچھ ہے مسجد کا ہے؛ لیکن نہ تو انہوں نے اس بارے میں کوئی تحریر چھوڑی، نہ ہی مرض وفات میں کوئی تحریر یا زبانی وصیت کی جب کہ بینک سے روپیہ نکلوانے کے بعد روپیہ ان کی اور ان کے تیمارداروں کی تحویل میں رہا، تیمارداروں نے اس روپیہ کے بارے میں ان سے پوچھا کہ اس کا کیا کرنا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اسے اپنے پاس رکھو جو میری بیماری میں دوا علاج خرچ ہو اسی میں سے خرچ کرو، اور دوا علاج کے بعد جو رقم بچے گی وہ میری تیمارداری کرنے والوں کی ہوگی۔ آپ سے جواب طلب امر یہ ہے کہ ان بچے ہوئے روپیوں کا کیا کیا جائے کس کو دیا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد ادائے حقوق ما تقدم و عدم موانع ارث محمد اسلام قمر مرحوم نے جو رقم چھوڑی ہے، اس میں سے تہائی رقم ان کی تیمارداری کرنے والوں کو مل جائے گی؛ کیوں کہ قمر صاحب کا یہ کہنا ”کہ دوا علاج کرنے کے بعد جو رقم بچے گی وہ میری تیمارداری کرنے والوں کی ہوگی“ وصیت کے درجہ میں ہے، اور وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے، باقی رقم تینوں ماموں زاد بھائیوں میں برابر برابر تقسیم ہوگی، اور خالہ کے نواسے اور نو اسیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة، ثم تنفذ وصاياہ من ثلث ما بقي

بعد الدين. (السراجي في الميراث ص: ۳، الفتاوى الهندية / أول كتاب الفرائض ۴۷۱/۶ زكريا)

ثم جزء جديہ أو جدتيہ وهم الأخوال والخالات وأولاد هؤلاء (الدر

المختار) فإن تفاوتوا درجة قدم أقربهم على غيره ولو من غير جهته. (شامي /

كتاب الفرائض ۵۵۱/۱۰ زكريا، الفتاوى الهندية / كتاب الفرائض ۴۵۹/۶)

اور صحت کی حالت میں اپنا مال مسجد میں دینے کے ارادہ کو چوں کہ عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکا،

اور نہ اس کے بارے میں کوئی واضح تحریری وصیت کی؛ اس لئے اس ارادہ کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں

ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۸/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وصیت سے رجوع کرنا؟

سوال (۵۹):۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اگرچہ میرے والد مرحوم نے مجھ کو ایک مکان دے دیا تھا، میں نے پہلے مسجد کے نام پر وصیت

کردی تھی، بعد میں میرے بھائیوں نے اس پر اعتراض کیا تو اس وصیت کو رد کر کے اپنے بھتیجے کے

نام پر وصیت نامہ کر دیا کیا یہ جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کا مسجد کی وصیت سے رجوع کر کے بھتیجے کے لئے

وصیت نامہ لکھنا شرعاً درست ہے۔

عن الشعبي قال: كل وصية إن شاء رجع فيها غير العتاقة. (المصنف لابن أبي

شيبه ۱۶۰/۱۶ رقم: ۳۱۴۵۲)

يجب أن يعلم أن الرجوع عن الوصية صحيحة، والرجوع قد يثبت

صریحاً، وقد یثبت دلالة ضرورة، فالرجوع صریحاً ظاهراً. (الفتاوی التاتارخانیة ۳/۲۰ رقم: ۳۲۲۶۵۸ زکریا)

ویجوز للموصی الرجوع عن الوصیة؛ لأنه تبرع لم یتیم، فجاز الرجوع عنه کالهبئة. (الهدایة ۶۶۰/۴ الامین کتابستان دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲۶/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

میڈیکل ریسرچ کرنے کے لئے اپنی نعش کی وصیت کرنا؟

سوال (۶۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی مسلمان یہ وصیت کرے کہ میری نعش میڈیکل اسپتال والوں کو دے دی جائے؛ تاکہ میڈیکل تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ اس پر ریسرچ کریں، تو یہ وصیت قابل عمل ہے یا نہیں؟ اور میڈیکل اسپتالوں میں انسانی نعشوں پر جو تجربات کئے جاتے ہیں اُس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی بھی انسان کا اپنی نعش کے بارے میں میڈیکل اسپتالوں میں خاص کر دینے کی وصیت کرنا قطعاً باطل اور ناجائز ہے، اس طرح کی وصیت پر عمل کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے؛ بلکہ ہر مسلمان کی نعش کو شرعی طور پر دفن کرنا فرض ہے، نیز میڈیکل اسپتال والوں کا کسی بھی انسانی نعش کو میڈیکل تعلیم یا تمرین کے لئے تختہ مشق بنانا بھی شرعاً جائز نہیں ہے، یہ انسان کی بے حرمتی اور توہین ہے، یہ ایسا ہی گناہ ہے، جیسے کسی زندہ انسان کے اعضاء کو اس کے زندہ رہتے ہوئے تختہ مشق بنانا ناجائز اور گناہ ہے؛ لہذا انسانی نعش پر تجربات کرنے کی کسی حالت میں اجازت نہیں دی جاسکتی۔

عن عائشة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كسر عظم

الميت ككسره حياً. (سنن أبي داود ۴۵۸/۲)

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تكسرها، فإن كسرك إياه ميتا

ككسرك إياه حياً. (بذل المجهود ۹۷/۱۰ رقم: ۳۲۰۷ بیروت)

قال الباجي: تريد أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حياته، وإن

كسر عظامه في حال موته يحرم كما يحرم كسرها حال حياته. (أوجز المسالك ۵۸۷/۴)

أحدهما: أن يوصى بما هو معصية عندنا، وعندهم كالوصية للمغنيات

والنائحات، فهذا لا يصح إجماعاً. (مجمع الأنهر / باب وصية النمي ۴۵۱/۴ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز. (الفتاوى الهندية ۳۵۴/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۲۶/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وصیت کے بغیر میت کی طرف سے حیلہ کر کے نماز روزہ کا فدیہ ادا کرنا؟

سوال (۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کے ایک نیک اور صالح بھائی کا انتقال ہو گیا اور کوئی وصیت بھی نہیں کی؛ لیکن زید اپنے

بھائی کی نماز روزہ وغیرہ جو اس کے ذمہ قضا تھے یا قضا تو نہیں؛ لیکن احتیاطاً پوری زندگی کی نماز روزہ

فرائض کا فدیہ دینا چاہتا ہے ”حیلہ کی شکل“ میں مثلاً ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ پچیس سو روپے ہیں؛

لہذا پچیس سو روپے ایک لفافہ میں رکھ کر ایک طالب علم کو مالک بنا دیا، پھر وہ طالب علم کمرہ سے باہر

نکلتا ہے، اور پھر کمرہ میں آ کر وہ لفافہ زید کو ہدیہ کر دیتا ہے، زید اسی وقت وہ لفافہ پھر اسی طالب علم کو

دے کر مالک بنا دیتا ہے، وہ طالب علم اسی طرح کمرہ سے باہر جا کر آتا ہے اور لفافہ زید کو ہدیہ کر دیتا

ہے، اس طرح پوری زندگی نماز روزہ وغیرہ کا فدیہ احتیاطاً ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حیلہ کی اجازت صرف ضرورت کے وقت ہے، اور

صورت مسنولہ میں چوں کہ انتقال کرنے والے بھائی نے نہ تو کوئی وصیت کی ہے نہ ہی مال چھوڑا ہے؛ لہذا اس کی طرف سے نماز روزہ کی فدیہ کی ادائیگی کسی پر لازم نہیں۔ بریں بنا اُس کے فدیہ کو ادا کرنے کے لئے کوئی حیلہ وغیرہ اختیار کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں، اگر کسی کو ہمدردی منظور ہے تو جس قدر وسعت ہو اُس کی طرف سے فدیہ ادا کر دے، حیلہ اختیار نہ کرے۔

وإن لم یوص لا یجب علی الورثة الإطعام؛ لأنها عبادة فلا تؤدی إلا بأمره وإن فعلوا ذلك جاز، ویكون له ثواب. (شامی / فصل فی العوارض ۴۰۸/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۷/۱۴۲۷ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



كتاب الفرائض

ترکہ سے متعلق حقوق

علم الفرائض کو آدھا علم کیوں قرار دیا گیا ہے؟

سوال (۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

علم الفرائض کو حدیث پاک میں آدھا علم کیوں فرمایا گیا ہے؟ حدیث پاک میں ہے: ”تعلموا الفرائض و علموها الناس؛ فإنها نصف العلم“ نصف العلم کہنے کی کیا وجہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: علم فرائض کو نصف علم کہنے کی متعدد وجوہات ذکر کی گئی

ہیں، جن میں سے خاص کر دو وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) دیگر علوم کا تعلق زندگی کے زمانے سے ہے اور علم فرائض کا تعلق موت کے بعد کے

زمانے سے ہے، اسی اعتبار سے اس کو نصف علم کہا گیا ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی کو جو مال حاصل ہوتا ہے، اُس کی بنیادی طور پر دو صورتیں

ہوتی ہیں: اول یہ کہ وہ اپنے کسب و اختیار سے تجارت وغیرہ کے ذریعہ مال حاصل کرے۔ دوسرے

یہ کہ غیر اختیاری طور پر اسے مال حاصل ہو، اس غیر اختیاری ملکیت میں علم فرائض کی ضرورت پڑتی

ہے، اسی اعتبار سے اس کو نصف علم کہا گیا ہے۔

علاوہ ازیں بعض حضرات نے حدیث بالا کی تشریح کرتے ہوئے نصف کو ایک جزو کے معنی

میں رکھا ہے، اس اعتبار سے باقاعدہ تئصیف کی ضرورت نہیں اور علم فرائض کے علوم دینیہ کے ایک

جز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

وإنما جعل العلم بها نصف العلم، إما لاختصاصها بإحدى حالتی الإنسان

وہی الممات دون سائر العلوم الدینیة، فإنہا مختصة بالحياة، وإما لاختصاصها بإحدى سببی الملک أعني الضروري دون الاختياري كالشراء، وقبول الهبة، والوصية وغيرها. (الشریفة ص: ۳)

ومنها: أن النصف في هذا الحديث بمعنى أحد القسمين، وإن لم يستأويا. (هامش السراجي في الميراث ص: ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میراث اور وصیت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

سوال (۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میراث اور وصیت نامہ کی تقسیم کے بارے میں اللہ اور اُس کے رسول کا کیا حکم ہے؟ میں اپنی حیات میں متعلقین کے حقوق کے لئے وصیت لکھنا چاہتا ہوں؛ اس لئے گزارش ہے کہ ذیل میں درج رشتہ داروں میں کون کتنے حصہ کا حق دار ہے، اور وصیت کس طرح تحریر کی جاتی ہے؟ مختصراً تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(۱) میری بہن حیات ہے۔ (۲) ایک سگا بھائی اور دو سگی بہنیں حیات ہیں۔ (۳) خالہ زاد بھائی دو بہنیں ہیں۔ (۴) ایک بھتیجی۔ (۵) چار بھتیجیاں۔ (۶) پانچ بھانجے۔ (۷) چار بھانجیاں ہیں۔ (۸) اپنی حیات میں تقسیم کروں تو میرا کیا حق ہے؟ (۹) املاک غیر منقولہ کے لئے کیا حکم ہے؟ جو اشیاء استعمال میں ہیں، اُن کے لئے کیا حکم ہے؟ (۱۰) لڑکے غیر شادی شدہ ہیں، دولڑکے برس روزگار ہیں، اپنی کمائی سے کبھی کبھار گھر خرچ کو کچھ دے دیتے ہیں، چھوٹا لڑکا گیارہویں جماعت میں زیر تعلیم ہے، میری تمام لڑکیوں کی شادی ہو چکی ہے، میں ریٹائرڈ میونسپل پنشنر ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وارثین کے حق میں وصیت کا شرعاً اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ

سبھی وارثین مورث کے انتقال کے بعد حسبِ حصصِ شرعیہ ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ اب تفصیل وارثوں کا جواب یہ ہے: (۱) اگر آپ کی بیوی وفات تک زندہ رہے تو اُسے آٹھواں حصہ ملے گا، (۲) ہر لڑکے کو لڑکی سے دو گنا ملے گا۔ (۳-۴-۵-۶-۷) اُن کا کوئی حصہ آپ کی وراثت میں نہیں ہے؛ البتہ اُن کے لئے ایک تنہائی مال کی وصیت کی جاسکتی ہے۔ (۸) زندگی میں تقسیم کریں تو سب اولاد کو برابر دیں، خواہ لڑکے ہوں یا لڑکی، اور اپنے لئے جتنا چاہیں مقرر کریں، کوئی تحدید نہیں ہے، (۹-۱۰) اموالِ منقولہ وغیر منقولہ اسی طرح استعمالی اشیاء سب ترکہ میں شامل ہیں، سب کا حکم یکساں ہے۔ اسی طرح وراثت میں سب اولاد شریک ہیں، خواہ بے روزگار ہوں یا روزگار والے ہوں، اسی طرح شادی شدہ ہوں یا بلا شادی کے ہوں۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ

لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبة عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حقٍ حقه، فلا وصية لوارثٍ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲/۲، مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا ۲۶۵)

وہل إرث الحي من الحي أم من الميت (الدر المختار) أي قبيل الموت في آخر جزء من أجزاء حياته، والأول قول زفر ومشائخ العراق. والثاني: قول الصحابين. (الدر المختار مع الشامی / كتاب الفرائض ۷۵۸/۶ دار الفكر بیروت، ۴۹۳/۱۰ زکریا) ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة بعد موته، وهم كبار.

(الفتاوى الهندية / الباب الأول في الوصايا ۹۰/۶ دار الفكر بیروت)

كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم. (شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۲ المكتبة الحنفية كوئته)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة. (البحر الرائق / كتاب الهبة ۴۹۰/۱۷ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے میں زیادہ ثواب ہے یا میراث چھوڑنے میں؟

سوال (۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اپنی جائیداد کا زندگی ہی میں ورثہ کے درمیان تقسیم کرنے میں زیادہ ثواب ہے، یا ترکہ چھوڑ کر مرنے میں زیادہ ثواب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وارثین کے لئے ہبہ یا ترکہ کی تقسیم میں اصل مدارئیت پر ہے، اگر صلہ رحمی کی غرض سے زندگی میں ان پر خرچ کرے یا اس مقصد سے مال جمع کرے کہ مرنے کے بعد وارثین در در نہ پھریں، انشاء اللہ دونوں صورتوں میں صلہ رحمی کا ثواب ملے گا، حسب مصلحت جیسا چاہے معاملہ کر سکتے ہیں؛ البتہ اس کا خیال رہے کہ زندگی میں اگر تقسیم کا ارادہ ہو تو لڑکے لڑکیوں کو برابر حصہ دینا چاہئے۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت عام
الفتح مرضاً اشفيئ منه على الموت، فأتاني رسول الله صلى الله عليه وسلم

يعودني، فقلت يا رسول الله! إن لي مالا كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله، قال: لا، قلت: فثلثي مالي، قال: لا، قلت: فالشطر، قال: لا، قلت: فالثلث، قال: الثلث، والثلث كثير، إنك أن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عائلة يتكفون الناس إنك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله إلا أجرت بها، حتى اللقمة ترفعها إلى في امرأتك. (مشكاة المصابيح) وقال في المرقاة: وفيه استحباب الإنفاق في وجوه الخير وإنه يثاب على عمله بنيته، وإن الإنفاق على العيال يثاب عليه إذا قصد به وجه الله تعالى الخ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ۳۲/۲، مشكاة المصابيح، كتاب الفرائض / باب الوصايا ۲۶۵/۲ رقم: ۳۰۷۱، مرقاة المفاتيح، كتاب الفرائض / باب الوصايا ۲۳۰/۶-۲۳۱ تحت رقم: ۳۰۷۱ دار الكتب العلمية بيروت، ۱۸۲/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۶/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مورث کی موجودگی میں وراثت کی تقسیم کا مطالبہ جائز نہیں

سوال (۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رییسہ خاتون میں ایک بیوہ عورت ہوں، میں چاہتی ہوں اپنے والدین کی جائیداد کا شرعی تقسیم نامہ ہم دو بہنیں تھیں، میری بڑی بہن کا انتقال ہو چکا تھا، والدین کے سامنے میرے والدین کے دو مکان اور ایک مکان ہے، میری بہن کے چار بچے ہیں ایک لڑکا تین لڑکیاں بہن کا لڑکا چاہتا ہے کہ ساری جائیداد کا مالک میں بنوں میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ یہ بتائیں کہ اس کا کتنا حق بنتا ہے؟ اور میرے نو بچے ہیں چھ لڑکے اور تین لڑکیاں میری والدہ کا انتقال ہو چکا ہے اور میرے والد بہت بزرگ ہیں ان کی عمر لگ بھگ سو سال ہے ان کا نام حاجی اللہ بخش ہے، ساری جائیداد میرے والد کے نام ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب تک آپ کے والد صاحب باحیات ہیں، اُن کے مال کو تقسیم کرنا اُن کے کسی وارث کے لئے درست نہیں، اُن کی وفات کے بعد جو وارثین زندہ ہوں گے انہیں حسبِ حصص شرعیہ حق ملے گا، کسی کے لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ ناحق قبضہ کر کے اصل وارثین کو محروم کر دے۔

عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ٢٦٦، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفكر بيروت)

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقة أو حكماً. (مجمع الأنهر ٤/٤٩٤)
ولا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (شامی ٢٠٠٦/٦ کراچی)
أما بيان الوقت الذي يجري فيه الإرث قال مشائخ بلخ: الإرث يثبت بعد موت المورث. (البحر الرائق ٣٦٤/٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۵/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مورث کی موجودگی میں وارثین کا زبردستی زمین تقسیم کرنا؟

سوال (۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک ضعیف العمر بیوہ عورت ہوں؛ اس لئے میں خود چل کر آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتی، میں اپنے نواسے کو لے کر رقعہ ہذا بھیج رہی ہوں، ضروری تحریر یہ ہے کہ میرے شوہرنے ۲۵ سال پہلے ۵۲۸/گزر زمین اصلت پورہ میں خرید کر میرے نام کر دی تھی، اور میرے آٹھ اولادیں ہیں، جن میں ۵ بیٹیاں اور ۳ بیٹے ہیں، تینوں بیٹے میری زمین کو زبردستی آپس میں بانٹنا

چاہتے ہیں، جب کہ میں اپنی مرضی سے ایک سال کے بعد بائٹنا چاہتی ہوں، آپ شریعت کا حکم ارسال کر کے اُن کو فتویٰ کے ذریعہ باز رہنے کی ہدایت کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب تک آپ زندہ ہیں، آپ کی کسی اولاد یا رشتہ دار کو آپ کے ذاتی مال میں حق کے مطالبہ کی اجازت نہیں ہے۔

عن أبي حميد الساعدي رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل لمسلم أن يأخذ عصاً أخيه بغير طيب نفس منه. (الترغيب والترهيب / الترهيب من غضب الأرض وغيرها ۶۲۹/۲ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/۱۰/۱۴۱۹ھ

شوہر کی حیات میں بیوی بچوں کیلئے میراث کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید جس گھر میں رہتا ہے وہ زید کی دادی کے نام تھا، اور زید کو ترکہ میں ملا تھا، تو کیا زید اُس مکان کا پوری طرح سے مالک ہے؟ یا زید کی بیوی کا بھی اُس مکان میں کوئی حق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کو وہ مکان وراثت میں ملا ہے، اور زید ابھی حیات ہے، اس لئے اُس مکان کا وہ تنہا مالک ہے، اُس کی بیوی بچوں کو زید کی زندگی میں اُس مکان میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور نہ ہی انہیں مطالبہ کا حق ہے۔

قال مشائخ بلخ: الإرث يثبت بعد موت المورث. (البحر الرائق / كتاب

النواقض ۳۶۴/۹ دار الکتب العلمیة بیروت)

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقةً أو حكماً. (شامی / كتاب الفرائض

۴۹۱/۱۰ زکریا، وکذا فی مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ۴۹۴/۴ کوئٹہ)

وهل إرث الحي من الحي أم من الميت؟ (الدر المختار) وفي الشامية:
 أي قبيل الموت في آخر جزء من أجزاء حياته المعتمد الثاني (الدر المختار)
 وفي الشامية: لان التركة في الاصطلاح ما تركه الميت (الدر المختار مع الشامي /
 كتاب الفرائض ٤٩٣/١٠ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱۴/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی حیات میں لڑکیوں کا اپنا حصہ طلب کرنا کیسا ہے؟

سوال (۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میری زندگی میں جب تک میں حیات ہوں، میری لڑکیوں کا حصہ مانگنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کی حیات میں آپ کی لڑکیوں یا دیگر ورثہ کو آپ

سے وراثت کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہے؛ کیوں کہ وراثت زندگی میں جاری نہیں ہوتی؛ بلکہ وفات کے بعد جاری ہوتی ہے، اور آپ اپنی ملکیت کے خود مالک و مختار ہیں، آپ کی مرضی کے بغیر آپ کی ملکیت میں کسی کو تصرف کا حق نہیں ہے۔

شروطه ثلاثة: موت مورث حقيقةً أو حكماً. (مجمع الأنهر ٤/٤٩٤)

أما بيان الوقت الذي يجري فيه الإرث، قال مشايخ بلخ الإرث يثبت بعد

موت المورث. (البحر الرائق ٣٦٤/٩) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۴/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہٹی کا ماں باپ کے ساتھ ناروا سلوک کرنا اور اپنی میراث کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہندہ زید کے نکاح میں تھی، جس سے دو لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوئے، حتیٰ کہ دونوں لڑکیوں کی بلوغیت کے بعد زید نے دونوں کا نکاح و شادی بحیثیت ذمہ دار کر دیا، اور لڑکا بھی بالغ ہے، جس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی ہے، اس بیچ زید نے ہندہ کی بہت زیادہ بدچلنی پر گرفت کی؛ لیکن پھر بھی وہ اپنی بدچلنی پر قائم رہی، بہت ہی گفت و شنید و افہام و تفہیم کے بعد بھی اُس کے اندر سدھار کی کوئی راہ سوائے زید کو اپنے سے علیحدہ کرنے کے نظر نہ آئی، جس کی وجہ سے زید نے ہندہ کو تمام دین مہر لوٹاتے ہوئے طلاق دے دی، اور عارضی طور پر اپنی بیٹی اور داماد کو اپنے گھر پر رہنے کی اجازت دے دی، جو درِ دسربن گیا۔ نوبت یہاں تک آگئی کہ بیٹی نے اپنے باپ زید کی کئی مرتبہ پٹائی بھی کر دی، زید مجبوراً اپنی بیٹی اور داماد سے گھر خالی کرنے کو کہتا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خالی نہیں کریں گے، زبردستی گھر پر قبضہ کئے ہوئے ہیں، اور بیٹی اپنے باپ زید سے زمین و مکان میں حصہ کی طلب گار ہے، بیٹی کا ظلم از حد بڑھ رہا ہے، اور زید اپنی بیٹی کو اپنی زندگی میں حصہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے، ان تمام صورتوں کا شرعی حل کیا ہے؟ تحریر فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بر تقدیر صحت واقعہ مذکورہ بیٹی کا اپنے باپ کے ساتھ گستاخانہ عمل انتہائی قابلِ مذمت ہے، اور باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی زندگی میں بیٹی اور داماد کو گھر سے باہر کر دے، اور باپ کے زندہ رہتے ہوئے بیٹی اپنے حق وراثت کا مطالبہ نہیں کر سکتی؛ کیوں کہ وراثت زندگی میں نہیں چلتی؛ بلکہ وراثت کا حکم موت کے بعد جاری ہوتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا﴾ [الأحقاف، جزء آیت: ۱۵]

عن مالک أو ابن مالک رضي الله عنهما أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: من أدرک والدیه أو أحدهما ثم لم یبرهما دخل النار فأبعده الله.

(رواه أبو یعلیٰ بإسناد حسن، کذا فی الترغیب والترہیب / الترغیب فی بر الوالدین ۳/ ۳۴۷ رقم: ۳۶۶۶)

عن عبد الرحمن بن أبي بكرة عن أبيه رضي الله تعالى عنه قال: قال

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ألا أحدثکم بأکبر الکبائر! قالوا: بلی! یا رسول اللہ! قال: الإشراک باللہ وعقوق الوالدین. (سنن الترمذی، أبواب البر والصله / باب ما جاء فی عقوق الوالدین ۱۲/۲)

عن عبد اللہ بن عمرو رضي اللہ عنه عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: رضا الرب فی رضا الوالد، وسخط الرب فی سخط الوالد. (سنن الترمذی، أبواب البر والصله / باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین ۱۲/۲ رقم: ۱۸۹۹، مشکاة المصابیح ۴۱۹) كل یتصرف فی ملكه كيف شاء. (شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الباب الثالث فی أحكام الأملاك ۶۵۴/۱ رقم المادة: ۱۱۹۲)

عن حبان بن أبی جبلة رضي اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: كل أحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعین. (السنن الكبرى للبيهقي / باب من قال يجب علی الرجل مکاتبة عبده ۵۹۵/۱۰ رقم: ۲۱۶۱۸)

هل إرث الحي من الحي أم من الميت؟ المعتمد الثاني. (الدر المختار / كتاب الفرائض ۴۹۳/۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کو جائیداد میں پیشگی حصہ دینا؟

سوال (۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک باپ کے اپنی پہلی بیوی سے ایک بیٹا موجود ہے، اور دوسری بیوی سے بھی دوسرے بیٹے موجود ہیں، دونوں طرف کی اولاد کے درمیان آئندہ میراث کے بارے میں مناقشہ نہ ہو، اس خیال سے باپ نے اپنے پہلے بیٹے کی خواہش پر اُس کے ساتھ اس طرح مصالحت کر لی کہ خود اپنی موجودگی میں اپنی جائیداد کا ایک حصہ اپنے پہلے بیٹے کو با قبضہ دے دیا؛ تاکہ وہ بعد موت والد کی

میراث میں دوبارہ دعوے دار نہ بنے، بیٹے نے بھی جائیداد کی پیشگی وصولی پر خوش ہو کر اقرار نامہ لکھ دیا کہ میں آئندہ میراث میں کوئی دعویٰ نہیں کروں گا۔ باپ کی موجودگی تک تو معاملہ ایسا ہی چلتا رہا؛ لیکن باپ کے انتقال کے بعد وہ اب دوبارہ میراث کا دعوے دار ہے، علماء میں اس بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے، بعض مفتی صاحبان اس مصالحت کو اس صورت پر محمول کرتے ہیں کہ باپ کا دینا ہبہ مقبوضہ ہے، اور قبل موت والد کے بیٹے کا حق میراث کے ترک کا اقرار غیر معتبر ہے؛ لہذا اس بنا پر وہ اس بیٹے کو دوبارہ باپ کی میراث میں وارث بنا رہے ہیں۔ بظاہر تو اُن کی دلیل اور مسئلہ صحیح معلوم ہوتا ہے؛ لیکن تب تو یہ صورت بہت سے محل میں فساد کا سبب بن جائے گی، نیز باپ کی منشاء کے خلاف ہو رہا ہے اور فریقین کے درمیان طے شدہ فیصلہ کے بھی خلاف ہو رہا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ ہبہ محض نہیں؛ بلکہ معاملہ استعوض کا ہے، اگر عوض مسلم نہ رہا تو معوض عنہ بھی واپس ہونا چاہئے؛ لہذا درخواست ہے کہ ہمارا خیال شرعاً صحیح ہو گا یا نہیں؟ اگر صحیح ہو تو اُس کے مطابق کتب فقہ و فتاویٰ سے کوئی جزئیہ ملے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس مسئلہ کی اصل نوعیت یہ ہے کہ یہ ہبہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ مذکورہ بیٹا والد کے مرنے کے بعد باپ کے ترکہ میں سے اپنے حصہ کا مطالبہ نہ کرے، جب تک وہ اس شرط کو پورا نہ کرے گا، اُس کے مالکانہ قبضہ کو تام نہ کہا جائے گا، اور باپ کے مرنے کے بعد اُس کا سابقہ اقرار نامہ تخرج کے تحت میں داخل ہوگا، جس کی بنا پر اُس کا حق بابقیہ ترکہ سے ختم ہو جائے گا اور اُسے مزید مطالبہ کا حق نہ رہے گا۔ بہر حال یہ مسئلہ ابتداء تو ہبہ بالشروط کا ہے اور انتہاء اُس پر تخرج کے احکام جاری ہوں گے اور اُس بیٹے کو ترکہ میں مزید کسی حصہ کا بالکل استحقاق نہ ہوگا، یہی رائے صحیح ہے۔

وفی الاصطلاح: تصالح الورثة علی إخراج بعض منهم بشیء معین من

المال دون کمال حصتہ وهو جائز إذا تراضوا علیہ. (ہامش: السراجی فی المیراث ۴۲)

وفي الشريفة: أن يتصالح الورثة على إخراج بعضهم عن الميراث
بشيء معلوم من التركة. (الشريفة ۸۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۲/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

زندگی میں دادا کی میراث بیٹے اور پوتوں کے درمیان تقسیم کرنا؟

سوال (۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: حاجی عبدالرشید صاحب کے دو صاحب زادے ہیں، جناب خلیل احمد و جناب بشیر احمد، جناب حاجی عبدالرشید صاحب نے اپنی صحت و تندرستی کے زمانہ میں اپنی دادا الہی پوری زمین و جائیداد میں سے اپنے دونوں بیٹوں کو برابر برابر حصہ دے کر آدھا آدھا تقسیم کر کے قبضہ کر دیا تھا، حاجی صاحب نے آپسی کسی قسم کی کوئی شک رنجی باقی نہ چھوڑی تھی۔ اب مسئلہ رہ جاتا ہے جناب حاجی صاحب کے بڑے صاحب زادے خلیل احمد کا، اُن کے بھی دو صاحب زادے جمیل احمد اور وکیل احمد ہیں، بڑے صاحب زادے جمیل احمد مرحوم شادی شدہ تھے، بعمر ۲۸ سال ۱۹۸۷ء میں فوت ہو چکے ہیں، اُن کے پسماندگان میں بیوی مسماة سلمیٰ خاتون، ایک لڑکا مسملی عبدالرحمن اور ایک لڑکی مسماة گلشن فاطمہ موجود ہیں، جناب خلیل احمد، وکیل احمد، سلمیٰ خاتون، عبدالرحمن، گلشن فاطمہ، ان موجودین کا شرعی طور سے تقسیم کا کیا طریقہ ہوگا؟ کس کو کتنا حصہ شرعی ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زندگی میں وراثت کی تقسیم نہیں ہوتی، مسئلہ صورت

میں خلیل احمد صاحب اپنی مرضی سے جس کو جتنا چاہے دے سکتے ہیں۔ باقی یہ یاد رکھیں کہ اگر زندگی میں جمیل احمد کے پسماندگان کو خلیل احمد نے کچھ نہ دیا اور خلیل احمد کے انتقال کے وقت وکیل احمد حیات رہے، تو سارا ترکہ وکیل احمد کو ملے گا، جمیل احمد کے پسماندگان کا اُس میں کوئی حق نہ ہوگا، اس لئے انہیں جو کچھ دینا ہو اپنی زندگی ہی میں دے کر قابض و دخیل بنا دیں۔

عن زيد بن ثابت وعلي وابن مسعود رضي الله عنهم: وإذا ترك ابنا
وابن ابن، فليس لابن الابن شيء. (السنن الكبرى للبيهقي / باب ترتيب العصابة ٤٥٥/٦ رقم:
١٢٣٧٢ دار الحديث القاهرة)

أولى العصابات بالميراث الابن، ثم ابن الابن وإن سفل. (الفتاوى التاتارخانية
٢٦٣/٢٠ رقم: ٣٣٢١٤ زكريا)

وأما لو وهب وسلّم لغير الورثة؛ فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت
الهبة، وإن لم يخرج ولم تجز الورثة الهبة، فإنما تصح في ما يخرج من الثلث.
(شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الفصل الثاني في هبة المريض ٤٨٤/١ رقم المادة: ٨٧٩ كونه،
وكذا في الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب العاشر في هبة المريض ٤٠٠/٤ زكريا)

فيقدم في هذه الأصناف والمدرجين فيها الأقرب فالأقرب أي يرجحون
بقرب الدرجة أعني به أولهم بالميراث الذي يستحق بالعصوبة جزء الميت أي
البنون ثم بنوهم وإن سفلوا. (سراجي مع الشريفة ٤٦)

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولاهم بالميراث جزء
الميت أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ص: ٢٢) فقط واللّه تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۹/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا اگر پوتے کو اپنا مال ہبہ کر دے تو اُس میں میراث جاری ہوگی یا نہیں؟

سوال (۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: زید نے وفات سے چند سال پہلے اپنے ایک پوتے بکر کو اپنے سامان اور کتابوں کا مالک بنا دیا
تھا، اور صراحت کے ساتھ یہ فرمایا کہ ہر دوئی میں جو بھی سامان ہے وہ سب تمہارا ہے، اور یہ سب

سامان تم کو کام آئے گا، خاص طور پر کتابیں خریدنے کو بالکل منع کر دیا تھا، یہ بار بار فرمایا کہ میں قبر میں لے کر تھوڑا ہی جاؤں گا، سب تم ہی کو کام آئے گا، جس کے گواہ دیگر دو پوتے خالد اور عمیر اور ایک پوتی ہندہ بھی ہے اور بکر کی ماں بھی تھی۔ ہندہ ایک سال پہلے انتقال کر گئی، نیز اُن کے علاوہ ایک گواہ اور بھی ہے، جو گھر کے باہر کا ہے وہ مفتی بھی ہے، اُنہوں نے زید سے پوچھا تھا کہ جو آپ کے پاس سامان ہے اُس کا کون مالک ہے؟ اِس پر زید نے کہا کہ میرے پاس ہے ہی کیا اثر جو بھی ہے وہ بکر کا ہے، بکر سمجھ دار ہے، بکر کو میں نے مالک بنا دیا ہے اپنے بھائیوں کا خیال رکھے گا۔

(۲) زید نے جب اپنے سامان کا مالک بکر کو بنا دیا تھا، اِس لئے بکر زید کی زندگی ہی میں اُن کے سامان کی حفاظت کرتا تھا، اور استعمال میں بھی لاتا تھا، اور اخیر وقت میں تو کوئی چیز خریدنے سے بھی منع کر دیا تھا، یہ سامان استعمال کرو اور بکر بھی اپنا سامان زید کو کبھی بتا کر اور کبھی بغیر بتائے استعمال کرتا تھا، اِس خیال سے کہ جب سامان پرانا ہو جائے گا تو بکر اُس کو استعمال میں لائے گا، ایسا ہی زید کی زندگی میں بکر کافی عرصہ تک کر رہا تھا۔ اِس کی اطلاع زید کو بھی تھی کسی سامان کی اجازت کے لئے پوچھنے پر بعض دفع ناراض بھی ہوئے کہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ میرے اِس معاملے کے دو گواہ بھی ہیں، جو خاندان اور گھر کے علاوہ ہیں، اُنخیر رمضان کے بعد شوال میں کمرے میں تنہائی کے وقت جب کوئی نہ تھا، خاص لطف و کرم کا معاملہ کیا، اور گریہ طاری ہوا، بکر بھی رونے لگا، تو اُسی وقت فرمایا کہ آج سے میرا سب سامان تمہارا ہے، جو بھی استعمال کروں گا تم سے لے کر کروں گا، اِس معاملہ کا بکر کے پاس سوائے اللہ کے کوئی گواہ نہیں ہے۔ مذکورہ بالا صورت میں معلوم یہ کرنا ہے کہ زید کے سامان اور کتابوں کا بکر مالک ہو یا نہیں؟ نیز زید کے انتقال کے بعد زید کا یہ سامان ترک ہو گا یا نہیں؟ یا صرف بکر مالک رہے گا؟ نیز زید کی بیٹی کا اِس میں شرعی حصہ ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ زید نے اپنی زندگی میں برضا و رغبت اپنے مذکورہ مال کو اپنے پوتے بکر کو ہبہ کر دیا تھا، تو اِس ہبہ کے بعد بکر نے جس جس مال پر

قبضہ کر لیا ہے، وہ سب اُس کی ذاتی ملکیت میں آچکا ہے، اس میں زید کے باقی ورثہ کا کوئی حصہ نہیں ہے؛ تاہم اگر بکر اُس میں سے کچھ حصہ اپنی مرضی سے دیگر وارثین پر خرچ کر دے، تو یہ اُس کی طرف سے شرعاً تبرع و احسان ہوگا۔

رجل و هب في صحته كل المال للواحد جاز في القضاء، ويكون آثمًا

فيما صنع. (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في هبة الصغير ۳۹۱/۴، كذا في قاضي خان، كتاب الهبة / فصل في هبة الوالد لولده ۲۷۹/۳ زكريا، خلاصة الفتاوى، كتاب الهبة / جنس آخر في هبة الصغير ۴۰۰/۴ رشيدية)

وتتم الهبة بالقبض الكامل، لقوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا

مقبوضة. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة / أركان الهبة ۳۵۳/۲ دار إحياء التراث العربي بيروت، ۴۹۱، ۳ مكتبة فقيه الأمة ديوبند، الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ۴۹۳/۸ زكريا، ۶۹۰/۵ كراچی، شرح المحلة لسليم رستم باز / الكتاب السابع في الهبة، الفصل الأول ۴۶۲/۱ رقم المادة: ۸۳۷ كوثه، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر / كتاب الهبة ۴۸۹/۳ كوثه، الهداية ۲۸۳/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۶/۱۳۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی زندگی میں خریدی گئی زمین کا حکم؟

سوال (۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم پانچ بھائی ہیں، چار بھائی مجھ سے بڑے ہیں، جن میں دو بھائی پاگل قسم کے ہیں، میں شادی ہونے کے دس سال بعد تک شرکت میں رہا، میں باہر رہتا ہوں، میں نے اپنا کوئی خرچ ماں باپ پر نہیں ڈالا؛ بلکہ اپنا بوجھ خود اٹھا کر جو کمایا، سب انہیں بھائیوں اور ماں باپ کو دیا، اس دوران زمین خریدنے کی تیاری کی، میں نے ماں باپ اور بھائیوں سے مشورہ کر کے ایک سال کی اپنی تنخواہ جمع کر کے اسکوٹ لے لیا، گھر کا چارج بھائی کے ہاتھ میں تھا؛ کیوں کہ ماں باپ بہت سیدھے آدمی

تھے، ہم سب ماں باپ کے ساتھ میں رہے؛ لیکن اسکوٹر لینے کے بعد وہ بھائی جس کے ہاتھ میں چارج تھا، ناراض ہوا اور میں علیحدہ ہو گیا، میں نے اپنا حصہ مانگا تو دو بھائیوں نے جو چالاک ہیں، منع کر دیا، اور پھر میں نے بستی کے چند آدمی جمع کئے، تو اُس بھائی نے والد صاحب سے یہ کہلا دیا یعنی والد صاحب نے یہ کہا کہ تم تینوں میرے لڑکے کمانے کے لائق ہو، اس لئے میں اپنا مال تم تینوں کو نہیں دوں گا؛ بلکہ میرا مال موجودہ اُن لڑکوں کا ہے جو پاگل ہیں، میں خالی علیحدہ ہو گیا، اور یہ چاروں بھائی ماں باپ کے ساتھ میں رہے، میرے علیحدہ ہونے کے تین چار مہینہ کے بعد اُس زمین میں اُنہوں نے چار نام لکھوائے، میرا نام نہیں لکھوایا، یہ زمین اُنہیں روپیوں سے خریدی جو کئی سالوں سے جمع کرتے آرہے تھے، چار پانچ سال کے بعد جب ماں باپ کا انتقال ہو گیا تو یہ چاروں بھائی علیحدہ علیحدہ ہو گئے، جو مال تھا سب چالاک دو بھائیوں نے آدھا آدھا کر لیا، نہ مجھے حصہ دیا نہ اُن پاگلوں کو دیا، تھوڑا حصہ اُن پاگلوں کا لگایا، وہ بھی اس چالاک بھائی نے ہڑپ کر لیا جس کے ہاتھ میں چارج تھا، جو زمین اُنہوں نے میرے علیحدہ ہونے کے بعد خریدی تھی، اُس میں والد صاحب نے اُن دونوں پاگلوں کا نام لکھوایا تھا۔

(۱) تو جو زمین ساتھ میں اور ماں باپ کے سرمایہ سے خریدی گئی ہو تو کیا اُس میں میرا

حصہ ہے؟

(۲) جو زمین اُن پاگل بھائیوں کے نام ہے، کیا میرا اُس میں حصہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) بر تقدیر صحت سوال اگر باپ کی سرپرستی میں کما کر

زمین خریدی گئی ہے، تو وہ زمین باپ کے مرنے کے بعد اُسی کے ترکہ میں شمار ہوگی اور اُس کے سب ورثہ کو حسب حصص شرعیہ تقسیم کی جائے گی، آپ بھی اُس میں حصہ دار ہوں گے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه أن أعرابياً أتى النبي

صلى الله عليه وسلم فقال: إن لي مالاً وولداً، وإن والدي يريد أن يحتاج مالي،

فقال: أنت ومالك لأبيك. (السنن الكبرى للبيهقي / باب نفقة الأبوين ۱۱۷/۸ رقم: ۱۰۷۴۹)

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق

الغير بعين من الأموال. (شامي / كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ دار الفكر بيروت، ۴۹۳/۱۰ زكريا)

كيف ما يتصرف صاحب الملك المستقل في ملكه، فكذا يتصرف

أيضاً في الملك المشترك أصحابه بالاتفاق. (شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب

الشركة / الفصل الثاني ۵۹۹/۱ رقم: ۱۰۶۹)

القسمة سببها طلب الشركاء أو بعضهم الانتفاع بملكه وركنها

هو الفعل الذي يحصل به الإفراز والتمييز بين الأنصاء وحكمها تعيين

نصيب كل من الشركاء على حدة. (الدر المختار / كتاب القسمة ۲۵۳/۶-۲۵۴ كراچی)

وأما بتقسيم العين الواحدة وتعيين كل حصة شائعة بكل جزء من أجزائها

في قسم منها كقسمة العرصة الواحدة بين اثنين، ويقال لها: قسمة تفريق وقسمة

فرد. (شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب القسمة / الباب الثاني في القسمة ۶۱۸/۱ رقم المادة: ۱۱۵

المكتبة الحنفية كوثه، وكذا في الفتاوى الهندية، كتاب القسمة / الباب الأول في تفسيرها الخ ۲۰۳/۵ رشيدية)

أب وابن يكتسبان في صنعة واحدة لم يكن لهما مال، فالكسب كله للأب،

إذا كان الابن في عيال الأب لكونه معيناً له. (الفتاوى الهندية، كتاب الشركة / الباب الرابع في

شركة الوجوه وشركة الأعمال ۳۲۹/۲، رد المحتار / مطلب في شركة الوجوه ۳۲۵/۴ دار الفكر بيروت)

(۲) پاگل بھائیوں کے نام کی زمین کی آمدنی اگر باپ زندگی میں اُنہی پاگل بھائیوں پر

خرچ کرتا رہا، اور اپنے استعمال میں نہیں لایا، تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ باپ نے وہ زمین

اُنہیں ہیہہ کر کے قابض وخیل بنا دیا تھا؛ لہذا اب اُس میں دیگر کسی بھائی کا حق نہ ہوگا، اور اگر پاگل

بھائیوں کے نام والی زمین کی آمدنی والد خود اپنے استعمال میں لاتا رہا، اور اُسے پاگل بھائیوں پر

خرچ نہ کیا، تو یہ اس بات کا قرینہ ہوگا کہ اُس نے وہ زمین پاگل بھائیوں کو ہیہہ نہیں کی ہے، ایسی

صورت میں وہ زمین بھی والد کے انتقال کے بعد سب ورثہ میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کی جائے گی۔

یملک الموهوب له، الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك
لا لصحة الهبة، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا
بالقبض. (شرح المحلة ۶۲۱-۴۷۳)

یملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك.
(شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث في أحكام الهبة ۴۷۳/۱ رقم المادة: ۸۶۱)
ومنها أن يكون الموهوب مقبوضاً حتى لا تثبت الملك للموهوب له
قبل القبض. (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب الأول في تفسير الهبة وركنها وشرايطها وأنواعها
وحكمها ۳۷۴/۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۱۸/۱۱/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کا ذاتی کمائی سے خرید اہو اسامان ترکہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟

سوال (۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: مرنے والی کا ایک لڑکا جو غیر شادی شدہ ہے، وہ اپنی کمائی کا کچھ سامان خرید کر لایا تھا، اُس
سامان کو کیا مرنے والی کے سامان کے ساتھ ملا کر سب کو تقسیم کیا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو مال لڑکے نے اپنی کمائی سے خریدا ہے وہی اُس کا
مالک ہے، اُس کو مال کے ترکہ کے ساتھ ملا کر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۲۰۶)
لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق
الغير بعين من الأموال. (شامی / کتاب الفرائض ۷۵۹/۶ دار الفکر بیروت، ۱۰/۴۹۳ زکریا)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۱۷/۱۵/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اولاد کی کمائی سے خریدی ہوئی چیزیں باپ کے مرنے کے بعد کس طرح تقسیم ہوں گی؟

سوال (۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل جیسا کہ عام طور سے یہ رواج ہے کہ باپ اپنے بیٹوں کی شادی کر دیتا ہے، پھر لڑکے اپنا کاروبار کرتے ہیں؛ لیکن یہ سب ایک ساتھ باپ کے پاس رہتے ہیں، پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمام بھائی مل کر مال کما کر اپنے باپ کو دیتے ہیں، اور باپ اُس سے جائیداد مثلاً زمین، گاڑی وغیرہ خریدتا ہے اور کبھی تمام بھائیوں کی رقم کم زیادہ ہوتی ہے، اور کبھی صرف ایک ہی بھائی پوری رقم اپنے باپ کو دیتا ہے، اور دوسرا بالکل نہیں دیتا؛ لیکن رہتے سب ساتھ ہی ہیں، باپ اس رقم سے جائیداد خریدتا ہے، پھر والد کے انتقال کے بعد تمام بھائی پوری جائیداد میں برابر حصہ کا مطالبہ کرتے ہیں، تو کیا اُن کا یہ مطالبہ کرنا صحیح ہے؟ جس بھائی نے کم روپیہ دیا ہے یا بالکل نہیں دیا ہے، میراث میں سے برابر حصہ کے حق دار ہوں گے، یا جس نے زیادہ رقم دی ہے اُس کو زیادہ اور جس نے کم دیا ہے اُس کو کم؟ اس طریقہ سے جس نے بالکل نہیں دیا ہے اُس کو باپ کی اصل جائیداد کے علاوہ اضافہ شدہ جائیداد میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ اس بارے میں کوئی قول فیصل بیان فرمائیں، یہ شکلیں بہت وجود پذیر ہیں جو بعد میں نزاعی شکلیں اختیار کرتی ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: باپ کی زندگی میں لڑکوں نے جو رقم بھی باپ کو دی ہے، وہ سب باپ کی ملکیت ہے، اور اس رقم سے اُس نے جو جائیداد وغیرہ خریدی ہو وہ بھی اُسی کی ملکیت ہوگی، اور یہ سب چیزیں انتقال کے بعد اُس کے ترکہ میں شمار ہوں گی، اور اُس کے سبھی وارث حسبِ حصصِ شرعیہ اُس میں شریک ہوں گے، چاہے پہلے کسی نے باپ کو رقم دی ہو یا نہ دی ہو۔

قال ابن الہمام: روی ابن ماجہ عن جابر بسند صحیح نصّ علیہ ابن

القطان والمنذري أن رجلاً قال يا رسول الله! إن لي مالاً وولداً وأبي يريد أن يحتاج مالي، قال: أنت ومالك لأبيك. (مرقلة المفاتيح، كتاب البيوع / باب الكسب

وطلب الحلال ۱۷/۶ دار الكتب العلمية بيروت، ۴/۱/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند)

لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق

حق الغير بعين من الأموال. (شامي / أول كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ كراچی، ۴۹۳/۱۰ زکریا)

سئل في إخوة خمسة سعيهم وكسبهم واحد، وعائلتهم واحدة، حصلوا

بسعيهم وكسبهم أموالاً فهل تكون الأموال المذكورة مشتركة بينهم أخصاً؟

الجواب: ما حصله الإخوة الخمسة بسعيهم وكسبهم يكون بينهم أخصاً. (تنقيح

الفتاوى الحامدية / كتاب الشركة ۹۵/۱ بحواله: تعليقات فتاوى محمودية ۱۵۱/۲۰ ذابھیل فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲۲/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک بیٹے کی کمائی سے باپ کا زمین خرید کر دونوں بیٹوں کو برابر دینا؟

سوال (۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: دو بھائیوں نے الگ الگ مال کمایا؛ لیکن دونوں باپ کے پاس رہتے تھے، ایک بھائی نے

اپنے والد کو بھاری رقم دی، جس سے باپ نے چار بیگھ زمین خریدی، دوسرے بھائی نے کچھ نہیں

دیا ہے؛ لیکن باپ نے دونوں بھائیوں کے نام دو دو بیگھ زمین درج کرا دی۔ اب باپ چاہتا ہے

کہ اپنی زمین میں حیات دونوں لڑکوں کو تقسیم کر دے؛ لیکن جس بیٹے نے بالکل رقم نہیں دی ہے اُس

کو دو بیگھ کم کر کے دے رہا ہے، تو کیا اس طرح تقسیم صحیح ہے؟ یہ فقہ کے کس قاعدہ کے تحت آئے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: باپ نے بیٹے کی دی ہوئی رقم سے جو چار بیگھ زمین

خریدی ہے اُس کا باپ مالک ہے، اگر وہ زندگی میں اپنا مال تقسیم کرنا چاہتا ہے تو بہتر ہے کہ سب

اولاد کو برابر برابر دے؛ لیکن اگر کسی معقول وجہ سے مثلاً نافرمانی کی وجہ سے کسی کو کچھ کم دے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

ولو أعطی بعض ولده شيئاً دون البعض لزيادة رشده لا بأس به، وإن كانا سواءً إلا ينبغي أن يفضل. (خلاصة الفتاوى ۴/۴۰۰، كذا في البزازیة علی الفتاوى الهندیة / المحسن الثالث في هبة الصغير ۶/۲۳۷)

يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة إلا لزيادة فضل له في الدين. (البحر الرائق / كتاب الهبة ۱۷/۴۹۰) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۶/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بیٹے کا ذاتی مکان مصلحتاً والد کے نام کر دینے سے ان کے ترکہ میں شامل ہو جائے گا؟

سوال (۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مولانا ابوالکلام آزاد بکر کالونی اشوک نگر ناگپور - ۱۷ میں اپرومیٹ ٹرسٹ ناگپور کے پلاٹ نمبر ۴۰ پر سرکاری رقم سے بنا ہوا مکان نمبر ۶۷۱۸ میرے والد مرحوم حافظ عبداللہ کے نام پر ہے، یہ مکان میرا ہے، والد صاحب مرحوم کا نہیں ہے، والد صاحب مرحوم کے نام پر ہونے کی وجہ سے میرے چھوٹے بھائی عبدالرحیم کے وارثین ان کی بیوی جن ہاجرہ جی، بیٹے اور بیٹیاں مذکورہ مکان میں اپنے حق اور حصہ ہونے کا مطالبہ کر رہے ہیں، میرے دیگر دو بھائی اور ایک بہن جو حیات ہیں ان کی طرف سے اس مذکورہ مکان میں حق اور حصہ کا کوئی مطالبہ نہیں ہے۔

(۲) مذکورہ مکان میرا ہے، میرے والد کا نہیں ہے، اُس کو حاصل کرنے کے لئے والد صاحب کا صرف نام ہی استعمال کیا گیا تھا، والد صاحب کی نہ کوئی خواہش تھی اور نہ کوئی کوشش اور نہ والد صاحب کا اُس میں روپیہ لگا۔ والد صاحب کا نام استعمال کرنے کی وجہ اور ضرورت صرف یہ تھی

کہ جس سرکاری اسکیم کے تحت یہ مکانات غریب بے گھر بنگروں کو آپریٹری سوسائٹی کے تحت دئے گئے تھے، اُس کے مطابق ایک آدمی کو صرف ایک مکان مل سکتا تھا، میں نے ایک مکان کی درخواست اپنے نام سے پہلے سے دے رکھی تھی۔ (اُس وقت مؤمن ویور میں کو آپریٹو سوسائٹی کا سیکریٹری میں تھا) جب میں نے یہ دیکھا کہ بعض ایک ہی گھر میں ایک چھت کے نیچے رہنے والے دو آدمیوں نے اپنے نام کی الگ الگ دو درخواستیں دی ہیں؛ لہذا میں نے بھی والد صاحب کے نام سے مزید ایک درخواست دے دی، ہماری سوسائٹی کو میں مکان الاٹ ہوئے تھے، اور یہ ایک اتفاق کی بات تھی کہ درخواست دینے کی جو آخری درخواست مقرر تھی، اُس وقت صرف تیس ہی درخواستیں موصول ہوئی تھیں؛ لہذا اُن سب کو مکان الاٹ ہو گئے، کوئی کانٹ چھانٹ نہیں ہوئی، اس طرح مجھے کالونی میں دو مکان ملے۔

(۳) مکان بنانے کے لئے ”اپرومینیٹ ٹرسٹ“ ناگپور میں جو زمین دی تھی، اُس کی قسطیں اور پوری قیمت میں نے ادا کی، اُس زمین کا جو سالانہ گراؤنڈ رینٹ آتا ہے وہ میں ہی ادا کرتا رہا ہوں، اور سرکاری قرض کی جو رقم ادا کرنا باقی ہے، اُس کی پوری ذمہ داری میری ہی ہے، ہم اس مکان پر قابض تو ہیں؛ لیکن مکمل طور پر اُس کے مالک نہیں ہوئے ہیں۔ سرکاری قرض کی مکمل ادائیگی کے بعد جو رجسٹری ہو جائے گی تب ہی ہم اُس مکان کے تسلیم شدہ مالک ہوں گے۔

(۴) مذکورہ مکان کی جو اصلیت و حقیقت ہے وہ اوپر بیان کی گئی ہے، اُس حقیقت و اصلیت کو میرے سب بھائی بشمول عبدالرفیق صاحب مرحوم خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ میرے جو بھائی بہن زندہ ہیں، اُن کی طرف سے مکان میں حصہ ہونے کا کوئی مطالبہ نہیں ہے، والد صاحب کا انتقال ۱۹۷۸ء میں ہوا تھا۔ میرا بھائی عبدالرفیق مرحوم والد صاحب کے انتقال کے بعد تقریباً بارہ تیرہ برس تک زندہ رہا۔ اُس کی طرف سے بھی اُس مکان میں اُس کا حق اور حصہ ہونے کی کوئی بات میرے سامنے نہیں آئی۔

(۵) تقریباً ڈیڑھ دو سال پہلے کی بات ہے کہ عبدالرفیق مرحوم کے ایک لڑکے نے اس

موقع پر جب کہ ہم اُس کو گھر کے کاروبار میں اپنے بھائی کا ہاتھ بٹانے اور گھر کا کوئی کام اپنے ذمہ لینے کے لئے سمجھا رہے تھے، اس سلسلے میں وہ کچھ نہیں بولا، اور بولا تو صرف یہ بولا کہ: ”میں عبد الریفق سیٹھ کی اولاد نہیں، اگر دلواوالے مکان میں سے حصہ نہ لیا“۔ یہ سب سے پہلی آواز تھی جو مکان مذکورہ کے والد صاحب کے نام پر ہونے کی وجہ سے بڑے عزم و ارادے کے ساتھ بلند ہوئی تھی، جو میرے کانوں نے سنا، اور اب میرے مرحوم بھائی کی بیوی جن ہاجرہ جی نے اپنے سب وارثوں کا نام گنا کر مکان مذکورہ کا تصفیہ طلب کیا ہے؛ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) مکان مذکورہ میری ملکیت ہے یا میرے والد صاحب کی ملکیت ہے؟ اُس میں میرے

بھائی بہنوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

(۲) میرے بیان کو غلط اور جھوٹ ثابت نہ کرنے کی صورت میں میرے مرحوم بھائی کے

وارثوں کا کوئی حق اور حصہ ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر واقعہ مذکورہ مکان آپ نے اپنے لئے ہی خریدا تھا،

اور مصلحت اپنے والد صاحب کے نام کر دیا تھا، پھر اُس کی قیمت کی ادائیگی بھی آپ نے خود کی اور

والد صاحب نے اُس میں پیسہ نہیں لگایا، تو ایسی صورت میں اُس مکان پر صرف آپ کی ملکیت ہو

گی، یہ والد صاحب کے ترکہ میں شامل نہیں ہوگا، اور والد صاحب کے وارثین کو اُس کے کسی حصہ

میں مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳۸/۳)

التملیک: هو جعل الرجل مالکاً، وهو علی أربعة أنحاء: الأول:

تملیک العین بالعوض، وهو البیع. الثاني: تملیک العوض بلا عوض، وهي

الہبة. والثالث: تملیک المنفعة بالعوض، وهي الإجارة. والرابع: تملیک

المنفعة بلا عوض، وهي العارية. (التعريفات الفقهية الملحق بقواعد الفقه ۲۳۷، بحوالہ:

تعلیقات فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۶۹۴ ڈاہیل)

لأن تصرف الإنسان في مال غيره، لا يجوز إلا بإذن أو ولاية. (الحوهرة

النيرة / كتاب الشفعة ۲۸۵/۱ المكتبة الشاملة)

المالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (البيضاوي ۷)
تعتقد الهبة بالإيجاب والقبول وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات،
والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المحلة لسليم رستم باز ۴۶۳/۱ رقم المادة: ۸۳۷ كونه،
وكذا في الدر المختار / كتاب الهبة ۶۸۸/۵ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

علیحدہ کاروبار کرنے والے بیٹے کے مال میں باپ یا بھائیوں کا حصہ نہیں

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: مولوی محمد عرفان صاحب کے چار بیٹے ہیں: جس میں تین بیٹے مع اہل و عیال کے والدین کی
شرکت میں رہتے ہیں، والد صاحب کی ۲۰ ہیکھ زمین کی کاشت بھی کرتے ہیں، اور والد صاحب
کی منقولہ و غیر منقولہ آمدنی گھر میں ہی خرچ کرتے ہیں، میں شادی کے بعد سے آج تک والد
صاحب سے قطعی طور پر علیحدہ ہوں، ایک حصہ بھی والد صاحب سے نہیں لیا ہے؛ بلکہ وقت ضرورت
قرض حسنہ کے طور پر ۵۰ ہزار روپے سے مدد بھی کرتا ہوں؛ لیکن میری مذکورہ رقم آج تک واپس
نہیں کی، میں اپنے بچوں کا خود ہی کفیل ہوں، بھائی مذکورین کہتے ہیں کہ والد صاحب آپ کے مال
کے مالک ہیں؛ لہذا ہمارا بھی آپ کی کل آمدنی میں حصہ ہے۔ زید کہتا ہے کہ جب میں شادی کے
بعد سے آج تک جس کو تین سال کا عرصہ گزر گیا، میں والد صاحب سے قطعی طور پر جدا ہوں، اور
میرا گھر سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے، تو میری کمائی میں آپ حضرات کا حصہ کیسا؟ نیز بھائی مذکورین کا
کہنا ہے کہ والد صاحب نے آپ کو پڑھایا ہے؛ لہذا اُس کی وجہ سے ہی تم کماتے ہوں ورنہ تم بھی

ہماری طرح اُن پڑھ ہوتے، اور اتنی رقم نہیں حاصل کر پاتے۔ دوسرے یہ کہ والد صاحب نے آپ کو علی الاعلان علیحدہ بھی نہیں کیا ہے، جس کی وجہ سے ہمارا آپ کی آمدنی میں حصہ ہے؟ میں کہتا ہوں کہ علیحدہ ہونے کی کوئی صورت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ تفصیلات واقعہ کے مطابق ہیں،

تو چوں کہ قاری عمران صاحب اپنے والد سے بالکل الگ رہ کر ملازمت کرتے ہیں، اور کاروباری یا جائیداد وغیرہ کے اعتبار سے والد صاحب سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے قاری عمران صاحب کی آمدنی میں والد صاحب کا اور اُن کی کسی اولاد کا کوئی حق نہیں، اور والد صاحب نے قاری عمران صاحب کی تعلیم پر طالب علمی کے زمانہ میں جو خرچ کیا ہے وہ اُن کی شرعی ذمہ داری یا زیادہ سے زیادہ اپنی طرف سے تبرع اور عطیہ، اس لئے اُس کے معاوضہ کے طور پر قاری عمران صاحب کی آمدنی میں سے اُن کو یا اُن کے ورثہ کو کسی رقم کے مطالبہ کا حق نہیں؛ تاہم قاری عمران صاحب کو چاہئے کہ اپنی گنجائش کے اعتبار سے والد اور بھائیوں پر خرچ کرتے رہیں، اور آخرت میں اجر و ثواب کے مستحق بنیں۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة

المصابيح / باب الغضب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغضب والعارية، الفصل

الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي

٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

ثم يفرض على الابن نفقة الأب إذا كان الأب محتاجاً والابن موسراً، سواء

كان الأب قادراً على الكسب أو لم يكن. (الفتاوى التاتارخانية ٤٢٥/٥ رقم: ٨٣٦٧ زكريا)

وكذا تجب النفقة لولده الكبير العاجز عن الكسب كأنثى مطلقاً وزمن

و طالب علم لا یتفرغ لذلك. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الطلاق / باب النفقة ۱/۵ ۳۴ زکریا)
 فلا تجب لموسر علی غیره نفقة فی قرابة الولاد و غیرها من الرحم
 المحرم؛ لأن وجوبها معلول بحاجة المنفق علیه فلا تجب لغير المحتاج؛ ولأنه
 إذا كان غنیاً لا يكون هو بإيجاب النفقة له علی غیره أولى من الإيجاب لغيره
 علیه، فيقع التعارض فيمتنع الوجوب؛ بل إذا كان مستغنياً بماله كان إيجاب
 النفقة في ماله أولى من إيجابها في مال غیره. (بدائع الصنائع / شرائط وجوب هذه النفقة
 فأنواع الخ ۴۶۶۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۷/۱۴۲۸ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کو دیا ہوا پیسہ باپ کے انتقال کے بعد ترکہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟

سوال (۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
 کہ: زید کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، زید کے انتقال کے بعد زید کی ایک ڈائری ملی، جس میں
 زید کی تحریر میں مختلف رقمات زید کے ایک لڑکے کے نام لکھی ہوئی تھیں، معلومات کرنے پر پتہ چلا
 کہ اپنے کاروباری سلسلہ میں زید کے لڑکے نے زید سے لی تھیں، جس کا تقاضا زید نے اپنی زندگی
 میں اپنی لڑکیوں اور اپنے سالے کے لڑکے سے کیا تھا کہ میرا فلاں لڑکا چالاکی سے مجھ سے روپے
 لے گیا ہے، مجھے اُس سے میرے روپے لا کر دو، زید کے تقاضا کرنے کے گواہ زید کی لڑکیاں اور
 زید کے سالہ کا لڑکا ہیں، جب کہ اُس لڑکے کے کاروبار سے زید کا کوئی تعلق نہیں تھا نہ ہی ہے۔ تو کیا
 اُس لڑکے پر زید کا قرض واجب ہوتا ہے، جو اُس نے رقمات حاصل کی تھیں؟ کیا اُن رقمات کے
 سب ورثہ حصہ دار ہوتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اصل حکم شرعی یہ ہے کہ اگر باپ نے بطور قرض مذکورہ

روپے اپنے بیٹے کو دیا ہے، تو وہ قرض ہو کر باپ کی وفات کے بعد اُس کے ترکہ میں شمار ہوگا، اور اگر بطور ہبہ دیا ہے تو پھر نہ تو قرض ہوگا اور نہ ہی ترکہ میں شامل ہوگا؛ بلکہ وہ صرف اُسی بیٹے کا حق ہوگا جس کو باپ نے دیا ہے۔ اب واضح طور پر قرض کے طور پر دینے کا ثبوت پیش کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر اُس رقم کو قرض ثابت نہیں کیا جاسکتا؛ لہذا اگر سائل کے پاس قرض کا واضح ثبوت ہو تو وہ پیش کرے، اس کے بعد ہی اصل حکم معلوم ہو سکے گا۔

دفع لإبنه مالا ليتصرف فيه ففعل وكثر ذلك فمات الأب إن أعطاه هبة فالكل له وإلا فميراث. (الدر المختار، كتاب الهبة / باب الرجوع في الهبة ۵۳۰/۱۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کی کمائی سے باپ کے ترکہ میں ہونے والا اضافہ سب ورثہ میں تقسیم ہوگا

سوال (۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسمی محمد سلیم کا ۱۹۸۸ء میں انتقال ہو گیا، انہوں نے اپنے انتقال کے وقت تین مکان چھوڑے، اور ورثہ میں ان کی پہلی بیوی خیر النساء سے چار لڑکیاں جہاں آراء، حسن آراء، عصمت جہاں اور چمن آراء، اور دو لڑکے: محمد شریف، معظم علی کو چھوڑا، ان کی اس بیوی کا انتقال ان کی حیات میں ہی ہو گیا، پھر انہوں نے دوسری شادی مسرت جہاں سے کی، اُن سے چار لڑکے محمد رئیس، محمد نوشاد، محمد شمشاد، محمد ارشاد اور تین لڑکیاں عالم آراء، انجم آراء، عمرانہ ہے، باپ کے انتقال کے بعد باپ کا کل کاروبار پہلی بیوی کے سب سے بڑے لڑکے معظم علی کے زیر تحت چلتا رہا، اس عرصہ میں کاروبار کو ترقی ملی اور انہوں نے اس کاروبار کے پیسے سے دو مکان دو سو پچاس گز کے اور خریدے، پھر ۱۹۹۵ء میں انہوں نے اپنے سب بھائیوں کو الگ کر دیا۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ محمد سلیم کا کل ترکہ ۱۹۸۸ء سے جب سے باپ کا انتقال ہوا ہے، تب سے تقسیم ہو گیا ۱۹۹۵ء سے تقسیم ہوگا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں محمد سلیم نے بوقت انتقال جتنا ترکہ

چھوڑا اور پھر اُن کی پہلی بیوی کے بڑے لڑکے نے اپنے والد مرحوم کے کاروبار کو سنبھالا، جس کے نتیجے میں کاروبار اور والد کے ترکہ میں اضافہ ہوا، یہ کل ترکہ محمد سلیم کی ملکیت میں شمار ہوگا، اس لئے ۱۹۹۵ء میں بھائیوں کی علیحدگی کے وقت والد مرحوم کے ترکہ میں جتنا بھی اضافہ ہوا ہے، وہ سارا ترکہ اُن کے زندہ وارثین کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا۔

لو اجتمع إخوانو يعملون في تركة أبيهم إنما المال فهو بينهم سوية ولو

اختلفوا في العمل والرأي. (شامی ۵۰۲/۶ زکریا)

إذا بذر بعض الورثة الحبوب المشتركة بإذن الكبار أو وصي الصغار في

الأراضي المورثة، تصير جملة الحاصلات مشتركة بينهم. وأما لو بذر بغير إذن

بقية الورثة، فالغلة للزارع فقط، ولو كان البذر مشتركاً ولكن لو بذر

أحدهم حبوب نفسه، فالحاصلات له خاصة، لكنه يضمن لبقية الورثة حصتهم

مما نقصت الأرض بزراعته. (شرح المحلة لسليم رستم باز / كتاب الشركة ۶۰۹ رقم المادة:

۱۰۸۹ المكتبة الحنفية كوئٹہ، وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية / كتاب المزارعة ومطالبه ۲۰۷/۲

المكتبة الميمنية مصر فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۳/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بعض ورثہ کے ترکہ میں کاروبار کرنے کے نفع میں دیگر وارثین

حصہ دار ہوں گے یا نہیں؟

سوال (۲۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہمارے والد صاحب نے ایک دوکان اور کچھ مکان و گودام وغیرہ کرایہ پر لے رکھے تھے جن کا کرایہ بہت معمولی ہی تھا، اور ہم چھ بھائی ہیں جن میں سے تین تو اپنا بزنس لے کر والد صاحب سے الگ ہو گئے تھے، اور ہم تین بھائی والد صاحب کے ساتھ دوکان میں بزنس میں برابر کے شریک تھے؛ لیکن ۱۹۸۷ میں اُن تین بھائیوں میں سے ایک کو رامپور بزنس کے لئے مشورہ سے بھیجا گیا، اس شرط پر کہ اگر آپ کا بزنس نہیں چلا تو آپ کبھی بھی ہمارے بزنس میں آکر برابر کے شریک ہو سکتے ہیں، جب وہ بھائی وہاں گیا تو اُس نے طرح طرح سے محنت کی؛ لیکن اُس کا وہاں بزنس تقریباً چل نہیں پایا۔ تو اُن کے والد صاحب کا تو ۱۹۹۲ء میں انتقال ہو ہی چکا تھا، اب اس جائیداد پر صرف دو بھائی قابض تھے، جب یہ ۲۰۰۳ء میں نینی تال آئے اور بھائیوں سے اس شرط کے مطابق بزنس میں شریک ہونے کو کہا، تو بھائیوں نے صاف منع کر دیا کہ نہ مکان وغیرہ میں آپ کا کوئی حق ہے اور نہ دوکان میں، اور ابھی بھی یہ جائیداد کرایہ پر ہے، جو بہت معمولی ہے۔

اور آج اس جائیداد کی بازار میں قیمت تقریباً ڈھائی تین کروڑ ہے۔ تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا وہ بھائی اس جائیداد کو استعمال کرنے میں برابر کا شریک ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اُن کے نہ دینے پر یہ کس طرح کے گنہگار ہوں گے؛ جب کہ اُن دونوں بھائیوں نے رامپور بھیجنے کے وقت مجھ سے وعدہ بھی کیا تھا کہ جائیداد میں تو ہر حال میں برابر کے شریک ہیں؛ لیکن اب یہ دونوں بھائی میرے حق استعمال کو ۲۰۰۳ء سے غصب کئے ہوئے ہیں، جس کا مطالبہ میں نے نینی تال آتے ہی کر دیا تھا، جو ابھی تک مجھے نہیں ملا ہے۔ تو گیارہ سال تک اُنہوں نے جو میرا حق استعمال نہیں دیا تو اُس کا کیا بدلہ ہوگا، اور نہ دینے پر کیا حکم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ۱۹۹۲ء میں جس وقت والد صاحب کا انتقال ہوا اُس وقت مذکورہ دوکانوں اور گودام میں جو سامان تھا وہ والد صاحب کے ترکہ میں شامل ہوگا، اور اُس میں اُن کے سب وارثین خواہ وہ والد صاحب کے ساتھ کام کرتے ہوں یا الگ ہو گئے ہوں، حسب

حصصِ شرعیہ حق دار ہوں گے۔ اسی طرح ان کرایہ کی دوکانوں سے فائدہ اٹھانے میں بھی سب وارثین حق دار ہوں گے؛ البتہ والد کے انتقال کے بعد جن بھائیوں نے مذکورہ کاروبار اپنی محنت سے بڑھایا ہے، اُس اضافہ میں دیگر وارثین شریک نہیں ہوں گے۔ اور اُن بھائیوں نے آپ کو رامپور بھیجتے وقت جو یہ وعدہ کیا تھا کہ جب آپ واپس آئیں گے تو کاروبار میں شریک ہوں گے، تو اخلاقاً اس وعدہ کی پاس داری کرنی چاہئے؛ لیکن اگر وہ وعدہ پورا نہ کرے تو اُن کے کاروبار کو حرام نہیں کہا جائے گا۔ اور موجودہ صورتِ حال میں تنازع کے حل کی صورت یہ ہے کہ مذکورہ کرایہ کی دوکانوں پر وارثین کو حسبِ حصصِ شرعیہ قبضہ دے کر اُس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی جائے؛ کیوں کہ طویل مدتی کرایہ داری میں کرایہ دار کی ملکیت تو نہیں آتی؛ لیکن حق قرار حاصل ہو جاتا ہے، اور یہ حق قرار قانوناً وارثین تک منتقل ہوتا ہے؛ لہذا کسی ایک یا بعض وارثین کا اس پر قبضہ کرنا اور دوسرے کو محروم کر دینا صحیح نہیں ہے۔ (مستفاد: فقہی اجتماعات کے اہم فقہی فیصلے و تجاویز: ۸۰-۸۱)

إذا أخذ أحد الورثة مبلغاً من نفود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر كانت الخسارة عليه، كما إذا ربح لا يسوغ لقبية الورثة إن يقاسمو الربح. (شرح المحلة / كتاب الشركة ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۱۱/۲۹ھ

دو بھائیوں کے مشترکہ کاروبار اور اُس کے منافع کی تقسیم

سوال (۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فتاویٰ حاضر خدمت ہیں، سوال یہ ہے کہ زید ابھی حیات ہے، اس کا ایک لڑکا ہے، بکر انتقال فرما چکے ہیں، اُن کے تین لڑکے ہیں، سب اس مشترکہ کاروبار میں شریک ہیں، اور اسی مشترکہ کاروبار میں سے کچھ زمین جائیداد بھی خریدی ہے، اور سب کا مشترکہ کھانا پینا ہے، اور مشترکہ سب بچوں کی شادی بیاہ ہوئے ہیں، اور سب کی بیویوں کو زبور بھی مشترکہ ہی چڑھایا ہے، ایسی صورت

میں ایک مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ آدھا آدھا تقسیم ہوگا، اور تحریر دونوں فتووں کی ایک ہی ہے، اور الگ الگ ہیں، اور جو دو فتوے شاہی کے ہیں وہ بھی آدھے آدھے کے ہیں، کچھ مقامی علماء سے بھی مشورہ کیا وہ بھی آدھے آدھے کو کہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کس طرح سے تقسیم کریں، کچھ بچوں نے جو انکواری کی اُس کی بابت بچوں نے بیان دئے، جناب مولانا حفظ الرحمن صاحب نے بھی بیان اور فتویٰ دیکھ کر آدھا آدھا ہی حصہ بتلایا؛ لیکن کافی دنوں سے یہ معاملہ بچوں کے پاس ہے، اُن کو فریقین نے اپنا معاملہ سوچتے وقت کہا تھا کہ جو بھی فیصلہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہوگا مائیں گے، اور بچوں نے بھی حلف اٹھایا تھا کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہی فیصلہ دیں گے۔ علماء کرام سے مشورہ کر لینے کے بعد اب کچھ بچوں کا کہنا ہے کہ محمد ابراہیم اور اُس کے لڑکے کو چالیس پیسے کا حصہ اور محمد اسماعیل کے تینوں لڑکوں کو ساٹھ پیسے دے دئے جائیں، یا پھر محمد اسماعیل کے ایک لڑکے کو نوکری دلادی جائے۔ اور کچھ بچوں کا کہنا ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں جب دونوں فریق کا آدھا آدھا حصہ ہے، تو دونوں فریق میں آدھا آدھا تقسیم ہو، جو بیچ ساٹھ اور چالیس کے لئے بضر ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ محمد اسماعیل کے لڑکوں کی زیادہ محنت ہے، اُن کو زیادہ حصہ دیا جائے؛ لیکن جب تقریباً ۲۰ سال پہلے محمد اسماعیل کا انتقال ہوا تھا، سب بچے نابالغ تھے، محمد ابراہیم نے سب بچوں کی پرورش کی، اور انہوں نے بھی کافی محنت کی۔

سوال یہ ہے کہ سب فتوے اور بیان حاضر خدمت ہیں، اور جب سے دونوں بھائی شریک ہوئے تھے، اور آج تک کوئی بٹوارہ نہیں ہوا، تو جو روپیہ محمد ابراہیم اور محمد اسماعیل کو اپنے والد سے ملا تھا، اُس سے ہی مشترکہ کاروبار شروع کیا، اب کل سامان کا کس طرح بٹوارہ کریں؟

نوٹ:- جامع الہدیٰ کو جو تحریر فتویٰ کے لئے بھیجی ہے، اُس میں مبالغہ سے کام لیا ہے، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ محمد ابراہیم کے لڑکے کو یا اپنے چھوٹے بھائی کو کاروبار میں شامل کیا؛ بلکہ شروع سے ہی بغیر شامل کئے اُس مشترکہ کاروبار میں شامل تھے، اور نہ کبھی ایسی کوئی بات ہوئی کہ چچا تم آرام کرو، اللہ اللہ کرو، اور آرام کرو؛ بلکہ محمد ابراہیم کو خود ہی اپنے بھتیجیوں پر اعتماد تھا؛ بلکہ بیمار رہنے کی وجہ سے ذمہ

داری اُن پر ڈال دی، اور کبھی کبھی خود بھی تھوڑی دیر کے لئے دوکان پر کھڑے ہوتے رہے، اور ابھی حیات ہیں، اُس میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سب صحیح اور درست ہے، کوئی بات خلاف واقعہ نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کے استفتاء کا جواب مؤرخہ ۳۰ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ کو لکھا جا چکا ہے، اُس کے بعد ۲۲ صفر ۱۴۱۷ھ کو اُس کی نقل بھی دی گئی تھی، جس میں صاف طور سے یہ تحریر ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل کے مشترکہ کاروبار کی آمدنی اور اُس کے بعد دونوں کی اولاد کے درمیان جاری مشترکہ کاروبار کا نفع اور اُس سے خرید کردہ تمام جائیداد وغیرہ نصفاً نصف تقسیم ہو کر آدھا حصہ ابراہیم صاحب کو اور آدھا حصہ اسماعیل مرحوم کے ورثہ کو ملے گا، اب موجودہ وضاحتی تحریر سے بھی یہی معلوم ہوا کہ مذکورہ استفتاء کے مندرجات مطابق واقعہ ہیں، اس لئے اب بھی ہمارا موقف وہی ہے جو پہلے فتویٰ میں لکھا گیا ہے، اور جامع الہدیٰ کے فتویٰ میں جو چار حصوں میں تقسیم کرنے کی بات لکھی گئی ہے وہ اُس وقت ہے جب کہ چاروں بھائی ایک باپ کی اولاد ہوں، یہاں یہ صورت نہیں ہے؛ لہذا نصفاً نصف ہی تقسیم ہوگی۔

كما في الشامية: والمراد أن شركة الملك لا تبطل أي لا يبطل الاشتراك فيها؛ بل يبقى المال مشتركاً بين الحي وورثة الميت كما كان.
(شامي، كتاب الشركة / مطلب يرجع القياس ۳۲۷/۴ دار الفكر بيروت)

وحكمها في شركة الملك صيرورة المجتمع من النصيبين مشتركاً
بينهما. (البحر الرائق / كتاب الشركة ۱۷۹/۵)

شركة الملك سميت بذلك لحصولها بأسبابه، وفائدتها أن كل حاصل منهما يكون على قدر المال و كل من شريكي الملك أجنبي في قسط صاحبه. (النهر الفائق / كتاب الشركة ۲۹۴/۳-۲۹۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱۲/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کے مکان میں سے ذاتی تصرف کے بعد رقم نکال کر مابقیہ ورثہ میں تقسیم ہوگا

سوال (۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ناظم الدین ولدیت صادق حسین عرض کرنا چاہتا ہے کہ مرحوم صادق حسین ولدیت رحیم بخش کی آٹھ اولادیں تھیں، جن میں ہم تین بھائی اور پانچ بہنیں تھیں، جس میں سے ایک بہن کا انتقال ہو چکا ہے؛ لہذا ہم تین بھائی اور چار بہنیں باقی ہیں، میرے والد کی ملکیت میں ایک دکان اور ایک مکان تھا، دکان منجھلے بھائی طاہر الدین کے پاس تھی، جسے اس نے بیچ کر اس کا پیسہ اپنے پاس رکھا، اس پیسہ پر دیگر بھائی بہنوں کا حق ہے یا نہیں؟

میرے والد صاحب کے مکان میں میں نے اپنے کمرہ کے اوپر جس میں میں رہتا ہوں، اپنے روپے سے ایک کمرہ بنوایا، بنواتے وقت میرے بھائیوں اور ان کی بیویوں اور میری بہنوں کے درمیان یہ طے پایا کہ جب یہ مکان فروخت ہوگا تو اس مکان میں لگائی گئی میری رقم مجھے ملنے کے بعد باقی بچا پیسہ تمام حصہ داروں میں تقسیم کر دیا جائے گا، اس پر ہر ایک نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا، تو کیا میرا رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس جائیداد میں بہن کتنے حصہ کی شریک ہیں؟ حالاں کہ بہنیں کہہ چلی ہیں کہ ہم نے اپنے حصے اپنے بھائیوں کو دے دیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں مرحوم صادق حسین کے انتقال کے وقت دکان اور مکان کی شکل میں چھوڑے ہوئے ترکہ میں اس کی اولاد لڑکے اور لڑکیاں دونوں شرعی وراثت کی حق دار ہوں گی؛ لہذا دکان فروخت کر کے طاہر حسین کو جو رقم حاصل ہوئی ہے اس میں اس کے سارے بھائی بہنوں کا حق ہے، نیز بڑے لڑکے ناظم الدین نے والد کے متروکہ مکان میں اپنے ذاتی خرچ سے کمرہ بنوانے میں جو رقم صرف کی ہے، مکان کی اصل قیمت لگا کر اس رقم کو اس

سے الگ کر کے بقیہ مال بھی بھائی بہنوں میں وراثت کے طور پر تقسیم ہوگا، بریں بنا مرحوم صادق حسین کی کل جائیداد گیارہ حصوں میں تقسیم ہو کر لڑکی کو ایک حصہ اور لڑکے کو دو حصے ملیں گے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

ومع الابن للذكر مثل حظ الأنثيين. (سراجی ۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۱/۳/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کی وفات کے بعد بھائیوں کے مشترکہ کاروبار کی آمدنی سب بھائیوں پر برابر تقسیم ہوگی

سوال (۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم لوگ سات سگے بھائی ہیں، ہمارے والد صاحب کی ایک دوکان تھی، والد صاحب دل کے مریض تھے؛ اس لئے بڑا بھائی پڑھائی چھوڑنے کے بعد دوکان چلانے میں لگ گیا، اس وقت دوکان میں صرف ۱۰ ہزار روپے کا سامان تھا اور قریب ۱۵ ہزار روپے کا قرض دینا تھا، سبھی بھائی چھوٹے تھے پڑھائی کر رہے تھے، بڑے بھائی اکیلے ہی قریب آٹھ سال تک اللہ کے فضل سے دوکان چلا رہے تھے، اور چھوٹے بھائی پڑھائی لکھائی اور دیکھ دیکھ کر رہے تھے، اس کے بعد دھیرے دھیرے دو تین سال کے فاصلہ سے دو نمبر تین نمبر چار نمبر پانچ نمبر کے بھائی بھی اُس کاروبار میں بڑے بھائی کو ساتھ دینے لگے، اور جیب خرچ سب بھائی لیتے تھے؛ لیکن پانچ نمبر کے بھائی کا خرچ تمام بڑے بھائیوں سے زیادہ تھا، اور چکے چکے چکے ہزاروں روپے دوکان سے نکال کر دوستوں میں فضول خرچی کرنے لگے، اس سے کاروبار کو کافی نقصان ہوا، بڑے بھائی نے کافی ڈانٹا سمجھایا، اسی دوران ایک نمبر تین نمبر بھائی نے ایک الگ دوکان کھول کر چلانے لگے، پھر چار نمبر والے بھائی بڑے ہو گئے تو وہ بھی اسی کاروبار میں جڑ گئے، اسی دوران دو نمبر اور پانچ نمبر بھائیوں

نے مل کر والد صاحب والی دوکان چلانے لگے، اس کے ایک سال بعد ۱۹۸۷ء میں والد صاحب کا انتقال ہو گیا، اس عرصہ میں بڑے بھائیوں کے سمجھانے کے باوجود پانچ نمبر والے بھائی نے اپنی غلطی نہیں سدھاری اور فضول خرچی کرتے رہے، پھر سب بھائیوں نے آپس میں مشورہ کر کے اس کی شادی کرادی؛ تاکہ سدھ جائے؛ لیکن چپکے چپکے پیسہ نکال کر اپنے سسرال والوں کو دینے لگے، اُس پر بڑے بھائیوں نے والد صاحب والی دوکان جو دو نمبر پانچ نمبر بھائی چلا رہے تھے، اُس کا سارا سامان جوڑ کر پانچ نمبر بھائی کو دے دیا، اور تاکید کر دی کہ اس دوکان کا فائدہ نقصان کے تم ذمہ دار ہو، اور اسے اچھی طرح چلانا بھی تمہاری ذمہ داری ہے، وہ اکیلے دوکان چلانے لگے اُس کے بعد دو نمبر بھائی اُس دوکان سے ہٹ کر اپنا الگ کاروبار چلانے لگے۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ پانچ نمبر بھائی جو قریب پندرہ سال سے اپنا الگ کاروبار چلا رہے ہیں، صرف اُسی کے فائدہ کے وہ حق دار ہیں، یا باقی بھائیوں کے کاروبار میں بھی اُن کا حصہ ہوگا۔ نیز یہ واضح رہے کہ والد صاحب کے ملکیت کا جو بھی مکان اور دوکان وزمین جائیداد ہے، اُن سب میں پانچ نمبر بھائی کو برابر یعنی سات حصہ کا ایک حصہ دیا جا رہا ہے، شرعی حکم تحریر فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ والد کی زندگی میں اور والد کے انتقال کے بعد سب بھائیوں نے جو بھی اجتماعی یا انفرادی طور پر کاروباری محنتیں کی ہیں، وہ مشترک سمجھ کر کی ہیں، اسی وجہ سے ہر دوکان اور ہر کاروبار میں سب بھائیوں کو برابر برابر حصہ دیا جاتا رہا۔ بریں بنائے پانچوں بھائی نے جو الگ دوکان کر رکھی ہے اُسے بھی مشترک ہی مانا جائے گا، اور اس کی آمدنی میں سب بھائیوں کا حصہ ہوگا، اور یہ صورت اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ حسبِ حصص شرعیہ ہر وارث کا حصہ الگ اور متعین نہ ہو جائے۔ (کفایت المفتی ۳۰۹/۹، فتاویٰ رجمیہ ۵۴۷/۱۰)

سئل في إخوة خمسة سعيهم و كسبهم واحد و عائلتهم واحدة حصلوا بسعيهم و كسبهم أموالاً، فهل تكون الأموال المذكورة مشتركة بينهم أحماساً؟

الجواب: ما حصله الإخوة الخمسة بسعيهم وكسبهم يكون بينهم أخماساً. (تنقيح الفتاوى الحامدية / كتاب الشركة ۹۵/۱ المكتبة الميمية مصر)

أب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما مال، فالكسب كله للأب إذا كان الابن في عيال الأب لكونه معيناً له. (الفتاوى الهندية، كتاب الشركة / الباب الرابع في شركة الرجوه وشركة الأعمال ۳۲۹/۲)

دفع لابنه مالاً ليتصرف فيه، ففعل وكثر ذلك فمات الأب إن أعطاه هبة، فالكل له وإلا فميراث. (الدر المختار) بأن دفع إليه ليعمل للأب الخ. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الهبة / باب الرجوع في الهبة ۵۲۰/۱۸ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۳/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کا مکان فروخت کر کے بڑے بھائی کا روپیہ پر قبضہ کرنا؟

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعد آداب کے گزارش یہ ہے کہ میں کچھ مسائل پر قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ سے فیصلہ صادر فرمانے کی گزارش کرتا ہوں، ایک مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس ہمارے والد کے انتقال کے بعد ایک مکان تھا، جس کو ہم نے ساڑھے چھ لاکھ روپے میں بیچا تھا، جس کے سارے پیسے امانت کے طور پر ہم نے اپنے بڑے بھائی کو ائین بناتے ہوئے اُن کے پاس رکھ دئے، کچھ سال بعد جب ہم نے اپنے حصہ کے پیسے مانگے تو اُنہوں نے ہمارے ہاتھ میں ایک خرچ کا پرچہ تھما دیا، اور کہہ دیا کہ سارے پیسے خرچ ہو گئے، اُنہوں نے خرچ کرنے سے پہلے ہم سے اجازت بھی نہیں لی، کیا بغیر اجازت بھائیوں سے خرچ کرنا جائز ہے؟ اگر نہیں تو کیا اُنہوں نے ہمارا حق نہیں مارا ہے؟ اگر اُنہوں نے حق مارا ہے، تو اس کا اجر ہمیں اللہ کے گھر ملے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: والد کا جو مکان ساڑھے چھ لاکھ میں بیچا گیا ہے، اُس

میں سبھی وارثین کا حصہ ہے، اُس رقم میں وارثین کی اجازت کے بغیر بڑے بھائی کو تنہا تصرف کرنے کا حق نہیں، اگر اُس نے تصرف کیا تو وہ دیگر حصہ داروں کی طرف سے عند اللہ مؤاخذہ دار ہوگا، اور اُس پر سب حق داروں کو اُن کا حق دینا لازم ہوگا۔

ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب أو السنة. (شامي / أول كتاب الفرائض ۴۹۷/۱۰)
 لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً. (شرح المحلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ۶۱/۱ رقم المادة: ۹۶ المكتبة الحنفية كوئٹہ، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ۲۰۰/۶ كراچی)
 ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه ردّه. (شرح المحلة لسليم رستم باز ۶۲/۱ رقم المادة: ۹۷ كوئٹہ، وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ۶۸/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑے بیٹے کے نام ہبہ کردہ مکان میں دوسرے بیٹوں کا حصہ طلب کرنا؟

سوال (۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے تین لڑکے ہیں، اور اس کی کل آراضی ۳۶ بیگھہ ہے، جس میں سے ۱۴ بیگھہ آراضی اپنے بڑے لڑکے کو دے دی، اپنی صحت میں دو سال وفات سے قبل، جب کہ زید نے جب سے اپنے بڑے لڑکے کو آراضی دی ہے اسی وقت سے وہ اُس کی کل پیداوار کا بھی مالک ہے، زید کی وفات کے بعد ۲۲ بیگھہ آراضی کو اُس کے دو چھوٹے لڑکوں نے تقسیم کر لیا۔ اب وہ یہ کہتے ہیں کہ اُن کے بھائی کے پاس زیادہ آراضی ہے؛ لہذا اُس میں سے ہم کو بھی ملنا چاہئے، جب کہ زید کا بڑا لڑکا یہ کہتا ہے کہ مجھ کو والد صاحب نے حالت صحت میں دے دی تھی؛ لہذا اُس میں تمہارا کوئی حق

نہیں اور جو زید نے علاوہ آراضی کے اشیاء متروکہ چھوڑیں وہ بھی سب دونوں چھوٹے لڑکوں نے لے لیا، مسئلہ بالا میں آراضی و اشیاء متروکہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال جب کہ والد نے اپنی حیات میں صحت کی حالت میں مذکورہ جائیداد اپنے بڑے لڑکے کو دے دی تھی اور لڑکے نے باپ کی زندگی ہی میں اُس پر پوری طرح قبضہ اور تصرف کر لیا تھا، تو اب والد کی وفات کے بعد اُس جائیداد میں بڑے لڑکے کے علاوہ دوسرا کوئی لڑکا یا وارث حصہ دار نہیں ہے، اور دیگر اشیاء متروکہ میں حسبِ حصص شرعیہ سب وارث حصہ دار ہوں گے۔

والقبض لا بد منه لثبوت الملك. (الهدایة ۲۸۳/۳ الامین کتابستان دیوبند)
تنعقد أي الهبة بالإيجاب والقبول وتتم بالقبض الكامل. (شرح المحلہ، کتاب
الہبۃ / الفصل الأول ۶۲۱/۴ رقم المادة: ۸۳۷)

ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي. (شرح المحلہ ۶۱۱/۱ رقم المادة: ۹۷)
ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف ما شاء. (شرح المحلہ، کتاب
الشركة / الفصل الثامن ۶۴۳/۱ رقم المادة: ۱۱۶۲)

إن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب
حصصهم. (شرح المحلہ ۶۱۰/۱ رقم: ۱۰۹۲)

يبدأ من تركه المیت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها لأن التركة في
الاصطلاح: ما تركه المیت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من
الأموال. (شامی / أول كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ كراچی، ۴۹۳/۱۰ زكريا، البحر الرائق / كتاب
الفرائض ۳۶۵/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۳/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑے بیٹے کا باپ کو دوکان کرانا اور چھوٹے بیٹے کا اُس میں سے اپنا حق طلب کرنا

سوال (۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے دو بیٹے ہیں، زید نے دونوں کو برابر برابر حصہ تقسیم کر دیا، اب زید کے پاس کچھ نہیں بچا تو زید کے بڑے بیٹے نے اُن کو ایک دوکان کرادی، جب دوکان اچھی چلنے لگی، تو چھوٹے بھائی نے کہا کہ اس دوکان میں میرا بھی حصہ ہے، حالانکہ چھوٹے بھائی نے دوکان میں کچھ نہیں دیا، تو زید کے چھوٹے بیٹے کو دوکان سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئلہ میں چوں کہ بڑے بیٹے نے تنہا باپ کو دوکان کرائی ہے، اور چھوٹے بیٹے نے کچھ بھی نہیں دیا ہے، اس لئے باپ کی زندگی میں اُس میں چھوٹے بیٹے کو مطالبہ کا حق نہیں ہے؛ البتہ والد کے انتقال کے بعد اُس دوکان میں اُن کے سب موجودہ وارثین حسب حصص شرعیہ حصہ دار ہوں گے۔

يعتبر كونه وارثاً أو غير وارثٍ وقت الموت لا وقت الوصية. (الدر المختار /

كتاب الفرائض ۶۵۱/۷ كراچی)

و شروطه ثلاثة: موت مورث حقيقةً أو حكماً كمفقود. (شامي / اول كتاب

الفرائض ۴۹۱/۱۰ ذكره) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے ترکہ میں سے مہر، عدت کا خرچ اور زندگی کے سابقہ

اخراجات کا مطالبہ کرنا

سوال (۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: خدمت میں عرض یہ ہے کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرا نکاح ۱۹۶۲ء میں ہوا، نکاح میں میرے مہر ایک ہزار پانچ اشرفی طے کئے گئے؛ کیوں کہ میں اپنے شوہر کی دوسری بیوی ہوں، اس نکاح کی رسید میں یہ بھی لکھ دیا گیا کہ اگر ہم دونوں میں کوئی اختلاف ہوتا ہے، تو ۵۰ روپے مہینہ خرچ ادا کریں گے، میں اپنے شوہر کے ساتھ ۱۹۷۵ء تک رہی، اُس کے بعد سے میں الگ رہ کر گزر بسر کر رہی ہوں، ۱۹۷۶ء سے کوئی خرچ کا پائی پیسہ نہیں ادا کیا، مجھے جب موقع ملتا ۲-۴ مہینے یا اس سے پہلے اور بعد میں اُن سے ملنے اُن کے گھر جاتی رہی، اور اپنی پریشانی ظاہر کرتی رہی، اب ۲-۳ سال سے طبیعت خراب چل رہی تھی، بیماری کے دوران گھر اور اسپتال بھی کئی مرتبہ گئی، اور طبیعت معلوم کی، بروز جمعرات ۹ نومبر ۲۰۰۶ کو اُن کا انتقال ہو گیا، میں اپنے شوہر کے گھر گئی، اور جنازہ اٹھتے ہی میں اپنے گھر واپس آ گئی اور اب عدت میں ہوں، میں اپنے نکاح کی رسید آپ کو بھیج رہی ہوں، غور فرما کر بتائیں کہ مجھے اپنے شوہر کی جائیداد میں سے اپنے مہر عدت خرچ اور ۳۰ سال کا خرچ جو رسید کے مطابق ادا نہیں کیا، کیا مل سکتا ہے، اور یہ سب کتنا ہوا؟

نوٹ:- جنازہ اٹھنے سے پہلے مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا کہ ۲-۴ دن میں مہر وغیرہ ادا کردئے جائیں گے؛ لیکن ابھی تک ادا نہیں کئے گئے ہیں، اُن حضرات نے وعدہ کیا تھا، محمد معروف (بیٹا) معراج حسین داماد نور الدین نندوئی فقط۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ تفصیلات درست ہیں، تو آپ کو اپنے مرحوم شوہر کے ترکہ میں سے مقررہ مہر اور اپنے حق وراثت کے مطالبہ کا حق ہے؛ البتہ نکاح نامہ میں ناراضگی کی شکل میں ماہ بامہ جو رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا، وہ عدم ادائیگی کی شکل میں ساقط ہو چکی ہے، اب اُس کے مطالبہ کا حق نہیں ہے، اور حصہ وراثت کی تفصیل اُسی وقت بتائی جاسکتی ہے، جب کہ مرحوم کے تمام ورثہ کے بارے میں وضاحت کی جائے۔

قوله: والنفقة لا تصیر دیناً الخ، أي إذا لم ينفق عليها بأن غاب عنها، أو

كان حاضرًا فامتنع فلا يطالب بها؛ بل تسقط بمضي المدة. (شامي، كتاب الطلاق /

باب النفقة، مطلب: لا تصير النفقة دينًا إلا بالقضاء أو الرضاء ۳۱۱/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۰/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے انتقال کے بعد سامانِ جہیز اور کا حکم

سوال (۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: محمد سلیمان کی دس سال پہلے شادی ہوئی تھی اُن کی بیوی بیمار ہوئی، اُن کا انتقال ہو گیا، اُن کے کوئی اولاد نہیں ہے، لڑکی والے اور لڑکے والوں میں جہیز و مکان میں لگائے گئے روپے اور مہر کے بارے میں کچھ تنازع ہو گیا، دونوں فریقوں نے تنازع دور کرنے کے لئے ہمیں سرچ مقرر کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب سے درخواست ہے کہ ہمیں اس بارے میں تحریر فرما دیجئے کہ شریعت کی رو سے کس کو کتنا حق پہنچتا ہے؟ تاکہ صحیح فیصلہ کر سکیں؟

لڑکی والوں نے جہیز میں درج ذیل سامان دیا تھا: الماری، صندوق، ڈبل بیڈ، پنکھا، فولڈنگ بیڈ، گھر کے استعمال کا متفرق سامان، ایک سونے کی چیز؟

لڑکی والوں کا کہنا ہے کہ ہم بھائیوں والی اور چچا وغیرہ نے اُن کے مکان میں مرمت کے لئے روپیہ دیا، اُنہوں نے سلیمان کے ہاتھ میں کوئی روپیہ نہیں دیا۔

مہر جو کہ پانچ ہزار روپیہ بنے تھے، اُس کے بارے میں لڑکے والوں کا کہنا ہے کہ سلیمان نے فرم سے ایڈوانس پانچ ہزار روپیہ لا کر بیوی کے ہاتھ میں دئے، جو کہ مکان کی مرمت کے لئے تھے؛ لیکن بیوی نے کہا کہ یہ روپیہ میرے مہر کے آگئے ہیں، اس بات کے گواہ لڑکی کے دونوں بھائی ہیں، جو کہ اس وقت وہاں موجود تھے، بعد میں بیوی نے اپنی رضامندی سے مہر کے روپے مکان کی مرمت میں لگائے، تو کیا مہر ادا ہو گئے؟ اگر نہیں ہوئے تو شوہر کو پھر ادا کرنے میں یا نہیں؟ لڑکی کے وارثین میں شوہر اور لڑکی کے باپ ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب بیوی مہر پر قبضہ کر چکی جس پر اس کے دو بھائی گواہ موجود ہیں، تو مہر کی ادائیگی شرعاً ہو چکی، اب اُس کے بعد لڑکی کے انتقال کے وقت جو ماں باپ کا دیا ہوا جہیز یا سسرال سے ملا ہوا سامان موجود ہے، اُس کا آدھا حصہ شوہر سلیمان کو اور بقیہ آدھا حصہ لڑکی کے باپ کو ملے گا، اس کے علاوہ لڑکی کے بھائی چچا وغیرہ کسی بھی حصہ کے شرعاً مستحق نہیں ہیں، اور انہوں نے جو روپیہ سلیمان کے مکان کی مرمت میں لگایا ہے، اگر وہ بطور قرض تھا تو اُس کے مطالبہ کا حق ہے، اور اگر بطور اعانت و امداد تھا، جیسا کہ ظاہر ہے تو یہ اُن کی طرف سے تبرع و احسان ہے، اب اُس کے مطالبہ کا حق نہیں۔

عن سمرة بن جندب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

إذا كان الهبة لذي رحم محرم لم يرجع فيها. (المستدرک للحاکم / کتاب البیوع ۶۱۱/۲

رقم: ۲۳۲۴ دار الکتب العلمیة بیروت، السنن الکبریٰ للبیہقی / باب المکافاة فی الهبة ۱۸۱/۹ رقم: ۱۲۲۵۷)

وما سوى ذلك من الحقوق تقبل شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء

كان الحق مالا أو غير مال. (الهدایة / کتاب الشهادة ۱۵۴/۳)

أما للزوج النصف عند عدم الولد. (السراجی فی المیراث ۱۱)

ولا يرجع في الهبة من المحارم بالقرابة كالآباء، والأمهات، وإن علوا،

والأولاد، وإن سفلوا، وأولاد البنين، وأولاد البنات في ذلك سواء، وكذلك

الإخوة والأخوات والأعمام والعمات، والمحرمية بالسبب لا بالقرابة لا تمنع

الرجوع كالآباء والأمهات والإخوة والأخوات من الرضاع. وكذا المحرمية

بالمصاهرة. (الفتاویٰ التاتاریخانیة، کتاب الهبة / الفصل الخامس فی الرجوع فی الهبة ۴۹۹/۱۴ رقم:

۲۱۶۷۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے مرنے کے بعد جہیز اور زیورات میں میراث جاری ہوگی

سوال (۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کا انتقال ہو گیا، شوہر زندہ ہے، اُس نے اپنا جہیز چھوڑا، وہ میراث کا حکم رکھتا ہے، یا میکہ واپس جائے گا، اُس کا مالک کون ہوگا؟ اسی طرح شوہر نے شادی کے وقت یا بعد میں جو زیورات دیا ہے اُس کا کیا حکم ہے؟ وہ شوہر کا قرار پائے گا، یا عورت کا؟ شرع متین کا جو حکم ہو مطلع فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جہیز کا وہ سامان جو عورت کو میکے سے ملا ہے، تو وہ عورت ہی کی ملک ہے؛ لہذا اُس کو عورت کے شرعی وارثین کے درمیان حسبِ حصص شرعیہ تقسیم کر دیا جائے گا، اور شوہر کو بھی اُس کے حصہ کے موافق ملے گا؛ البتہ شوہر کی طرف سے جو زیورات ملے ہیں، اگر شوہر نے اُس کو مہر میں یا بہہ کے طور پر دئے تھے، تو اُس کی مالک بھی عورت ہی ہوگی، اور اُس میں میراث جاری ہوگی؛ لیکن اگر وہ زیورات شوہر نے عاریت کے طور پر دئے تھے، تو وہ شوہر کے ہوں گے، اور وہی اُس کا مالک ہوگا۔

فإن كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة، وأنه إذا طلقها تأخذہ كله،
وإذا ماتت يورث عنها ولا يختص بشيء منه. (شامي، كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب:
فيما لو زفت إليه بلا جهاز ۲۹۹/۵ زكريا)

وأما إذا جرت في البعض يكون الجهاز تركة يتعلق بها حق الورثة، وهو الصحيح. (شامي، كتاب النكاح / باب المهر ۳۰۹/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۲۹/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے انتقال کے بعد مہر کا مستحق کون؟

سوال (۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہو گیا، اس کے دو یا تین بچے ہیں، مہر کی ادائیگی بیوی کی موجودگی میں نہیں ہو پائی تھی، کیا وہ مہر بیوی کے والدین کو دے دیا جائے یا پھر اُس مہر کے مستحق اس کے بچے ہیں؟ اُس کا صحیح مصرف کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وہ مہر بیوی کے شرعی ورثہ میں حسب حصص شرعیہ تقسیم

ہوگا، ورثہ میں اُس کے والدین، بچے اور شوہر شامل ہوں گے۔

كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب

حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر

حصصهم. (شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث / ٦١٠/١ رقم المادة: ١٠٩٢

المكتبة الحنفية كوئٹہ)

يبدأ من تركه الميت الخالية لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه

الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (رد المحتار / كتاب

الفرائض ٧٥٩/٦ كراچی، وكذا في البحر الرائق / كتاب الفرائض ٣٦٥/٩ رشیدیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۹/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر میراث کا بدل نہیں

سوال (۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: یعقوب خاں نے اپنی حیات میں ۳۳ رشادیاں کیں، جس میں سے ۲ بیویاں اُن کی حیات میں

ہی گذر گئیں اور ایک بیوی شوہر کے انتقال کے کافی عرصہ بعد تک حیات رہیں، اور بعد میں انتقال

کر گئیں، اُن کا نام کشوری بیگم تھا، شوہر نے کشوری بیگم کو بروقت نکاح بالعوض دین مہر ۱۲ رگزر زمین

بقدر آٹھواں حصہ از جملہ کل قطعہ مکان ۱۹۳۸ء میں ایک کاغذ رجسٹرڈ کرایا تھا، یعنی کل مکان ۹۶ رگزر

تھا، اب کیا کشوری بیگم کو شوہر کے انتقال کے بعد ملنے والا آٹھواں حصہ مزید ملے گا یا نہیں؟ کیا پہلی بیویاں جو اپنے شوہر کی حیات میں گزر چکی ہیں، آٹھواں حصہ انہیں بھی ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شوہر کے انتقال کے بعد کشوری بیگم کو کل ترکہ کا آٹھواں

حصہ الگ سے ملے گا؛ اس لئے کہ ۱۲ رگز زمین بوقت عقد بعوض دین مہر تھا، وہ حصہ وراثت کا بدل نہیں بن سکتا۔ پہلی جو دو بیویاں شوہر سے پہلے انتقال کر گئیں، ان کو شوہر کی میراث سے کچھ نہ ملے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ

تَوْصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من فر من ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجه ۱۹۴)

يبدأ من تركة الميت بتجهيزه ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة

العباد. (الدر المختار / كتاب الفرائض ۷۵۹/۶-۷۶۱ كراچی)

ويستحق الإرث برحم ونكاح صحيح. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الفرائض

۴۹۷/۱۰ زكريا)

فإذا مات أحدهما فقد انتهى النكاح، سواء مات قبل البلوغ أو بعده؛ لأن

الفرقة بينهما لا تقع إلا بقضاء القاضي، فيتوارثان، ويجب المهر. (تبيين الحقائق،

كتاب النكاح / باب الأولياء والإكفاء ۵۱۱/۲ دار الكتب العلمية بيروت)

قال الكمال: قوله: والشيء بانتهاه يتقرر؛ لأن انتهاه عبارة عن وجوده بتمامه،

فيستعقب مواجبة الممكن إلزامها من المهر والإرث والنسب الخ. (فتح القدير، كتاب

النكاح / باب المهر ۳۲۲/۳ دار الفكر بيروت، الدر المختار / باب المهر ۱۰۲/۲ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۳/۲۰ھ

ترکہ کی تقسیم سے قبل مہر کی ادائیگی

سوال (۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے تاؤ کا انتقال ہو گیا ہے؛ لیکن اُنہوں نے مہر ادا نہیں کیا ہے، تائی کا کہنا ہے کہ پانچ ہزار روپے مہر طے ہوئے تھے، یہی بات اُن کی نند و دیور بھی کہہ رہے ہیں؛ لیکن تاؤ کے سسرال والے کہہ رہے ہیں کہ پانچ ہزار روپے کے ساتھ ساتھ پانچ اشرفیاں بھی ہیں، ایسے وقت میں جب کہ اختلاف ہو رہا ہے، تو کس کی بات مانی جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسؤلہ صورت میں جب کہ بیوی صرف پانچ ہزار روپے مہر کا اقرار کر رہی ہے اور مرحوم کے رشتہ دار بھی اُسی کے اقراری ہیں، تو مرحوم کے ترکہ میں سے صرف پانچ ہزار روپے مہر میں دئے جائیں گے۔ اور مزید پانچ اشرفیوں کا جو دعویٰ سسرال والوں کی طرف سے ہے، اس کے لئے معتبر ثبوت یا گواہی ضروری ہے، اگر یہ ثبوت نہ ہو تو اُن اشرفیوں کو مہر میں ادا کرنے پر مرحوم کے وارثین کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال في خطبته: البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه. (سنن

الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما جاء في أن البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه (۲۴۹/۱)
قال النووي: هذا الحديث قاعدة شريفة كلية من قواعد أحكام الشرع،
ففيه أنه لا يقبل قول الإنسان فيما يدعيه بمجرد دعواه؛ بل يحتاج إلى بينة أو
تصديق المدعى عليه. (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء / باب الأفضية والشهادات ۲۹۹/۷
تحت رقم: ۳۷۵۸ دار الكتب العلمية بيروت، ۲۵۰/۷ المكتبة الأشرفية ديوبند)

البينة على المدعي واليمين على من المنكر. (شرح المحلة / المقالة الثانية في

بيان القواعد الفقهية ۵/۱ رقم المادة: ۷۶ كوئٹہ)

فیذا صحت الدعویٰ من المدعی سأل القاضي المدعیٰ علیہ عنها
 لینکشف له وجه الحكم، فإن اعترف بدعواه قضا علیہ بها وإن أنکر سأل
 المدعی البینه لإثبات ما ادعاهم، فإن أحضرها قضیٰ بها لظهور صدقها، وإن
 عجز عن ذلك وطلب یمین خصمه أستحلف علیها. (اللباب فی شرح الكتاب / كتاب
 الدعویٰ ۱۲۲/۳، كذا فی البحر الرائق / كتاب الدعویٰ ۳۴۵/۷ زکریا)

یبدأ من تركه المیت بتجهیزه ثم تقدم ذیونہ التي لها مطالب من جهة
 العباد. (الدر المختار / كتاب الفرائض ۷۶۱/۶ كراچی)

المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة، الدخول، والخلوۃ الصحیحة، وموت أحد
 الزوجین، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا یسقط منه شیء بعد ذلك إلا
 بالإبراء من صاحب الحق. (الفتاویٰ الهندیة، كتاب النکاح / الباب السابع فی المهر ۳۰۳/۱
 زکریا، البحر الرائق / باب المهر ۲۵۱/۳ زکریا، شامی، كتاب النکاح / باب المهر ۱۰۲/۳ كراچی)

فیذا مات أحدهما فقد انتهى النکاح، سواء مات قبل البلوغ أو بعده؛ لأن
 الفرقة بینهما لا تقع إلا بقضاء القاضي، فیتوارثان، ويجب المهر. (تبیین الحقائق،
 كتاب النکاح / باب الأولیاء والإکفاء ۵۱۱/۲ دار الکتب العلمیة بیروت)

قال الکمال: قوله: والشیء بانتهائه یتقرر؛ لأن انتهائه عبارة عن وجوده بتمامه،
 فیستعقب مواجبة الممكن إلزامها من المهر والإرث والنسب الخ. (فتح القدیر، كتاب
 النکاح / باب المهر ۳۲۲/۳ دار الفکر بیروت، الدر المختار / باب المهر ۱۰۲/۲ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۱۲/۲ھ

تقسیم ترکہ سے پہلے قرض کی ادائیگی ضروری ہے

سوال (۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عبدالکریم عرف ابراہیم ولد اللہ بخش مرحوم نے دو شادیاں کیں، پہلی بیوی سے اُن کے تین بیٹے محمد اسماعیل، محمد اسحاق، اور محمد حنیف پیدا ہوئے ۱۹۵۰ء میں اُن کی موجودگی میں انتقال ہو گیا، دوسری بیوی شاکرہ بیگم کے لطن سے تین بیٹے محمد سلیم عرف گڈو، محمد یاسین عرف بو، محمد حسن عرف بھیا اور تین بیٹیاں حنیفہ خاتون، عمر جہاں، انیسہ خاتون عرف گڈی، نفیسہ خاتون عرف بلی موجود ہیں، دوسری بیوی کا انتقال بھی عبدالکریم کی موجودگی میں ہوا تھا، عبدالکریم پانچ لاکھ روپیہ کا قرضہ چھوڑ کر مرے ہیں اور قرض کی وصولی کے لئے قرض خواہ نے اُن کی زندگی میں ہی مقدمہ دائر کر دیا تھا، جو بدستور چل رہا ہے، شریعت کی روشنی میں جواب دیا جائے کس کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ اور یہ بھی بتایا جائے کہ اس قرض کی ادائیگی کس طرح کی جائے گی جو مرحوم کے اوپر واجب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرحوم کا متروکہ ۶۶ گز کا مکان جو لڑکوں کے قبضہ میں

ہے، اُس کو فروخت کر کے حاصل شدہ رقم سے اولاً مرحوم کا ۵ لاکھ روپے کا قرض ادا کیا جائے گا اور اُس کے بعد جو رقم بچے گی اسے پندرہ حصوں میں تقسیم کر کے لڑکوں کو دو دو حصہ اور لڑکیوں کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ مَثَلِ الْأُنثِيَّيْنَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه ۵..... ثم

تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياها من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة. (السراجي في

الميراث ص: ۳-۵، كذا في الدر المختار / كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ كراچی، الفتاوى الهندية / أول

كتاب الفرائض ۴۴۷/۶ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۸/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے اور شوہر کے درمیان ترکہ کی تقسیم، جہیز اور مہر کا حکم

سوال (۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری ایک بہن کی شادی ۱۸ سال پہلے ممبئی میں ہوئی تھی، اور اُس کو ایک لڑکا بھی ہے جس کی عمر اب ۱۶ سال ہے، میری بہن کا انتقال ۲ سال پہلے ممبئی میں ہو گیا تھا، میرے بہنوئی نے اُس کے ایک سال کے بعد دوسرا نکاح کر لیا ہے، میری بہن کا زیور اور سامان جو میکہ سے گیا تھا اور بہنوئی نے جو زیور شادی میں چڑھایا تھا وہ سارا سامان اور سارا زیور میرے بہنوئی کے پاس ہے، لڑکا اپنے باپ کے پاس رہتا ہے، لڑکا اس شادی کے ہو جانے کے بعد اپنی سوتیلی ماں سے پریشان ہے، اُس کا باپ لڑکے کو اپنے ماموں کے پاس جانے کی اجازت نہیں دیتا ہے، ان پریشانیوں میں جو کہ ہمارے بھانجے کی آنے جانے کی رکاوٹ اور جو زیور اور جہیز جو میرے بہنوئی نے جس پر اپنا اختیار کر لیا ہے، کیا یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اور میری بہن کا مہر کس کو ادا کیا جائے گا، مہربانی کر کے آپ اپنی رائے اور فتویٰ دیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں آپ کی مرحومہ بہن کا سارا مال ان کی وفات کے بعد شوہر اور لڑکے کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، مرحومہ بہن کے مال میں اس کے بھائی بہنوں کا کوئی حصہ نہیں ہے، مرحومہ کو میکہ کی طرف سے دیا جانے والا جہیز، زیور اور مہر سب اس کے ترکہ میں شامل ہیں، اور بہنوئی کی طرف سے جو زیور دیا گیا تھا اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ بطور ہبہ تھا، تو ترکہ میں شامل ہے اور اگر وہ بطور عاریت تھا، تو وہ صرف بہنوئی کی ملک ہے، مرحومہ کے ترکہ میں شامل نہیں، اور مرحومہ کا مال اس کے شوہر اور بیٹے کے درمیان درج ذیل تناسب سے تقسیم ہوگا۔

مرحومہ کا کل ترکہ ۴ برابر حصوں میں تقسیم ہو کر ایک حصہ شوہر کو اور تین حصے لڑکے کو ملیں گے، اور لڑکا سولہ سال کی عمر میں بالغ ہو جاتا ہے؛ لہذا اسے صلہ رحمی کے بطور اپنے ماموں وغیرہ سے

ملتے رہنا چاہئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۶۰/۵، فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۱۰۶، اڈا بھیل، ایضاح النوادر ۱۲/۱۵-۱۵)

قال عبدالرحمن رضي الله عنه: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: قال الله تبارك وتعالى: أنا الله وأنا الرحمن خلقت الرحم وشققت لها من اسمي، فمن وصلها وصلته ومن قطعها بتته. (سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب في قطعة الرحم ۱۲۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

المختار للفتوى أن يحكم بكون الجهاز ملكاً لا عاريةً..... ويكون الجهاز تركة يتعلق بها حق الورثة، وهو الصحيح. (شامي ۳۰۹/۴، الأشباه والنظائر ۱۵۷)

وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها..... فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك. (الفتاوى الهندية، باب المهر / الفصل السادس عشر في جهاز البنت ۳۲۷/۱)

ويتأكد عند وطء أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما. (الدر

المختار مع الشامي، كتاب النكاح / باب المهر ۲۳۳/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۵/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے مرنے کے بعد جہیز کے زیور کو صدقہ جاریہ کرنا

سوال (۳۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ ۱۶ سال تک زید کے نکاح میں رہی، مگر کوئی بچہ تو لدنہ ہوا، اب ۱۶ سال کے بعد ہندہ کا انتقال ہو گیا، انتقال ہندہ کے بعد ہندہ کے والد یہ چاہتے ہیں کہ ہم نے جہیز میں ہندہ کو جو زیور دیا تھا، اور اُس کے شوہر نے جو نکاح میں دیا تھا وہ سب صدقہ جاریہ میں لگا دیں۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اُن سب میں سے صدقہ جاریہ میں کتنا لگا سکتے ہیں؟ اور اُس

کے شوہر زید اپنے مصرف میں کتنا لگا سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں ہندہ کے ترکہ میں سے نصف حصہ

کا مالک اُس کا شوہر ہے، اور بقیہ نصف حصہ والد اور والدہ کا ہے۔ اب اگر شوہر اُس کے متروکہ مال میں سے اپنا حق نہ لے کر والد کی مرضی کے مطابق صدقہ جاریہ میں صرف کرنا چاہے تو اس کی گنجائش ہے؛ لیکن اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تو مجبور نہیں کیا جائے گا، وہ اپنا حق لے سکتا ہے۔

وَأَمَّا لِلزَّوْجِ فَحَالَتَانِ: النِّصْفُ عِنْدَ عَدَمِ الْوَالِدِ وَوَلَدِ الْإِبْنِ وَإِنْ سَفَلَ.

(السراجي في الميراث ۱۱)

کل یتصرف فی ملکہ کیف شاء۔ (شرح المحلہ لسلم رستم باز، کتاب الشركة /

الباب الثالث فی أحكام الأملاك ۶۵۴/۱ رقم المادة: ۱۱۹۲ مکتبۃ الإتحاد دیوبند)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه،

وإن فعل كان ضامناً. (شرح المحلہ لسلم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ۶۱۱/۱ رقم

المادة: ۹۶ مکتبۃ الإتحاد دیوبند، وکنا فی الدر المختار / کتاب الغصب ۲۰۰/۶ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱۲/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہو کے نام کردہ زمین سرسری میراث میں شامل نہ ہوگی

سوال (۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میرے سرسری دو بیگھہ زمین تھی جس کے حق دار اُن کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں، جس میں اُنہوں نے جب اپنے بڑے بیٹے کی شادی کی تھی تو ۴۰۰ گز جگہ اُس دو بیگھہ زمین سے ہٹ کر اُن کی بیوی کے دین مہر میں لکھت میں دی تھی، جو اُنہوں نے اپنے سرسری زندگی میں ہی بیچ دی تھی، پھر دوسرے بیٹے کی شادی ہوئی تو ۱۰۰ گز جگہ اُن کی بیوی کے دین مہر میں لکھت میں دی تھی، باقی تین بیٹوں کی شادی میں اُنہوں نے کوئی لکھت نہیں دی تھی، اور نہ ہی اُنہوں نے اپنی زندگی

میں کوئی بٹوارہ تقسیم کیا تھا، اب اُن کے انتقال کے بعد میں جب بٹوارے کا سلسلہ چلا، تو جس بھائی کی بیوی کو ۱۰۰ اکرز جگہ دی تھی، اُس جگہ کو لکھت میں لانے کے لئے کہا گیا، تو اُنہوں نے کہہ دیا کہ اس ۱۰۰ اکرز جگہ سے کسی کو کوئی مطلب نہیں ہے، یہ میری بیوی کے نام ہے، باقی جگہ میں میں تمہارا برابر کا حق دار ہوں، اس بات پر اُن میں سے تین بھائیوں نے جن کی بیویوں کو کوئی لکھت نہیں ملی تھی، اُنہوں نے یہ آواز اٹھائی کہ ہماری بیویوں کو بھی لکھت میں جگہ ملنی چاہئے، ۱۰۰ اکرز نہیں تو پچاس پچاس اکرز ملنی چاہئے، اس بات پر کوئی راضی نہیں ہوا، اور بٹوارے کا مسئلہ اس بات کو لے کر رکا ہوا ہے۔ اب سے تقریباً ایک سال تین مہینے پہلے میرے شوہر کا قتل کر دیا گیا، جو کہ سب بھائی بہنوں میں چھوٹے تھے، میری شادی نو سال پہلے میرے سر کی زندگی میں ہوئی تھی، میری عمر ۳۸ سال ہے، اور میری ایک لڑکی نو سال کی ہے، دوسرا بیٹا سات سال کا ہے، اور تیسرا لڑکا چار سال کا ہے، آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، میرے میسکے والے ہی میری اور میرے بچوں کی پوری طرح سے دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اب بٹوارے کا مسئلہ حل ہوا، بہنوں کو حق دیا گیا، اور بھائیوں کو اُن کا حق ملا؛ لیکن وہ جو بہوؤں کے نام کی جگہ نکالی گئی ہے، اُس جگہ کو میرے شوہر سمیت تینوں بھائی مانگ رہے تھے؛ لیکن اب فیصلہ ہونے کے بعد اُس جگہ کو وہ دو بھائی جو حیات ہیں، وہ آپس میں ہی تقسیم کر رہے ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ جو مر گیا اُس کو ہم نہیں دیں گے، وہ میرے یتیم بچوں کا حق مار رہے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کے سر نے جو زمین آپ کی دو بہوؤں کو دین مہر میں دے کر اُنہیں قابض و مالک بنا دیا، تو اب اُس میں کسی کا حق متعلق نہیں رہا، اس زمین کی وہ مالک ہیں، سر کی وفات کے بعد وہ زمین وراثت میں شمار نہ ہوگی، اُس کو وراثت میں شامل کرنے کا مطالبہ کسی کے لئے بھی شرعاً درست نہیں ہے، اُس زمین کے علاوہ آپ کے سر کے انتقال کے وقت جو کچھ زمین اور دیگر ساز و سامان موجود تھا، اُس میں آپ کے سر کے وہ تمام بیٹے اور بیٹیاں

حسب حصص شرعیہ حق دار ہیں، جو ان کی وفات کے وقت موجود تھے، باپ کی وفات کے بعد انتقال کرنے والا وراثت سے محروم نہ ہوگا، اور اُس کو وراثت سے محروم کرنے والے یا اُس کی کوشش کرنے والے سخت گناہ کے مرتکب ہوں گے؛ لہذا آپ کے مرحوم شوہر کو بھی آپ کے سر کے ترکہ سے حصہ ملے گا، جس کے حق دار آپ کے بچے اور آپ ہیں۔

قال الله تعالى: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ، وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ [النساء: ۷]
 وقال الله تعالى: ﴿وَأَتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَيْرِيبَ بِالطَّيِّبِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲]

عن سعید بن زید رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحیح البخاری، باب ما جاء في سبع أرضين ۴۵۴/۱ رقم: ۳۱۹۸، صحیح مسلم رقم: ۱۶۱۰، مشکاة المصابیح / باب الغصب ۲۵۴ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التنقيح ۶۱۰/۵ رقم: ۲۹۳۸ دار النوادر) باقی وراثت کی تفصیلی تقسیم تمام وارثین کے نام وغیرہ دینے پر کی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۲۲/۲/۱۰ھ

لڑکے کی شادی کے لئے رکھا ہوا زیور میت کے ترکہ میں شامل ہوگا

سوال (۳۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جب میں نے اپنی لڑکی کی شادی کی تھی تو میری بیوی نے اُس کو سونے کا سیٹ بنوا کر دیا تھا اور سونے کا کچھ زیور میرے لڑکے کے لئے رکھ دیا تھا، کیا وہ زیور لڑکے کا رہا یا بیوی کا ترکہ ہوگا، یہ زیور انہوں نے لڑکے کی شادی کی نیت سے رکھا تھا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکی کی شادی پر جو زیور اُسے دیا گیا تھا وہ لڑکی ہی کا

ہے، اُس میں کسی دوسرے کا حق نہیں اور جو زیور لڑکے کی شادی کی نیت سے رکھ دیا گیا تھا، وہ میت کے ترکہ میں شمار ہوگا، اور سب وارثین میں حسب حصص شرعیہ اُس کو تقسیم کیا جائے گا۔

جہز ابننتہ بجہاز وسلمہا ذلک لیس لہ الاسترداد منہا، ولا لورثتہ بعدہ.

(الدر المختار مع الشامی، کتاب النکاح / باب المہر، مطلب: أفق علی معتدۃ الغیر ۳۰۶/۴ زکریا)

والقبض لا بد منہ لثبوت الملک. (الہدایۃ / کتاب الہبۃ ۲۸۳/۳ إدارة المعارف دیوبند)

والمراد من التركة ما ترکہ المیت خالیاً عن تعلق حق الغیر بعینہ. (تبیین

الحقائق / کتاب الفرائض ۷۱۱/۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۸/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کی شادی کے لئے رکھے ہوئے زیورات میں وراثت چلے گی یا نہیں؟

سوال (۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے، چار بچے ہیں، تین بالغ ہیں اور ایک نابالغ ہے، جس میں بڑی لڑکی کی شادی کو ۲ مہینے تھے کہ والد کا ہاٹ فیل ہو گیا، لڑکی کے لئے برتن اور زیور رکھا تھا، اگر اُس زیور کو میں پہنتی بھی تو شوہر ناراض ہوتے تھے اور کہتے کہ یہ تو میری لڑکی کا ہے، تین گواہ بھی ہیں، اب کیا کرنا ہے؟ کیا ان زیورات اور برتنوں کی لڑکی مالک ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بالغ لڑکی کے لئے جو زیور اور برتن الگ رکھ دئے گئے

ہیں، وہ اُن کی اُس وقت تک مالک نہ ہوگی، جب تک کہ اُس کو وہ چیزیں سپرد کر کے قابض نہ بنا دیا جائے، قبضہ سے پہلے ہبہ میں ملکیت نہیں آتی؛ لہذا صورتِ مسؤولہ میں اگر لڑکی قابض اور مالک نہیں ہوئی، تو یہ زیورات وغیرہ میت کے سبھی ورثہ میں حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوں گے، صرف لڑکی

کی ملکیت نہ ہوں گے۔

لأن الهبة للولد الكبير لا تتم إلا بقبضه ولو كان في عياله، كذا في

المحيط . (البحر الرائق / كتاب الهبة ۴۹۰/۷ زكريا)

كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم،

كذلك يكون الدّين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم. (شرح

المحله لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۲ المكتبة الحنفية كويت)

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق

حق الغير بعين من الأموال . (شامي / كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ دار الفكر بيروت، ۴۹۳/۱۰

زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کسی وارث کا اپنا حق لینے سے انکار کرنا؟

سوال (۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: احمد خاں بن جہانگیر خاں کا انتقال ہوا، اُن کی دو بیوی: رئیسین: جن سے پانچ لڑکے اور دو

لڑکیاں ہیں، اور پانچ لڑکیوں میں سے دو نے ترکہ لینے سے انکار بھی کر دیا ہے، اور اس بیوی کا احمد

جان کی زندگی میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ نجمہ بیگم: ان سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے، کل ورثہ ایک

بیوی تین لڑکیاں اور سات لڑکے چھوڑے، اور ترکہ میں سوگزر زمین ہے، جس میں سے احمد خاں نے

اپنے جیتے جی چوتھائی کی وصیت اپنی بیوی نجمہ کے نام کر دی تھی؛ لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں

بتائیں کہ کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرحوم کی پہلی بیوی کی اولاد میں سے جن لڑکیوں نے

وراثت میں حصہ لینے سے انکار کر دیا ہے، اُن کے انکار اور ترک میراث کی وجہ سے ان کا حق باطل نہ ہوگا؛ بلکہ بدستوران کا حق ترکہ میں باقی رہے گا؛ البتہ اپنا حصہ لینے اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد ان کو اختیار ہے کہ وہ جس کو چاہیں اپنے حصہ کا مالک بنا دیں، یا اپنے تمام بھائی، بہنوں پر تقسیم کر دیں، اور احمد خاں نے زندگی میں ہی مکان کے چوتھائی حصہ کی جو وصیت اپنی بیوی نجمہ بیگم کے نام کی ہے، تو نجمہ بیگم چوں کہ شرعی وارث ہیں، اور وارث کے لئے شرعاً وصیت نافذ نہیں ہوتی، ہاں اگر باقی تمام ورثہ اس وصیت پر رضا مند ہو جائیں، تو ایسی صورت میں وصیت کے مطابق ان کو مکان کا چوتھائی حصہ دینا لازم ہوگا، اس کے بعد ما بقیہ جائیداد ۱۳۶/۱۳۶ حصوں میں تقسیم ہو کر نجمہ بیگم کو ۷/۱ حصہ اور ہر لڑکے کو ۱۴-۱۴/۱ حصے اور ہر لڑکی کو ۷-۷/۱ حصے ملیں گے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۳۸/۲۳۹-۱۳۹/۱۳۹ بجیل)

لو قال الوارث: ترکت حقی لم یبطل حقہ إذ الملک لا یبطل بالترک.

(الأشباه والنظائر / باب ما یقبل الإسقاط من الحقوق وما لا یقبله ص: ۲۳۹ زکریا، کذا فی جامع الفصولین / الفصل الثامن والعشرون فی مسائل التركة والورثة والدين ۴۰/۲ اسلامی کتب خانہ کراچی، وکذا فی رد المحتار / باب إقرار المریض، فصل فی مسائل شتی ۶۲۳/۵ کراچی)

ولا لوارثه إلا بإجازة وراثته لقوله عليه السلام: لا وصية لوارث إلا أن

یجیزها الورثة. (شامی ۳۴۶/۱۰ زکریا)

لا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن یجیزها الورثة. (الفتاویٰ الہندیة، کتاب الوصایا

/ الباب الأول فی تفسیرها وشرط جوازها ۹۰/۱۶ زکریا، مجمع الأنهر ۴۱۸/۴ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۵/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایکسیڈینٹ کے بعد گورنمنٹ سے ملی ہوئی رقم ترکہ میں شامل ہوگی

سوال (۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کا سڑک حادثہ میں ایکسیڈینٹ ہو گیا تھا، جس پر اُسے گورنمنٹ کی طرف سے کچھ روپیہ

میں گے، سوال یہ ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے جو کلیم یعنی روپیہ ملے گا وہ بیوی ہندہ کا ہوگا یا اُس کے دیگر وارثین بھائیوں وغیرہ میں بھی تقسیم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایکسٹریٹ کی وجہ سے جو کلیم ملے گا، وہ وارثین میں

تقسیم ہوگا، صرف بیوی ہی کا حق نہ ہوگا۔

عن عمر وعلی وزید رضی اللہ عنہم قالوا: تورث کما یورث المال

خطوہ، وعمدہ. (المسند للإمام الدارمی ۱۹۷۳/۴ رقم: ۳۰۸۴)

لأن الإرث یجری فی الأعیان المالیة. (شامی / کتاب الفرائض ۷۶۲/۶ کراچی)

إن أعیان الأموال یجری فیها الإرث. (الفتاویٰ التاتاریخانیة ۲۰/۲۱۳، رقم:

۳۳۰۷۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۲۱

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فساد زدہ کی موت پر میت کے ورثہ کو حکومت کی طرف سے ملنے والا پیسہ کس کا ہے؟

سوال (۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: سردار خاں ولد امان اللہ خاں ساکن باون کھیڑی تحصیل حسن پور مراد آباد کو ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کے بعد جو ملک میں فساد اور ظلم و ستم کا طوفان ہوا تھا، اُس کی لپیٹ میں سردار خاں مرحوم کو غیر مسلم بد معاشوں نے اپنے ہی جنگل میں ظلماً مار ڈالا ہے (خدا کرے مرحوم موصوف کو شہادت کا درجہ نصیب ہو، آمین) جس کی بنا پر مقتول کے متعلقین کو حکومت سے دو لاکھ روپے کا معاوضہ ملا ہے؛ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی رو سے اُس کا حق دار کون ہے؟ سردار خاں کے والد امان اللہ خاں یا اُس کی بیوی نرگس جہاں یا نرگس جہاں کے والدین؛ اس لئے کہ سردار خاں

مرحوم کے کوئی بچہ وغیرہ نہیں ہے۔

فتویٰ لینے کی ضرورت اس لئے پڑی کہ سردار خاں مرحوم کے معاوضہ کو اُس کی زوجہ نرگس جہاں اور نرگس جہاں کے والدین نے لے لیا ہے، تو کیا اُزروئے شریعت یہ معاوضہ لینا اُن لوگوں کے لئے جائز ہوا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس مسئلہ سے متعلق کوئی صریح چیز یہ احقر کی نظر سے نہیں گزرا؛ البتہ اُصول و ضوابط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورتِ مسئلہ میں حکومت کی طرف سے مقتول سردار خاں کے پسماندگان کو جو دولاکھ روپے ملے ہیں، وہ سردار خاں کے ترکہ میں شامل نہیں ہیں؛ اس لئے کہ سردار خاں مرتے وقت اس رقم کا مالک یا مستحق نہیں تھا۔

الترکة ما یترکہ المیت من مملوکہ شرعاً. (حاشیہ شریفیہ شرح السراجیہ ص: ۴)
بریں بنا اُس پر وراثت کے احکام جاری نہیں ہوں گے؛ بلکہ حکومت کے قانون کا اعتبار ہوگا، اگر قانونی طور پر اس رقم کی مستحق مقتول کی بیوہ ہے، تو مقتول کے باپ کو اس رقم کے مطالبہ کا حق نہیں ہے، اور اگر قانوناً اس کا مستحق باپ ہے تو بیوہ کو وہ رقم لینی درست نہیں۔

القاعدة أن القول للمملک فی التملیک وعدمہ. (رسائل ابن عابدین ۴۰۱)

سہیل اکیڈمی لاہور، پاکستان فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۹/۲ھ

کیا LIC کی رقم مرحوم کے ترکہ میں شامل ہوگی؟

سوال (۴۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: مرحوم زید کے نام دو ایل آئی سی کی پالیسی بھی ہیں، جس میں زید نے اپنے والد صاحب کو وارث بنایا تھا، جو کہ اب انتقال کر گئے، ایل آئی سی کی تقسیم کیسے ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایل آئی سی کی اصل رقم جو زید نے جمع کرادی ہے، وہ اُس کے ترکہ میں شامل ہے، جو وارثین میں تقسیم ہوگی، اور زائد رقم نکال کر غریبوں میں بانٹ دی جائے اسے کوئی وارث اپنے استعمال میں نہ لائے۔

التركة في الإصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي ۴۹۳/۱۰ زکریا)

إن أعيان الأموال يجوزي فيها الإرث. (الفتاوى النصارى خانية / كتاب الفرائض ۲۱۳/۲۰ رقم: ۳۳۰۷۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ترکہ میں TV، VCR چھوڑا؟

سوال (۴۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے مال و ارثت میں ایک TV اور VCR چھوڑا، کیا اُس کو وراثت میں شمار کر کے تقسیم کیا جائے گا؟ یا مال حرام ہونے کی بنا پر اُس کو ضائع کر دیا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں TV اور VCR فروخت کر کے

اُن کی قیمت ورثہ میں تقسیم کی جائے گی۔

ولأبي حنيفة أنها أموال لصلاحيتها لما يحل من وجوه الانتفاع، وإن

صلحت لما لا يحل، فصار كالأمة المغنبة. (الهداية ۳۸۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۲/۱۱/۲۳ھ

میت کے متروکہ مال میں سے فدیہ، زکوٰۃ اور حج بدل کیلئے رقم نکالنا؟

سوال (۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید کے ایک بیوی سے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں بیوی کو طلاق دے چکا ہے، اور اپنی ہی زندگی میں اپنے مال کو پانچ لڑکوں اور دو لڑکیوں پر تقسیم کر دیا ہے، اور کچھ رقم اپنے پاس روک کر رکھی یہ کہہ کر کہ یہ رقم میرے بڑھاپے اور بیماری میں کام آئے گی، اور اس سے تجارت کرتے رہے، اور دوسری بیوی جو صوبہ بہار کی رہنے والے تھی اُس سے ایک لڑکا ہوا، اور بائیس سال پہلے وہ بیوی اپنے لڑکے کو لے کر بہار چلی گئی، ہر چند اُس کو بلایا مگر وہ نہیں آئی، اور نہ ہی لڑکے کا کوئی پتہ ہے، اور نہ ہی بیوی کا کوئی علم ہے۔

زید یکم رمضان کو بیمار ہوا، اور چار دن بعد اس کا انتقال ہو گیا، اس درمیان نہ ہی روزے رکھ سکا، اور نہ ہی نمازیں پڑھ سکا، اُس نے ایک لاکھ ۷۳۷ روپے چھوڑے ہیں اور اس رقم کے بارے میں یہ وصیت کی ہے کہ اس رقم کو مدرسوں اور مسجدوں میں خرچ کر دینا، صورتِ مسئلہ میں یہ معلوم کرنا ہے کہ:

(۱) جن لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنی زندگی میں دے چکے ہیں، کیا اس مال میں اُن کا کوئی حق

ہے یا نہیں؟

(۲) جو لڑکا بہار میں ہے جس کو اپنی زندگی میں دینا چاہتے تھے؛ لیکن اس کے نہ آنے کی

وجہ سے نہ دے سکے، اور اب اُس کا کوئی پتہ نہیں، اس کے دینے کی کیا صورت ہوگی؟

(۳) چار دن کے روزے اور نمازیں چھوٹی ہیں اُن کے فدیہ کی کیا صورت ہوگی؟

(۴) وصیت کے مطابق کیا تمام رقم کو مسجد اور مدرسوں میں خرچ کرنا درست ہے؟

(۵) زید ہر سال اپنے مال کی زکوٰۃ ماہ شعبان میں دیا کرتا تھا، اور شعبان میں اس پر ایک

سال گذر گیا، اس کے بعد رمضان میں انتقال ہوا، تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

(۶) زید اپنی زندگی میں حج نہ کر سکا جب کہ اس کی یہ خواہش تھی، کیا اس رقم میں سے حج

بدل کرنا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) جن لڑکوں اور لڑکیوں کو زید اپنی زندگی میں ہمہ

کر کے قابض و مالک بنا چکا ہے ان کا بھی زید کے متروکہ مال میں شرعی حق بنتا ہے۔

(۲) زید کا جو لڑکا بہار میں ہے اس کا حصہ مقررہ نکال کر محفوظ رکھا جائے گا، اور اس کی تلاش

رکھی جائے گی، جب وہ آجائے تو اُس کی امانت اُسے حوالہ کرنی ہوگی۔

(۳) چوں کہ زید نے نماز روزہ کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت نہیں کی ہے، اس لئے ورثہ پر

ترکہ میں سے اُس کی ادائیگی لازم نہیں ہے؛ البتہ اگر سب ورثہ راضی ہوں اور بطور تبرع ادا کر دیں تو

کوئی حرج نہیں ہے۔

وَأَمَّا دِينَ اللَّهِ تَعَالَىٰ فَإِنْ أَوْصَىٰ بِهِ وَجِبَ تَنْفِيذُهُ مِنْ ثَلَاثِ الْبَاقِي وَإِلَّا لَا.

(الدر المختار مع الشامی / کتاب الفرائض ۴۹۵/۱۰ زکریا)

(۴) یہ وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوگی بقیہ دو تہائی مال ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي بعد تجهيزه وديونه. (الدر المختار

۴۹۵/۱۰-۴۹۷ زکریا)

(۵-۶) مسئلہ صورت میں ترکہ میں سے زکاۃ اور حج بدل کے لئے رقم نکالنا ورثہ پر

لازم نہیں ہے۔

محترز قوله: من جهة العباد، وذلك كالأزكاة والكفارات ونحوها، قال

الزيلعي: فإنها تسقط بالموت فلا يلزم الورثة أداءها، إلا إذا أوصى بها أو تبرعوا

بها هم من عندهم. (شامی / کتاب الفرائض ۴۹۵/۱۰ زکریا)

خلاصہ یہ ہے کہ حسب تحریر سوال زید کی متروکہ رقم میں سے ایک تہائی حصہ حسب وصیت

مساجد و مدارس میں خرچ کیا جائے گا اور ما بقیہ دو تہائی حصہ اُس کے موجودہ وارثین میں تقسیم ہوگا،

اس ما بقیہ رقم کا آٹھواں حصہ دوسری بیوی کا حق ہوگا، اور بیوی کو دینے کے بعد بقیہ رقم چھ لڑکوں اور دو

لڑکیوں کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگی کہ لڑکے کو دوہرا اور لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا، اور دوسری بیوی اور اس کے لڑکے کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا، اور دونوں کی تلاش جاری رکھی جائے جب وہ آجائیں تو ان کی امانت انہیں سونپ دی جائے۔

قال تعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

وقال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلَ حِظِّ

الْأُنثِيِّ﴾ (النساء: ۱۷۶، شریفیہ ۴۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۰/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طویل مدتی کرایہ کے مکانات اور دوکانوں میں حق وراثت کا مسئلہ

نوٹ:- إدارة المباحث الفقہیہ جمعیت علماء ہند کے نویں فقہی اجتماع منعقدہ: ۲۱-۲۲ رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۱-۲ جون ۲۰۱۳ء بمقام شیخ الہند ہال دیوبند میں ”طویل مدتی کرایہ داری میں حق وراثت“ کے موضوع پر حضرت الاستاذ نے درج ذیل جوابات تحریر فرمائے تھے، جو قارئین کے افادہ کے لئے ذیل میں درج ہیں۔ (مرتب)

سوال (۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندوستان کے طول و عرض میں یہ بات بکثرت سامنے آتی ہے کہ ایک شخص کسی دوکان یا مکان کا کرایہ دار ہوتا ہے، اور وہ مکان سالوں سے معمولی کرایہ پر اس کے تصرف میں رہتا ہے، اور ملکی قانون کے اعتبار سے لمبی مدت سے قابض کرایہ دار سے دوکان یا مکان خالی کرانا سخت مشکل ہے، اب ہوتا یہ ہے کہ اگر اس کرایہ دار کا انتقال ہو جائے اور اس کی کئی اولادیں ہوں، تو ان اولادوں میں جو چالاک ہوتا ہے وہ مورث کے مرنے کے بعد جوڑ توڑ کر کے مالک سے اپنے نام کرایہ داری کرا لیتا ہے، اور اس جگہ پر قبضہ کر کے دیگر وارثین کو محروم کر دیتا ہے، اور کرایہ داری کا معاملہ ہونے کی وجہ سے دیگر وارثین کوئی قانونی کارروائی بھی نہیں کر پاتے، اس سے بظاہر ان کی سخت حق تلفی ہوتی ہے، تو اس صورت حال میں سوال یہ ہے کہ:

(۱) ایسے طویل مدتی کرایہ داروں کو شرعاً کرایہ دار ہی کے درجہ میں مانا جائے گا یا مالک کے درجہ میں؟

(۲) اس طرح کی دوکانوں اور مکانوں میں کرایہ دار کے انتقال کے بعد سب وارثین کا حق ہوگا یا نہیں؟

(۳) اگر ایک وارث قابض ہو کر دیگر وارثوں کو محروم کر دے اور اپنے نام کرایہ داری کرا لے تو اس کا یہ عمل شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: - (۱) شرعی اصول کی روشنی میں کرایہ دار چاہے طویل مدتی ہو یا قلیل مدتی، وہ اصل مالک کے رجبہ میں نہیں رکھا جاسکتا، اور ملکی قانون کے اعتبار سے قلیل مدتی کرایہ داری جس میں باقاعدہ ایک سال یا تین سالوں کا اگر سینٹ لکھا جاتا ہے، اس میں بھی یہی حکم ہے؛ اس لئے کہ حکومت بھی کرایہ دار کا ساتھ نہیں دیتی؛ لیکن طویل مدتی کرایہ دار کو مستقل قبضہ کا حق حاصل ہو جاتا ہے اور مالک اگر چاہے بھی تو اس سے زبردستی خالی نہیں کرا سکتا، تو ایسی صورت میں واقعہ یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے کرایہ دار کو جائیداد پر قبضہ کے حقوق صراحتاً یا دلالتاً دے دئے جانے کی بنیاد پر اس حق کو متقوم اور قابل عوض ماننے کی گنجائش دی جاسکتی ہے، ایسی صورت میں کرایہ دار کا قبضہ چاہے اصل ملکیت نہ ہو؛ لیکن ملکیت کے مشابہ سمجھا جائے گا۔

الإجارة الطويلة بخارى صحیحة عند عامة المشائخ. (الفتاوى التاتارخانية

۳۳۳/۱۵ رقم: ۲۳۲۷۵ زکریا)

وتصح الإجارة على أي مدة طال أو قصرت وهو في قول أكثر العلماء، وفي حاشيته يقول الحنفية: تصح الإجارة على أي مدة معلومة سواء أكانت طويلة أم قصيرة؛ لأن المدة إذا كانت معلومة كان قدر المنفعة فيها معلوماً إلا في الأوقاف، فلا تجوز الإجارة الطويلة فيها على ما هو مختار كيلا يدعى المستأجر ملكها. (وهي ما زاد عدا ثلاث سنين في الضياع أي العقارات وعلى

سنة في غيرها). (الفقه الحنفي وأدلته ۷۵/۲)

ومن قال: بأن مال المسلم محل لتملك الكفار بالاستيلاء وهو أصحابنا ما جعلوا مجرد الاستيلاء سبباً. (المحيط البرهاني ۵۰۶/۵ رشيدية كوثه)

إن حكم الأحكام لازم الإجراء على جميع من كان في ولايتهم. (شرح المحلة ۱۱۹۸/۲، رقم: ۱۸۴۸)

وإن غلبوا على أموالنا وأحرزوها بدارهم ملكوها..... ولنا أن الاستيلاء ورد على مال مباح فيتعقد سبباً للملك دفعاً لحاجة المكلف. (البحر الرائق ۹۵/۵)

(۲) طویل مدتی دوکانوں اور مکانوں میں کرایہ دار کے انتقال کے بعد اس پر قبضہ میں سب وارثین کا حق ہوگا، کسی ایک وارث کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے نام کرایہ داری کرا کر دیگر ورثہ کو بے دخل کر دے؛ کیوں کہ ملکی قانون اور حکومت کی نظر میں کرایہ دار کا قبضہ مستحکم اور مقوم ہے۔

شركة الملك تنقسم قسمين: اختياري وجبري، الشركة الاختيارية هي الاشتراك الحاصل بفعل المتشاركين..... الشركة الجبرية هي الاشتراك الحاصل لا بفعل المتشاركين؛ بل بسبب آخر كالاشتراك الحاصل في صورتی التوارث واختلاط المالين. (شرح المحلة ۵۹۸/۱ رقم: ۱۰۶۲-۱۰۶۴)

كل من الشركاء في شركة الملك أجنبي في حصة سائرهم، فليس أحدهم وكيلاً عن الآخر ولا يجوز له من ثم أن يتصرف في حصة شريكه بدون إذنه. (شرح المحلة ۶۰۱/۱ رقم: ۱۰۷۵)

وللشريك الآخر أخذ حصته منه ولا يسوغ للقباض أن يختص به وحده. (شرح المحلة ۶۱۳/۱ رقم: ۱۱۰۱)

ورأيت في فتاوى الكازروني عن العلامة اللقاني أنه لو مات صاحب الخلو يوفى منه ديونه ويورث عنه وينتقل لبيت المال عند فقد الوارث. (شامي / مطلب: في خلو الحوانيت ۳۸/۷ زكريا)

نعم إذا مات شخص وله وارث شرعي يستحق خلو حانوت مورثه عملاً
بعرف ما عليه الناس وأما إذا مات شخص وعليه دين ولم يخلف ما بقي دينه،
فإنه يوفى من خلو حانوته. (الأشباه والنظائر ۲۸۹ زكريا)

الذين قالوا من المالكية والحنفية والحنابلة أن الخلو يملك ويبيع
ويرهن ذهبوا كذلك إلى أنه يورث، ولا يخفى أن الخلو في الأوقاف عند من
أفتى بأنه يملك يورث على فرائض الله تعالى. (الموسوعة الفقهية ۲۹۰/۱۹ كويت)

(۳) اگر کرایہ دار کو دوکان یا مکان خالی کرنے پر مالک کی طرف سے معاوضہ مل رہا ہے تو
اس کی دو شکلیں ہیں: اول یہ کہ دکان یا مکان میں کوئی سامان قابل قیمت موجود ہے، مثلاً فرنیچر
الماری وغیرہ، تو اس ملنے والی رقم کو اس سامان کا عوض مانا جائے گا، اور یہ رقم سب وارثین میں حسب
حصص شرعیہ تقسیم ہوگی، اس میں تو کوئی اشکال ہے ہی نہیں۔

اور اگر دوکان یا مکان میں کوئی سامان قابل قیمت نہیں ہے؛ بلکہ صرف قبضہ ہٹانے کے
عوض رقم ملی ہے، تو اس ملی ہوئی پگڑی کی رقم میں یہ دیکھا جائے گا کہ کرایہ دار نے جائیداد کرایہ پر
لیتے وقت کوئی زائد رقم مالک کو دی تھی یا نہیں، اگر دی تھی تو اکثر مفتیان کرام کی رائے ہے کہ خالی
کرتے وقت یہ کرایہ دار اتنی ہی رقم (یا زائد رقم) مالک سے لینے کا مجاز ہے؛ لیکن اگر کرایہ دار نے
شروع میں کوئی رقم نہ دی تھی، تو اب اکثر مفتیان کے نزدیک یہ رقم اس کے لئے مالک سے لینا
درست نہ ہوگا، اور یہ پگڑی کی رقم مشتبہ ہے اور اس کا اصل مالک کی طرف لوٹانا یا صدقہ کرنا ضروری
ہے؛ لیکن جب یہ رقم لے لی جائے گی تو سب وارثین اس پر حصص شرعیہ مستحق ہوں گے؛ تاہم یہ
مسئلہ غور طلب ہے، حضرات اہل افتاء کو گہرائی کے ساتھ غور کر کے ہی کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔

وفي الأشباه: لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المحرودة كحق الشفعة.....

لكن أفتى كثير باعتباره وعليه فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمال وبلزوم خلو
الحوانيت، فليس لرب المال إخراجه ولا إجازتها لغيره ولو وقفاً. وفي الشامي:

اعتبار العرف الخاص ينبغي أن يفتى بأن ما وقع في بعض أسواق القاهرة من خلو الحوانيت لازم، ويصير الخلو في الحانوت حقاً له فلا يملك صاحب الحانوت إخراجه منها، ولا إجازتها لغيره، ولو كانت وقفاً. (شامي مطلب: خلو الحوانيت ٣٤١٧-٣٧ زكريا) أن أصل المذهب الحنفي لا يجيز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة وكذا لا يجيز بيع الحق. (الفقه الإسلامي ٥٤٤/٤)

نعم جرت العادة أن صاحب الخلو حين يستأجر الدكان بالأجرة اليسيرة يدفع لناظر دراهم تسمى خدمة هي في الحقيقة تكملة آجرة المثل أو دونها. (شامي / مطلب: في الكرك ٤١٧ زكريا)

إذا أصلح في البيت شيئاً أو طيّن البيت أو حصّص أو زاد فيه لوجاً فالفضل حلال؛ لأن الزيادة بمقابلة ما زاد من عنده حملاً لأمره على الصلاح، وإن لم يزد فيه شيئاً لا يطيب له الفضل لنهي النبي صلى الله عليه وسلم عن ربح ما لم يضمن. (المبسوط للسرخسي ٦٩١٨ بيروت)

وبهذا أفتى في الإسماعيلية والحامدية وغيرهما خلافاً لما أفتى به بعضهم عن عدم الرجوع؛ لأن الفارغ فعل ما في وسعه وقدرته إذا لا يخفى أنه غير المقصود من الطرفين ولا سيما إذا أبقى السلطان والقاضي التيمار أو الوظيفة على الفارغ؛ فإنه يلزم اجتماع العوضين في تصرفه، وهو خلاف قواعد الشرع فافهم. (شامي ٣٧١٧ زكريا)

ذكر السيد محمد أبو السعود في حاشيته على الأشباه: أن الخلو يصدق بالعين المتصل اتصال قرار وبغيره والمراد بالمتصل اتصال قرار ما وضع لا يُفصل كالبناء بقي لو كان الخلو بناءً أو غراساً بالأرض المحتكرة أو المملوكة يجري فيه حق الشفعة؛ لأنه لما اتصل بالأرض اتصال قرار التحقق

ولو آجر بأكثر تصدق بالفضل إلا في مسألتين إذا آجرها بخلاف الجنس أو أصلح فيها شيئاً. (الدر المختار) قوله: أو أصلح فيها شيئاً بأن جصصها أو فعل فيها سناه وكذا كل عمل قائم؛ لأن الزيادة بمقابلة ما زاد من عنده حملاً لأمره على الصلاح كما في المبسوط. (شامی ۲۰/۵ زکریا)

..... وفي حضر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم بها إلا في حق التوارث، وقيده في الظهيرية بأن لا يعلم أرباب الأموال. وفي الشامي: أي فإنه إذا علم أن كسب مورثه حرام يحل له لكن إذا علم المالك بعينه فلا شك في حرمة ووجوب رده عليه، وهذا معنى قوله: وقيده في الظهيرية: مات رجل ويعلم الوارث أن أباه كان يكسب من حيث لا يحل؛ ولكن لا يعلم الطالب بعينه ليرد عليه حل له الإرث، والأفضل أن يتورع ويتصدق بنية قضاء أبيه، وكذا لا يحل إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم مالكة لما في البرازية: أخذ مورثه رشوة أو ظملاً إن علم ذلك بعينه لا يحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكماً. (شامی / مطلب: فيمن ورث مالا حراماً ۲۲۳/۷ بیروت، ۳۰/۱۷ زکریا)

والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه، وإن كان مالاً مختلطاً مجتمعاً من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئاً منه بعينه حل له حكماً والأحسن ديانة التنزه عنه. (شامی / مطلب: فيمن ورث مالا حراماً ۳۰/۱۷ زکریا، ۲۲۳/۷ بیروت، الفتاوى الهندية ۳۴۹/۵) فقط والله تعالى اعلم

الملاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳ھ/۷/۱۲

طویل مدتی کرایہ داری کے بارے میں ایک اہم تجویز

نوٹ :- إدارة المباحث الفقہیہ جمعیتہ علماء ہند کے نویں فقہی اجتماع منعقدہ: ۲۱-۲۲ رجب ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۱-۲۲ جون ۲۰۱۳ء بمقام شیخ الہند ہال دیوبند میں ”طویل مدتی کرایہ داری میں حق وراشت“ سے متعلق درج ذیل تجویز بالاتفاق منظور کی گئی، جو برائے افادہ درج ذیل ہے:

اسلامی اصول کی روشنی میں کرایہ دار کو مالک کے درجہ میں نہیں رکھا جاسکتا؛ لیکن ہندوستان جیسے غیر اسلامی ممالک میں جہاں بہت سی صورتوں میں کرایہ دار کو قانونی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے، اور مالک باسانی اپنی ملکیت کرایہ دار سے خالی کرانے کا اختیار نہیں رکھتا، جیسا کہ طویل مدتی کرایہ داری میں یہ بات بالکل واضح ہے۔ نیز بعض صورتوں میں کرایہ داری کے حق قرار کو تسلیم نہ کرنے کی صورت میں کرایہ دار کی وفات کے بعد اُس کے وارثین کی حق تلفی کی صورت بھی سامنے آسکتی ہے، ان تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہی اجتماع درج ذیل تجاویز منظور کرتا ہے:

- (۱) کرایہ دار کو شرعی اصول کی روشنی میں حقیقی مالک کے درجہ میں نہیں رکھا جاسکتا؛ بلکہ وہ صرف کرایہ داری کے زمانے میں اُس ملکیت سے انتفاع کا حق رکھتا ہے، بیع و شراء کا حق نہیں رکھتا۔
- (۲) اگر کرایہ داری کی مدت متعین ہو، تو مقررہ وقت گزرنے پر عقد اجارہ خود بخود ختم ہو جائے گا، اب یا تو مالک سے صراحتاً یا دلالتاً نیا عقد کیا جائے یا مالک کے مطالبہ پر جائیداد خالی کر دی جائے، اس صورت میں مالک کی مرضی کے بغیر کرایہ دار کا جبری قبضہ جائز نہیں ہے؛ بلکہ صریح ظلم ہے۔
- (۳) طویل مدتی کرایہ داری کی وجہ سے اگرچہ کرایہ دار کو مالکانہ حقوق حاصل نہ ہوں گے؛ لیکن بعض صورتوں میں - جیسے پٹہ دوامی یا اُس کے مشابہ - کرایہ داروں کو حق قرار حاصل ہوگا، اور مالک کو بلا کسی عذر شرعی کے معاملہ کو فسخ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

(۴) جن صورتوں میں کرایہ دار کو شرعاً کرایہ داری برقرار رکھنے کا استحقاق ہوا، اُن صورتوں میں اُس کی وفات کے بعد تمام ورثہ کو یہ استحقاق رہے گا، کسی ایک وارث کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اپنے نام کرایہ داری منتقل کر کے دوسروں کو محروم کر دے۔

(۵) نیز اس صورت میں اگر حق اجارہ داری سے دست برداری کے بدلہ کوئی معاوضہ حاصل کیا جاتا ہے، تو اُس میں حسبِ اصول شرع تمام ورثہ حق دار ہوں گے۔

اگر کسی جگہ بیت المال بھی نہ ہو تو پھر لاوارث کے ترکہ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۴۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اگر کسی جگہ بیت المال نہ ہو، جیسا کہ آج کل کے دور میں یہ نظام اکثر شہروں میں نہیں ہے، تو پھر میت کے ترکہ کو کس جگہ استعمال کیا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کوئی میت لا وارث ہو اور اُس نے مال چھوڑا ہو، تو یہ مال معتبر دینی مدارس کے سپرد کر دیا جائے؛ کیوں کہ اسلامی بیت المال موجود نہ ہونے کی صورت میں یہ مدارس اُس کے قائم مقام قرار دئے جاتے ہیں؛ اس لئے کہ اُن اداروں میں بھی مسلمانوں کے اموال کو نادر غریب طلبہ پر صرف کرنے کا انتظام ہوتا ہے۔

قال العلامة ابن العابدین: وأما الرابع: أي الضوائع مثل مالا يكون له أناس وارثون (الدر المختار) فمصرفه المشهور هو اللقيط الفقير والفقراء الذين لا أولياء لهم فيعطى منه نفقتهم وأدويتهم وكفنتهم وعقل جنائيتهم. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الزكاة / باب المصروف ۲۸۳/۳ زكريا)

وما أخذ من تركة الميت الذي مات ولم يترك وارثاً وهذا النوع يصرف إلى نفقة المرضى وأدويتهم وهم الفقراء، وإلى كفن الموتى الذين لا مال لهم وإلى اللقيط وعقل جنائية، وإلى نفقة من هو عاجز عن الكسب، وليس له من تجب عليه نفقته، وما أشبه ذلك. (الفتاوى الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ۱۹۱/۱، مستفاد: فتاوى حقانيہ ۵۲۹/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

میراث و وصیت سے متعلق بعض مسائل

نوٹ :- اس موضوع پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے سوال نامہ کے جوابات جو حضرت الاستاذ نے تحریر فرمائے تھے، وہ برائے افادہ ذیل میں درج ہیں۔ (مرتب)

سوال (۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: احکام میراثِ اسلامی شریعت کا اہم ترین حصہ ہے، قرآن کریم کی متعدد آیات میں بڑی صراحت و وضاحت اور قطعیت کے ساتھ میراث کے احکام و مسائل اور شرعی وارثین کے حصص بیان کئے گئے ہیں، اور ان احکام کی قطعیت کو بیان کرنے کے لئے ﴿فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ﴾ کے الفاظ وارد ہیں۔ کسی شخص کے انتقال کے بعد اُس کے متروکہ مال میں میراثِ شرعی کا اجراء اور حصصِ شرعیہ کے مطابق وارثین میں اُس کی تقسیم خود ورثہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگ اسلامی قانون میراث کے مطابق حقوقِ متقدمہ قبل المیراث کی ادائیگی کے بعد بقیہ ترکہ باہم تقسیم کر لیں۔ کوئی شرعی وارث اپنے حق سے محروم نہ رہے، اور نہ کسی کو اُس کے حصہِ شرعی سے کم ترکہ ملے۔ احکامِ میراث سے ناواقفیت کی صورت میں وارثین کی ذمہ داری ہے کہ علماء اور مفتیانِ کرام سے اس کام میں مدد لیں۔ نیز اگر کوئی وارث یا غیر وارث ترکہ کے تقسیمِ شرعی میں رکاوٹ بن رہا ہے، تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ میت کے متروکہ مال میں تقسیمِ شرعی جاری کرے۔ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ایسے ممالک میں آباد ہیں جہاں اسلام کا قانون میراث جاری نہیں ہے اور مسلمانوں میں عموماً اتنی دین داری نہیں ہے کہ وہ اپنے ذاتی نفع و نقصان سے بلند ہو کر اتباعِ شریعت کے جذبے سے اپنے اوپر بخوشی اسلام کے قانون میراث کو جاری کریں اور حصصِ شرعیہ کے مطابق میراث تقسیم کر لیں۔ جس وارث کا مالی فائدہ قانونِ ملکی جاری کرنے میں ہوتا ہے وہ عموماً شرعی قانون میراث پر عمل کرنے سے گریز کرتا ہے اور نتیجہ کے طور پر متروکہ مال میں شرعی وراثت جاری نہیں ہو پاتی، بعض اوقات ایسے ممالک میں اسلام کے قانون میراث کے جاری ہونے کا تہا راستہ یہ بچتا ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے والا شخص وفات سے پہلے ایسا وصیت نامہ تیار کر جائے، جس میں اپنے متوقع وارثین کے لئے اُن کے حصصِ شرعیہ کی صراحت کر دی جائے، اور وضاحت سے لکھ دیا جائے کہ فلاں فلاں اشخاص کو میری وفات کے بعد میرے متروکہ اموال میں سے اتنا اتنا دے دیا جائے۔ تقریباً تمام ہی غیر مسلم ممالک میں مرنے والے کی وصیت کو اہمیت اور اولیت دی جاتی ہے، اور اس پر عمل درآمد کیا جاتا ہے؛ لہذا اس طرح کی تحریری اور قانونی وصیت کے بعد یہ بات تقریباً یقینی

ہو جاتی ہے کہ شرعی وارثین کو ان کا حصہ صحیح طور پر مل جائے گا۔ اس صورت حال میں درج ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں:

(۱) جن ممالک میں اسلام کا قانون میراث جاری نہیں ہے، وہاں کے مسلمانوں کے لئے زندگی ہی میں اس طرح کا وصیت نامہ لکھا دینا؛ تاکہ ان کی وفات کے بعد تمام وارثین کو ان کے حصص شرعی مل جائیں، واجب ہے یا جائز یا ممنوع؟

(۲) اس طرح کا اجمالی یا تفصیلی وصیت نامہ لکھنا حدیث ”لا وصیۃ لوارث“ کے خلاف تو نہیں ہے، کہ اس حدیث کے معارض ہونے کی بنا پر وہ غیر معتبر اور غیر شرعی قرار پائے؟

(۳) حدیث نبوی: ”لا وصیۃ لوارث“ کا مورد مقصد صرف وہ وصیت ہے، جس کے ذریعہ کسی وارث کو اُس کے حصہ شرعی سے زائد مال بذریعہ وصیت دلانا ہو یا وہ وصیت ہی ممانعت کے دائرے میں آتی ہے، جس کے ذریعہ کسی وارث کو اُس کے حصہ شرعی سے زائد مال دلانا لازم آتا ہو؟ اس کا مقصد تمام ورثہ کو پورے طور پر دلانا ہو؟

(۴) غیر مسلم ممالک میں اسلام کے قانون میراث کو جاری کرانے کی مزید کیا شکلیں ہو سکتی ہیں؟ ان کی طرف بھی رہنمائی فرمائیں؟

(۵) یہ بات تقریباً فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کا اور کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا؛ لیکن اس وقت غیر مسلم ممالک میں ایک صورت یہ درپیش ہے کہ بعض دفعہ مسلمان مورث کی حیثیت میں ہوتے ہیں اور کسی غیر مسلم سے اُس کی ایسی قرابت ہوتی ہے کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اُسے بھی حق میراث حاصل ہوتا۔ قانون کے ذریعہ اُس مسلمان کے مال سے اس غیر مسلم رشتے دار کو متروکہ مال دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر مورث غیر مسلم ہو اور اُس کا مسلمان اُس کا قرابت دار ہو، تو قانون اُسے ترکہ میں حق دلاتا ہے۔ اگر وہ نہ لے تو ترکہ دوسرے غیر مسلم قرابت داروں میں تقسیم ہو جائے گا۔ تو کیا ایسی صورت میں جب کہ مسلمان کے مال سے غیر مسلم کو ترکہ دلایا جاتا ہو، مسلمان بھی اُس ترکہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ وہ اس کے لئے کوشش

کر سکتے ہیں یا قبول کر سکتے ہیں؟ اس سلسلہ میں اس بات کو بھی پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ دعوتی نقطہ نظر سے بھی اس مسئلہ کی بڑی اہمیت ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے وہ اپنے صاحب ثروت والد یا والدہ کے ترکہ سے بالکل محروم ہو جائے گا، تو مادیت کے غلبہ کی وجہ سے یہ بات اُس کے قبول اسلام کے لئے رکاوٹ بن سکتی ہے، یا بعض دفعہ ایسی سخت معاشی تنگی سے گزرنا پڑتا ہے کہ اگر یہ تنگی اُس کے پائے استقامت میں تزلزل پیدا نہ کرے تب بھی اُس جیسے بہت سے لوگ جو کسی درجہ میں اسلام کی طرف راغب ہوتے ہیں، اس کی معاشی بد حالی کو دیکھ کر اپنے قدم روک سکتے ہیں، خاص کر ہندوستان میں اس طرح کے واقعات سے گذرتے رہتے ہیں، جو دعوتِ دین کے کام کی طرف متوجہ ہیں۔

(۶) بعض اوقات اس مقصد کے تحت کہ آئندہ مورث کی اولاد کے درمیان اختلاف نہ ہو، مورث اپنی زندگی ہی میں اولاد کے درمیان حصے مقرر کر دیتا ہے کہ اُس کے گذرنے کے بعد اُس کی تفصیل کے مطابق ترکہ کو تقسیم کر دیا جائے۔ عام طور پر اُس میں حق میراث کا تناسب بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے؛ لیکن اس جہت سے وصیت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ زندگی میں ورثہ کو ہبہ نہیں کرتا، اور موت کے بعد اپنی منشاء کے مطابق ترکہ کی تقسیم چاہتا ہے، کیا وصیت کی صورت معتبر ہوگی؟ جب کہ اُس میں وارث کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں ہے؛ بلکہ اُن کے درمیان انصاف قائم رکھنا مقصود ہے۔

(۷) اگرچہ وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں ہے؛ لیکن اس سے وہ صورت مستثنیٰ ہے جس میں دوسرے ورثہ راضی ہوں، تو اس سلسلہ میں دیگر ورثہ کی رضامندی مورث کی موت کے بعد معتبر ہوگی یا مورث کی زندگی میں بھی اُس کا اعتبار ہوگا؟ مثلاً اگر ایک شخص نے اپنی کسی ایک اولاد کی خدمت یا اُس کی مجبوری کو دیکھتے ہوئے تمام ورثہ کی رضامندی سے اُس کے حق میں وصیت نامہ بنا دیا اور اُس پر دوسرے ورثہ کے دستخط حاصل کر لئے اور ہبہ نامہ نہیں بنایا؛ تاکہ وہ شیء اُس کے اختیار سے باہر نہ چلی جائے، تو کیا یہ رضامندی کافی ہوگی، اور اُس کی موت کے بعد یہ وصیت کافی ہوگی؟

(۸) جو لوگ لا ولد ہوتے ہیں، اُن کو فطری طور پر اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ اُن کے

گزرنے کے بعد اُن کی بیوہ کا حق محفوظ رہے، اور وہ بے سہارا نہ ہو جائے۔ ایسی صورت میں اگر وہ اپنی بیوہ کے لئے کسی دوسرے وارث کے موجود نہ ہونے کی صورت میں وصیت کر جائے، تو کیا اس کا اعتبار ہوگا؟

(۹) اگر کسی وارث یا غیر وارث کے حق میں مرنے والے نے ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کر دی، جب کہ اُس کی زندگی میں دوسرے ورثہ اس پر رضامند ہو گئے تھے، تو کیا یہ وصیت معتبر ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) سوال نامہ کے پس منظر میں ایسے ممالک میں جہاں اسلام کا قانون میراث نافذ نہیں، وہاں ترکہ کی حسب حصص شرعیہ تقسیم کو یقینی بنانے کے لئے قانونی کارروائی کے طور پر اس بات کا وصیت نامہ لکھوانا کہ میرے بعد میرا ترکہ میرے فلاں فلاں وارثین کو حسب حصص شرعیہ دیا جائے، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ دراصل اصطلاحی وصیت نہیں ہے؛ بلکہ ایک قانونی خانہ پری ہے، اور اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں؛ بلکہ اگر کسی وارث کی طرف سے بدعنوانی کا اندیشہ قوی ہو، تو ایسی قانونی تدبیر کرنے کی اہمیت مزید بڑھ جائے گی؛ تاکہ ممکنہ طور پر حق تلفی سے بچا جاسکے۔

المستفاد: إن الوصية للوارث ليست وصية باطله، بدليل أنه لو اتصلت بها الإجازة جازت، والباطل لا يحتمل الجواز بالإجازة، وبه تبين أن الوارث محل للوصية. (بدائع الصنائع، كتاب الوصايا / وأما الذي يرجع إلى الموسى له ۴۳۵/۶ زكريا)

و كما أفاده العلامة المحقق محمد تقي العثماني حفظه الله بقوله: وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه فيما بين أولاده في حياته؛ لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته، فإنه وإن كان هبة في الاصطلاح الفقهي ولكنه في الحقيقة والمقصود استعجال لما يكون بعد الموت، وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث.

(تكملة فتح الملهم، كتاب الهبات / مذهب الجمهور، التسوية بين الذكر والأنثى ۷۵/۲)

(۱-۲) حسبِ حصصِ شرعیہ ترکہ کے تقسیم کی قانونی وصیت حدیث: ”لا وصیة لوارث“ کے خلاف نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس وصیت کی رو سے کسی بھی وارث کو اُس کے حق سے زیادہ نہیں مل رہا ہے؛ حالاں کہ ممانعت کا محمل وہی صورت ہے، جب کہ کسی وارث کو اُس کے حق شرعی سے زیادہ دینے کی وصیت کی جا رہی ہو، پس جس وصیت میں ایسی بات نہ ہو وہ ممنوع نہ ہوگی۔

عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث. (سنن أبي داود، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن الترمذي ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰) /
عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تجوز الوصية لوارث إلا أن يشاء الورثة. (السنن الكبرى للبيهقي ۵۰۲/۶ رقم: ۱۲۵۳۴ دار الحديث القاهرة، سنن الدارقطني ۸۶/۴ رقم: ۴۲۵۱)

قال الإمام المحدث الشاه ولي الله الدهلوي: فلما تقرر أمر الموارث قطعاً لمنازعتهم وسدًا للضعفائهم كان من حكمه أن لا يسوغ الوصية لوارثٍ إذ في ذلك مناقضة للحد المضر وب. (حجة الله البالغة ۴/۲ ۳۰ مكتبة حجاز ديوبند، تكملة فتح الملهم / أول كتاب الوصية ۹۳/۲ ۹۳ مكتبة دار العلوم کراچی)

(۴) سب مسلمانوں کو اجتماعی طور پر کوشش کرنی چاہئے کہ وہ غیر مسلم ممالک میں کم از کم مسلمانوں کی حد تک شرعی میراث کا قانون جاری کرانے پر حکومت کو آمادہ کریں، اور ساتھ میں عوام کی ذہن سازی ہونی چاہئے کہ وہ سب وارثین کو اُن کا شرعی حق دینے کا ماحول بنائیں اور کسی کی حق تلفی نہ کریں۔ اور اُس کی ایک شکل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ زندگی میں جس وارث کا جو شرعی حق بنتا ہو، اُس کو قانوناً رجسٹرڈ کر دیا جائے، پھر اگرچہ مرتے دم تک اُس پر مورث کا قبضہ رہے، تب بھی اُس کی وفات کے بعد ہر حق دار کو اپنا حق قانوناً سانی وصول ہو جائے گا۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي الله عنه قال: مرصت عام

الفتح مرضاً اشفيتُ منه على الموت، فأتاني رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني، فقلت يا رسول الله! إن لي مالا كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله، قال لا: قلت: فثلثي مالي، قال: لا، قلت: فالشطر، قال: لا، قلت: فالثلث، قال: الثلث، والثلث كثيرٌ، إنك أن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عائلة يتكفون الناس الخ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ۳۲/۲)

(۵) بطور وراثت مسلمان اور غیر مسلم میں ترکہ کا استحقاق شرعاً ثابت نہیں ہے، جمہور فقہاء کی رائے یہی ہے؛ لیکن دار الحرب میں اگر دھوکہ کے بغیر کوئی مال قانونی طور پر کسی مسلمان کو حاصل ہو رہا ہے، تو حضرات طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک حربی کا مال ہونے کی حیثیت سے اُسے لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ لیکن مسلم ممالک میں اگر یہ صورت پیش آتی ہے تو اُس کی اجازت نہ ہوگی۔

لا ربا بين المسلم والحربي في دار الحرب؛ ولأن مالهم مباح، وبعقد الأمان منهم لم يصبر معصوماً إلا أنه التزم أن لا يتعرض لهم بغدر، ولا لما في أيديهم بدون رضاهم، فإذا أخذ برضاهم أخذ مالا مباحاً بلا غدر، فيملكه بحكم الإباحة السابقة. (البحر الرائق، كتاب البيوع / قبيل باب الحقوق ۲۲۶/۶ زكريا، ۱۳۵/۶ كراچی،

البنایة والنهایة، كتاب البيوع / باب الربا ۲۹۹/۸ المكتبة النعمية دیوبند)

(۶) دراصل یہ وصیت نہیں؛ بلکہ ایک دستاویز ہے؛ لہذا مورث کی وفات کے بعد اگر سب ورثہ راضی ہوں، تو اُسی کے مطابق ترکہ تقسیم کر سکتے ہیں، اور اگر اُس پر اتفاق نہ ہو سکے تو اُس میں تبدیلی کی بھی گنجائش ہے، گویا کہ مورث نے زندگی میں ورثہ کے لئے جو وصیت کی ہے، وہ دوسرے ورثہ کی رضامندی کے بغیر حتمی اور لازمی نہیں ہے۔

لإن الوصية للوارث ليست وصية باطلّة بدليل أنه لو اتصلت بها الإجازة جازت، والباطل لا يحتمل الجواز بالإجازة، وبه تبين أن الوارث محل للوصية.

(بدائع الصنائع، كتاب الوصايا / شرائط الركن ۴۳۵/۶ زكريا)

(۷) مورث کی زندگی میں وارثین کی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں؛ لہذا وہی رضامندی معتبر ہوگی جو مورث کے انتقال کے بعد ہو۔

قال أبو حنيفة: عن القاسم بن عبد الرحمن عن أبيه عن ابن مسعود رضي الله عنه في الرجل يوصي بوصية فتجيزها الورثة في حياته، ثم يردون بعد موته، قال: ذلك النكرة لا يجوز. رواه محمد في الآثار. (إعلاء السنن، كتاب الوصايا / باب رد الوصية بعد الإجازة ۳۲۹/۱۸ رقم: ۵۹۷۵ دار الكتب العلمية بيروت)

قوله: قال أبو حنيفة الخ. وقال: به نأخذ إجازة الورثة قبل الموت ليس بشيء، فإن أجازوه بعد الموت وهي لو ارث أو أكثر من الثلث فذلك جائز، وليس لهم أن يرجعوا، وهو قول أبي حنيفة. قلت: معنى قوله: "ذلك النكرة لا يجوز": إن ذلك الرد هو الإنكار من إجازة الوصية، فلا تجوز الوصية به، فافهم، والله أعلم. (إعلاء السنن، كتاب الوصايا / باب رد الوصية بعد الإجازة ۳۲۹/۱۸ رقم: ۵۹۷۵ دار الكتب العلمية بيروت ۲۹۶/۱۸ إدارة القرآن كراچی)

وإنما يصح قبولها بعد موته؛ لأن أو ان ثبوت حكمها بعد الموت فبطل قبولها وردھا قبله. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الوصايا ۳۴۹/۱۰ زكريا)

ولا معتبر بإجازتهم في حال حياته؛ لأنها قبل ثبوت الحق إذا ألحق يثبت عند الموت، فكان لهم أن يردوه بعد وفاته بخلاف ما بعد الموت؛ لأنه بعد ثبوت الحق فليس لهم أن يرجعوا عنه. (الهداية، كتاب الوصايا / باب في صفة الوصية وما يكون رجوعاً عنه ۶۳۹/۴ إدارة المعارف ديوبند)

إن إجازتهم في حال حياة الموت ساقطة؛ لأن إجازتهم في ذلك الوقت غير معتبرة أصلاً. (فتح القدير، كتاب الوصايا / باب في صفة الوصية ما يجوز من ذلك ۴۱۷/۱۰ دار الفكر بيروت، ۴۴۸/۱۰ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ثم وقت الإجازة هو ما بعد موت الموصى، ولا تعتبر الإجازة حال حياته، حتى أنهم لو أجازوا في حياته لهم أن يرجعوا عن ذلك بعد موته وهذا قول عامة العلماء. (بدائع الصنائع / كتاب الوصايا ۴۸۲/۶-۴۸۳)

ولا يعتبر الرد والإجازة إلا بعد موت الموصى نص عليه أحمد، وروي ذلك عن ابن مسعود رضي الله عنه وهو قول شريح، وطاؤس، والحكم، والثوري، والحسن بن صالح، والشافعي، وأبي حنيفة وأصحابه، وأبي ثور، وابن المنذر رحمهم الله. (إعلاء السنن، كتاب الوصايا / باب عدم جواز الوصية بما زاد على الثلث الخ ۳۲۸/۱۸ دار الكتب العلمية بيروت، ۳۹۵/۱۸ إدارة القرآن كراچی)

(۸) اگر مورث کا بیوی کے علاوہ کوئی شرعی وارث موجود ہے، تو اُس کے لئے بیوی کے متعلق وصیت بغیر شرعی وارث کی رضامندی کے معتبر نہ ہوگی؛ لیکن اگر کوئی شخص ایسا لا وارث ہے کہ بیوی کے علاوہ اُس کا کوئی رشتہ دار زندہ موجود نہیں، تو اب اگر وہ بیوی کے حق میں کوئی وصیت کرتا ہے، تو وہ مکمل طور پر نافذ ہو جائے گی، اور بیوی کو حصہ وراثت بھی ملے گا، اور وصیت کی بھی وہ پوری طرح مستحق ہوگی، اور یہی تفصیل بیوی کی طرف سے شوہر کے متعلق وصیت کرنے کے بارے میں بھی ہے۔
امراة هلكت وتركت زوجًا لا وارث لها غيره - إلى قوله - فإن كانت أوصت للزوج بنصف المال، فالمال كله للزوج النصف بحكم الإرث، والنصف بحكم الوصية. (الفتاوى الناطارخانية ۱۶۲/۲۰ رقم: ۳۲۸۸۸ زکریا)

قال في الزيادات: في امرأة لا وارث لها إلا زوجها، فأوصت له بنصف مالها؛ فإنه يأخذ النصف بالميراث ثم النصف الباقي بالوصية. (المبسوط للسرخسي، كتاب الوصايا / باب الوصية بأكثر من الثلث لو ارث فيحيز ذلك بعد الورثة ۲/۲۹)

حتى لو أوصى لزوجته أو هي له ولم يكن ثمة وارث آخر تصح الوصية.

(الدر المختار مع الشامی / كتاب الوصايا ۳۴۷/۱۰)

(۹) کسی غیر وارث کے حق میں مورث کی طرف سے ایک تہائی سے زیادہ وصیت کے

متعلق اُس کی زندگی میں شرعی وارثین کی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اُن کی رضامندی وہی معتبر ہو سکتی ہے جو مورث کے انتقال کے بعد متحقق ہو۔

ولا تجوز الوصية بأكثر من الثلث إلا أن يجيز ورثة الميت بعد موته.

(الفتاوى الوالوجية / كتاب الوصايا ۳۳۹/۵)

ويعتبر كونه وارثاً أو غير وارثٍ وقت الموت لا وقت الوصية؛ لأنه تمليك مضافٍ إلى ما بعد الموت فيعتبر وقت التمليك. (تبیین الحقائق ۳۷۶/۷ زكرياء، العناية / باب في صفة الوصية ۴۲۳/۱۰ دار الفكر بيروت)

الثاني أن تكون الإجازة بعد موت الموصى، فلا عبرة بإجازة الورثة حال حياة الموصى، فلو أجازوها حال حياته ثم ردوها بعد وفاته صح الرد وبطلت الوصية، سواء أكانت الوصية للوارث أم لأجنبي بما زاد عن ثلث التركة، وهذا رأي الحنفية والشافعية والحنابلة، وكذلك قال المالكية. (الفقه الإسلامي وأدلته / القائلون بمشروعية الوصية للوارث ۴۸۴/۸)

قوله: قال أبو حنيفة الخ. وقال: به نأخذ إجازة الورثة قبل الموت ليس بشيء، فإن أجازوه بعد الموت وهي لوارث أو أكثر من الثلث فذلك جائز، وليس لهم أن يرجعوا، وهو قول أبي حنيفة. قلت: معنى قوله: ”ذلك النكرة لا يجوز“: إن ذلك الرد هو الإنكار من إجازة الوصية، فلا تجوز الوصية به، فافهم، والله أعلم. (إعلاء السنن، كتاب الوصايا / باب رد الوصية بعد الإجازة ۳۲۹/۱۸ رقم:

۵۹۷۵ دار الكتب العلمية بيروت، ۲۹۶/۱۸ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

ھ ۱۴۳۵/۳/۱۸



تقسیم سے پہلے ترکہ میں تصرف کرنا

مشترکہ کاروبار سے جائیداد خریدنا؟

سوال (۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم تین بھائی ہیں، ہم سب ساتھ رہتے ہیں، سب کا کاروبار ایک ہی ہے، ایک ہی جگہ کھانا وغیرہ بنتا ہے، سب خرچ اسی کاروبار سے کرتے ہیں، ہمارے بڑے بھائی کا بڑا لڑکا جس کی پڑھائی و شادی کا خرچ ہم سب نے مل کر اٹھایا ہے، شادی کے بعد یہ لڑکا باہر جا کر ڈاکٹری کرنے لگا، اُس نے وہاں جا کر اپنے نام سے کچھ جائیداد خریدی ہے، ہم دونوں چھوٹے بھائیوں نے بھی اپنے اپنے نام سے کچھ جائیداد خرید لی ہے، یہ سب اسی کاروبار سے اور ساتھ رہتے ہوئے خریدا ہے۔

اب ہمارے بڑے بھائی کل مال کا ہٹوارہ کرنے کو کہہ رہے ہیں، وہ ہم دونوں بھائیوں سے الگ ہو رہے ہیں، ہمارے والد صاحب ابھی حیات میں اور وہ ہمارے ساتھ ہی رہ رہے ہیں وہ بھی ہم دونوں بھائیوں کے ساتھ رہیں گے، بڑے بھائی صاحب کا کہنا ہے کہ ہم دونوں چھوٹے بھائیوں نے جو جائیداد خریدی ہے اس میں سے ان کو برابر کا حصہ دیا جائے، جب کہ وہ اپنے لڑکے کی جائیداد سے ہمیں حصہ دینے کو تیار نہیں ہے، ہمارے والد صاحب کا کہنا ہے کہ ان کے لڑکے کی خریدی جائیداد اور ہم دونوں بھائیوں کی خریدی جائیداد کو کل کاروبار کی قیمت لگا کر برابر تین حصوں میں تقسیم کر دی جائے، اس بارے میں ہماری شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں بھائیوں نے کاروبار کی رقم سے جو

جانیدادیں بنائی ہیں، وہ سب مشترک ہیں، اُن میں سب بھائیوں کا برابر کا حصہ ہے اور جس بھائی کے لڑکے نے باہر جا کر اس کا روبرو سے الگ ہو کر ڈاکٹری شروع کر دی ہے اور اُس ڈاکٹری کی آمدنی سے اُس نے اپنے نام جو جانیداد لی ہے، وہ اُس کی ذاتی ملکیت ہے، اُس کو دیگر بھائیوں میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

المستفاد: وما حصله أحدهما فله، وما حصله معاً فلهما نصفين، إن لم يعلم ما لكل، وما حصله أحدهما بإعانة صاحبه فله، ولصاحبه أجر مثله بالغاً ما بلغ (الدر المختار) قال الشامي: وما حصله أحدهما أي بدون عمل من الآخر تنبيه: يؤخذ من هذا ما أفتى به في الخيرية في زوج امرأة وابنها اجتماعاً في دار واحدة، وأخذ كل منهما يكتسب على حدة ويجمعان كسبهما ولا يعلم التفاوت ولا التساوي ولا التمييز، فأجاب بأنه بينهما سوية، وكذا لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم، ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرأي ثم هذا في غير الابن مع أبيه لما في القنية، الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب، إن كان الإبن في عياله لكونه معيناً له، ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب، ثم ذكر خلافاً في المرأة مع زوجها إذا اجتماعاً بعملهما أموالاً كثيرة. فقيل: هي للزوج، وتكون المرأة معينة له، إلا إذا كان لها كسب على حدة فهو لها. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الشركة / فصل في الشركة الفاسدة ٥٠٢/٦ زكريا، ٣٢٥/٤ دار الفكر بيروت، الفتاوى الهندية، كتاب الشركة / الباب الرابع في شركة الوجوه وشركة الأعمال ٣٢٩/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت)

كل أحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعين. (السنن الكبرى ٧٩٠/٧)

بيروت) فقط والله تعالى أعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۶/۱۳۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر منقسم ترکہ کے مال میں کسی ایک شریک کا محنت کر کے اضافہ کرنا؟

سوال (۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا بڑا بیٹا کاروبار کے لئے زید کے ساتھ محنت کرتا تھا، زید کی چھوٹی اولاد اسکول میں تعلیم حاصل کرتی تھی، بعض اولاد کی سرکاری ملازمت لگ گئی، بعض نے کوئی ہنر سیکھا اور اپنا الگ کاروبار کیا، زید کی وفات کے وقت زید کا یہ کاروبار مختصر تھا، بڑا بیٹا محنت کرتا رہا، کاروبار میں ترقی ہوتی رہی اور کاروبار بہت بڑا ہو گیا۔ اس کاروبار سے بڑے بیٹے نے زید کے رہائشی کچے مکان کو پختہ بلڈنگ بنوایا، نیز اپنے نام پر کچھ زمین کھیت مکان خریدا، زید کا ترکہ وارثوں میں تقسیم کرنا ہے، زید نے جس حالت میں مکان اور کاروبار چھوڑا تھا، اُس کا اعتبار ہوگا یا موجودہ بلڈنگ اور جو کچھ جائیداد بڑے بیٹے نے اپنے نام پر خریدا ہے۔ موجودہ کاروبار سمیت یہ سب جائیداد زید کے ترکہ میں شامل ہوگی، اور دوسری اولاد نے اپنی ملازمت اور ہنر کے ذریعہ جو کچھ الگ جمع کیا ہے، اور جائیداد خریدی ہے، وہ بھی اُس میں شامل کی جائے گی یا نہیں؟ آں محترم سے درخواست ہے کہ اس بارے میں چند کتب کی عبارتیں تفصیلی حوالہ کے ساتھ ارقام فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کے انتقال کے وقت اُس کی جو بھی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد تھی، اُس میں سب ورثہ حسب حصص شرعیہ مستحق وراثت ہیں؛ لیکن زید کے انتقال کے بعد اُس کے بڑے لڑکے نے اپنے طور پر دیگر بھائیوں کے اشتراک کے بغیر جو کاروبار بڑھایا، اُس کے نفع میں بقیہ وارثین مستحق نہیں ہیں، اسی طرح دیگر بھائیوں نے جو کمایا ہے وہ بھی اُن کا ذاتی حق ہے، اُس میں دیگر وارثین حصہ دار نہیں ہے، اُس کی تائید درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق

الغير بعين من الأموال. (شامی / کتاب الفرائض ۷۵۹/۶ کراچی، ۱۰/۴۹۳ زکریا)

لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة ووربح، فالربح للمتصرف وحده، كذا في الفتاوى الغياثية. (الفتاوى الهندية، كتاب الشركة / الباب السادس في المتفرقات ۳۴۶/۲ كوثه)

إذا بذر بعض الورثة الحبوب المشتركة بإذن الكبار أو رضي الصغار تصير تجملة الحاصلات مشتركة بينهم في الأراضي المورثة، أما لو بذرها بغير إذن بقية الورثة، فالغلة للزارع فقط. (شرح المحلة لسليم رستم باز ۶۰۹/۱ رقم: ۱۰۸۹)

إذا أخذ أحد الورثة مبلغاً من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر كانت الخسارة عليه، كما أنه إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح. (شرح المحلة لسليم رستم باز ۶۱۰/۱ رقم: ۱۰۹۰، كذا في تنقيح الفتاوى الحامدية ۲۰۷/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۳۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر منقسمہ متروکہ پیسے سے خرید کردہ کاروباری زمین میں دوسرے بھائی کا حصہ مانگنا؟

سوال (۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ظہیر عالم ولد امیر حسن مرحوم ماں شہزادی بیگم ابھی حیات میں، میرے والد کا انتقال ۱۹۸۶ء میں ۲۸ سال پہلے ہو چکا ہے، میرے والد جب بیمار تھے تبھی انہوں نے کام کے لئے کچھ رقم مجھے دی اور میرے ماموں کی شرکت میں مجھے کام کرا دیا، اُس کے کچھ دنوں کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا، والد کے انتقال کے بعد جو رقم گھر تھی وہ بھی مجھے مل گئی، جو تقریباً چالیس ہزار کے قریب تھی، کچھ دنوں کے بعد میرے ماموں نے مجھے دھوکا دیا، اور مجھے کافی نقصان دکھایا، تبھی میں نے بینک سے ایک لاکھ روپے لون پر لئے اور کام کیا۔ کچھ دنوں کے بعد کئی لوگوں کی شرکت میں بھی کام کیا، اُس

وقت میری عمر پندرہ سال کی ہوگی، میرے چھوٹے بھائی کی عمر آٹھ سال جس کا نام تجل ہے، میرے چھوٹے بھائی کی عمر چار سال جس کا نام محمد جاوید ہے، میری تین بہنیں بھی ہیں، میں نے اپنے بھائی بہنوں کو پڑھایا لکھایا، اور اُن کی شادیاں بھی کیں۔ صرف تجل نے اپنی شادی خود اپنے پیسے سے کی؛ کیوں کہ وہ بیس سال سے اپنا الگ کام کر رہا ہے، اپنے پیسے سے اُس نے اپنی الگ زمین بھی خریدی اور خود ہی بیچ دی، اور اُس کی شادی کچھ سال پہلے ہو چکی ہے، دوڑ کے بھی ہیں، میری پانچ لڑکیاں ہیں۔ میں ظہیر عالم نے بھی اپنے ہی کام سے اور اپنے ہی نام سے اپنی لڑکیوں کے لئے کئی زمینیں خریدیں۔ میرے بھائی تجل اسلام جو اپنا کام بیس سال سے الگ کر رہا ہے، اُس کا کہنا ہے کہ تم نے جو بھی زمین خریدی ہے، اُس میں میرا بھی حصہ ہے؛ کیوں کہ میرے والد نے جو رقم کام کے لئے دی تھی، اُسی سے تم نے سب کچھ خریدا ہے۔ شریعت کی رو سے بتائیں کہ کیا اُس کا حصہ بنتا ہے؟ یاد رہے کہ میں نے اپنے چھوٹے بھائیوں کو اپنی دو سو گز جگہ دی اور تقریباً دو لاکھ روپے کا کاروبار کر دیا، اور اب سب سے چھوٹا بھائی میرے ساتھ کاروبار میں شریک ہے؛ لہذا اُن کا کاروبار بالکل الگ ہے، نفع نقصان کے وہ خود مالک ہیں؛ لیکن وہ میرے دو سو گز زمین پر کاروبار کرتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ اُس زمین پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرتے ہیں، اور جو زمینیں میں نے اپنے کاروبار کے پیسے سے خریدی ہیں، اُن میں بھی وہ اپنے حصہ کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ میرے اُن بھائی کا میری دو سو گز زمین جس پر میں نے اُن کو کاروبار کر کے دیا تھا، اس پر اُن کا ملکیت کا دعویٰ کرنا اسی طرح میری خرید کردہ زمینوں پر اپنے حصہ کا دعویٰ کرنا درست ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد نے اپنی زندگی میں آپ کو ماموں کے ساتھ کاروبار کرنے کا حکم دیا تھا، اور والد کی وفات کے بعد اُس مد میں آپ نے چالیس ہزار روپے ترکہ میں سے لئے تھے، جو آپ کے بقول کاروباری نقصان ہونے کی

وجہ سے سب ختم ہو گئے تھے، پھر آپ نے بینک سے لون لے کر ازر نو کاروبار شروع کیا، اور اسی کاروبار کی آمدنی سے جائیدادیں خریدیں، تو اُس نئے کاروبار کے خود آپ مالک ہیں، اس میں آپ کے دیگر بھائی بہنوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ پس آپ کے بھائی تجل اسلام کا آپ کی دو ہزار گز جگہ پر اپنا حق جتنا صحیح نہیں ہے؛ البتہ جو چالیس ہزار کی رقم آپ نے والد صاحب کے انتقال کے بعد گھر سے لے کر کاروبار میں لگائی ہے، اور وہ سب بھائی بہنوں میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کرنا چاہئے، اور بھائی بہنوں کی پڑھائی لکھائی پر جو بھی آپ نے خرچ کیا ہے، وہ آپ کی طرف سے تبرع و احسان ہے، آپ اُس پر عند اللہ اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۱۱۸/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/۴ رقم: ۵۴۹۲ دار الكتب العلمية بيروت)

إذا أخذ أحد الورثة مبلغاً من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر كانت الخسارة عليه، كما أنه إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح. (شرح المحلة ۶۱۰/۱ رقم: ۱۰۹۰)

وأما لو بذرها بغير إذن بقية الورثة، فالغلة للزراع فقط، ولو كان البذر مشترکاً ولكن لو بذر أحدهم حبوب نفسه فالحاصلات له خاصة. (شرح المحلة ۶۰۹/۱ رقم: ۱۰۸۹)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً. (شرح المحلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ۶۱/۱ رقم المادة: ۹۶ المكتبة الحنفية كوئٹہ، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ۲۰۰/۶ كراچی،

و کذا فی الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الہبۃ / الباب الأول ۴/ ۳۷۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شمیم احمد عفا اللہ عنہ

باپ کے کاروبار پر کسی بیٹے کا ذاتی تصرف؟ اور اولاد اور بیوی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد محترم مرحوم کا بیڑی کا کاروبار ہے، جو انہوں نے تقریباً ۱۹۵۵ء میں شروع کیا تھا، والد صاحب کے سامنے کاروباری پوزیشن کچھ خراب ہو گئی تھی، والد صاحب کا انتقال ۱۹۸۰ء میں ہوا، والد محترم کے سات بیٹے، تین بیٹیاں اور بیوی موجود تھی، اُس کے بعد ہم لوگ کاروبار میں محنت کرتے رہے، ۱۹۹۳ء کے قریب ایک بھائی نے اُس کاروبار میں پیسہ لگایا، اور اُس کے بعد ایک اور بھائی اُس کاروبار میں شریک ہو گئے، پھر اُن دونوں نے اس کاروبار کو اپنے نام رجسٹرڈ کر لیا، جس کی خبر گھر میں کسی کو بھی نہیں تھی۔ کیا یہ صحیح ہے کہ جب ہم سب لوگ کاروبار میں محنت کرتے رہے، وقتاً فوقتاً تھوڑا بہت پیسہ بھی لگاتے رہے، کیا اُس کاروبار میں باقی بھائی بہنوں کا اُس میں کوئی حق ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کس وارث کا کتنا حق ہے؟ فی الوقت ایک بھائی کا انتقال ہو چکا ہے، اُن کی اولادیں موجود ہیں اور والدہ کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ (۲) والد کا نام اختر الدین مرحوم والدہ کا نام صابرہ بی مرحومہ۔ بیٹوں کا نام: (۱) آفسر الدین مرحوم (۲) سلیم الدین (۳) نسیم الدین (۴) شمیم الدین (۵) نعیم الدین (۶) فہیم الدین (۷) وسیم الدین۔ بیٹیوں کے نام: (۱) راشدہ بی (۲) ساجدہ بی (۳) خالدہ بی (۳) وارثین میں بیوی آمنہ بی اور تین بیٹیاں: (۱) اسماء (۲) صائمہ (۳) آسیہ ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت واقعہ مسئولہ میں مذکورہ معاملے میں

قدرے تفصیل ہے۔ اولاً تو یہ دیکھا جائے گا کہ والد صاحب کے انتقال کے وقت اُن کا کل ترکہ کیا تھا، اُس ترکہ میں اُن کے وارثین حسبِ حصص شرعیہ مستحق ہوں گے، جن میں بیٹیاں اور بیوی بھی شامل ہے، اُس کے بعد جو چلتا ہوا کاروبار ہے اُس میں سے جو نفع حاصل ہوگا اُس میں وہ سب بھائی اپنے حصوں اور اپنی طرف سے لگائے ہوئے مزید رقم کے تناسب سے حق دار ہوں گے، کسی بھائی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ دوسروں کی مرضی کے بغیر کل کاروبار اپنے نام رجسٹرڈ کرالے۔

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق

الغير بعين من الأموال. (شامی / اول کتاب الفرائض ۷۵۹/۶ کراچی، ۱۰/۱۰۴۳ زکریا)

إذا أخذ أحد الورثة مبلغاً من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه، وخسر كانت الخسارة عليه، كما أنه إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح. (شرح المحلة لسليم رستم باز / قبيل: الفصل الثالث في الديون المشتركة ۱۰۹۰ رقم: ۶۱۰/۱ اتحاد بك ڈپو دیوبند)

لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة و ربح فالربح للمتصرف وحده، كذا في الفتاوى الغياثية. (الفتاوى الهندية، كتاب الشركة / الباب السادس في المتفرقات ۳۴۶/۲ دار إحياء التراث العربي بيروت)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً. (شرح المحلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ۶۱۱ رقم المادة: ۹۶ المكتبة الحنفية كوئٹہ، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ۲۰۱/۶ كراچی)

أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم.

(شرح المحلة لسليم رستم باز ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۲ كوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارثین سے جبراً دستخط کرا کر ان کا موروثی مکان

دوسرے کے نام کرا کرانا؟

سوال (۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے چچا عبدالعزیز صاحب اور چچا محمد شفیع صاحب نے اپنے بڑے بھائی عبدالمجید صاحب کے انتقال کے بعد عبدالمجید صاحب کے ورثہ سے زبردستی دستخط کرا کر عبدالمجید صاحب کے مکان کو اپنے بھتیجے عبدالوحید کے نام کر دیا، چچا عبدالعزیز صاحب اور چچا محمد شفیع صاحب اور وحید صاحب تینوں کا انتقال ہوا، چچا عبدالعزیز صاحب کے کوئی اولاد نہیں تھی، چچا عبدالعزیز نے جو جائیداد چھوڑی، اُس کے مالک چچا محمد شفیع صاحب ہوئے، چچا محمد شفیع صاحب نے اپنے مرنے سے پہلے اپنی اولاد کو بتا دیا تھا کہ جو مکان عبدالوحید کے نام کیا ہے وہ میرے بڑے بھائی عبدالمجید کا تھا، عبد الوحید صاحب کی اولاد کو بھی معلوم ہے؛ کیوں کہ اُن کے پاس عبدالمجید صاحب کے مکان کے کاغذ ہیں، عبدالوحید صاحب کی اور چچا محمد شفیع صاحب کی اولاد کافی مال دار ہے۔ اب بتائیں کہ عبدالمجید صاحب کے ورثہ کا کون حق دے گا؟ کیا اُن کو بالکل محروم کر دیا جائے گا؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بر تقدیر صحت واقعہ صورتِ مسئلہ میں عبدالمجید کے ورثہ

سے جبراً جو دستخط لئے گئے ہیں، اُس سے اُن کا حق ساقط نہ ہوگا، مذکورہ مکان پر عبدالوحید یا اُس کے ورثہ کا قبضہ درست نہیں ہے، اس مکان کو عبدالمجید کے ورثہ کو واپس کرنا ضروری ہے۔

وإذا أكره الرجل على بيع ماله وأكره على ذلك بالقتل الشديد أو

بالحبس فباع أو اشترى فهو بالخيار، إن شاء أمضى البيع وإن شاء فسخه،

ورجع بالمبيع؛ لأن من شرط صحة هذه العقود التراضي. (الهداية / كتاب الإكراه

لیس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه وجب عليه ردّه. (شرح المحلّة لسليّم رستم باز ۶۲/۱ رقم المادة: ۹۷ كونه، وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ۶۸/۵ زكريا)

لأن الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (شامي، كتاب البيوع / مطلب في تعريف المال والملك ۵۰۲/۴ دار الفكر بيروت) فقط واللّه تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۴/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کی بیماری اور معذوری سے فائدہ اٹھا کر ان کا مکان بہو کے نام کرانا؟

سوال (۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم پانچ بھائی اور دو بہنیں کل سات ہیں، دو عرصہ دراز سے پاکستان میں رہتے ہیں، اور وہ دونوں اُس مکان میں سے حصہ لینا نہیں چاہتے۔ ہمارے والد کا گذشتہ سال انتقال ہو چکا ہے، انتقال سے پانچ سال پہلے سے وہ ضعفِ دماغ و بصر سے معذور ہو گئے تھے، اسی معذوری کا فائدہ اٹھا کر ایک بھائی نے جس کے ساتھ والدین رہتے تھے، بہت خاموشی کے ساتھ یہ مکان اپنی بیوی کے نام کرادیا، اور والد صاحب کی وفات کے بعد اُس نے نوا لاکھ روپے سے زیادہ میں فروخت کر دیا اور ہماری تایا زاد بہنیں اور ہمارے بھائی بہن کو اُس مکان کے حصہ سے دور کر دیا گیا۔

اسی طرح اس ابن الوقت بیٹے نے قبرستان کی زمین کو بھی والد صاحب کی معذوری کے وقت میں دوسروں کو فروخت کر دیا تھا۔ کیا اس طرح سے والدین کو اپنی اولاد کے درمیان کسی کو محروم کرنا اور کسی کو دے دینا شرعاً کیسا ہے؟ اور ایسی اولاد جو دوسروں کے حقوق غصب کر کے اور ظالمانہ طریقہ پر ان کی اس معذوری سے فائدہ اٹھا کر دوسروں کو محروم کر دے تو ایسا شخص شرعاً کس سزا کا مستحق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال کسی بھائی کا والد صاحب کی کمزوری

اور معذوری سے فائدہ اٹھا کر پورا مکان خاموشی سے اپنی بیوی کے نام کرا لینے کا یہ عمل انتہائی قابلِ مذمت ہے۔ اور اس طرح نام کرا لینے کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر صرف مکان نام کیا؛ لیکن والد کی زندگی میں بیوی کو اُس پر قبضہ اور تصرف کا حق حاصل نہ ہو سکا، تو یہ ہبہ تام نہیں ہوا، اور نہ یہ وصیت درست ہوئی؛ لہذا والد کی وفات کے بعد یہ مکان اُن کے ترکہ میں شامل ہوگا، اور اُن کے سبھی وارثین حسبِ حصص شرعیہ اُس میں حق دار ہوں گے، پس اس مکان کو مذکورہ بھائی کی طرف سے بیع کرنا شرعاً کا عدم مانا جائے گا اور اُس پر لازم ہے کہ وہ بیع کونج کر کے سب حصہ داروں کو اُن کا حق ادا کرے، ورنہ عند اللہ سخت مواخذہ دار ہوگا۔

عن سعید بن زید رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال: من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين.

(صحیح البخاری، باب ما جاء في سبع أرضين ۴۵۴/۱ رقم: ۳۱۹۸، صحیح مسلم رقم: ۱۶۱۰، مشکاة

المصابیح / باب الغصب ۲۵۴ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التنقيح ۶۱۵/۵ رقم: ۲۹۳۸ دار النوادر)

إذا وهب واحدٌ في مرض موته شيئاً لأحد ورثته، وبعد وفاته لم يجز سائر

الورثة، لا تصح تلك الهبة أصلاً؛ لأن الهبة في مرض الموت وصية، ولا وصية

لوارث. ولكن لو أجاز الورثة هبة المريض بعد موته صحت وإنما تتوقف

الهبة على إجازة الورثة إذا مات المريض من ذلك المرض، كما قيده في المتن

بقوله: ”بعد وفاته“. وأما لو برئ المريض، نفذت الهبة ولو لم يجزها الورثة.

(شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الفصل الثاني في هبة المريض ۴۸۴/۱ رقم المادة: ۸۷۹ المكتبة

الحنفية كوثقه، وكذا في الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب العاشر في هبة المريض ۴۰۰/۴ رشيدية)

وفي المرض المعتبر المبيح لصلاته قاعداً اعتاقه وهبته ووقفه

وضمنانه كل ذلك حكمه كحكم وصيته، فيعتبر من الثلث (الدر المختار) قوله: وهبته: أي إذا اتصل بها القبض قبل موته أما إذا مات ولم يقبض فتبطل الوصية؛ لأن هبة المريض هبة حقيقية، وإن كانت وصية حكماً كما صرح به قاضي خان. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الوصايا / باب العتق في المرض ۳۸۱-۳۸۰/۱۰ زكريا)

وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضاً. (الدر المختار / كتاب الهبة

۶۸۸/۵ كراچی)

وتتم الهبة بالقبض الكامل لقوله عليه الصلاة والسلام: لا تجوز الهبة إلا

مقبوضة. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة / أركان الهبة ۳۵۳/۳ دار إحياء التراث العربي بيروت، ۹۱۱/۳ مكتبة فقيه الأمة ديبند)

وروي أن سيدنا أبا بكر الصديق رضي الله عنه دعى سيدتنا عائشة رضي الله عنه في مرض موته، فقال لها: إني كنت نحللتك جداد عشرين وسقاً من مالي بالعالية، وإنك لم تكوني قبضتيه ولا حرزتيه، وإنما هو اليوم مال الوارث.

(بدائع الصنائع، كتاب الهبة / ركن الهبة ۱۶۲/۵-۱۶۳ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا الله عنه

دوسرے کو فرضی باپ بنا کر باپ کی جائیداد اپنے نام لکھانا؟

سوال (۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کے چند بھائی ہیں اور باپ بکر ہے، تو زید نے بکر سے کسی بات پر جھگڑا کیا، اور بکر نے اپنی تمام زمین ایک بیگھے چھوڑ کر سب بیٹوں میں تقسیم کر دی یعنی لکھ دی، اور زید کا حصہ زید کے نام نہیں لکھا، اب زید نے کسی دوسرے کو باپ بنا کر اپنا حصہ لکھوایا، بعد میں پتہ چلا تو باپ نے زید پر مقدمہ دائر کر دیا، تو کیا زید باقی جو زمین اور مال ہے، باپ کے مرنے کے بعد اُس میں سے حصہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: باپ نے اپنے بیٹوں کے نام جو زمین کردی اور بیٹوں کو اُس پر قابض بھی بنا دیا ہو تو وہ زمین اُن تمام بیٹوں کی ہوگی۔

ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة روي عن أبي حنيفة أنه لا

بأس به . (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في الهبة للصغير ۳۹۱/۴)

اور لڑکے زید کو والد نے کچھ نہیں دیا تھا، اس کا فرضی کارروائی کر کے مذکورہ زمین اپنے نام کرالینا بلاشبہ دھوکہ اور فریب تھا۔ اور زید کا دوسرے شخص کو فرضی باپ قرار دینے کا عمل نہایت قابل مذمت ہے۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی اپنا نسب اپنے باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کرے اُس پر جنت حرام ہے۔

عن أبي بكر رضي الله عنه يقول: سمعته أذناي، ووعاه قلبي محمداً صلى الله عليه وسلم يقول: من ادعى إلى غير أبيه، وهو يعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم ۵۷/۱ رقم: ۶۳ بيت الأفكار الدولية، صحيح البخاري، كتاب الفرائض / باب من ادعى إلى غير أبيه ۱۰۰/۱ رقم: ۶۷۶۶ دار الفكر بيروت)

جو حصہ زید کے والد نے کسی کے نام نہیں کیا ہے، والد کے انتقال کے بعد زید اور اُس کے تمام بھائی بہن اور جو بھی شرعی ورثہ ہوں، وہ سب اُس حصہ میں شریک ہوں گے، اور زید کو بقدر حصہ والد کے مرنے کے بعد میراث ملے گی۔

إن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم.

(شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ۶۱/۱ رقم المادة: ۱۰۹۲ کوئٹہ)

لأن الشركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق

حق الغیر بعین من الأموال . (شامی) / أول كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ کراچی، ۴۹۳/۱۰ زکریا،
البحر الرائق / كتاب الفرائض ۳۶۵/۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۷/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کے مکانِ مرہونہ کو چھڑا کر تین بھائیوں کا اپنے نام کرنا؟

سوال (۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: مکان خرید کردہ دو بھائی سربج الاسلام و سراج الاسلام ولد علی الدین مرحوم ساکن تمباکو والان
مراد آباد، دونوں بھائیوں نے مذکورہ مکان کو بینک میں رہن رکھ کر بینک سے روپے لے لیا، سربج
الاسلام کا انتقال کچھ سال بعد ہو گیا، انہوں نے ورثہ میں رفیع الاسلام، سمیع الاسلام، سعید الاسلام
اور معراج الدین چار لڑکے اور ایک لڑکی پھول جہاں چھوڑی، جو مکان رہن رکھا تھا، سربج الاسلام
کے انتقال کے بعد ان کے بھائی نے مکان کا نصف حصہ بینک میں آدھا روپیہ جمع کر کے چھڑا لیا
اور نصف حصہ سربج الاسلام کے تین لڑکے رفیع الاسلام، سمیع الاسلام اور معراج الدین نے چھڑا کر
تینوں نے اپنے اپنے نام کر لیا، اور سعید الاسلام اور لڑکی پھول جہاں کو کوئی اطلاع نہیں دی، ایسی
حالت میں لڑکا سعید الاسلام اور لڑکی پھول جہاں اپنے حصہ کا شرعاً مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور
جتنا روپیہ بینک کے مطالبہ کا دیا گیا ہے، اُس میں سعید الاسلام اور پھول جہاں دین دار ہیں یا نہیں،
شریعت کے مطابق اُس مکان میں ان دونوں کا بھی حصہ قائم ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رہن رکھنے سے چوں کہ شئی مرہونہ میت کی ملکیت سے
خارج نہیں ہوتی؛ لہذا مذکورہ نصف مکان میں سربج الاسلام کے سبھی ورثہ کا شرعی حق ہوگا اور جن تین
لڑکوں نے روپیہ دے کر مکان بینک سے چھڑا لیا ہے وہ حصہ کے تناسب سے بقیہ چھوٹے ہوئے
ورثہ سعید الاسلام اور پھول جہاں سے قرض کے حصہ کی رقم لے کر انہیں بھی مکان میں شریک

کریں، ورنہ حق تلفی کے گنہگار ہوں گے۔

فلو كباراً خلفوا الميت في المال فكان عليهم تخليصه. جوہرہ. (الدر

المختار مع الشامی / باب التصرف في الرهن وباعته عليه ۵۱۹/۶ کراچی، ۱۴۲۱/۱۰ زکریا)

ما يقبضه كل واحد من الدائنين من الدين المشترك يكون مشترکاً
بينهما، وللدشريك الآخر أخذ حصته منه، ولا يسوغ للقباض أن يختص به

وحدہ. (شرح المحلہ، کتاب الشركة / الفصل الثالث في ديون المشتركة ۶۱۳/۱ رقم المادة: ۱۱۰۱

کوئٹہ، کذا في الفتاوى الهندية / الباب السادس من كتاب الشركة ۳۳۷/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۹/۷ھ

تقسیم وراثت سے قبل بیٹے کے مال پر والدین کا قبضہ کرنا؟

سوال (۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: الف مرحوم کی کچھ واجبات بینک اکاؤنٹ ڈاک خانہ میں جمع تحویل اور اُس کے بچوں کی جمع
شدہ رقم اُس کی پنشن پرائیویڈٹ فنڈ وغیرہ اُس کے والد حاصل کرنا چاہتے ہیں، از روئے شرع
کیا الف کے والد کا یہ فعل جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وراثت تقسیم ہونے سے پہلے سارا مال الف کے

والدین کو لینا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۵۳/۵)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية

عليه، وإن فعل كان ضامناً. (شرح المحلہ لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية

۶۱/۱ رقم المادة: ۹۶ المكتبة الحنفية كوئٹہ، وکذا في الدر المختار / کتاب الغصب ۲۰۱/۶ کراچی)

ولا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بأمره، وكل واحد

منهما كالأجنبي في نصيب صاحبه. (الفتاوى الهندية، كتاب الشركة / أنواع الشركة وأركانها

وشرائطها وأحكامها وما يتعلق بها ۳۰۱/۲ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۱۳/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تقسیم میراث سے قبل میت کے کپڑے اور بستر صدقہ کرنا؟

سوال (۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کیا تقسیم میراث سے پہلے میت کا گدا چادر کپڑے وغیرہ مسجد میں یا فقیر کو دینا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ سب مال میت کے ترکہ میں شامل ہے؛ لہذا تمام

وارثین کی رضامندی کے بغیر تقسیم سے قبل اُسے فقیر کو یا مسجد میں دینا درست نہ ہوگا۔

كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب

حصصهم. (شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث / ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۲

المكبة الحنفية كوئٹہ)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه. (الدر المختار مع الشامى ۲۹۱/۹ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی کی متروکہ جائیداد کو بغیر وصیت کے مسجد میں دینا اور دیگر ورثہ کو محروم کرنا؟

سوال (۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید ۵/ بھائی تھے جب زید جوان ہوا، تو زید نے اپنے بڑے بھائی بکر سے کہا کہ میں اپنے حصہ

کی زمین بیچ کر شادی کروں گا، زید کے بڑے بھائی بکر زید کو منع کرتے رہے، آخر کار زید نے غصہ میں آ کر زہر پی لیا اور زید مرتے وقت کچھ وصیت نہیں کر سکا کہ میں اپنے حصہ کی زمین مسجد کے نام کرتا ہوں، اب زید کے بڑے بھائی بکر یہ کہتے ہیں کہ میں زید کے حصہ کی زمین مسجد کے نام کرتا ہوں؟ جب کہ زید کے اور تین بھائی کے مالی حالات ٹھیک نہیں ہیں، اور پھر کچھ دنوں کے بعد بکر یہ بھی کہتا ہے کہ زید کے حصہ کی زمین کی جو قیمت ہوگی اُس کو میں مسجد میں لگاؤں گا، کیا یہ سب بکر کی من مانی صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں زید کے حصہ کی زمین اُس کے ترکہ میں شامل ہے، جس میں اُس کے سبھی شرعی وارثین کا حق ہے، اُن سب کی مرضی کے بغیر کوئی ایک بھائی زید کی متروکہ جائیداد کو وقف نہیں کر سکتا، اور نہ اُسے فروخت کر کے خود ہی اُس کی رقم کسی مسجد میں لگا سکتا ہے؛ البتہ شرعی طور پر زید کی وراثت میں سے جتنا حصہ بکر کو پہنچتا ہے اُسے وہ اپنی مرضی سے کہیں بھی خرچ کر سکتا ہے۔

يبدأ من تركة الميت الخالية لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / أول كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ کراچی، ۴۹۳/۱۰ زکریا، البحر الرائق / کتاب الفرائض ۳۶۵/۹ زکریا)

ولا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بأمر، وكل واحد منهما كالأجنبي في نصيب صاحبه. (الفتاوى الهندية ۳۰۱/۲ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲۴/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارثین کی اجازت کے بغیر ان کا حصہ خیرات کرنا

سوال (۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دلشیر کی نہ بیوی ہے نہ اولاد نہ باپ نہ بھائی نہ چچا، صرف چچا زاد بھائی دو ہیں، جن سے کبھی کوئی

تعلق نہیں رہا، دوسرے چچا زاد بھانجی ہیں، ایسی حالت میں دلشیر کا انتقال ہوتا ہے، کچھ زیورات سونے چاندی کے وراثت میں چھوڑے ہیں، جو زید کے پاس تھے، زید نے کچھ زیورات اپنے کام سے گروی رکھ لئے، جو قرض کی ادائیگی نہ ہونے کی بنا پر چلا گیا۔ اب زید چاہتا ہے کہ امانت میں خیانت ہوئی ہے، اگر دلشیر زندہ ہوتے تو اُن سے معافی مانگ لیتے، اب اُس کا بدل جتنی رقم ہو اور جو موجود ہے اُس سے زید چاہتا ہے کہ خیرات کر دے؛ تاکہ اُن کی روح کو ثواب پہنچے، تو کیا خیرات کر سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دلشیر کی جو رقم آپ پر واجب ہے وہ دلشیر کے وارثین کا حق ہے، پس اُسے خیرات نہ کیا جائے؛ بلکہ وارثین یعنی مرحوم کے چچا زاد بھائیوں کو ہی کو دی جائے، اس کے بغیر دلشیر کا حق ادا نہ ہوگا۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا!! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۱۱۸/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/۴ رقم: ۵۴۹۲ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۴/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وراثت کا روپیہ اگر تاخیر سے تقسیم ہو تو سابقہ سالوں کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا انتقال ہوا، اُس نے ۵ لاکھ روپے ترکہ میں چھوڑے، سب ورثہ کو معلوم تھا کہ میت کا ترکہ فلاں وارث کے پاس رکھا ہے؛ لیکن کبھی کسی نے اپنے حصہ کا مطالبہ نہیں کیا، میت کی

وفات کو ۳۲ سال گذر چکے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آج اگر یہ ترکہ وارثین ۴ لڑکوں میں تقسیم کیا جائے تو ان پر اُس رقم کی پچھلے سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بعض فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مال وراثت

پر جب تک وراثت قبضہ نہ کرے، وہ اُس کے حق میں دین ضعیف یا دین متوسط کے درجہ میں ہوتا ہے، (جس میں قبضہ سے قبل زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی) بریں بناءً مسئلہ صورت میں جس وراثت کے پاس مال وراثت موجود ہے اور وہ اُس پر قابض ہے، اُس کے حصہ وراثت میں تو سابقہ سالوں کی زکوٰۃ حسب شرائط واجب ہوگی؛ لیکن دیگر وارثین جن کا قبضہ ابھی تک نہیں ہوا تھا، اُن پر اُس مال میں گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

وأما الدين الضعيف فهو الذي وجب له بدلاً عن شيء، سواء وجب له بغير صنعه كالميراث، أو بعضه كالوصية - إلى قوله - ولا زكاة فيه ما لم يقبض كله، ويحول على الحول بعد القبض. (بدائع الصنائع ۹۰/۲ المكتبة النعمية ديوبند)

ومثله ما لو ورث ديناً على رجل (الدر المختار) أي قبل الدين المتوسط فيما مر، ونصابه من حين ورثه، وروى أنه كالضعيف. (الدر المختار مع الشامي ۲۳۸/۳ زكريا)

المستفاد: والضعيف وهو بدل ما ليس بمال كالمهر والوصية لا تجب فيه الزكاة ما لم يقبض نصاباً ويحول عليه الحول بعد القبض (مراقى الفلاح) وتحت قوله: الوصية إذ تأخرت عند الوارث عامًا. (طحطاوي على المراقى ص: ۷۱۶)

المستفاد: فلو ملك شيئاً ولم يقبضه كصداق المرأة قبل قبضه، فلا زكاة عليها فيه. (الفقه الإسلامي وأدلته ۶۵۲/۲ فقط واللہ تعالیٰ اعلم)

کتابتہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۵/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



میراث سے محرومی کے اسباب

موانع ارث کی تفصیل

سوال (۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موانع ارث کیا کیا چیزیں ہیں؟ تفصیل کے ساتھ ہر ایک کا حکم تجویز فرمادیں کہ کونسا مانع میراث کب تو ریث سے محرومی کا سبب بنتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: موانع ارث چار چیزیں ہیں: (۱) غلامی، یعنی اگر کوئی

رشتہ دار غلام ہو تو نہ تو وہ وارث بنے گا نہ اُس کی وراثت چلے گی، خواہ وہ بیٹا یا باپ ہی کیوں نہ ہو؟
(۲) ہر ایسا قتل جس کی وجہ سے قصاص یا کفاروہ لازم آتا ہو۔ بریں بنا قاتل عمد مستحق وراثت نہ ہوگا۔

(۳) اختلافِ دہنیں، چنانچہ کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا اور نہ ہی مسلمان کافر کا

وارث ہوگا۔

(۴) اختلافِ دارین یعنی دار الحرب اور دار الاسلام کا اختلاف یا ایک دار الحرب کا

دوسرے دار الحرب سے اختلاف، اس مانع کا تعلق صرف غیر مسلمین سے ہے، گویا ایک ملک کے رہنے والے غیر مسلم دوسرے ملک کے رہنے والے رشتہ داروں کے وارث نہ ہوں گے، مسلمانوں کے لئے یہ وجہ مانع ارث نہیں ہے؛ لہذا ایک ملک کا رہنے والا مسلمان دوسرے ملک کے مورث کا وارث بن سکتا ہے، اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

المانع من الإرث أربعة: الرق وافرأ كان أو ناقصاً. والقتل الذي يتعلق به

وجوب القصاص أو الكفارة، واختلاف الدينين، واختلاف الدارين. إما حقيقة كالعربي والذمي، أو حكماً كالمستأمن والذمي أو الحربين من دارين مختلفين، والدار إنما تختلف باختلاف المنعة والملك لانقطاع العصبية فيما بينهم.

(السراجي في الميراث ص: ۷-۸ مكتبة بلال ديوبند، ص: ۱۳-۱۴-۱۵ مكتبة الإتحاد ديوبند)

ومن المتفق عليه بين الفقهاء أن المسلمين يتوارثون فيما بينهم مهما اختلفت ديارهم ودولهم وجنسياتهم، وعند الإمام أبي حنيفة وهو الراجح في مذهب الشافعية، وعند بعض الحنابلة، أن اختلاف الدارين يمنع من التوارث بين غير المسلمين.

(الموسوعة الفقهية ۲۸/۳ كويت، شامي / كتاب الفرائض ۵۰۳/۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۷/۲/۲۲ھ

اختلاف دارین کی تفصیل

سوال (۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موانع ارث میں اختلاف دینین اور اختلاف دارین کی تفصیلی وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ”اختلاف دین“ مطلقاً مانع ارث ہے، یعنی نہ تو کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث بن سکتا ہے اور نہ کافر مسلمان کا وارث بن سکتا ہے۔ اور ”اختلاف دار“ یہ صرف کفار و غیر مسلمین کے لئے مانع ارث بنتا ہے، مثلاً دار الاسلام میں رہنے والا ذمی کافر کسی دار الحرب کے کافر شہری کا وارث نہیں بن سکتا۔ اسی طرح ایک دار الحرب کا شہری دوسرے دار الحرب شہری کا وارث نہیں بنے گا، حتیٰ کہ اگر اختلاف دارین حکمی پایا جائے تب بھی آپس میں وراثت نہیں جاری ہوگی۔ اور اختلاف دار حکمی کی مثال یہ ہے کہ کوئی حربی شہری ویزہ لے کر دار الاسلام میں آئے اور دار الاسلام میں اس کا کوئی رشتہ دار ذمی مقیم ہو، تو اُن دونوں کے درمیان

وراثت جاری نہ ہوگی۔ اس کے برخلاف مسلمانوں کے مابین اختلافِ دار کے باوجود وراثت جاری ہوگی؛ لہذا ایک اسلامی ملک میں رہنے والا دوسرے اسلامی ملک کے شہری یا دارالحرب میں رہنے والا مسلمان مسلم ملک کے مسلمان شہری کا وارث بنے گا۔ مثال کے طور پر تقسیم ہند کے موقع پر جو اعضاء پاکستان چلے گئے تھے، اُن میں اور ہندوستان میں رہ جانے والوں کے درمیان حسبِ ضابطہ وراثت جاری ہوگی، اس اختلافِ دار کی وجہ سے کسی کا حق وراثت ختم نہ ہوگا۔

و اختلاف الدينين أي إسلامًا وكفرًا. (هامش السراجي ۷)

و اختلاف الدينين حتى لا يرث الكافر من المسلم، ولا المسلم من

الكافر. (الفتاوى التاتارخانية ۲۰/۲۱۶: رقم: ۳۳۰۸۱ زكريا)

و اختلاف الدارين إما حقيقة كالحربي والذمي أو حكمًا كالمستأمن

والذمي أو الحربيين من دارين مختلفين. (السراجي في الميراث: ۷-۸)

وكذلك اختلاف الدارين سبب حرمان الميراث؛ لأن الميراث إنما

يستحق بالنصرة ولا ينصر أحدهما لصاحبه، ولكن هذا الحكم في حق أهل الكفر لا

في حق المسلمين. (الفتاوى التاتارخانية ۲۰/۲۱۷: رقم: ۳۳۰۸۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۷/۲/۲۲ھ

کافر ماں کے مال میں مسلمان لڑکے کا حصہ

سوال (۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک ہندو لڑکا مسلمان ہو گیا ہے اور اُس کی ماں کے ساتھ مال و جائیداد ہے، اُس کے علاوہ

کوئی اولاد نہیں ہے، اور نہ ہی باپ ہے اور نہ ہی کوئی عزیز و اقارب ہے، یہ جو دولت ہے اس

دولت میں اُس لڑکے کا شرعی کیا حکم ہے، ملے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ماں اگر مسلمان ہو جائے تو وہ لڑکا مرنے کے بعد ماں کا

شرعی وارث ہوگا، اور اگر مسلمان نہ ہو تو کافر ماں کے مال میں مسلمان اولاد کا بطور وراثت کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور مسئلہ صورت میں مناسب یہ ہے کہ وہ ہندو ماں اپنے مسلمان لڑکے کے لئے کل مال کی وصیت کر دے، تو یہ وصیت نافذ ہو جائے گی اور ماں کے مرنے کے بعد بطور وصیت لڑکا مال کا مالک ہو جائے گا۔

عن أسامة بن زيد رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم. (صحيح البخاري ۱۰۰۱/۲ رقم: ۶۷۶۴، سنن الترمذي، أبواب الفرائض / باب ما جاء في إبطال الميراث بين المسلم والكافر ۳۱/۲ رقم: ۲۱۸۹)

ثم لا خلاف أن الكافر لا يرث المسلم بحال، وكذلك المسلم لا يرث الكافر في قول أكثر الصحابة رضي الله عنهم، وهو مذهب الفقهاء. (الفتاوى التاتارخانية ۳۹۵/۲۰ زكريا، البحر الرائق ۵۰۰/۸)

الحربي المستأمن إذا أوصى للمسلم أو الذمي يصح في الجملة غير أنه إن كان دخل وارثه معه في دار الإسلام فأوصى بأكثر من الثلث وقف ما زاد على الثلث على إجازة وارثه وإن لم يكن له وارث أصلاً تصح من جميع المال. (الفتاوى الهندية ۱۳۲/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۹/۱۴ھ

غیر مسلم والدہ کی میراث میں مسلمان بیٹی کا حصہ

سوال (۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری والدہ عمر ۹۴ سال پیدائشی کر سچن ہیں، اور میں نے ۴۰ سال قبل اسلام قبول کر لیا ہے اور مسلمان ہوں، میرے شوہر مرحوم بھی مسلمان تھے، میرے بچے بھی مسلمان ہیں، سب شادی شدہ ہیں اور علیحدہ رہتے ہیں۔ میں اپنی والدہ کی تنہا وارث ہوں، میری ایک اور بہن تھی جو فوت ہو گئی

ہے، ہم دو بہنوں کے علاوہ اُن کی اور کوئی اولاد نہیں تھی، میری والدہ علیحدہ تنہا رہتی ہیں، ذاتی مکان ہے، اثاثہ ہے وہ اپنی کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ میرے نام وصیت کرنا چاہتی ہیں، یعنی Will (وصیت) کے ذریعہ، کیا میں اُن کی وصیت کے مطابق اُن کی جائیداد کی وارث بن سکتی ہوں؟ کیا اسلام میں اس کی اجازت ہے کہ اُن کی چیزوں کو اپنی ملکیت کے طور پر قبول کر لوں اور تصرف میں لاؤں؟ شرعی جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسلمان اور کافر کے درمیان وراثت تو جاری نہیں ہو سکتی؛ لیکن وصیت اُن کے درمیان شرعاً نافذ ہو جاتی ہے، اب مسئلہ صورت میں حکم یہ ہے کہ اگر آپ کی والدہ کا کوئی اور اُن کا ہم مذہب وارث زندہ موجود نہیں ہے، مثلاً بھائی یا اُن کی اولادیں وغیرہ، تو آپ کے حق میں ان کی کل مال کی وصیت پوری نافذ ہو جائے گی، اور اُن کے انتقال کے بعد آپ اُن کے چھوڑے ہوئے سب مال کی مالک قرار پائیں گی؛ لیکن اگر والدہ کا کوئی شرعی وارث ان کا ہم مذہب قریب یا دور کا رشتہ دار موجود ہو، تو پھر یہ وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوگی، اور بقیہ مال کے بارے میں اُن کے دیگر وارثین کی رضامندی ضروری ہوگی۔

إذا دخل الحربی دار الإسلام بأمان وأوصیٰ بماله لرجل مسلم كله أو لذمی ولا وارث له فی دار الإسلام فإنه یجوز. (الفتاویٰ التاتاریخانیة ۳۹۶/۱۹ رقم: ۳۱۹۲۰ زکریا)

الحربی المستأمن إذا أوصیٰ للمسلم أو الذمی یصح فی الجملة غیر أنه إن كان دخل وارثه معه فی دار الإسلام فأوصیٰ بأكثر من الثلث وقف ما زاد علی الثلث علی إجازة وارثه وإن لم یکن له وارث أصلاً تصح من جمیع المال. (الفتاویٰ الہندیة ۱۳۲/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۴/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر شوہر مسلمان ہو جائے تو کیا کافرہ بیوی بچوں کو اُس کی میراث سے حصہ ملے گا؟

سوال (۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اور اُس کی بیوی چار بچوں کے ساتھ خوش گوار زندگی بسر کر رہا تھا، رفتہ رفتہ اُس شخص کی توجہ مذہب اسلام کی طرف ہوتی گئی، خداوند قدوس نے اپنی رحمت سے نوازا، اور یہ شخص مسلمان ہو گیا؛ لیکن بیوی اپنے مذہب پر قائم رہی، اُس شخص نے بیوی بچوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے مسلمان لڑکی سے شادی کر لی، اور اپنی جائیداد کا کچھ حصہ مسجد کے نام کیا، اور باقی مسلم بیوی اور بچوں کے نام کیا۔ پہلی بیوی اور بچے جس مکان میں مقیم تھے وہ مکان فروخت کر دیا، بیوی بچے بے دخل ہو گئے، یہ عورت دردِ دل کھو کریں کھاتی دیکھتے دل سے مسلم شوہر کی سات پشتوں کو کوتاہی رہتی تھی، وقت گذرتا گیا، ایک دن غیر مسلم عورت کی موت ہو گئی، مسلم شوہر کو اُس کے کار یہ کرم کی ذمہ داری سونپی گئی؛ تاکہ مرنے والی کی آتما کو شانتی مل جائے، ورنہ اُس کی آتما بھٹکتی اور پریشان کرتی رہے گی، شوہر نے ایسا کرنے سے انکار کرتے ہوئے اپنا دامن بچالیا، تو غیر مسلم بیوی اور بچوں کا مسلم شوہر کے مال و جائیداد میں اسلام کے مطابق حق بنتا تھا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر مسلم بیوی اور بچوں کا مسلمان شوہر کے مال اور جائیداد میں شرعاً کوئی حق نہیں ہے؛ لیکن مذکورہ نو مسلم شخص نے غیر مسلم بچوں کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا وہ ہرگز مناسب نہ تھا۔

عن أسامة بن زيد رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم. (صحيح البخاري، كتاب الفرائض / باب لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم ۱۰۰۱۲ رقم: ۶۷۶۴ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم / كتاب

الفرائض رقم: ۱۶۱۴ بیت الأفكار الدولية، سنن الترمذي ۳۱/۲ رقم: ۲۱۸۹، سنن أبي داود ۴۰۳/۲
 المانع من الإرث أربعة..... واختلاف الدينين. (السراجي ۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۱۲/۲۰ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مذہبِ قادیانیت اختیار کرنے والے کو میراث ملے گی یا نہیں؟

سوال (۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
 کہ: جس شخص نے مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب اختیار کر لیا یعنی قادیانی ہو گیا، اُس کو میراث ملے
 گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قادیانی لوگ کافر و مرتد ہیں؛ لہذا کوئی بھی قادیانی کسی
 مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔

و اختلاف الدينين. (السراجي في الميراث ۷)

قال العلامة اليسد الجرجاني رحمه الله تعالى: وأما المرتد، فلا يرث من
 أحدٍ لا من مسلمٍ ولا من مرتدٍ؛ لأنه جان بارتدادہ، فلا يستحق الصلة الشرعية
 التي هي الإرث؛ بل يحرم عقوبته. (الشريفة شرح السراجية / فصل في المرتد ۱۴۱ کراچی،
 وكذا في الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب السادس في ميراث أهل الكفر ۵۵/۶ زکریا، وكذا
 في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / النوع الثالث في المناسخة، الفصل
 الخامس في موانع الإرث ۴۷۲/۶ زکریا)

ويمنع الإرث الرق والقتل واختلاف المملتين. (سكب الأنهر على هامش مجمع

الأنهر / كتاب الفرائض ۴۹۷/۴ دار الكتب العلمية بيروت)

المرتدة لا ترث من أحد؛ لأنها ليست ذات ملة. (الشريفة / فصل في المرتد

۱۴۱ طبع: مجتہائی دہلی)

وأما المرتد فلا يرث المسلم بالإجماع. (المنهاج في شرح صحيح مسلم / كتاب

الفرائض ص: ۱۰۲۴ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۲/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قاتل مستحق میراث نہیں

سوال (۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم نے ۲۰۰۲ء میں اپنی بیٹی انجم کی شادی مبین کے ساتھ کی تھی، ۱۵ ماہ کے بعد اس کے شوہر نے اسے جلا کر مار دیا تھا، جس پر اسے ۷ سال قید کی سزا بھی ہوئی تھی، وارثین میں شوہر مبین اور والد اچھن میاں کو چھوڑا، اُس کے علاوہ اور کوئی لڑکا لڑکی وغیرہ نہیں ہے، تو لڑکی کا سامان، جہیز کس کو ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ واقعہ درست ہے، اور شوہر مبین

کا اپنی مرحومہ بیوی انجم کا قاتل ہونا ثابت ہے، تو مرحومہ انجم کا کل ترکہ (سامان، جہیز وغیرہ) اس کے والد اچھن میاں کو ملے گا، شوہر کا اُس کے ترکہ میں کچھ حق نہ ہوگا، اور اگر شوہر نے مہر ادا نہ کیا ہو تو اُس پر مہر کی ادائیگی بھی لازم ہے جو مرحومہ کے والد اچھن میاں کو دیا جائے گا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: القاتل

لا يرث. (سنن الترمذي / أبواب الفرائض ۳۱/۲ رقم: ۲۱۹۲)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: من

قتل قتيلاً فإنه لا يرثه، وإن لم يكن له وارث غيره، وإن كان ولده أو والده، فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى ليس لقاتل ميراث. (السنن الكبرى للبيهقي

۲۶۲/۹ رقم: ۱۲۴۹۱)

والقتل مباشرة بغير حق، ففي القتل يشترط لحرمان الميراث ثلاثة

أحدها: المباشرة سواء كانت عمدًا أو خطأ حتى أن من تسبب إلى قتل مورثه بأن صب الماء على طريق فزلق فيها مورثه ومات، لا يحرم عن الميراث. والشرط الثاني: أن يكون القتل بغير حق، فالقتل بحق لا يوجب حرمان الميراث. والشرط الثالث: أن يكون المباشرة مخاطبًا، حتى أن الصبي والمجنون إذا قتل لا يتعلق بوجود القصاص والكفارة ولا يمنع الإرث والإلزام. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الخامس في بيان ما يستحق به الخ ٢١٧/٢٠ رقم: ٣٣٠٨٢ زكريا) اتفق الأئمة الأربعة على أن القتل الذي يتعلق به القصاص يمنع القاتل البالغ العاقل من الميراث، إذا كان القتل مباشرًا. (الموسوعة الفقهية / مادة: إرث، موانع الإرث: القتل ٢٣/٣ وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية الكويت)

المانع من الإرث أربعة: والقتل الذي يتعلق به وجوب القصاص أو كفارة. (السراجي في الميراث ص: ٧) فقط والله تعالى أعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ٢/٤/١٤٣٦ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



میراث سے محروم اور عاق کرنے کا حکم

عاق کرنے کا مطلب کیا ہے؟

سوال (۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: براہ کرم کتاب و سنت کی بنیاد پر لفظ ”عاق“ کے معنی اور مفہوم سے مطلع فرمانے کی زحمت کریں، اور یہ بھی کہ بدرجہ مجبوری کن کن حالات اور وجوہات سے کوئی بھی باپ اپنے بیٹے کو شرعی حدود میں اور شرعی طریقہ سے عاق کر سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عاق کرنا یعنی مال متروکہ ہوتے ہوئے لڑکے کو حق وراثت سے محروم کر دینا شرعاً کوئی چیز نہیں ہے، ایسے عاق کرنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۳۶۴/۲)

البتہ جو لڑکا اپنے والدین کا نافرمان ہو وہ عند اللہ سخت عذاب کا مستحق ہے، اور یہ ایسا بدترین عمل ہے کہ اکثر دنیا میں ہی اُس کی سزا سامنے آجاتی ہے۔ اعاذ باللہ منہ۔

عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات الخ. (صحيح البخاري ۸۸۴/۲ رقم: ۵۹۷۵ دار الفکر

بيروت، الترغيب والترهيب مكمل ۵۳۸ رقم: ۳۸۰۱ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي بكر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا أنبئكم بأكبر الكبائر ثلاثاً؟ قلنا: بلى يا رسول الله! قال: الإشرāk باللّٰه وعقوق الوالدين. (صحيح البخاري ۸۸۴/۲ رقم: ۵۹۷۶، صحيح مسلم: ۸۷، سنن الترمذي ۱۹۰۱،

الترغيب والترهيب مكمل ۵۳۸ رقم: ۳۸۰۲ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي بكره رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كل الذنوب يؤخر الله منها ما شاء إلى يوم القيامة، إلا عقوق الوالدين، فإن الله يُعجِّلُه لصاحبه في الحياة قبل الممات. (رواه الحاكم ۱۷۳/۴ رقم: ۷۲۶۳ دار الفكر بيروت، الترغيب والترهيب مكمل ۵۳۹ رقم: ۳۸۱۵ بيت الأفكار الدولية) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۷/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا الله عنه

بلاوجہ عاق کرنے والے کی آخرت میں گرفت

سوال (۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: باپ کا اپنی اولاد کو بلا کسی وجہ کے عاق کرنا تو کیا آخرت میں ان کی گرفت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بلا کسی وجہ کے والد صاحب اپنی اولاد کو وراثت سے محروم کرنے کی کوشش کریں تو وہ گنہگار ہوں گے۔ حدیث میں وارد ہے کہ: ”جو شخص اپنے وارث کی میراث قطع کرے گا تو اللہ تعالیٰ جنت میں اُس کی وراثت میں سے قطع کرے گا“۔ (مشکوٰۃ شریف ۲۶۶/۱)

عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۱۲/۲۳ھ

نافرمان لڑکے کو عاق کرنا؟

سوال (۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کے تین لڑکے ہیں جن میں ایک لڑکا نافرمان ہے، وہ اپنے والدین کی عزت و آبرو سے کھیلتا ہے، کیا اُس کو والدین اپنے مال سے عاق کر سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت میں اولاد کو عاق کر دینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے،

یعنی عاق کرنے سے اولاد وراثت سے محروم نہیں ہوتی، اس لئے عاق کرنے کے بجائے دعا اور حسن تدبیر کے ذریعہ مذکورہ لڑکے کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۳۶۴)

عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة

المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا /

باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت)

ولو كان ولده فاسقاً فأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن

الميراث هذا خير من تركه؛ لأن فيه إعانة على المعصية ولو كان ولده فاسقاً لا

يعطى له أكثر من قوته. (البحر الرائق ۲۸۸/۷ زكريا، كذا في فتاوى قاضي خان على الفتاوى

الهندية / فصل في هبة الوالد لولده ۲۷۹/۳ زكريا)

المختار: التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة. (البحر الرائق / كتاب الهبة

۴۹۰/۷ زكريا)

ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على

البعض في ذلك لا رواية لهذا في الأصل عن أصحابنا، وروي عن أبي حنيفة

رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وإن

كانا سواء يكره، وروي المعلى عن أبي يوسف أنه لا بأس به إذا لم يقصد به

الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم يعطي الابنة مثل ما يعطي للإبن وعليه

الفتوى. (الفتاوى الهندية، الهبة / الفصل السادس في هبة الصغير ۱/۴ ۳۹۱ زكريا، عمدة القاري
۱۴۶۶ ۱ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۲/۳۰ھ

جس لڑکے کو عاق کر دیا گیا، جائیداد میں اُس کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال (۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید نے اپنے لڑکے تبریز کو اپنی جائیداد سے عاق کر دیا؛ لہذا محمد تبریز کو اُن کے والد کے مال و جائیداد میں حصہ ملے گا؟ اور معلوم یہ کرنا ہے کہ تبریز کو اپنی ماں کی جائیداد میں سے حصہ مل سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عاق کرنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے، مسئلہ صورت

میں تبریز اپنے باپ اور ماں دونوں کے ترکہ میں شرعی حصہ دار ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۳۱۷ فقط
واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۲/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا باپ کیلئے اپنی بیٹی کو عاق کر کے وراثت سے محروم کرنا جائز ہے؟

سوال (۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا والد محترم اپنی اولاد کو خاص کر بڑی لڑکی کو جائیداد و دعاؤں سے عاق کر سکتے ہیں، اس
سلسلہ میں ان پر شرعاً کیا ذمہ داری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عاق کرنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اس کی وجہ سے

اولاد وراثت سے محروم نہ ہوگی، اب رہ گئی اولاد سے ناراضگی، تو اگر یہ اولاد کی نافرمانی کی وجہ سے

ہے تو بجا ہے، اولاد کو ایسا رویہ اپنانا چاہئے کہ والد اُس سے پوری طرح خوش رہیں اور ناراض نہ ہوں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳۶۴/۳)

عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ أنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ألك بنون سواہ؟ قال: نعم، قال: فكلہم أعطیت مثل هذا، قال: لا، قال: فلا أشہد علی جور. (صحیح مسلم، ہبات / باب کراهة تفضیل بعض الأولاد فی الہبة ۳۷۱/۲ رقم: ۱۶۲۳) وفي الخانیة: رجل وهب فی صحته کل المال للولد جاز فی القضاء، ویكون آثما فیما صنع. (الفتاویٰ التاتاریخانیة ۴/۱۵۱۴ رقم: ۲۱۷۳۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۱۲/۲۳ھ

جائیداد کے حصوں سے بیٹیوں کو محروم کرنا

سوال (۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) اگر کوئی صاحب جائیداد باپ اپنی جائیداد میں سے بیٹیوں کو حصہ نہ دے کر اُس کا فائدہ بیٹوں کو پہنچاتا ہے، تو کیا وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے خدا کے یہاں جواب دار ہوگا؟
(۲) بیٹیوں کا حصہ باپ کی جائیداد میں بیٹیوں کے مقابلے کس مناسبت سے ہوتا ہے؟ براہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اپنی جائیداد سے بیٹیوں کو محروم کر دینا اور صرف بیٹوں کو مالک بنانا کھلی ہوئی ناانصافی ہے، اس پر آخرت میں مواخذہ ہوگا۔
(۲) زندگی میں اگر جائیداد تقسیم ہو تو بیٹیوں کو برابر دینا چاہئے، اور انتقال کے بعد جائیداد اگر تقسیم کی جائے تو بیٹی کا حق بیٹے کے مقابلے میں نصف ہوتا ہے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ، لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

ولو وهب جميع ماله من ابنه جاز، وهو آثم نص عليه محمد. (الفتاوى
البيزانية على هامش الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الجنس الثالث في هبة الصغير ۲۳۷/۶ زكريا)
عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة
المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا /
باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة، ولو كان
ولده فاسقاً. (البحر الرائق / كتاب الهبة ۲۸۸/۷ كراچی، ۴۹۰/۷ زكريا) فقط والله تعالى اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گولٹی کی شادی کر کے لڑکی کو میراث سے محروم کرنا

سوال (۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: زید کی بہن کا دختری حصہ ۴/۴ بیگمہ نکلتا ہے، اُن کے والد صاحب حصہ دینے کے ڈر سے
گولٹے شادی کرنا چاہتے ہیں، حالاں کہ جائیداد بہت ہے، گولٹے شادی نہ کر کے حصہ دلوانا اچھا
ہے یا حق تلفی کروانا؟ گولٹے شادی ہو جانے پر حصہ نہیں ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں لڑکی کی شادی خواہ گولٹے والی ہو یا
بلا گولٹے والی، بہر حال والد کے انتقال کے بعد اپنے حصہ وراثت کی مستحق ہے، اس طرح کی شادی
سے اسے ہرگز محروم نہیں کیا جاسکتا ہے، اور جو محروم کرے گا وہ گنہگار ہوگا، باقی گولٹے کی شادی کا کیا
مطلب ہے؟ یہ ہمیں معلوم نہیں، اس کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد ہی کوئی شرعی حکم بیان کیا جاسکتا

ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴۳۳/۱۱، فتاویٰ دارالعلوم ۷/۷۷)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۹/۱۱/۲۲۲ھ

لڑکیوں کی شادی میں خرچ کر کے اُن کو میراث سے محروم کرنا

سوال (۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے پانچ سالے اور ایک سالی ہے، ان کے والدین بھی الحمد للہ باحیات ہیں، اور وہ اپنی حیات میں جائیداد کی تقسیم کرنا چاہتے ہیں، بلکہ کر چکے ہیں، وہ اس طریقہ سے کہ ہر ہر سالے کو ڈھائی ایکڑ زمین جن کی قیمت ۶ لاکھ روپے ہے، اُن کے والدین بھی اپنے گزارے کے لئے ایک ایکڑ زمین اور ایک ڈگ شیمڑی رکھ لیئے ہیں، اُن کی لڑکیوں سے یوں کہتے ہیں کہ تمہاری شادی تو شرعی ہوئی ہے؛ لیکن ہمارا تقریباً تین لاکھ اس شادی میں خرچ ہوا ہے اور تم کو جائیداد میں حصہ نہیں ملے گا؛ حالانکہ اُن کے لڑکوں کی شادیوں میں بھی تقریباً ایک ایک لاکھ کا خرچ آیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ تقسیم قرآن وحدیث کے مطابق ہے؟ کیا لڑکیاں والدین کی جائیداد کے حق دار ہیں کہ نہیں؟ تقسیم کا صحیح طریقہ اور والدین کے حق نہ دینے پر لڑکی اُن سے لڑسکتی ہیں یا نہیں؟ تفصیل سے لکھئے، مہربانی ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: والدین کو اپنی سبھی اولاد کے ساتھ برابری کا معاملہ کرنا

چاہئے، اور زندگی میں اگر جائیداد تقسیم کرنی ہو تو لڑکے لڑکی سبھی کو برابر دینی چاہئے، لڑکیوں کو یہ کہہ

کرجا نیداد سے محروم کر دینا کہ ہم نے اُن کی شادی میں روپیہ خرچ کر دیا تھا، یہ شرعاً صحیح نہیں ہے، شادی میں خرچ کرنے کی وجہ سے اُن کا حق ختم نہیں ہو جاتا؛ لہذا مسؤلہ صورت میں لڑکیوں کو غیر منصفانہ تقسیم پر والدین کے اوپر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے۔

عن أبي صفره قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله عنه يخطب قال:
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اعدلوا بين أولادكم، اعدلوا بين أولادكم.
(شعب الإيمان لليهقي ۴۰۸/۶ رقم: ۸۶۹۱)

يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة. (البحر الرائق
۴۹۰/۷ زكريا)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة، ولو كان
ولده فاسقاً. (البحر الرائق / كتاب الهبة ۲۸۸/۷ كراچی، ۴۹۰/۷ زكريا)
يعطي البنت كالأبن عند الثاني، وعليه الفتوى. (شامي ۵۰۱/۸-۵۰۲ زكريا،
كذا في الفتاوى الهندية ۳۹۱/۴ زكريا)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة
المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا /
باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت)

قال الله تعالى: ﴿وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ
مِنْهُ أَوْ كَثُرَ، نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ [النساء: ۷]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:
من كانت له أنثى فلم يأدها ولم يهئها ولم يؤثر ولده عليها - يعني الذكور -
أدخله الله الجنة. رواه أبو داؤد. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب / باب الشفقة والرحمة على
الخلق، الفصل الثاني ۴۲۳)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:
من ابتلي بشيءٍ من البنات فصبر عليهن، كن له حجاباً من النار. (سنن الترمذي،
أبواب البر والصلة / باب ما جاء في النفقة على البنات ۱۳/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۴/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری کاغذات میں اندراج نہ ہونے کی وجہ سے بیٹی کو میراث سے محروم کرنا

سوال (۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: جناب حاجی محمد رفیق صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، جنہوں نے ترکہ میں ایک باغ دیہات
میں چھوڑا، جس کا اندراج تحصیل مراد آباد میں ہوتا تھا، محمد رفیق صاحب کے وارثین میں چار لڑکے
اور ایک لڑکی ہے اور کاشت کاری کی زمین میں لڑکی کا نام اندراج نہیں ہوتا تھا، اس وجہ سے لڑکی کا
نام اندراج نہیں ہو سکا؛ لیکن حاجی محمد رفیق صاحب نے اپنے چاروں لڑکوں کو زبانی وصیت کی کہ
ہمشیرہ کا حصہ باغ میں ضرور دینا اور ان چاروں بھائیوں نے بھی وعدہ کر لیا کہ ہماری ہمشیرہ کا
ترکہ اُس کو ضرور دیا جائے گا، پھر حاجی محمد رفیق صاحب نے وصیت لکھ کر بھی دے دی، جس کی
ایک کاپی میرے پاس بھی موجود ہے، اور اب حاجی محمد رفیق صاحب کے تین لڑکوں کا انتقال ہو گیا
ہے، اور ایک لڑکی ابھی حیات ہے، تو حاجی محمد رفیق کے ترکہ میں بیٹی کا حصہ آتا ہے یا نہیں، اور کیا
سرکاری کاغذات میں اندراج نہ ہونے سے بیٹی کا شریعت کی نظر میں حق ختم ہو جاتا ہے؟ مہربانی
فرما کر اس کا جواب دیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حاجی محمد رفیق صاحب کے ترکہ میں شریعت مطہرہ کی
رو سے بیٹی بھی مستحق ہوگی، سرکاری کاغذات میں اندراج نہ ہونے سے بیٹی محروم نہیں ہوگی۔

أن من مات عن ولدٍ فنصيبه لولده. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في مسألة السبكي

الواقعة في الأشباه ۴۶۵/۴ كراچی، ۶۹۲/۶ زکریا)

ما يستحق به الإرث شيئان: النسب والسبب، فالمسماة بالنسب على

ثلاثة أنواع: المنتسب: وهم الأولاد. (الفتاوى التاتارخانية ۲۱۶/۲۰ رقم: ۳۳۰۷۹ زکریا)

ولا يحرم ستة من الورثة بحال ألبنة: الأب والأم والابن والبنات أي

الأبوان والولدان والزوجان. (الدر المختار، كتاب الفرائض / فصل في العصبان ۷۷۹/۶ دار

الفکر بیروت، ۵۲۹/۱۰ زکریا)

والأصل الثالث في نظام الميراث الإسلامي: أن الميراث يشترك فيه

الرجال والنساء والكبار والصغار، وكان العرب في الجاهلية لا يورثون البنات

ولا النساء ولا الصبيان شيئاً من الميراث جاء الإسلام فأبطل هذه العادة

القاسية، وأنزل الله تعالى حكم توريث النساء بقوله: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا

تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ، وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا

قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ، نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ (تكملة فتح الملهم، كتاب الفرائض / الميراث حق الرجال

والنساء ۵/۲ مكتبة دار العلوم كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۷/۲۷ھ

دنیوی عدالت اور سرکاری قانون سے بیٹیوں کے حق

کو میراث سے ختم کرنا؟

سوال (۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: امیر خاں نے اپنے انتقال کے بعد دو بیویاں اور ان سے ایک ایک لڑکا چھوڑا، پہلی بیوی کا

نام قمر بانو جس کا لڑکا محبوب خاں اور دوسری بیوی بلقیس بانو سے عثمان علی خاں ہے، امیر خاں نے

اپنی بیوی قمر بانو کے مہر میں ۱۳۵/۱ ایکڑ زمین ہبہ کر دی تھی، دوسری بیوی بلقیس بانو کے مہر میں موضع کوڑپہ متعلقہ لاٹور کی زمین دے دی۔ قمر بانو کے انتقال کے بعد اُن کی زمین اُن کے بیٹے محبوب خاں کے نام ہوئی، محبوب خاں کی دو بیویاں تھیں، پہلی بیوی امراؤ بانو اور دوسری بیوی شریفبائی تھیں، پہلی بیوی سے ایک لڑکا تولد ہوا تھا، جس کا انتقال امراؤ بانو کی حیات ہی میں ہوا، دوسری بیوی سے لڑکی عابدہ بانو اور ایک لڑکا حامد علی خاں تولد ہوا، محبوب خاں اپنی عمر کے ۲۵ سال میں پلگ کی بیماری سے انتقال کر گئے، اُس وقت محبوب خاں کے فرزند حامد علی خاں کی عمر صرف پانچ ماہ تھی، محبوب خاں کی جائیداد اُن کے انتقال کے بعد لڑکا کم عمر ہونے کی وجہ سے اُن کی پہلی بیوی امراؤ بیگم کے نام منتقل ہوئی، امراؤ بانو نے اپنی جائیداد کی دیکھ بھال کے لئے اپنے شوہر کی دوسری بیوی کی لڑکی نور بانو کی شادی موضع پولا کے میرزا ہد علی سے کر کے ان کو گھر داماد بنا لیا؛ تاکہ جائیداد کی حفاظت اور نگرانی ہو اور عثمان جو محبوب کے سوتیلے بھائی تھے، اس طرح زاہد علی اپنی پوری جائیداد سنبھالتے ہوئے انتقال کر گئے، اور اُن کے بچے ابھی تک اسی گھر میں رہتے ہیں، مثل ایک خاندان کے اور یہ سمجھتے تھے کہ حامد علی اُن کو بسبب وعدہ اپنی بہن نور بانو کا حصہ اُنہیں دیں گے۔

امراؤ بیگم نے اپنے دیور کے ڈر سے حامد علی کو اپنی جائیداد کا حق وراثت کا کروا کر کل جائیداد حامد علی خاں کے نام کر دی، اُس کے بعد دیور عثمان خاں نے امراؤ بانو اور اُن کے سوتیلے بیٹے حامد علی پر دعویٰ دائر کیا، اس بناء پر کہ حامد علی محبوب خاں کی ناجائز اولاد ہے؛ لیکن خواجہ خاں صاحب کی گواہی سے عدالت نے شریفبائی کو محبوب خاں کی منکوحہ بیوی اور اُن کے دو لڑکیاں اور ایک لڑکے کو جائز اولاد اور اُس کی جائیداد کے جائز وارث قرار دی، اور وہ جائیداد ابھی تک حامد علی کے نام اور قبضہ میں ہے، حامد علی نے اپنی حیات میں اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کے نام کر دئے، اور گھر اپنی بیوی میمونہ کے نام کر گئے اور اپنی دونوں بہنوں نور بانو اور عابدہ بانو کو اپنے والد کی جائیداد سے محروم رکھا، اور زندگی پھر یہ کہتے رہے کہ میں سب کا حق دے کر مروں گا، اچانک حرکتِ قلب کے بند ہونے سے حامد علی کا انتقال ہو گیا، اب اُن کے ورثہ حامد علی کی بہنوں کا حق دینا نہیں چاہتے اور

کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے تمہارا حق ثابت نہیں ہوتا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد اداء حقوق صورتِ مسئلہ میں

محبوب علی خاں کے انتقال کے وقت اُن کے جو بھی ورثہ زندہ موجود تھے، وہ سب اُن کے ترکہ میں حسب حصص شرعیہ مستحق ہوں گے، اُن ورثہ میں اُن کی دو بیٹیاں بھی شامل ہیں، سرکاری قانون میں کسی شخص کے نام رجسٹری وغیرہ کرا لینے سے مستحق کا حق ہرگز ختم نہیں ہو سکتا، بیٹیوں کا اپنے باپ کی جائیداد وغیرہ میں جو حق قرآن کریم نے دیا ہے، دنیوی عدالت اُسے اس حق سے محروم نہیں کر سکتی، قرآن کریم میں فرمایا گیا:

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

اس لئے حامد علی خاں کے ورثہ پر لازم ہے کہ وہ حامد علی کی بہنوں کا حق اُن کے مستحقین کے حوالہ کریں، ورنہ اُن سے آخرت میں مواخذہ ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ، وَلِلنِّسَاءِ

نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾ [النساء: ۷]

قال ابن عباس رضي الله عنهما: إن أوس بن ثابت الأنصاري توفي عن

ثلاث بنات وامرأة، فجاء رجلا من بني عهده، وهما وصيان له يقال لهما:

سويد، وعرفجة وأخذ ماله، فجاءت امرأة أوس إلى رسول الله صلى الله عليه

وسلم وذكرت القصة، وذكرت أن الوصيين ما دفعا إلي بناته شيئا من المال،

فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ”ارجعي إلى بيتك حتى أنظر ما يحدث الله

في أمرك“ فنزلت على النبي صلى الله عليه وسلم هذه الآية، ودلت على أن

للرجال نصيباً وللنساء نصيباً. (التفسير الكبير للرازي ۵۰۲/۹)

فشركة الأملاك العين يحرثها رجلان أو يشتريانها فلا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بإذنه، وكل واحد منهما في نصيب صاحبه كالأجنبي. (الهداية / كتاب الشركة ۶۲۴/۳ شركة علمية ملتان، ۶۰۵/۲ المكتبة النعمية ديوبند)

إن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المحلة، كتاب الشركة / الفصل الثاني في الديون المشتركة ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۲ كوتبه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۳/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نافرمان اولاد

سوال (۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے والد اور چچا دونوں سگے بھائی ہیں، زید کے والد کا انتقال ہو جاتا ہے، اب زید کی والدہ نے زید کے چچا سے نکاح کر لیا، اُن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، لڑکی کے جوان ہونے پر لڑکی کی شادی ہو جاتی ہے، زید نے شادی میں کوئی روپیہ پیسہ نہیں لگایا، زید کے کارنامے اپنے والدین کے ساتھ اچھے نہیں تھے؛ بلکہ اُن کو مارا پیٹا بھی؛ اس لئے والدین ہمیشہ بدظن رہے، اب چچا کا بھی انتقال ہو جاتا ہے، مگر زید نے اب بھی اپنی والدہ کی کوئی خدمت نہیں کی؛ بلکہ برابر لعن طعن کرتا رہا، والدہ نے اپنی زندگی دوسروں کے یہاں کھاپی کر گزاری، زید کی والدہ بیمار ہونے پر اپنی لڑکی کے یہاں چلی جاتی ہے، وہاں انتقال سے پہلے کچھ وصیتیں فرمائیں، ایک یہ کہ زید کو میری صورت مت دکھانا، دوسرے یہ کہ مجھے بہیں پر دفن کرنا (یعنی لڑکی کے یہاں) تیسرے یہ کہ میرا گھر تیرے نام ہے، اسی وقت ایک وکیل کو بلا کر وصیت نامہ لکھوا کر اٹلوٹھالے لیا گیا۔

اب یہ بتائیں کہ زید کا اُس میں کیا حصہ ہے، یا وصیت ہونے پر لڑکی کا ہی حصہ ہے؟
قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کا اپنے والدین کے ساتھ بدسلوکی کرنا بہت بڑا اور سنگین گناہ ہے، اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے؛ لیکن مسائل وراثت کا تعلق بدسلوکی اور حسن سلوک پر نہیں ہے؛ بلکہ جو حصہ شرعی جس وارث کے لئے طے ہے، وہ اسے مل کر رہے گا، خواہ اُس کا معاملہ میت کے ساتھ کیسا ہی رہا ہو؟ نیز شریعت میں کسی وارث کے حق میں وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ لہذا مسئلہ صورت میں زید کی والدہ نے اپنے جس مکان کی وصیت لڑکی کے لئے کی ہے وہ شرعاً معتبر اور نافذ نہیں ہے؛ بلکہ اُس مکان کو حسبِ حصصِ شرعیہ زید سمیت سب وارثین میں تقسیم کیا جائے گا، اور حصصِ شرعیہ کی تفصیل تمام وارثین کے معلوم ہونے پر ہی بیان کی جاسکتی ہے۔ (کفایت المفتی ۴۲۷/۸، فتاویٰ رحیمیہ ۲/۲۶۸)

قال اللہ سبحانہ تعالیٰ: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِنَّمَا يُلْغَنَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٌ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا. وَاحْفَظْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا﴾ [الإسراء: ۲۳-۲۴]

عن عبد اللہ بن عمرو رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: رضا الرب في رضا الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد. (سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدین ۱۲/۲ رقم: ۱۸۹۹، مشكاة المصابيح، كتاب الآداب / باب البر والصلة، الفصل الثاني ۴۱۹)

الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، كتاب الدعوى / مطلب: واقعة الفتوى ۵۰۵/۷ كراچی، وكذا في تبیین الحقائق / كتاب الفرائض ۴۷۱/۷ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ۴۹۴/۴ المكتبة الغفارية كويت)

وهذا العلم مختص بحاله الممات وغيره بالحياة، أو باعتبار أسباب

الملک؛ فإنها جبرية أو اختيارية، فالأول الميراث، والثاني غيره من أسباب الملک. (تبیین الحقائق / کتاب الفرائض ۴۷۱/۷ زکریا)

والثالث أما اختیاری وهو الوصیة، أو اضطراری وهو المیراث. (مجمع الأنهر / کتاب الفرائض ۴۹۴/۴ المکتبة الغفاریة کوئٹہ)

ولا تصح الوصیة للوارث ویستوی فیہ الرجال والنساء. (البحر الرائق / باب الوصیة للأقارب وغیرہم ۴۴۵/۸ کراچی، الهدایة ۶۴۱/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱۳/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین کو، کتا، سورا اور جنگلی کہنے والے کو جائیداد وغیرہ سے محروم کرنا؟

سوال (۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی اپنے والدین کی نافرمانی کرے اور اپنے باپ کو گالی دے کتا، سورا، جنگلی کہے، اور یہی اس کی بیوی ساس، سرسروگالیاں دیتی ہو، تو ایسی صورت میں اگر وہ بیٹا قربانی کرے یا حج کو جائے یا نماز روزہ و دیگر عبادات ادا کرے تو اس کی عبادت قبول ہوں گی یا نہیں؟ اور باپ کو ایسی صورت میں اپنے اس بیٹے کو اپنی وراثت سے نکالنے کا حق حاصل ہوگا یا نہیں؟ اور شریعت میں اس بیٹے کو کس گناہ کا مرتکب کہا جائے گا، جب بیٹا یہاں تک کہہ رہا ہو کہ میں تمہاری صورت دیکھنا نہیں چاہتا، مجھے تمہاری صورت سے بھی نفرت ہے اور میرے مال میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے، اور اس کے علاوہ بہت سی دیگر باتیں بھی ہیں جو یہاں درج نہیں کی گئی ہیں، یہ شخص اپنی بیوی سے بھی گالی (کتا، جنگلی) کہلواتا ہے، اور یہ کہنا کہ تو کہیں چلا جا، جا کے مر جا، ڈوب جا، یہ معاملہ ماں باپ دونوں کے ساتھ کرتا ہے، تو اُس کا حکم کیا ہے؟ اور یہی اس کی بیوی کرتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: والدین کے ساتھ بے ادبی گالم گلوں بدترین گناہ اور انتہائی

شقاوت اور محرومی کی بات ہے، ان اذیت ناک حرکتوں کی وجہ سے والدین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ زندگی میں اس لڑکے کو اپنے مال سے محروم رکھیں، یا دیگر بچوں کو دے کر اُسے محروم کر دیں؛ لیکن اگر بچوں کو باقاعدہ ہبہ اور قبضہ کئے بغیر والدین کی وفات ہو جائے، تو اُن کے مال میں سے اس نافرمان بیٹے کو بھی حسبِ حصص شرعیہ حق ملے گا، مرنے کے بعد عاق کے اعلان کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَفٌّ وَلَا تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا

كَرِيمًا﴾ [بنی اسرائیل ۲۳]

عن عبد الله ابن عمرو رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:
 رضا الرب في رضا الوالد، وسَخَطُ الرب في سَخَطِ الوالد. (سنن الترمذی، أبواب البر
 والصلة / باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدین ۱۲/۲، مشکوة المصابیح / أبواب البر والصلة ۴۱۹)
 وقد انعقد الإجماع على جواز إعطاء الرجل ماله لغير ولده، فإذا جاز له
 أن يخرج جميع ولده من ماله جاز له أن يخرج عن ذلك بعضهم. (تكملة فتح
 الملهم / كتاب الهبات ۷۰/۲ مكتبة دار العلوم کراچی)

وأيضاً فيه وفي البحر: ولو كان ولده فاسقاً، فأراد أن يصرف ماله إلى وجوه
 الخیر ويحرمه عن الميراث، لهذا خیر من تركه؛ لأن فيه إعانة على المعصية، ولو
 كان ولده فاسقاً، لا يعطى له أكثر من قوته. (البحر الرائق / كتاب الهبة ۲۸۸/۷ کراچی)
 ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على
 البعض في ذلك لا رواية لهذا في الأصل عن أصحابنا، وروي عن أبي حنيفة
 رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وإن
 كانا سواء يكره. (الفتاوى الهندية، الهبة / الفصل السادس في هبة الصغير ۳۹۱/۴ زكريا، عمدة
 القاري ۱۴۶/۶ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۳۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کو مارنے اور شراب نوشی کرنے والے لڑکے کو جائیداد سے محروم کرنا؟

سوال (۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا لڑکا نافرمان ہے، ایک ہی لڑکا ہے، دو لڑکی ہیں، مجھ کو مارنے پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے، اور شراب بھی پیتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میرا رہائشی مکان اور جنگل کی زمین وغیرہ یہ مرے خود خریدے ہوئے ہیں، میرے باپ یعنی لڑکے کے دادا نے ترک نہیں چھوڑا تھا۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ میں اپنی جائیداد وغیرہ کس طرح تقسیم کروں، میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں لڑکیوں پر ہی تقسیم کر دوں، یا از روئے شرع ایسے باغی اور نافرمان لڑکے کا بھی کچھ حق ہے، اور اگر ہے تو پھر لڑکیوں کے مقابلہ میں اس کا کتنا حق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ زندگی میں اپنی جائیدادوں کو لڑکیوں کو اس طرح ہبہ کر دیں کہ اُس میں آپ کا کوئی مالکانہ حق اور استحقاق باقی نہ رہے، تو انتقال کے بعد اس جائیداد میں آپ کے نافرمان لڑکے کا کوئی حق نہ ہوگا، اگر ایسا نہ کیا گیا، تو پھر انتقال کے بعد آپ کا لڑکا شریعت کی رو سے لڑکی کے مقابلہ میں دو گنے حصہ کا مستحق ہوگا، ۴ حصوں میں دو حصے لڑکے کو اور ۱-۱ حصہ ہر لڑکی کو ملے گا۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

وقال البخاري هلهنا: حدثنا محمد بن يوسف عن ورقاء، عن ابن أبي نجيح عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان المال للولد، وكانت الوصية للوالدين، فنسخ الله من ذلك ما أحب، فجعل للذكر مثل حظ الأنثيين،

و جعل للأبوين لكل واحد منهما السدس والثلث، وجعل للزوجة الثمن والرابع، وللزوج الشطر والرابع. (تفسير ابن كثير مكمل ۲۹۹ دارالسلام ریاض)

و شرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضاً غير مشاع مميّزاً غير مشغول. (الدر المختار / أول كتاب الهبة ۴۸۹/۸ زكريا)

يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك، لا لصحة الهبة. (شرح المحلة لسليم رستم بار ۴۷۳/۱ رقم المادة: ۸۶۱ كونه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱۱/۱۳۱۹ء
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کے ساتھ ناروا سلوک کرنے اور ابوت کی نفی کرنے والے بیٹے کو وراثت سے محروم کرنا

سوال (۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے تین بیٹے ہیں اور تینوں ہی شادی شدہ ہیں، ان میں سے بڑا لڑکا باپ کی نافرمانی کرتا ہے اور بوقتِ ضرورت جب اُس لڑکے کو قرض کی نوبت آتی ہے، تو پوری محبت جوش میں آتی ہے، اور باپ اس بیٹے کو بطور قرض رقم دے دیتا ہے، جب باپ اپنی رقم کو طلب کرتا ہے تو اس وقت یہ لڑکا رقم واپس دینے سے انکار کرتا ہے، اور باپ کو گالی گلوچ کرتا ہے، اور مار پیٹ پر آمادہ ہو جاتا ہے، اور اس بیٹے کو اب باپ سے کلام و سلام کئے ہوئے دس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔

ایک مرتبہ اس لڑکے سے باپ نے قرض دی ہوئی رقم کا مطالبہ کیا تو اس لڑکے نے آٹھ یا دس لوگوں کے درمیان یہ بات کہی کہ یہ میرا باپ ہی نہیں ہے، اور باپ کو جھٹلایا اور یہ کہہ دیا کہ میرے پاس ان کی کوئی بھی رقم نہیں ہے، تو اس صورت میں باپ اپنی وراثت میں سے اس لڑکے کو کچھ دے سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت میں حق وراثت سے محروم کر دینے کی وصیت کا

کوئی اعتبار نہیں ہے؛ لہذا مسئلہ صورت میں مذکورہ نافرمان بیٹے کو وراثت سے محروم کر دینے کی وصیت سے وہ محروم نہ ہوگا؛ البتہ یہ ممکن ہے کہ آپ کل مال اپنی زندگی میں دیگر فرماں بردار اولادوں میں برابر تقسیم کر کے انہیں قابض و مالک بنا دیں اور نافرمان بیٹے کو کچھ نہ دیں، اس کی شرعاً گنجائش ہے، اس کی وجہ سے آپ سے آخرت میں کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔

الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، كتاب الدعوى / مطلب:

واقعة الفتوى ۵۰۵/۱ کراچی، وکذا فی تبیین الحقائق / کتاب الفرائض ۴۷۱/۷ دار الکتب العلمیة بیروت، وکذا فی مجمع الأنهر / کتاب الفرائض ۴۹۴/۴ المکتبة الغفرانیة کوئٹہ)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة، ولو كان

ولده فاسقاً. (البحر الرائق / کتاب الهبة ۲۸۸/۷ کراچی، ۴۹۰/۷ زکریا)

وإن كان له ولدٌ فاسقٌ لا يعطيه، وينبغي أن لا يعطيه أكثر من قوته كي لا

يصير معیناً له علی المعصية. (الفتاوی التاتاریخانیة ۴۶۲/۱۴ رقم: ۲۱۷۲۵ زکریا)

ولو نحل بعضاً وحرم بعضاً جاز من طریق الحكم وعلى قول

المتأخرين لا بأس أن يعطى المتأدبين والمتفقهين دون الفسقة الفجرة.

(بدائع الصنائع ۱۸۲/۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نا فرمان اور گستاخ بیوی اور بیٹے کو جائداد سے محروم کرنا؟

سوال (۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میرا نام منصور خاں ہے میری عمر ۶۷ سال ہے میں جلگاؤں مہاراشٹر میں رہتا ہوں میں

نے ۱۹۷۰ء میں شب نوری سے نکاح کیا ایک ہفتے کے بعد ہی سے بیوی الگ رہنے لگی۔ کچھ دنوں کے بعد ٹی بی کے مرض میں مبتلا ہو گئی پھر جھگڑا کر کے اپنے میکے چلی گئی۔ میں ان تمام باتوں کو برداشت کرتا رہا۔ بیوی کبھی میرے پاس اور کبھی میکے میں رہتی۔ ۱۹۷۳ء میں صابر نامی لڑکا پیدا ہوا۔ جھگڑا کرتے کرتے بیوی نے پولیس کا روائی بھی کی۔

ان تمام باتوں سے پریشان ہو کر میں نے طلاق دینے کا ارادہ کر لیا؛ لیکن میرے والد نے منع کر دیا؛ لہذا میں نے دوسرا نکاح ۱۹۷۷ء میں امینہ بی سے کر لیا، دوسری بیوی میرے پاس رہتی تھی اور پہلی بیوی اپنے میکے میں رہتی تھی، میں اس کا اور بچے کا خرچ برابر دیتا رہا، اس کے پاس آتا جاتا رہا، اس کے ذریعہ ۱۹۸۰ء میں پہلی لڑکی اور ۱۹۸۱ء میں دوسری لڑکی ہوئی۔ ۱۹۸۴ء سے ۱۹۹۷ء تک میرا لڑکا صابر میرے پاس رہا؛ لیکن اس نے آج تک ایک روپیہ بھی کما کر نہیں دیا، ۱۹۹۵ء میں صابر کی شادی میں نے کردی شادی کے بعد میری پہلی بیوی بھی تمام بچوں کے ساتھ میرے پاس رہنے لگی، اور پھر ماں بیٹے میرے ساتھ بار بار جھگڑے کرتے رہے۔ ایک مرتبہ صابر نے سارے گھر میں مٹی کا تیل ڈال کر میری دوسری بیوی اور اس کے بچوں کو جلانے کا ارادہ کیا، میں نے جب اس حرکت کی وجہ معلوم کی، تو کہنے لگا کہ جیسے میری ماں شب نور میکے میں رہی۔ اسی طرح امینہ بی کو بھی میکے میں رہنے کے لئے روانہ کر دو، اس دوران صابر کو شراب کی عادت بھی ہو گئی اور دوسری بیوی کے بچوں کو شراب کے نشے میں مارتا تھا، ان تمام چیزوں کو برداشت کرتے ہوئے میں زندگی گزارتا ہی رہا، یہاں تک کہ پہلی بیوی کی دونوں لڑکیاں جوان ہو گئیں؛ لہذا ایک کے بعد ایک میں نے اپنی بیوی کی پسند سے اپنی لڑکیوں کی شادی بھی کر دی۔ روزانہ کے تکرار سے پریشان ہو کر میں نے پہلی بیوی سے کہا کہ میں تجھے تیرے میکے میں یا دوسرے گاؤں میں گھر دلا دیتا ہوں؛ تاکہ تو اپنے بچوں کے ساتھ وہاں رہے؛ لیکن وہ میرے ساتھ میری عمارت ہی میں رہنے پر بضد رہی۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے پڑوس کے مکان کو خرید لیا؛ لیکن اس مکان میں رہنے کے بعد بھی مجھ سے بہت جھگڑے کرتی رہی، اور جھگڑے کر کے پونہ شہر روانہ ہو کر کرائے کے مکان میں رہنے لگی۔ کرائے کے مکان

کے لئے بطور ڈپازٹ میں نے ہی رقم ادا کی اور خرچ وغیرہ کے لئے رقم بھی روانہ کرتا رہا، ۱۹۹۷ سے ۲۰۱۰ تک میں اپنے لڑکے صابر کی الگ الگ طریقے سے مدد کرتا رہا، اور برسوں گزار بننے کے لئے تعاون کرتا رہا۔ کبھی گاڑیوں کی شکل میں کبھی لکڑی آرائشیں دلا کر؛ لیکن وہ کسی میں بھی کامیاب نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ 524184 روپے خرچ ہو گئے۔ اس دوران پہلی بیوی مجھ سے جھگڑا کرتی رہی کبھی پولیس معرفت کبھی مہیلا منڈل (عورتوں کی حقوق کے تحفظ کرنے والی تنظیم) اور کبھی منیہار برادری معرفت اور مجھ پر کیس بھی کیا؛ لیکن میں ان تمام باتوں کو برداشت کرتا رہا۔

اس کے بعد ایک مرتبہ اُس نے ذاتی مکان کا مطالبہ کیا اور پونہ شہر میں لینے پر بضد رہی۔ میں نے اس شرط پر مکان دلانے کا وعدہ لیا کہ تمہارا جلاگواؤں کی پراپرٹی میں کوئی حق نہیں رہے گا، اس پر انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا؛ لہذا اس بیوی اور لڑکے صابر کو اُن کی پسند کا ایک مکان پونہ میں ۲۳ جنوری ۲۰۰۴ کو خرید کر دے دیا، اور انہوں نے ۳ فروری ۲۰۱۰ میں سرکاری اسٹامپ بھی لکھنے کو دیا کہ اب ہمارا کوئی حق جلاگواؤں کی پراپرٹی میں نہیں رہے گا؛ لیکن اس عورت پر رحم کھاتے ہوئے میں نے آج تک اسٹامپ پر بھی کچھ نہیں لکھا، ۲۰۰۴ء میں گھر دلانے کے بعد صابر دو سال تک اپنی ماں بچوں کے ساتھ پونہ رہا؛ لیکن ۲۰۰۶ء میں صابر جلاگواؤں آ گیا، او میرے ہی گھر میں رہنے لگا، میں اس کو بھی برداشت کرتا رہا، اور اس کے تمام اخراجات بھی برداشت کرتا رہا۔ پھر صابر نے ۲۰۰۹ء میں برادری کے کچھ ذمہ دار حضرات کو دھمکی دی کہ اگر تم نے میرا فیصلہ نہیں کیا، تو میں اپنے بال بچوں کے ساتھ خودکشی کر کے تم کو پولیس کے حوالے کر دوں گا۔ اور یہ دھمکی دے کر پونہ روانہ ہو گیا، اس کے باوجود بھی میں نے صابر کو پونہ شہر کے ایک علاقے یگڑی میں ایک دوسرا مکان خرید کر دیا، جس میں وہ دونوں رہے۔

دسمبر ۲۰۱۲ پھر رحم کھاتے ہوئے میں نے اپنی پہلی بیوی سے حج پر لے جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور اس کا تذکرہ کر کے بیوی سے پاسپورٹ بنانے کے لئے اسول کا داخلہ منگوا لیا۔ تو وہ جلاگواؤں آئی اور اپنے بیٹے کی شکایت کرنے لگی کہ کرایہ بیٹا استعمال کر رہا ہے، اور مجھ کو گالیاں دیتا اور مارتا ہے؛

لہذا آپ تیسرا مکان پونہ میں دلا دو، میں نے کہا تم حج پر میرے ساتھ چلو اور پونہ چھوڑ کر اپنے میکے میں رہو، میں مکمل خرچ دیتا رہوں گا؛ لیکن وہ اس بات پر بضد رہی کہ آپ حج کی رقم سے مجھے مکان دلا دو؛ لہذا میں نے پھر اس شرط پر کہ تمہارا جلاگاؤں پر اپرٹی میں کوئی حق نہیں رہے گا، اس کا تیسرا مکان خرید کر دینے کا وعدہ کیا، اور اس نے مکمل سرکاری دستاویز پر اپرٹی میں کوئی حق نہ رہنے کا ۱۴ دسمبر ۲۰۱۲ء کو لکھ کر دیا، اور مکمل کاغذات میرے حوالے کئے، میں اپنے وعدے کو پورا کرنے کے لئے ۱۶ دسمبر کو پونہ گیا، اور ان کے لئے مکان بھی تلاش کرنے لگا؛ لیکن میری پہلی بیوی اور صابر کہنے لگے کہ ہمیں اتنا بڑا مکان دو جتنا تمہارا جلاگاؤں میں ہے۔ میں نے کہا جتنا میں نے تم پر خرچ کیا ہے، اس کو کم کر کے جو رقم بچے گی میں اس کا مکان دلا دیتا ہوں، اس پر صابر کہنے لگا کہ اس کا اندازہ لگائیں، تو پھر ہمارے حصے میں کچھ بھی نہیں آئے گا؛ لہذا تم خرچ شدہ 524184 روپے بھی چھوڑ دو، اور جو دو مکان پونہ میں دلا دئے ہیں، اُن کو بھی چھوڑ دو، اور الگ سے جلاگاؤں کی طرح یہاں بھی عمارت دلا دو یا جلاگاؤں میں اتنا بڑا مکان دلا دو۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوا، تو ماں بیٹوں نے میرے نام وکیل معرفت نوٹس روانہ کر دیا، جس میں میرے سارے احسانات کا صاف انکار کر دیا گیا، اور میرے بیوی کے پر اپرٹی کے چھوڑنے کے دستاویز کو دھوکہ دھڑی بتایا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان احسانات کے باوجود اب میں اپنی نافرمان بیوی اور بیٹے کے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ جب کہ آج تک میرے بیٹے نے ایک روپے کا مجھے فائدہ نہیں پہنچایا؛ بلکہ دونوں ماں بیٹے میری عزت ہی نیلام کرتے رہے۔ اب میں اپنی زندگی ہی میں اپنی جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہوں، تو کیا جلاگاؤں کی پر اپرٹی میں دوسری بیوی اور اُن کے بچوں کے نام کر سکتا ہوں اور نافرمان اولاد کو اپنی جائیداد سے محروم کر سکتا ہوں؟ جب کہ جلاگاؤں کی عمارت میں جتنا اُن کا حق تھا، الحمد للہ میں ادا کر چکا ہوں۔ میری پہلی بیوی سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں، جو سب شادی شدہ ہیں۔ لڑکیوں سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے، اور دوسری بیوی سے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہیں؛ لہذا براہ کرم شریعت کی روشنی میں مجھے اس کا حل بتادیں؛ تاکہ آخرت میں مجھ سے

حقوق میں نا انصافی کا مواخذہ نہ ہو۔ عمارت کے علاوہ کچھ زمین بھی میرے نام پر ہے، تو کیا نافرمان بیوی اور بیٹے کا حق اس میں آئے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت کا حکم یہ ہے کہ اگر زندگی میں اولاد کے درمیان جائداد وغیرہ تقسیم کی جائے تو سب لڑکے لڑکیوں کو برابر برابر دینا چاہئے۔ اب آپ نے طویل سوال میں جو صورت لکھی ہے، اس کی روشنی میں یہ اندازہ لگائیے کہ آپ نے پہلی بیوی اور لڑکے لڑکیوں کو مختلف اوقات میں کتنا کتنا مال دیا ہے؟ اُس کو سامنے رکھ کر مابقیہ جلاؤں وغیرہ کی جائداد آپ تقسیم کرنا چاہتے ہیں، اس کو سب لڑکے لڑکیوں میں برابر برابر تقسیم کر دیں، اور پہلی بیوی کے بچوں کو جتنا دے چکے ہیں، اس کو حساب سے الگ کر لیں، تو آپ پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا، نیز نافرمان اور گستاخ بیوی اور لڑکے کو آپ مزید کچھ نہ دیں، تو اس میں بھی شرعاً کچھ حرج نہیں ہے۔

يعطي البنت كالابن عند الثاني وعليه الفتوى. (شامی ۵۰۱۸ زکریا)

لا بأس بأن يعطى من أولاده من كان عالماً متأدباً ولا يعطى منهم من كان فاسقاً فاجراً. (مجمع الأنهر ۴۷/۳)

وعند أبي يوسف بينهما سواء هو المختار لورود الآثار. (حلاصة الفتاوى

۴۰۰/۴ المكتبة الأشرفية ديوبند، البحر الرائق ۲۸۸/۷ زکریا)

يعطي الابنت مثل ما يعطي للابن وعليه الفتوى. (الفتاوى الهندية ۳۹۱/۴ فتاوى

قاضی خان ۳۷۹/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۴/۱۳۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کے مال پر جبراً قبضہ کرنے والے لڑکے کو میراث سے محروم کرنا؟

سوال (۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے تین لڑکے: طاہر، شمعون، امتیاز اور دولڑکیاں ہیں، ابھی حال ہی میں میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے، امتیاز کی شادی ہو چکی ہے، وہ مجھے بے حد پریشان کرتا ہے، بچیوں کی بھی مار پیٹ کرتا ہے، برا بھلا کہتا ہے، میں بے حد پریشان ہوں اور میری حیات میں میری دوکان اور مکان پر قرضہ لے لیا ہے۔ تو دریافت یہ کرنا ہے کہ جب تک میں حیات ہوں، میری دوکان مکان سب میرا ہے اس میں میرے لڑکے امتیاز کا کوئی حق شرعاً ہے یا نہیں؟ اور اس نے جو قرض لیا ہے شرعاً کیسا ہے؟ میرے مکان کے ایک کمرہ میں تالا بھی لگا لیا ہے، تو یہ حرکتیں کرنا اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ میرے بقیہ دولڑکے اور دولڑکیاں ابھی کنوارے ہیں، ماں کے انتقال پر وہ سب غمزدہ ہیں، اور یہ لڑکا امتیاز اس طرح کی حرکتیں کرتا ہے تو کیا میں اپنے دولڑکوں اور دولڑکیوں کو تمام جائیداد دے دوں اور اس نافرمان لڑکے کو محروم کر دوں، شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زندگی میں آپ کے مال پر آپ کی اولاد کا کوئی جبری حق نہیں ہے، مذکورہ لڑکے کا آپ کی جائیداد پر قبضہ کر کے آپ کو بے دخل کرنا اس پر تالا لگانا، یا اس پر قرض لینا کچھ بھی جائز نہیں ہے، اور ان حرکتوں کی بنا پر وہ سخت گنہگار ہے، اس قرض کے بھی آپ شرعاً ذمہ دار نہیں ہیں، وہ خود اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے، تاہم اس لڑکے کے متعلق نافرمانی کی بنا پر آپ کا اسے محروم کر دینے کی وصیت کرنا تو شرعاً معتبر نہ ہوگا، ہاں یہ ممکن ہے کہ زندگی ہی میں اس نافرمان لڑکے کے علاوہ دوسری اولاد کو برابر برابر دے کر انہیں قابض و ذلیل بنا دیا جائے، اور نافرمان لڑکے کو بالکل محروم کر دیں۔

ولو كان ولده فاسقًا وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير، ويحرمه عن

الميراث هذا خير من تركه. (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس ۳۹۱/۴ زكريا)

وتصح بإيجاب وقبول، وتتم بالقبض الكامل. (ملتقى الأبحر / كتاب الهبة

وتتم بالقبض الكامل لقوله عليه السلام: ولا تجوز الهبة إلا مقبوضة.

(مجمع الأنهر / كتاب الهبة ۴۹۱۳ كونه، كذا في الهداية / كتاب الهبة ۲۸۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ اور بھائی بہنوں کی حق تلفی کرنے والے کو میراث سے محروم کرنا؟

سوال (۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: محبوب الہی ایک قطعہ دوکان کے مالک تھے، ۱۹۸۲ء میں محبوب الہی کا انتقال ہو گیا، پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار لڑکے اور ایک لڑکی ہیں، اُن کے انتقال پر ابن احسان الہی بسلسلہ روزگار شہر سے باہر تھا، اُس سے چھوٹے لڑکے کی عمر ۳ سال تھی، اور لڑکی کی عمر ۷ سال تھی، جب کہ سب سے بڑا لڑکا مہر الہی عمال دار اور برسر روزگار تھا؛ لیکن کبھی اُس نے والد کی تیمارداری نہیں کی، دورانِ علالت کبھی معالج کے پاس بھی لے کر نہیں گیا، یہ کام محبوب الہی کی زوجہ کرتی تھیں، اور اُن کے انتقال کے بعد مہر الہی نے اپنی والدہ یا بہن بھائیوں کا کوئی خیال نہیں رکھا، اُن کے کسی برے وقت میں اُن کا کوئی ساتھ نہیں دیا؛ بلکہ کچھ ذہنی اذیتیں پہنچائیں، یہاں تک کہ محبوب الہی کی لڑکی جوان ہو گئی اور ۴ سال قبل اُس کی شادی کر دی گئی، اور شادی کے جملہ اخراجات مرحوم کے لڑکے احسان الہی نے برداشت کئے، اس سلسلہ میں اُن کو کچھ قرض بھی لینا پڑا، اس شادی پر بھی مہر الہی نے کسی طرح کا مالی یا جسمانی تعاون نہیں کیا۔ سب سے چھوٹا لڑکا ذیشان الہی ابھی زیر تعلیم ہے، جس کے تمام اخراجات و گھر کی کفالت احسان الہی کے ذمہ ہے، مختصراً یہ کہ محبوب الہی کی چھوٹی ہوئی ذمہ داریوں کو پورا نہ کرنے والے مہر الہی کو کچھ نہ دیں، تو کیا از روئے شرع یہ جائز ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: محبوب الہی کے بڑے لڑکے مہر الہی نے اگر چہ اپنے

والد اور بھائی بہنوں کا حق ادا نہ کر کے اچھا نہیں کیا؛ تاہم وہ اس بنا پر والد کی وراثت کے حق سے

محروم نہ ہوگا، اور حسبِ حصصِ شرعیہ اُسے والد کے ترکہ میں سے اپنا حصہ لینے کا حق ہوگا، کسی دوسرے وارث کو اُس کا حق تلف کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ

النِّسَاءِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، كتاب الدعوى / مطلب:

واقعة الفتوى ۵۰۵/۱ کراچی، وکذا فی تبیین الحقائق / کتاب الفرائض ۴۷۱/۷ دار الکتب العلمیة بیروت، وکذا فی مجمع الأنهر / کتاب الفرائض ۴۹۴/۴ المكتبة الغفارية کوئٹہ)

وهذا العلم مختص بحال الممات وغيره بالحياة، أو باعتبار أسباب

الملک؛ فإنها جبرية أو اختيارية، فالأول الميراث، والثاني غيره من أسباب

الملک. (تبیین الحقائق / کتاب الفرائض ۴۷۱/۷ دار الکتب العلمیة بیروت)

والثالث إما اختياري وهو الوصية، أو اضطراري وهو الميراث. (مجمع

الأنهر / کتاب الفرائض ۴۹۴/۴ المكتبة الغفارية کوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۸/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین سے علیحدہ ہو جانے کی وجہ سے لڑکے کو میراث سے محروم کرنا؟

سوال (۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید و بکر دو بھائی ہیں، بکر اپنے والدین سے علیحدہ ہو گیا اور کسی بھی حرج و مرض بہر حال کسی

بھی حالت میں کسی طرح شریک نہیں ہوا، یہاں تک کہ اُن کی وفات میں کفن و دیگر اخراجات میں

شریک نہیں ہوا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ والد کی کچھ جائیداد ہے، اُس میں کا حصہ زید اُن کو

دینا نہیں چاہتا، ازراہِ کرم ارشاد فرمائیں کہ کیا حصہ نہ دینا ٹھیک ہے یا دینا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت نے جو حصہ جس وارث کا مقرر کر دیا ہے، وہ

اُس کو ضرور دیا جائے گا؛ لہذا بکر کو اپنے والدین سے علیحدہ ہو جانے کی وجہ سے والدین کے انتقال کے بعد اُن کی وراثت سے محروم کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے، اس لئے بکر کو اپنے والد کی وراثت شریعت کے مطابق ملے گی، اور اُس نے والدین کے ساتھ اگر حق تلفیاں کی ہوں تو اُس کی سزا آخرت میں بگھٹتے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۶۳/۵)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلني وصله الله، ومن قطعني قطعته الله. (مشكاة المصابيح، كتاب الأدب / باب البر والصلة ۴۱۹/۲)

”الرحم“ قال السيوطي: أي الرحم الأقارب كيف كانوا. قوله: ”ومن قطعني“ والقطع عبارة عن الغضب عليه والإعراض عنه. (مرقاة المفاتيح / باب البر والصلة ۴۱۹/۱-۱۴۲ رقم: ۴۹۲۱ دار الكتب العلمية بيروت)

ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته (الدر المختار) وقال ابن عابدين: هو ما كان ثابتاً بالبينة مطلقاً أو بإقرار، ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي، ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته. (الدر المختار مع الشامى / كتاب الفرائض ۷۶۱/۶ كراچی)

أسباب الملك فإنها جبرية أو اختيارية، فالأول: الميراث، والثاني: غيره من أسباب الملك. (تبين الحقائق / كتاب الفرائض ۴۷۱/۷ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آمانت کی رقم نہ دینے کی وجہ سے میراث سے محروم کرنا؟

سوال (۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زبیدہ نے زینب کو بطور آمانت کچھ رقم دی، زبیدہ نے باہرہ کو اپنی رقم لینے کے لئے زینب کے پاس بھیجا، بغیر زینب سے کہے ہوئے باہرہ نے آکر زینب سے کہا کہ زبیدہ اپنی رقم آمانت منگوا رہی

ہے، زینب نے باہرہ سے کہا کہ زبیدہ کو میرے پاس لے آؤ، میں نے رقم انہیں سے لی ہے، انہیں کو دوں گی، یا زبیدہ مجھ سے آ کر کہہ دے کہ میری رقم باہرہ کو دے دو تب میں رقم دے دوں گی، زبیدہ نہ تو خود رقم لینے کو آئی اور نہ آ کر حکم دیا، تو کیا زبیدہ کا اُس نہ دینے سے زینب پر ناراض ہونے کا حق ہے صحیح ہے یا غلط؟ کیا زینب پر لازم تھا کہ رقم لے کر خود حاضر ہوتی جب کہ زبیدہ اور زینب کی کسی وجہ سے نا اتفاقی ہے، اور اگر زینب زبیدہ سے کوئی حق وراثت رکھتی ہو، تو زبیدہ کو اس رقم نہ دینے پر ناراض ہو کر وراثت سے محروم کرنے کا حق ہے، کیا محروم کرنے سے محروم ہو جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب باہرہ نے زینب سے جا کر کہا تھا کہ زبیدہ اپنی امانت منگا رہی ہے، تو زینب کو امانت کی رقم اُسے حوالہ کر دینی چاہئے تھی، اُس رقم کے نہ دینے پر زبیدہ کا زینب سے ناراض ہونا حق بجانب ہے؛ لیکن اگر وہ زبیدہ کی وارث ہے تو محض اس بنیاد پر اُس کا حق وراثت ختم نہ ہوگا، اگر زبیدہ اسے محروم کرنے کا اعلان بھی کر دے پھر بھی وہ زبیدہ کی وفات کے بعد اُس کی وراثت ہوگی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳۶۴/۴)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لتؤذن الحقوق إلى أهلها يوم القيامة حتى يقاد الشاة الجلجاء من الشاة القرناء. (مشكاة المصابيح، باب الظلم / الفصل الأول ۴۳۵/۲)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۳/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کی بہو کا مہر دے کر بیٹے کو جائیداد میں سے حصہ نہ دینا؟

سوال (۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مسماة انوری بیگم اپنی ملکیت حیات میں ساڑھے ستاون گز زمین اس طرح کہ دولٹر کے اور ایک لڑکی پر تقسیم کرنا چاہتی ہے، اس میں سے ایک تہائی حصہ بڑے بیٹے کی بہو کے نام دین مہر میں دے دیا ہے، باقی آراضی کیسے تقسیم ہوگی، بیٹوں کو کتنی اور بیٹی کو کتنی ملے گی؟ انوری بیگم نے اپنی بڑی بہو خیر النساء کو ایک تہائی حصہ دین مہر میں دے دیا وہ خیر النساء کا بحیثیت مالکہ تصور ہوگا یا وراثت میں شامل ہوگا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب انوری بیگم اپنی مذکورہ زمین اپنی زندگی میں اپنی

اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہتی ہے، تو اسے اولاد کے درمیان تقسیم میں برابری کرنی چاہئے؛ لہذا جو ایک تہائی بڑی بہو کو مہر میں دے چکی ہے، وہ بڑے لڑکے کے حصہ میں شمار کر کے بقیہ ایک ایک تہائی دوسرے لڑکے اور لڑکی کو دے دینی چاہئے؛ کیوں کہ بڑی بہو کا جو مہر ہے وہ اس کے شوہر پر واجب ہے اور جب انوری نے لڑکے کے اوپر جو حق مہر واجب ہے، اس کو اپنی ملکیت سے ادا کر دیا، تو گویا کہ اس نے وہ حصہ اپنے لڑکے کو دے کر مہر کی ذمہ داری سے اسے بری کر دیا۔

وإن قصده سوى بينهم يعطي البنت كالإبن عند الثاني وعليه الفتوى، قال

الشامي: إن التنصيف بين الذكر والأنثى أفضل من التثليث. (شامي / كتاب الہیة

۵۰-۵۰۱۸ زکریا، الفتاویٰ الہندیہ، الہیة / الباب السادس ۳۹۱/۴ زکریا، البحر الرائق / كتاب الہیة

۴۹۰/۱۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۱/۶/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس بھائی کے صرف لڑکیاں ہوں اُس کو میراث سے محروم کرنا

سوال (۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو سگے بھائی ہوں ایک کے صرف لڑکیاں ہوں اور دوسرے کے لڑکے بھی ہوں، تو کیا جس بھائی کی صرف لڑکی ہیں اُس کا کوئی حق نہیں، سارا حق اُسی کا ہے جس کے لڑکے ہوں، اور وہ سب کچھ اپنے نام کروالے، ایسا کرنے والا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دونوں سگے بھائی اپنے والد کے ترکہ میں برابر کے حصہ دار ہوتے ہیں یہ کہنا کہ جس بھائی کے صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں وہ والد کے حصہ سے محروم رہے اور جس کے یہاں لڑکے ہوں وہ ساری جائیداد کا حق دار ہے، یہ بات سراسر ظلم ہے اور اس ظلم کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زندگی میں جائیداد کی تقسیم میں اولاد میں سے کسی کو زیادہ
اور کسی کو محروم کرنا؟

سوال (۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کوئی باپ اپنی تندرستی کی حالت میں اپنی جائیداد کسی بیٹے کو کم کسی بیٹے کو زیادہ یا کسی کو بالکل محروم کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا بعض جائیداد کو اپنے لڑکے کے علاوہ کسی غیر کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ہمارے یہاں اس سلسلہ میں علماء کے درمیان تنازع چل رہا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کوئی شخص تندرستی کی حالت میں اپنی جائیداد بلا کسی وجہ کے لڑکے لڑکیوں میں کسی بیشی کے ساتھ تقسیم کر کے ہر ایک کو اپنے حصہ کا مالک بنا دے تو اگرچہ یہ تقسیم درست ہو جائے گی؛ لیکن اس طرح کی تفریق کی وجہ سے دل آزاری کی بنا پر وہ گنہگار ہوگا، ہاں اگر کسی خاص سبب کی وجہ سے مثلاً کسی اولاد کی زیادہ فرماں برداری و خدمت کی وجہ سے اس کے ساتھ زیادتی کا معاملہ کرے تو شرعاً یہ جائز ہے، اور رہ گئی کسی وارث کو محروم کرنیکی بات، تو اس کی دو شکلیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ اگر زندگی میں دوسروں کو دے کر اسے بلا وجہ محروم کر رہا ہے، تو گنہگار ہے اور اگر اس کی بد معاملگی کی وجہ سے محروم کر رہا ہے تو گنجائش ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ زندگی میں محروم نہ کرے؛ بلکہ یہ وصیت کر دے کہ میرے بعد اس کو میرے ترکہ سے کچھ نہ دیا جائے، جسے عرف میں عاق کرنا کہتے ہیں، تو اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اور مورث کے انتقال کے بعد وہ بہر حال حسب حصص شرعیہ اپنے حصہ کا مستحق ہوگا۔ اور کسی شخص کا ہوش و حواس تندرستی کے عالم میں اپنی اولاد کے علاوہ کسی اور کے نام جائیداد کرنا جب کہ اولاد اس مال کی محتاج ہو، شرعاً مناسب نہیں ہے۔ احادیث شریفہ میں اس طرح اولاد کو محروم کر دینے پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت)

إن الوالد إن وهب لأحد ابناؤه هبة أكثر من غيره اتفاقاً أو بسبب علمه أو عمله أو بره بالوالدين من غير أن يقصد بذلك إضرار الآخرين ولا الجور عليهم كان جائزاً على قول الجمهور. أما إذا قصد الوالد الإضرار، أو تفضيل

أحد الأبناء على غيره بقصد التفضيل من غير داعية مجوزة لذلك؛ فإنه لا يبيحه أحد. (تكملة فتح الملهم ۷۱/۲ مكتبة دارالعلوم كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۲/۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کا اپنی جائیداد کی رجسٹری میں کسی خاص وارث کا نام چھوڑ دینا؟

سوال (۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: جناب حاجی محمد نذیر صاحب مرحوم کے چار لڑکے: اظہار الحق، اسرار الحق، انوار الحق، محمد مبین اور تین لڑکیاں: اشرف النساء، شریف النساء، تہذیب النساء ہیں، اظہار الحق باپ سے جدا ہو کر علیحدہ رہنے لگے، اس کے بعد باپ نے زمین اور دوکان خریدی، اور زمین و دوکان کی رجسٹری میں اسرار الحق، انوار الحق، محمد مبین کا نام لکھا ہے، اس زمین اور دوکان میں کن کن لوگوں کا حق ہوتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر حاجی صاحب مرتے وقت تک زمین دوکان پر

خود قابض رہے اور اسرار الحق وغیرہ کو قبضہ اور تصرف کا حق نہیں دیا، تو اس جائیداد میں ان کے سبھی ورثہ حصہ دار ہوں گے، خواہ ان کا نام رجسٹری میں ہو یا نہ ہو، اور اگر رجسٹری کنندہ لڑکوں کے قبضہ اور تصرف میں وہ جائیداد شروع سے رہی ہے، تو پھر وہی اس کے مالک ہیں، دیگر ورثہ کا اس میں حق نہیں ہے۔

تتعقد الهبة بالإيجاب والقبول: وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات،

والتبرعات لا تتم إلا بالقبض. (شرح المحلة لسليم رستم باز ۶۱۱/۲ رقم المادة ۸۳۷ کوئٹہ)

يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك،

لا لصحة الهبة. (شرح المحلة لسليم رستم بار ۴۷۳/۱ رقم المادة: ۸۶۱ کوئٹہ)

ولكل واحد أن يتصرف في حصته كيف شاء. (شرح المحلة، كتاب الشركة /

والقبض لا بد منه لثبوت الملك. (الهدایة ۲۶۷/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۲/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مشترکہ جائیداد کسی ایک فرد کے نام کر دینے سے دیگر ورثہ کا حق ساقط ہو جائے گا؟

سوال (۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد صاحب مرحوم حاجی عزیز الدین صاحب کے تین صاحبزادے ہیں، جن کے نام بالترتیب حاجی معز الدین، معین الدین، اور احتشام الدین ہیں، والد صاحب مرحوم سندیلہ کے مشہور معروف اور کامیاب کاروباری تھے، جو اپنے دو بھانجے زاہد علی مرحوم و راشد علی مرحوم کے ساتھ کاروبار کیا کرتے تھے، کاروباری ترقی کے ساتھ زمین کی وسعت سندیلہ موضع شیونگرہ و موضع مشوں اور کٹرہا تک پہنچ گئی، والد صاحب اور لوگوں کا بھٹہ اینٹ لگانے کا ارادہ ہوا، اس کے لئے زمین خریدی گئی، مگر لگانے کے لائسنس کے متعلق یہ بنیادی شرط تھی کہ زمین اس کے نام رجسٹرڈ ہو، جو لائسنس ہولڈر ہو اس بنیاد پر یہ زمین والد صاحب نے بڑے بھائی معز الدین صاحب کے نام کرادی، والد صاحب نے بھٹہ اینٹ شروع کرنے کے لئے ایسا کیا تھا کہ یہ زمین مکمل طور پر بڑے بھائی کو نہیں دی تھی، مگر کھیتی وغیرہ ہوتی رہی، اس درمیان ہم دونوں چھوٹے بھائی معین الدین و احتشام الدین علی گڑھ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے، والد صاحب نے جو بھی زمینیں خریدیں اس کا نصف حصہ اپنے بھانجوں کے نام اور نصف حصہ اپنے نام کر لیا، ۱۹۸۲ء میں والد صاحب کا انتقال ہو گیا، والد صاحب مرحوم نے اپنی زندگی میں نہ کوئی باہمی بیٹوارہ ہم سبھی بھائیوں کے نام کیا اور نہ زبانی وصیت یا کسی تحریری وصیت بھی نہیں کی۔

اس درمیان میں کاروباری اور گھریلو بیٹوارہ ہم تینوں بھائیوں کا ہو گیا، مگر معاملہ مذکورہ

زمین کا ہے، جس کے بارے میں بڑے بھائی صاحب کہتے ہیں کہ زمین کی رجسٹری میرے نام ہے، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس مذکورہ زمین میں آپ دونوں بھائیوں یا اور کسی کا حصہ نہیں ہوتا ہے، اب ہمیں اس زمین کے متعلق شرعی فتویٰ چاہئے کہ مذکورہ زمین جو کہ مشترکہ پیسے سے خریدی گئی ہے، اور مشترکہ استعمال میں رہی، ہم دونوں بھائیوں معین الدین اور احتشام الدین کا شرعی نقطہ نظر سے کیا حق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد ادائے حقوق جو زمین مشترکہ سرمایہ سے خریدی گئی، اور مشترکہ استعمال میں رہی ہو، اس میں سبھی وارثین کا حصہ ہے، کسی مصلحت سے محض نام کر دینے سے زمین پر مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہو جاتے، بلکہ ملکیت کے لئے تصرف و استعمال کا تنہا اختیار ضروری ہوتا ہے، اور وہ یہاں نہیں پایا گیا، اس لئے سوال میں مذکورہ زمین میں والد صاحب کے سبھی وارثین حسب حصص شرعیہ حقدار ہوں گے، اور صرف بڑے بھائی کو پوری زمین اپنے قبضہ میں لینے کا حق نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ۵۱۳/۳)

عن سعید بن زید رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح البخاري، بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضين ۴۵۴/۲، وكذا في مشكاة المصابيح / باب الغصب ۲۵۴ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث؛ بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء. (الفتاوى الهندية / كتاب الفرائض ۴۴۷/۶ زكريا) و شرط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضاً غير مشاع مميّزاً غير مشغول. (الدر المختار / كتاب الهبة ۴۸۹/۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۸/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اولاد اور بیوی کی نافرمانی کی وجہ سے جائیداد کسی دوسرے کو ہبہ کرنا؟

سوال (۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں روڈ ویز میں ملازم تھا، نوکری چھوٹے کے بعد مجھے وہاں سے فٹڈ کی رقم ملی، میں نے بیوی کو دے دیا، اُس نے اس رقم سے مکان خرید لیا، اُس بیوی سے چار بچے ہیں، دو بچے میری بیوی ساتھ لائی تھی، اب اُن سب نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے، نافرمان ہیں، اب اُن کی سرکشی کی وجہ سے میں اپنی جائیداد جو میری والدہ کے ترکہ سے ملی ہے، اپنے بیوی اور بچوں کو نہ دے کر اپنے بھائی اور بھتیجوں کو دینا چاہتا ہوں، تو کیا مجھے یہ حق ہے کہ میں اپنی جائیداد اپنے بھائی وغیرہ کو دے دوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر اولاد اور بیوی کی نالائق اور زیادتی کی بنا پر آپ اپنی جائیداد اپنی زندگی میں کسی اور کو ہبہ کر دیں، اور اُس کو قبضہ دے دیں، تو ایسا کرنا درست ہوگا، اور مرنے کے بعد اُس جائیداد میں بیوی اور اولاد کا حصہ نہ ہوگا؛ لیکن اگر زندگی میں کسی دوسرے کو قابض و مالک نہیں بنایا تو وفات کے بعد سب وارثین حسبِ حصص شرعیہ حق دار ہوں گے۔

عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم أنها قالت: إن أبا بكر الصديق نحلها جداد عشرين وسقاً من ماله بالغابة، فلما حضرته الوفاة قال: والله يا بنيتي! ما من أحد من الناس أحب إليّ غني منك، ولا أعز الناس عليّ فقراً من بعدي منك، وإنني كنت نحلتك جداد عشرين وسقاً فلو كنت جددت فيه، واحرزت فيه كان لك، وإنما هو اليوم مال وارث، وإنما هو أخوك، وأختاك، فاقتسموه على كتاب الله تعالى، فقالت عائشة: والله يا أبت لو كان كذا وكذا لتركته؛ إنما هي أسماء فمن الأخرى قال: ذو بطن بنت خارجه أراها جارية. (شرح معاني الآثار، الهبة والصدقة / باب الرجل ينحل بعض بنيه دون بعض ۲۴۵/۲ رقم:

قال العيني: إن عمل الخليفين: أبي بكر وعمر رضي الله عنهما بعد النبي صلى الله عليه وسلم على عدم التسوية قرينة ظاهرة في أن الأمر للنائب.
(عمدة القاري / باب الأشهاد في الهبة ۱۴۷/۱۳ بيروت)

ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث
هذا خير منه تركه. (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس ۳۹۱/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۹/۵ھ

بیوی بچوں کو حصہ نہ دے کر ساری زمین کو بلا ضرورت فروخت کرنا

سوال (۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: رئیس الدین نامی ایک شخص ہے، اس کے بیوی بچے ہیں، کچھ بچے بڑے ہیں کچھ چھوٹے ہیں،
رئیس الدین اپنی زمین چالیس پچاس بیگھ بیچ چکا ہے، اور اب بھی جو بھی ہے اسے بیچنے کی فکر میں
ہے، جب کہ بہت سے بچے چھوٹے ہیں، اور کچھ بچے شادی کے لائق ہیں، بڑے بچے اپنے باپ
کے خرچ و اخراجات کا بھی خیال رکھتے ہیں، پھر بھی وہ جائز ناجائز مال خرچ کرتے رہتے ہیں، تو کیا
شرعاً اُن کے لئے ایسا کرنا درست ہے؟ یا اپنے اہل و عیال کے لئے بھی بچا کر رکھنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی بھی شخص کے لئے اپنے مال کو بلا ضرورت فضول
خرچیوں میں اُڑانا درست نہیں ہے، اور آدمی کو اپنے بچوں کے مستقبل کی بھی فکر کرنی چاہئے، اور اُن
کے لئے ایسا انتظام کر کے جانا چاہئے کہ وہ دوسروں کے لئے بوجہ بن کر زندگی نہ گذاریں؛ اس لئے
مسئولہ صورت میں رئیس الدین کو چاہئے کہ وہ اپنی جائیدادیں بے ضرورت نہ فروخت کریں؛ البتہ
اگر وہ ضرورت کی وجہ سے فروخت کرتے ہیں، تو اُس کا انہیں حق ہے، اولاد کو اُس میں رخنہ ڈالنے کی
اجازت نہیں ہے۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أنه قال: أتى رجل من بني تميم - وفيه - كيف أنفق وكيف أصنع؟ - إلى قوله - فقال: يا رسول الله! أقلل لي، قال: فأت ذا القربىٰ حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيراً. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ۱۳۶/۳)

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت عام الفتح مرضاً اشفيئ منه على الموت، فأتاني رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني، فقلت يا رسول الله! إن لي مالا كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله، قال لا: قلت: فتلثي مالي، قال لا، قلت: فالشطر، قال لا، قلت: فالثلث، قال: الثلث، والثلث كثير، إنك أن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عائلة يتكفون الناس الخ.

(سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ۳۲/۲، صحيح البخاري ۸۰۶/۲)

المالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك.

(التفسير البيضاوي ۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۷/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پوتے کا حق بغیر اجازت تایا کو استعمال کرنا

سوال (۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دادا صاحب کے انتقال کے بعد زمین تایا محمد انیس صاحب کے قبضہ میں رہی اور اُس کی پیداوار بھی استعمال کرتے رہے، اب دس سال سے تایا صاحب نے وہ زمین میرے سپرد کر دی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو پیداوار تایا صاحب استعمال کر چکے ہیں، کیا اُن کے لئے وہ مباح ہے یا وہ پوتے کا حق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پوتے کے حق کو اُس کی اجازت کے بغیر تایا کا استعمال

کرنا جائز نہیں تھا۔

قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۹]

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة

المصابيح / باب الغضب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغضب والعارية، الفصل

الثاني ۱۱۸/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي

۳۸۷/۴ رقم: ۵۴۹۲ دار الكتب العلمية بيروت) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک بیوی کی اولاد کو میراث سے بے دخل کرنا

سوال (۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کی دو بیوی ہیں، زید کا انتقال ہو گیا، اور دوسری بیوی حیات ہے، پہلی بیوی سے دولڑکے دو

لڑکیاں اور دوسری بیوی سے صرف دولڑکیاں ہیں، زید نے اپنی زندگی میں پہلی بیوی کی اولاد کو

قانونی طور سے ناحق کر دیا ہے اور کوئی کاروبار کا ذریعہ بھی نہیں، ماں کا خرچ وغیرہ اُن کی بیٹی داماد

اُٹھاتے ہیں، زید نے اپنی زندگی میں ۲۵۰ گز کے دو پلاٹ لئے تھے اور ایک ۳۲ گز کا پلاٹ ہے، یہ کل

جائیداد ہے۔ اور اُس کو قرض اُدھار لے کر کرا تھا، اُس کا قرض وغیرہ بیٹی نے ادا کیا؛ لیکن پہلی بیوی کی

اولاد باوجود قانونی طور سے ناحق کرنے کے اپنا حصہ مانگتی ہے؛ لیکن شرع کے لحاظ سے جواب دیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اپنی اولاد کو قانوناً حق قرار دینے سے وہ اولاد شرعاً ناحق

نہیں ہوتی؛ لہذا مسئلہ صورت میں زید کی موجودہ بیوی اور دونوں بیویوں کی اولاد سب اُس کے

متروکہ مال میں حق دار ہوں گی؛ البتہ مال کی تقسیم سے قبل جس بیٹی نے باپ کا قرض ادا کیا ہے اولاً

اُسے ادا کرنا ضروری ہوگا، اُس کے بعد مال کی تقسیم ہوگی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۶۳۶)

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُؤْصِيكُمُ اللَّهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ، لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الْاُنثٰیٰنِ﴾ (النساء، جزء آیت: ۱۱)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿فَرِيْضَةٌ مِّنَ اللّٰهِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قولہ: ﴿يُؤْصِيكُمُ اللّٰهُ﴾ أي يفرض عليكم قال تعالیٰ: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾

أي هذه الأحكام التي قد بينها لكم لتعرفوها وتعملوا بها، قوله: ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ

وَرَسُوْلَهُ﴾ في قسمة الموارث فيقربها ويعمل بها كما أمره اللہ تعالیٰ ﴿يُدْخِلْهُ

جَنَّتِ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ، وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ﴾ يريد في قسمة الموارث

فلم يقسمها ولم يعمل بها ﴿وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهُ﴾ أي يخالف أمره ﴿يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا

فِيْهَا﴾ الخ. (الجامع لأحكام القرآن الكريم للقرطبي / الجزء الخاص ۳/۶۶-۷۲ دار الفكر بيروت)

أو اضطراري: وهو الميراث. (مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ۴/۴۹۴ كوئٹہ)

ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد. (تنوير الأبصار مع الدر المختار /

كتاب الفرائض ۶/۷۶۰، ۱۰/۴۹۵، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سسرال میں رہنے والے بھائی کو رہائش گاہ میں حصہ نہ دینا

سوال (۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میرے ایک بھائی سسرال میں رہتے ہیں، والدین کی خبر گیری نہیں کرتے، اور باقی سب

والدین کی دوائی کھانا پینا وغیرہ ہر طرح کی خدمت اپنے پیسے سے کرتے ہیں، تو اُن باقی

بھائیوں کا کہنا ہے کہ اس بھائی کو جو سسرال میں رہتے ہیں، کھیت کا تو حصہ ملے گا؛ لیکن رہائش گاہ

کا حصہ نہیں ملے گا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زندگی میں والدین اپنے مال کے خود مالک ہیں، اُس میں کسی اولاد کا کوئی حصہ نہیں؛ البتہ والدین کی وفات کے بعد اُن کے سب متروکہ مال میں انتقال کے وقت موجود سبھی وارثین حسبِ حصص شرعیہ حق دار ہوں گے، اور اگر کسی وارث نے والدین کی خبر گیری نہ کی ہو تو پھر بھی اُسے وراثت میں سے حصہ ملے گا، خبر گیری نہ کرنے کی وجہ سے جائیداد یا مکان کے کسی حصہ میں سے اسے محروم نہ کیا جائے گا؛ لہذا بعض بھائیوں کا یہ کہنا کہ جو بھائی سسرال میں رہتا ہے، اس کو صرف کھیت میں سے حصہ دیا جائے، رہائش گاہ میں سے نہ دیا جائے، یہ کہنا غلط ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۸۶/۲ ذی الحجیل)

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك.

(التفسير البيضاوي ۷/۱)

لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق

حق الغير بعين من الأموال. (شامي / أول كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ کراچی، ۴۹۳/۱۰ زکریا،

البحر الرائق / كتاب الفرائض ۳۶۵/۹ زکریا، تبیین الحقائق ۴۷۱/۷ زکریا)

الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، كتاب الدعوى / مطلب:

واقعة الفتوى ۵۰۵/۱ کراچی، وكذا في تبیین الحقائق / كتاب الفرائض ۴۷۱/۷ دار الكتب العلمية

بيروت، وكذا في مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ۴۹۴/۴ المكتبة الغفارية كويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۶/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



اصحاب الفرائض اور تقسیم ترکہ کے اصول

اصحاب الفرائض اور ان کی حالتیں

سوال (۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اصحاب الفرائض کسے کہتے ہیں؟ اصحاب فرائض کون کون ہیں؟ اور ان کے حالات کیا ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ”فرائض“ فریضہ کی جمع ہے اور فریضہ کے معنی مقررہ

حصہ کے آتے ہیں۔ اور اصحاب الفرائض سے مراد میت کے وہ وارثین ہیں جن کے حصے (مثلاً: نصف، ربع، ثمن، ثلث، ثلثان، سدس) شریعت میں مقرر کردئے گئے ہیں، جو قرض وغیرہ کی ادائیگی کے بعد ترکہ میں سب سے پہلے وراثت کے مستحق بنتے ہیں اور ایسے وارثین کل بارہ ہیں، جن میں سے چار مرد ہیں اور آٹھ عورتیں ہیں، مرد وارثین درج ذیل ہیں:

(۱) باپ (۲) جدِ صحیح (۳) اخیانی (ماں شریک) بھائی (۴) شوہر۔

اور مؤنث وارثین درج ذیل ہیں: (۱) بیوی (۲) بیٹی (۳) پوتی (۴) حقیقی بہن (۵)

علاقہ بہن (۶) اخیانی بہن (۷) ماں (۸) جدہ صحیحہ۔

والفرائض جمع فریضہ: وهي ما قدر من السهام في الميراث. (السراجي في

الميراث ص: ۵)

الفروض المقدره في كتاب الله تعالى ستة، النصف، والرابع، والثلث،

والثلثان، والثلث، والسدس على التضعيف والتنصيف، وأصحاب هذه السهام

إثنا عشر نفرًا. أربعة من الرجال: وهم الأب، والجد الصحيح (وهو أب الأب وإن علا) والأخ لأُم، والزوج. وثمان من النساء وهن: الزوجة، والبنات، وبنات الإبن وإن سفلت والأخت لأب وأم، والأخت لأب، والأخت لأُم، والأُم، والجددة الصحيحة. (السراجي في الميراث ص: ۹)

اور اصحاب الفرائض کی حالتیں اختصار کے ساتھ ذیل میں درج ہیں:

(۱) باپ کے احوال:۔ باپ کی تین حالتیں ہیں:

الف:۔ فرض مطلق: یعنی باپ کے ساتھ میت کی کوئی مذکر اولاد (لڑکا، پوتا، پڑپوتا الخ)

ہو، تو باپ کو کل مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

قال الله تعالى: ﴿وَلَا يُوَیِّهٖ لِكُلِّ وَاٰحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهُ

وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

ب:۔ فرض مع تعصیب: اگر باپ کے ساتھ میت کی صرف مؤنث اولاد ہو تو ایسی

صورت میں باپ کو چھٹا حصہ بھی ملے گا، اور مؤنث اولاد کو دینے کے بعد بطور عصبہ ما بقیہ حصہ بھی ملے گا۔

عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

ألحقوا الفرائض بأهلها، فما بقي فهو لأولى رجل ذكر. (صحيح البخاري، كتاب

الفرائض / باب ميراث الولد من أبيه وأمه ۹۹۷/۲ رقم: ۶۷۳۲ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم، كتاب

الفرائض / باب ألحقوا الفرائض بأهلها الخ ۳۴/۲ رقم: ۱۶۱۵ بيت الأفكار الدولية)

ج:۔ تعصیب محض: اگر میت کی کوئی مذکر یا مؤنث اولاد نیچے تک نہ ہو، تو ایسی صورت

میں باپ بطور عصبہ کل مال کا مستحق ہوتا ہے، اور عصبہ محض کہلاتا ہے۔

وذلك لقوله تعالى: ﴿فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ آبَاؤُهُ فَلِأُمَّهٖ الثُّلُثُ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۱] إذ يفهم منه أن الباقي للأب فيكون عصبَةً. (الشريفية على السراجي

(۲) جدِ صحیح (دادا) کے احوال:- دادا کی چار حالتیں ہیں:

الف:- سقوط: اگر میت کا باپ موجود ہو، تو دادا محروم ہوتا ہے۔

ويسقط الجدة بالأب؛ لأن الأب أصل في قرابة الجدة إلى الميت. (السراجي

في الميراث ص: ۱۰)

ب:- فرض مطلق: یعنی میت کا باپ موجود نہ ہو، اور دادا کے ساتھ میت کی کوئی مذکر

اولاد (لڑکا، پوتا، پڑپوتا الخ) ہو، تو دادا کو کل مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

قال الله تعالى: ﴿وَلَا يُوَیِّهٖ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الشُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَهُ

وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

ج:- فرض مع التعصیب: اگر دادا کے ساتھ میت کی صرف مؤنث اولاد ہو تو ایسی صورت

میں دادا کو چھٹا حصہ بھی ملے گا، اور مؤنث اولاد کو دینے کے بعد بطور عصبہ باقیہ حصہ بھی ملے گا۔

عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

ألحقوا الفرائض بأهلها، فما بقي فهو لأولى رجل ذكر. (صحيح البخاري، كتاب

الفرائض / باب ميراث الولد من أبيه وأمه ۹۹۷/۲ رقم: ۶۷۳۲ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم، كتاب

الفرائض / باب ألحقوا الفرائض بأهلها الخ ۳۴/۲ رقم: ۱۶۱۵ بيت الأفكار الدولية)

د:- تعصیب محض: اگر میت کی کوئی مذکر یا مؤنث اولاد نیچے تک نہ ہو، تو ایسی صورت

میں دادا بطور عصبہ کل مال کا مستحق ہوتا ہے، اور عصبہ محض کہلاتا ہے۔

وذلك لقوله تعالى: ﴿فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ آبَاؤُهُ فَلِأُمَّهِ الثُّلُثُ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۱] إذ يفهم منه أن الباقي للأب فيكون عصبية. (الشريفية على السراجي

۵۷ مكتبة الباز مكة المكرمة)

(۳) اخيانی (ماں شریک) بھائی کے احوال:- اخيانی بھائی کی تین حالتیں ہیں:

الف:- سدس: اگر ایک اخيانی بھائی ہو تو ترکہ میں سے سدس یعنی چھٹے حصہ کا مستحق ہوگا۔

قال الله تعالى: ﴿وَأِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوْ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ

فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُسُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

والمراد أولاد الأم إجماعاً، وتدل عليه قراءة أبي وله أخ أو أخت من

الأم. (الشریفة علی السراجی ۵۸ مکتبۃ الباز مکة المکرمه)

ب:- ثلث: اگر ایک سے زیادہ اخیانی بھائی (یا بہن) ہوں اور کوئی حاجب نہ ہو، تو ان

کو ثلث یعنی تہائی حصہ ملتا ہے۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي

الثُلُثِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

ج:- سقوط: اگر میت کی اولاد نیچے تک یا باپ دادا اور پرتک موجود ہوں، تو اخیانی بھائی

محروم ہوتا ہے۔

ويسقطون بالولد وولد الابن وإن سفل، وبالأب وبالجد بالاتفاق؛ لأنهم

من قبيل الكلاله، كما علم من الآية. وقد اشترط في إرثها عدم الولد والوالد

إجماعاً. لقوله تعالى: ﴿قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ، إِنَّ امْرَأً هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ

وَلَهُ أُخْتٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۳] وقوله عليه السلام: ”الكلاله من ليس له ولد

ولا والد“. (رواه الدارمي) لكن ولد الابن داخل في الولد لقوله تعالى: ﴿يَبْنِي

أَدم﴾ والجد داخل في الوالد، لقوله تعالى: ﴿كَمَا أَخْرَجَ آبَاؤُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ﴾ فلا

إرث لأولاد الأم مع هؤلاء. (الشریفة علی السراجی ۵۸ مکتبۃ الباز مکة المکرمه)

نوٹ :- اخیانی رشتہ میں مؤنث و مذکر تقسیم اور استحقاق میں برابر ہوتے ہیں۔ یعنی اگر

اخینی بھائی، بہن متعدد ہوں تو بہن کو بھی اتنا ہی حصہ ملتا ہے جتنا بھائی کو ملتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک

اخینی بھائی یا بہن ہوں تو انہیں سہ ہی ملے گا، اور اگر متعدد ہوں تو ثلث کے مستحق ہوں گے، اور

بہن بھائی میں فرق نہیں کیا جائے گا۔

ذکورہم وإناتہم فی القسمة والاستحقاق سواءً. أما فی القسمة: فلأن الأثنیٰ منهم تأخذ منه مثل ما يأخذہ الذکر، كما یدل علیہ جعلہم شركاء فی الثلث. وأما فی الاستحقاق: فأن الواحد منهم مذکرًا كان أو مؤنثًا یتستحق السدس، وإذا تعددوا ذکورًا أو إناثًا أو مختلطین استحقوا الثلث. (الشرفیة علی السراجی ۵۸ مکتبة الباز مکتبة المکرمة)

(۴) شوہر کے احوال: - شوہر کی دو حالتیں ہیں:

الف: - نصف: اگر میت کی کوئی اولاد مذکر یا مؤنث موجود نہ ہو، تو شوہر کو نصف یعنی آدھا حصہ ملے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ یَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

ب: - ربع: اگر میت کی کوئی اولاد مذکر یا مؤنث موجود ہو، تو شوہر کو ربع یعنی چوتھائی حصہ ملے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ يُؤْصَيْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

(۵) بیوی کے احوال: - بیوی کی دو حالتیں ہیں:

الف: - ربع: اگر میت کی کوئی اولاد مذکر یا مؤنث موجود نہ ہو، تو بیوی کو ربع یعنی چوتھائی حصہ ملے گا۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ یَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

ب: - ثمن: اگر میت کی کوئی اولاد مذکر یا مؤنث موجود ہو، تو بیوی کو ثمن یعنی آٹھواں حصہ ملے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ تُؤْصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

نوٹ:- اگر متعدد بیویاں ہوں تو اُن کے مقررہ حصہ میں سے سب کو برابر حصہ ملے گا۔

(۶) بیٹیوں کے احوال:- بیٹیوں کی تین حالتیں ہیں:

الف:- نصف: اگر میت کی صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہ ہو، تو بیٹی کو کل مال کا نصف

یعنی آدھا حصہ ملے گا۔

قال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

ب:- ثلثان: اگر میت کی ایک سے زائد بیٹیاں ہوں تو اُن کو ثلثان یعنی دو تہائی مال

ملے گا، جو اُن میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔

قال الله تبارک وتعالى: ﴿فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۱]

ج:- عصبہ بغیرہ: اگر میت کی بیٹیوں کے ساتھ بیٹے بھی موجود ہوں، تو یہ بیٹیاں عصبہ

بغیرہ بن جائیں گی، اور اصحاب الفرائض کو دینے کے بعد جو ترکہ بچے گا، وہ اُن بیٹے بیٹیوں کے

درمیان ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ کے اعتبار سے تقسیم ہوگا، یعنی بیٹوں کو دوہرا اور بیٹیوں کو

اکہرا حصہ ملے گا۔

قال الله تعالى: ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۱]

(۷) پوتیوں کے احوال:- پوتیوں کی چھ حالتیں ہیں:

الف:- نصف: اگر میت کی صرف ایک پوتی ہو اور کوئی صاحب نہ ہو، تو اُسے کل مال کا

نصف یعنی آدھا حصہ ملے گا۔

قال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

ویشترط فیہا عدم الصلیبات؛ لأن النص ورد فیہا صریحاً، فإذا عُدمن

قامت بنات الابن مقامهن. (الشریفة علی السراجی ۶۱ مکتبۃ الباز مکة المکرمة)

ب:- **ثلثان**: اگر میت کی ایک سے زائد پوتیاں ہوں تو اُن کو ثلثان یعنی دو تہائی مال ملے گا، جو اُن میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔

قال الله تبارك وتعالى: ﴿فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اَثْنَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۱]

ج:- **سدس**: اگر پوتی کے ساتھ میت کی صرف ایک بیٹی ہو، تو پوتی کو سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا؛ (تا کہ فی الجملہ مؤنث وارثین کا دو تہائی حصہ مکمل ہو جائے)

ولهن السدس مع الواحدة الصلبية تكملة للثلثين. (السراجي) والدليل عليها أن حق البنات الثلثان، وقد أخذت الواحدة الصلبية النصف لقوة القرابة، فيبقى السدس من حق البنات، فتأخذه بنات الابن واحدة كانت أو متعددة، وما بقي من التركة فالأولى عصبية. (الشريفية مع السراجي ۶۱ مكتبة الباز مكة المكرمة)

د:- **محروم**: اگر پوتی کے ساتھ دو یا دو سے زائد میت کی صلیبی لڑکیاں ہوں، تو پوتیاں محروم ہو جائیں گی۔

ولا يرثن مع الصليبيتين عند عامة الصحابة رضي الله عنهم إذ لم يبق

معهما شيء من حق البنات. (الشريفية على السراجي ۶۱ مكتبة الباز مكة المكرمة)

ه:- **عصبہ بغیرہ**: اگر پوتیوں کے ساتھ اُن کے ہم رتبہ کوئی پوتا موجود ہو، تو وہ عصبہ بغیرہ بن جائیں گی، اور پوتوں کو دو ہرا اور پوتیوں کو اکہرا حصہ ملے گا۔ (ایسی صورت میں اگر چہ میت کی متعدد صلیبی لڑکیاں موجود ہوں، پھر بھی پوتیاں محروم نہ ہوں گی)

فإن بنات الابن إذا كان بحدائهن غلاماً، سواءً كان أخاهن أو ابن عمهن، فإنه يعصبنهن، كما أن الابن الصليبي يعصب البنات الصلبية الخ، فكذا يعصبها في استحقاق الباقي من الثلثين مع الصليبتين، وإليه ذهب عامة الصحابة وعليه جمهور العلماء رحمهم الله تعالى. (الشريفية ۶۱ مكتبة الباز مكة المكرمة)

و:- ساقط: اگر پوتی کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا موجود ہو، تو پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں؛ کیوں کہ پوتیوں کے مقابلہ میں بیٹا میت کے زیادہ قریب ہے، اور اقرب کی موجودگی میں قریب محروم ہوتا ہے۔

ویسقطن بالابن . (السراجی فی المیراث ص: ۱۳)

(۸) حقیقی بہنوں کے احوال:- حقیقی (ماں باپ شریک) بہنوں کی پانچ حالتیں ہیں:

الف:- نصف: اگر حقیقی بہن صرف ایک ہو (اور کوئی حاجب نہ ہو) تو اُسے کل مال کا نصف یعنی آدھا حصہ ملے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿قَالَ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَ لَهُ أُخْتُ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

ب:- ثلاثان: اگر میت کی ایک سے زائد بہنیں ہوں تو اُن کو ثلاثان یعنی دو تہائی مال ملے گا، جو اُن میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلثَانِ مِمَّا تَرَكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

ج:- تعصیب بالغیر: اگر حقیقی بہن کے ساتھ حقیقی بھائی بھی موجود ہوں، تو بہنیں عصبہ بالغیر بنیں گی، اور ہر بھائی کو دوہرا حصہ اور ہر بہن کو اکہرا حصہ ملے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

د:- تعصیب مع الغیر: اگر حقیقی بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی الخ موجود ہو، تو بیٹیوں کو حصہ دینے کے بعد باقیہ مال بطور عصبہ مع غیرہ حقیقی بہنوں کو ملے گا۔

لقوله عليه السلام: "إجعلوا الأخوات مع البنات عصبَةً". ذهب أكثر الصحابة إلى تعصیب الأخوات مع البنات وهو قول جمهور العلماء . (الشریفة ۶۵،

في حديث ابن مسعود رضي الله عنه: أقضي فيها بما قضى النبي صلى الله عليه وسلم للإبنة النصف، ولإبنة الابن السدس، تكملةً للثلاثين، وما بقي فلأخت. (صحيح البخاري / كتاب الفرائض ۹۹۷/۲ رقم: ۶۷۳۶-۶۷۴۲ دار الفكر بيروت)

۵:- سقوط: اگر حقیقی بہنوں کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا یا پوتا الخ یا باپ یا دادا موجود ہو، تو حقیقی بہنیں ساقط ہو کر محروم ہوں گی۔

قال الله تعالى: ﴿إِنَّ امْرَأًا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهِيَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

والأخوات لأب وأم وبنوا العلات أي الإخوة، والأخوات لأب، كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأب بالاتفاق، وبالجد عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى. الخ

وَأما سقوطهم بـابن الابن فلـدخوله تحت الابن، وقيامه مقامه عند عدمه، وأما سقوطهم بالأب؛ فلأنهم كـلاله، وتوريث الكلاله مشروطٌ بفقد الولد والوالد كما عرفت. (الشريفية على السراجي ۶۷)

(۹) **علاقی بہنوں کے احوال:-** علاقی (باپ شریک) بہنوں کی سات حالتیں ہیں:

الف:- نصف: اگر علاقی بہن صرف ایک ہو (اور کوئی حاجب نہ ہو) تو اُسے کل مال کا نصف یعنی آدھا حصہ ملے گا۔

قال الله تعالى: ﴿قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنَّ امْرَأًا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

ب:- **ثلثان:** اگر علاقی بہن ایک سے زائد ہوں تو اُن کو ثلثان یعنی دو تہائی مال ملے گا، جو اُن میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔

قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلثَانِ مِمَّا تَرَكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

ج:- سدس: اگر علاقائی بہن کے ساتھ ایک حقیقی بہن ہو، تو علاقائی بہن کو سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

ولهن السدس مع الأخت لأب وأم تكملةً للثلثين، فإن حق الأخوات الثلثان، وقد أخذت الأخت لأب وأم النصف، فبقي منه السدس فيعطى للأخوات لأب حتى يكمل حق الأخوات. (الشريفية مع السراجي ۶۶)

د:- محروم: اگر علاقائی بہن کے ساتھ دو یا اُس سے زائد حقیقی بہن ہو، تو علاقائی بہن محروم ہو جائے گی۔

ولا يرثن مع الأختين لأب وأم؛ لأنه قد يكمل لهما حق الأخوات، أعني الثلثين، فلم يبق للأخوات لأب شيء. (الشريفية على السراجي ۶۶)

ہ:- تعصیب بالغیر: اگر علاقائی بہن کے ساتھ علاقائی بھائی بھی موجود ہوں، تو علاقائی بہنیں عصبہ بالغیر بنیں گی، اور ہر علاقائی بھائی کو دوہرا حصہ اور ہر علاقائی بہن کو اکہرا حصہ ملے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

إلا أن يكون معهن أخ لأب فيعصّيهن، وحينئذ يكون الباقي بينهما للذكر مثل حظ الأنثيين. (الشريفية على السراجي ۶۶)

و:- تعصیب مع الغیر: اگر علاقائی بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی میں سے کوئی موجود ہو، تو بیٹیوں کو حصہ دینے کے بعد ما بقیہ مال بطور عصبہ مع غیرہ علاقائی بہنوں کو ملے گا۔

لقوله عليه السلام: "إجعلوا الأخوات مع البنات عصبَةً". ذهب أكثر الصحابة إلى تعصيب الأخوات مع البنات وهو قول جمهور العلماء. (الشريفية ۶۵،

الفتاوى التاتارخانية / كتاب الفرائض ۲۰/۲۳۷)

في حديث ابن مسعود رضي الله عنه: أقضي فيها بما قضى النبي صلى الله عليه وسلم للإبنة النصف، ولإبنة الابن السدس، تكملةً للثلثين، وما بقي

فلأخت. (صحیح البخاری / کتاب الفرائض ۹۹۷/۲ رقم: ۶۷۳۶-۶۷۴۲ دار الفکر بیروت)

ز:- سقوط: اگر علاتی بہنوں کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا یا پوتا یا خ یا باپ یا دادا یا حقیقی بھائی بہن موجود ہوں، تو علاتی بہنیں ساقط ہو کر محروم ہوں گی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنِ امْرَأَةٌ مَلِكًا فَهِيَ بِأُخْتِهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهِيَ بِأُخْتِهَا إِن لَّمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

والأخوات لأب وأم وبنوا العلات أي الإخوة، والأخوات لأب، كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأب بالاتفاق، وبالجد عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى. الخ

وَأما سقوطهم بابن الابن فلدخوله تحت الابن، وقيامه مقامه عند عدمه، وأما سقوطهم بالأب؛ فلأنهم كلاله، وتوريث الكلاله مشروط بفقد الولد والوالد كما عرفت. (الشریفة علی السراجی ۶۷)

(۱۰) اخیانی (ماں شریک) بہن کے احوال:- اخیانی بہن کی تین حالتیں ہیں:

الف:- سدس: اگر ایک اخیانی بہن ہو تو ترکہ میں سے سدس یعنی چھٹے حصے کی مستحق ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوْ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتُ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

والمراد أولاد الأم إجماعاً، ويدل عليه قراءة أبي وله أخ أو أخت من

الأم. (الشریفة علی السراجی ۵۸)

ب:- ثلث: اگر ایک سے زیادہ اخیانی بہنیں ہوں اور کوئی حاجب نہ ہو، تو ان کو ثلث

یعنی تہائی حصہ ملتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلْثِ مِنْ بَعْدِ

وَصِيَّةِ يُوَصَّى بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

ج:- سقوط: اگر میت کی اولاد نیچے تک یا باپ دادا اور تک موجود ہوں، تو اخیانی بہن محروم ہوتی ہے۔

ويسقطون بالولد وولد الابن وإن سفل، وبالأب وبالجد بالاتفاق؛ لأنهم من قبيل الكلالة، كما علم من الآية. وقد أشرط في إرثها عدم الولد والوالد إجماعاً. لقوله تعالى: ﴿قَالَ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ، إِنَّ امْرَأً هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۳] وقوله عليه السلام: ”الكلالة من ليس له ولد ولا والد“ (رواه الدارمي) لكن ولد الابن داخل في الولد لقوله تعالى: ﴿يَبْنِي أَدَمَ﴾ والجد داخل في الوالد، لقوله تعالى: ﴿كَمَا أَخْرَجَ أَبُويَكُم مِّنَ الْجَنَّةِ﴾ فلا يرث لأولاد الأم مع هؤلاء. (الشريفية على السراجي ۵۸ مكتبة الباز مكة المكرمة)

(II) ماں کے احوال:- ماں کی تین حالتیں ہیں:

الف:- سدرس: اگر ماں کے ساتھ میت کا لڑکا یا لڑکی یا پوتا یا پوتی الخ یا میت کے بھائی بہنوں میں سے دو یا اُس سے زائد ہوں، تو ماں کو سدرس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

قال الله تعالى: ﴿وَلَا يُوْثِرُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

ب:- ثلث الكل: اگر میت لا ولد ہو، یا میت کے بھائی بہن ایک سے زائد نہ ہوں، تو ماں کو کل مال کا ثلث یعنی تہائی حصہ ملے گا۔

قال الله تبارك وتعالى: ﴿فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ آبَاؤُهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۱]

ج:- ثلث ماقتی: اگر میت لا ولد ہو، اور اُس کے بھائی بہن بھی دو سے زائد نہ ہوں؛ لیکن شوہر یا بیوی موجود ہوں (مثلاً: لا ولد بیٹے کا انتقال ہوا، اور اُس کی بیوی موجود ہے، یا لا ولد بیٹی کا انتقال ہوا، اور اُس کا شوہر موجود ہے) تو شوہر یا بیوی کو اُن کا مقررہ حصہ دینے کے بعد باقیہ مال کا تہائی حصہ ماں کو ملے گا۔

هذا إذا لم يكن مع الأبوين أحد الزوجين، وأما إذا كان معهما أحدهما فلها ثلث ما يبقى بعد فرض أحد الزوجين. (الشريفية ۶۹)

(۱۲) جدہ صحیحہ کے احوال:- جدہ صحیحہ (دادی، نانی) کی دو حالتیں ہیں:

الف:- سدس: جدہ صحیحہ کو (اگر کوئی حاجب نہ ہو) میت کے کل ترکہ کا سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

أما إعطاء الجدة الواحدة السدس، فلما رواه أبو سعيد الخدري ومغيرة ابن شعبة وقبيصة بن ذويب رضي الله عنهم من أنه صلى الله عليه وسلم أعطاها السدس. (الشريفية على السراجي ۷۱-۷۲ مكتبة الباز مكة المكرمة)

ب:- سقوط: اگر جدہ صحیحہ کے ساتھ ماں موجود ہو، تو تمام جدات ساقط ہو جاتی ہیں، خواہ وہ باپ کے واسطے سے ہوں یا ماں کے واسطے سے۔ اور اگر باپ موجود ہو، تو صرف باپ کے واسطے والی دادیاں ساقط ہوتی ہیں۔ اسی طرح دادا کے موجود ہونے کی صورت میں دادا کے واسطے والی تمام جدات ساقط ہو جاتی ہیں۔ (لیکن اگر باپ موجود نہ ہو تو دادا کی وجہ سے دادا کی بیوی یعنی میت کی دادی ساقط نہیں ہوگی؛ کیوں کہ اس کا رشتہ جوڑنے میں دادا کا واسطہ نہیں آ رہا ہے) اسی طرح اگر قریب والی دادی یا نانی موجود ہو، تو دور والیوں کو محروم کر دے گی۔

ويسقطن كلهن بالأم والأبويات أيضاً بالأب، وكذلك بالجد إلا أم الأب، وإن علت، فإنها ترث مع الجد؛ لأنها ليست من قبله، والقربى من أي جهة كانت تحجب البعدى من أي جهة كانت. (السراجي في الميراث ص: ۲۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تضعیف و تنصیف کا مطلب

سوال (۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: فروض مقدرہ میں علی التضعیف والتنصیف کا کیا مطلب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرآن کریم میں وارثین کے مقررہ حصے دو طرح کے

ہیں: (۱) نصف، ربع، ثمن (۲) ثلثان، ثلث، سدس۔ ان میں سے ہر دو طبقوں کی تضعیف و تنصیف ہو سکتی ہے، مثلاً اگر تضعیف کی جائے تو ثمن کا دو گنا ربع اور ربع کا دو گنا نصف ہے۔ اسی طرح دوسرے طبقے میں سدس کا ضعف ثلث اور ثلث کا ضعف ثلثان ہے۔ اور اگر گھٹایا جائے تو پہلے طبقے میں نصف کا آدھا ربع اور ربع کا آدھا ثمن ہے، اسی طرح دوسرے طبقے میں ثلثان کا آدھا ثلث ہے اور ثلث کا آدھا سدس ہے، اسی کو ”علی التضعیف والتنصیف“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قوله: علی التضعیف والتنصیف: بأن النصف ضعف الربع، والربع ضعف

الثلث، والثلثان ضعف الثلث، والثلث ضعف السدس، والثلثان نصف الربع،

والربع نصف النصف، والسدس نصف الثلث، والثلث نصف الثلثین. (حاشیة

السراجی: ۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۷/۲/۲۲ھ

تمائل، تداخل، توافق اور بتابین کی تعریف

سوال (۹۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: دو عددوں کے درمیان کتنی نسبتیں ہوتی ہیں؟ تامل، تداخل، توافق اور بتابین کسے کہتے ہیں؟ مثال سے سمجھادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دو عددوں کے درمیان چار طرح کی نسبتیں ہوتی ہیں،

تمائل، تداخل، توافق اور بتابین، اب ہر ایک کی الگ الگ تعریف ملاحظہ فرمائیے۔

تمائل کی تعریف:- دو برابر عددوں کی آپسی نسبت کو تامل کہتے ہیں، جیسے پانچ اور پانچ۔

أما المتماثلان: فهما المتساويان كالثلاثة والثلاثة والخمسة والخمسة.

(الفتاوى الهندية ۶۶۶/۶ زكرياء، البحر الرائق ۱۰/۹ زكرياء)

تداخل کی تعریف:- دو عددوں میں سے چھوٹا عدد اگر بڑے عدد کو کاٹ دے، یعنی بڑا عدد چھوٹے عدد پر برابر تقسیم ہو جائے، تو دونوں کے درمیان تداخل کی نسبت ہوگی، مثلاً: ۱۳ اور ۹، ان میں تین نو کو تین بار میں کاٹ دیتا ہے، اس لئے ان دونوں کے درمیان تداخل کی نسبت ہے۔

أما المتداخلان فكل عددین: أحدهما: جزء الآخر، وهو أن لا يكون أكثر

من نصفه كالثلاثة مع التسعة. (الفتاوى الهندية ۶۶۶/۶ زكرياء، البحر الرائق ۱۰/۹ زكرياء)

توافق کی تعریف:- دو عددوں میں سے بڑا عدد اگر چھوٹے عدد پر برابر تقسیم نہ ہو؛ بلکہ کوئی تیسرا عدد ایسا ہو، جو ان دونوں کو تقسیم کر دے، تو ان دونوں عددوں کی آپسی نسبت کو توافق کہیں گے۔ جیسے ۸ اور ۱۲، ان میں سے ایک دوسرے کو نہیں کاٹتا ہے؛ البتہ ۴، ان دونوں کو تقسیم کر دیتا ہے، ۸ کو دو بار میں اور ۱۲ کو تین بار میں۔

وأما المتوافقان فكل عددین لا يفني أحدهما الآخر، ولا يقسم عليه لكن

يفنيها عدد آخر، فيكونان متوافقين بجزء العدد المفني كالثمانية مع الإثني عشر

يفنيهما أربعة فهما متوافقان بالربع. (الفتاوى الهندية ۶۶۶/۶ زكرياء، البحر الرائق ۱۰/۹ زكرياء)

تباين کی تعریف:- ایسے دو عددوں کی نسبت کو کہتے ہیں جو نہ تو برابر ہوں، نہ تو چھوٹا عدد بڑے عدد کو ختم کرے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد دونوں کو تقسیم کرے، جیسے: ۴ اور ۵، یہ برابر ہیں، نہ چھوٹا بڑے کو تقسیم کرتا ہے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد دونوں کو تقسیم کرتا ہے۔

وأما المتباينان فكل عددین ليسا متداخلين ولا متماثلين ولا يفنيهما إلا

الواحد كالخمسة مع السبعة وأمثاله. (الفتاوى الهندية ۶۶۶/۶ زكرياء، البحر الرائق ۱۰/۹ زكرياء)

زكرياء) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۷/۴/۲۲ھ

اور دس بیٹیوں کو جو ۴/۲ سہام ملے تھے، اُن کو پانچ میں ضرب دیا، تو اُن کے کل سہام ۲۰/۲۰ ہو گئے، اور ۲۰/۲۰ کو جب ۱۰ میں تقسیم کیا تو ہر ایک بیٹی کو ۲-۲ سہام ملے، اور کسر ختم ہو گیا۔

اُصول ۳:- اگر ایک فریق پر کسرو واقع ہو، اور اُن کے سہام اور روؤس میں بتاین ہو، تو کل روؤس کو اصل مسئلہ یا عول میں ضرب دیا جائے گا، اور پھر ہر فریق کے سہام کو بھی کل عدد روؤس میں ضرب دیں گے، اور جو حاصل نکلے گا وہی اُس کا حصہ ہوگا۔ مثلاً: ماں باپ اور ۵ بیٹیاں ہوں، تو اصل مسئلہ ۶ سے بنے گا، ۱-۱ ماں باپ کو دینے کے بعد ۴ حصے بیٹیوں کو ملیں گے، اور بیٹیوں کے سہام اور روؤس میں بتاین ہے؛ لہذا کل عدد روؤس ۵ کو اصل مسئلہ سے ضرب دیا جائے گا، اور تصحیح ۳۰ سے ہوگی۔ پھر حاصل شدہ سہام کو بھی مذکورہ عدد روؤس میں ضرب دیں گے؛ لہذا ماں باپ کو ۵-۵ اور لڑکیوں کو ۲۰/۲۰ ملے گا، اور ۲۰ کو جب ۵ بیٹیوں پر تقسیم کیا جائے گا تو ہر ایک کے حصہ میں ۴-۴ سہام آئیں گے، اور کسر ختم ہو جائے گا۔

اُصول ۴:- اگر کئی فریقوں پر کسرو واقع ہو رہا ہو، تو ہر فریق کے روؤس کے درمیان آپس میں نسبت دیکھی جائے گی، اگر اُن میں مماثل کی نسبت ہو، تو کسی بھی فریق کے عدد روؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دے کر مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی۔ مثلاً: ۶ بیٹیاں، ۳ دادیاں اور ۳ چچا ہوں، تو مسئلہ ۶ سے بنا، یہاں ہر فریق پر کسرو واقع ہو رہا ہے؛ اس لئے کہ مسئلہ ۶ سے بنے گا، ۴ حصے بیٹیوں کو، ۱ حصہ دادیوں کو اور ۱ حصہ چچاؤں کو ملے گا، اب بیٹیوں کے سہام ۴ اور روؤس ۶ کے درمیان توافق بالصف ہے، اور ۶/۶ کا وفق ۳ ہے، اور دادیوں اور چچاؤں میں بتاین پایا جاتا ہے، اور چونکہ اُن کا عدد روؤس ۳ ہے؛ لہذا سب فریقوں کے اعداد میں مماثل ہو گیا۔ بریں بنا ۳ کے عدد کو اصل مسئلہ ۶ سے ضرب دیا جائے گا، تو تصحیح ۱۸ سے ہوگی، اور ہر فریق کے سہام کو بھی ۳ سے ضرب دیں گے، تو اُس کا حصہ بلا کسر نکل آئے گا۔

اُصول ۵:- اگر کئی فریقوں پر کسرو واقع ہو اور اُن کے اعداد روؤس کے درمیان تداخل کی نسبت ہو، تو اُن میں سے بڑے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دے کر تصحیح کی جائے گی، مثلاً: ۴/۴

بیویاں ۳/۱۲ دادیاں ۱۲/۱۲ چچا ہوں۔ تو مسئلہ ۱۲/۱۲ سے بنا، اور تینوں فریقوں کے اعدادِ روّوس یعنی ۳/۱۲ اور ۱۲/۱۲ میں تداخل کی نسبت ہے؛ اس لئے کہ ۳/۱۲ کو کاٹ رہا ہے، اور ۱۲/۱۲ کو کاٹ رہا ہے؛ لہذا ان میں سے بڑے عدد یعنی ۱۲/۱۲ میں اصل مسئلہ کو ضرب دیا جائے گا، اور مسئلہ کی تصحیح ۱۲/۱۲ سے ہوگی، پھر ہر فریق کے سهام کو بھی ۱۲/۱۲ سے ضرب دیا جائے گا، جو حاصل ضرب نکلے گا وہ ہر فریق پر بلا کسر تقسیم ہو جائے گا۔

أصول ۶:- اگر کئی فریقوں پر کسر واقع ہو اور ان کے عددِ روّوس کے درمیان توافق کی نسبت ہو، تو کسی بھی ایک فریق کے عددِ روّوس کے وفق کو دوسرے فریق کے پورے عددِ روّوس میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب اور تیسرے فریق کے عددِ روّوس کے درمیان نسبت دیکھیں گے، اگر توافق کی نسبت ہو تو اُس کے وفق کو تیسرے فریق کے کل عددِ روّوس میں (یا تیسرے فریق کے وفق کو کل حاصل ضرب میں) ضرب دیں گے، اور اگر بتائیں ہو تو حاصل ضرب کو تیسرے فریق کے کل عددِ روّوس میں ضرب دیں گے، اور پھر جو حاصل ضرب نکلے گا اُس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا۔ مثلاً: ۴/۱۲ بیویاں، ۱۸/۱۲ لڑکیاں، ۱۵/۱۲ دادیاں، ۶/۱۲ چچا ہوں، تو کل مسئلہ ۲۴/۱۲ سے بنے گا۔ بیویوں کو ۳/۱۲، لڑکیوں کو ۱۶/۱۲، دادیوں کو ۴/۱۲ اور چچاؤں کو ۱/۱۲ ملے گا، اب یہاں ہر فریق پر کسر واقع ہے، اور سب کے عددِ روّوس اور سهام میں بتائیں ہے؛ البتہ بیٹیوں کے عددِ روّوس اور سهام میں توافق بال نصف ہے، اس لئے ان کا وفق ۹/۱۲ نکلے گا، اب عددِ روّوس یا وفق کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، ۴/۱۲ اور ۶/۱۲ میں توافق بال نصف کی نسبت ہے؛ لہذا اولاً ۴/۱۲ کے وفق ۲/۶ کو ۶/۱۲ میں، یا ۶/۱۲ کے وفق ۳/۴ کو ۴/۱۲ میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۱۲/۱۲ نکلے گا، اب اس حاصل ضرب کو بیٹیوں کے عددِ روّوس کے وفق یعنی ۹/۱۲ سے جب نسبت دیکھی جائے گی تو توافق بالثلث کی نسبت نکلے گی؛ لہذا ۱۲/۱۲ کے وفق ۴/۹ کو ۹/۱۲ میں یا ۹/۱۲ کے وفق ۳/۱۲ کو ۱۲/۱۲ میں ضرب دیں گے، تو حاصل ضرب ۳۶/۱۲ نکلیں گے، پھر اس حاصل ضرب ۳۶/۱۲ کا جب چوتھے فریق یعنی دادیوں کے عددِ روّوس ۱۵/۱۲ سے موازنہ کیا جائے گا تو اس میں بھی توافق بالثلث نکلے گا؛ لہذا ۳۶/۱۲ کے وفق ۱۲/۱۵ کو ۱۵/۱۲ میں یا ۱۵/۱۲ کے وفق ۳۶/۱۵ میں

ضرب دیں گے، تو حاصل ضرب ۱۸۰/۱۸۰ نکلے گا، اور ۱۸۰ کو جب اصل مسئلہ ۲۴ سے ضرب دیں گے تو مسئلہ کی تصحیح ۴۳۲۰ سے ہوگی، اور پھر ہر فریق کو اصل مسئلہ سے حاصل شدہ سہام کو عدد مضروب ۱۸۰ میں ضرب دیا جائے گا، تو ہر فریق کا حصہ نکل آئے گا، اور جس فریق کو جو حصہ ملے گا وہ اُن کے عددِ روؤں پر تقسیم ہو جائے گا، تو فی کس بلا کسر حصہ نکل آئے گا۔

اُصول ۷:- اگر کسر کئی فریقوں پر واقع ہو، اور اُن کے عددِ روؤں آپس میں متباین ہوں تو ایسی صورت میں قاعدہ یہ ہے کہ ایک فریق کے عدد کو دوسرے فریق کے کل عددِ روؤں میں ضرب دیا جائے گا، اور پھر حاصل ضرب کو تیسرے فریق کے عددِ روؤں میں لُح، اور اخیر میں جو حاصل ضرب نکلے، اُس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا، جیسے ۲ بیویاں، ۶ دادایاں، ۱۰ بیٹیاں اور ۷ چچا ہوں، تو یہاں اصل مسئلہ ۲۴ سے بنے گا، بیویوں کو ۳، دادیوں کو ۴، بیٹیوں کو ۱۶ اور چچاؤں کو ۷ ملے گا، اب بیویوں کے سہام اور روؤں میں متباین ہے، اور دادیوں کے سہام اور روؤں میں توافق بال نصف ہے، اس لئے اُن کے عددِ روؤں کا وفق ۳ نکلا، جب کہ بیٹیوں کے عددِ روؤں ۱۰ اور سہام ۱۶ میں بھی توافق بال نصف ہے، تو اُن کا وفق ۵ نکلا، اور چچاؤں کے عددِ روؤں ۷ اور سہام ۷ میں متباین ہے، اب تصحیح کا عمل اس طرح ہوگا کہ اولاً بیویوں کے عددِ روؤں ۲ کو دادیوں کے عددِ روؤں ۳ میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۶ نکلے گا، پھر اس حاصل ضرب کو بیٹیوں کے عددِ روؤں کے وفق ۵ میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۳۰ نکلے گا، پھر اس کو ۷ میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۲۱۰ نکلے گا، اس کے بعد اس حاصل ضرب کو اصل مسئلہ ۲۴ سے ضرب دیا جائے گا، اور تصحیح ۵۰۴۰ سے ہوگی، اس کے بعد ہر فریق کے سہام کو عددِ مضروب ۲۱۰ میں ضرب دیں گے، جس سے ہر فریق کا حصہ بلا کسر نکل آئے گا۔ (تلخیص از: سراجی مع الشریفیہ، مزید تفصیل کیلئے دیکھیں: طرازی شرح سراجی، مؤلفہ: حضرت مولانا شتیاق احمد صاحب درہنگوی استاذ دارالعلوم دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

قرض خواہوں کے درمیان ترکہ کیسے تقسیم کیا جائے؟

سوال (۱۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرض خواہوں کے درمیان ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ اگر قرض زیادہ ہو اور ترکہ کم ہو تو کیا حکم ہے؟ مثلاً خالد کا انتقال ہوا، ترکہ ۷ ہزار روپے چھوڑا اور قرض خواہوں میں عمر ۲۰ ہزار، بکر ۱۵ ہزار اور عبداللہ ۱۴ ہزار کا مدعی ہو، تو خالد کا ترکہ ۷ ہزار اُن قرض خواہوں کے درمیان کیسے تقسیم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرض خواہوں کے درمیان تقسیم ترکہ کا حکم الگ الگ

صورتوں میں الگ الگ ہوتا ہے۔ مثلاً:

- اگر قرض کی مقدار اور ترکہ دونوں برابر ہوں تو سارا ترکہ دے کر قرض ادا کر دیا جائے گا۔
- اور اگر قرض زیادہ ہو اور ترکہ کم ہے تو اگر قرض خواہ ایک ہے، تو اس کو سارا ترکہ دے دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ آگے کچھ نہیں ملے گا۔
- اور اگر قرض خواہ متعدد ہوں اور اُن کی مقدار قرض برابر برابر ہے، تو سارا ترکہ برابر تقسیم کر کے دے دیا جائے گا۔

○ اور اگر قرض خواہوں کی مقدار قرض الگ الگ ہوں تو ایسی صورت میں اُن کی مقدار قرض کے تناسب سے ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔

اور اُس کے لئے یہ اصول ذہن میں رکھنا لازم ہے کہ ہر ایک قرض خواہ کی مقدار قرض کو سہام کے درجہ میں رکھا جائے گا اور مجموعہ قرض کو تصحیح کی جگہ پر رکھا جائے گا، پھر مجموعہ قرض اور ترکہ کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، اگر تماثل کی نسبت ہے تو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تداخل کی نسبت ہے، اور یہاں تداخل صرف ایک جانب سے ہو سکتا ہے اور وہ ترکہ کا تداخل مجموعہ قرض میں ہے، اور مجموعہ قرض کا تداخل ترکہ میں نہیں ہو سکتا، تو اگر ترکہ کا تداخل مجموعہ قرض میں ہو رہا ہو تو مجموعہ قرض کے وفق کے ذریعہ سے ہر قرض خواہ کی مقدار قرض پر تقسیم کر دیں گے، تو خارج

قسمت ترکہ میں سے ہر قرض خواہ کا حصہ بنتا چلا جائے گا۔ اور اگر توافق کی نسبت ہو تو اولاً ترکہ کے وفق کے ذریعہ سے ہر ایک قرض خواہ کی مقدار قرض میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب کو لے کر مجموعہ قرض کے وفق کے ذریعہ تقسیم کر دیں گے، تو خارج قسمت ترکہ میں سے ہر قرض خواہ کا حصہ بنتا چلا جائے گا۔ اور اگر بتائیں کی نسبت ہے تو اولاً کلی ترکہ کے ذریعہ ہر قرض خواہ کی مقدار قرض میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب کو لے کر مجموعہ قرض کے ذریعہ تقسیم کر دیں گے، تو خارج قسمت ترکہ میں سے ہر قرض خواہ کا حصہ بنتا چلا جائے گا۔

لہذا مسئلہ صورت میں عمر و کا ۲ ہزار روپے، بکر کا ۵ ہزار روپیہ اور عبد اللہ کا ۴ ہزار روپیہ ہے، تو مجموعہ قرض ۱۱ ہزار روپیہ ہوا۔ اور خالد کا کل ترکہ ۷ ہزار روپیہ ہے اور مجموعہ قرض اور ترکہ کے درمیان نسبت ”توافق بجزء من الف“ کی ہے، ترکہ کا وفق سات نکلا اور مجموعہ قرض کا وفق گیارہ نکلا، پھر ترکہ کا وفق سات کو لے کر عمر و کی مقدار قرض ۲ ہزار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۱۴ ہزار نکلا، پھر حاصل ضرب ۱۴ ہزار کو لے کر مجموعہ قرض کے وفق گیارہ کے ذریعہ تقسیم کر دیا، تو خارج قسمت ۱۱/۱۴۷۲ نکلا، پھر ترکہ کے وفق سات کو لے کر بکر کی مقدار قرض ۵ ہزار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۳۵ ہزار نکلا، پھر حاصل ضرب کو لے کر مجموعہ قرض کے وفق گیارہ کے ذریعہ تقسیم کر دیا تو خارج قسمت ۱۱/۳۱۸۱ نکلا، پھر ترکہ کے وفق سات کو لے کر عبد اللہ کے مقدار قرض ۴ ہزار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۲۸ ہزار نکلا، پھر حاصل ضرب ۲۸ ہزار کو لے کر مجموعہ قرض کے وفق گیارہ پر تقسیم کر دیا تو خارج قسمت ۱۱/۲۵۲۵ نکلا، جیسا کہ تخریج درج ذیل ہے:

| | | |
|-----------------|---------------------|---------------|
| مسئلہ: ۱۱/۱۱۰۰۰ | (توافق بجزء من الف) | ترکہ: ۷/۷۰۰۰ |
| عمر و ۸/۱۱ | بکر ۵۰۰۰ | عبد اللہ ۴۰۰۰ |
| ۱۱/۱۴۷۲ | ۱۱/۳۱۸۱ | ۱۱/۲۵۲۵ |

تو اب جتنا روپیہ جس قرض خواہ کے سامنے لکھا ہے، وہی اُس کا حق ہوگا۔

أما في قضاء الديون فدين كل غريم بمنزلة سهام كل وارث في العمل،
ومجموع الديون بمنزلة التصحيح، وإن كان في التركة كسور فابسط التركة والمسألة
كلتيهما أي اجعلهما من جنس الكسر. (السراجي في الميراث، ص: ۴۱-۴۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۳/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مرحوم بھائی کا قرض دیگر بھائیوں کو ادا کرنا ضروری ہے؟

سوال (۱۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: ہم زید، عمر بکر، خالد، راشد، عابد چھ بھائی ہیں، ایک بھائی بکر کسی حادثہ میں انتقال ہو گیا،
انتقال کے بعد بہت سارے آدمی کہہ رہے ہیں کہ بکر کے اوپر ہمارے اتنے روپے ہیں اور کسی کے
پاس کوئی ضمانتی یا ثبوت نہیں ہے، اور ہم پانچ بھائیوں کو بھی اس لین دین کے بارے میں کچھ پتہ
نہیں ہے، تو آپ سے عرض یہ ہے کہ ہم کیا کریں؟ شریعت مطہرہ ہم کو کس چیز کا حکم دیتی ہے؟ کیا
اُن کا قرض بھائیوں کو ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ جب کہ بھائیوں کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مرحوم بھائی نے اپنا مال چھوڑا ہو اور پھر قرض خواہ
پختہ ثبوت کے ساتھ اُن پر قرض کا دعویٰ کریں، تو اُن کے ترکہ سے قرض کی ادائیگی ضروری ہوگی؛
لیکن اگر قرض خواہوں کے پاس قرض کا کوئی ثبوت نہ ہو یا مرحوم نے ترکہ میں کچھ مال نہ چھوڑا ہو، تو
ایسی صورت میں اس قرض کی ادائیگی مرحوم کے بھائیوں پر لازم نہیں ہے۔

ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ويقدم دين الصحة على
دين المرض (الدر المختار) هو ما كان ثابتاً بالبينة مطلقاً أو بالإقرار في حالة
الصحة. (شامي / كتاب الفرائض ۴۹۵/۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

”رد“ کی تعریف اور ”مسئلہ ردیہ“ بنانے کا طریقہ

سوال (۱۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت الاستاذ حضرت مفتی صاحب زید فضلہ اُمید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے، احقر نے چند سال پہلے ۲۰۱۲-۲۰۱۳ء میں آپ کے یہاں مدرسہ شاہی میں تکمیل افتاء کیا تھا، جس کی برکت سے فرائض اور میراث کے موضوع پر کچھ کام کرنے کا موقع ملا، اور الحمد للہ فرائض اور میراث سے متعلق ایک رسالہ کی ترتیب دے رہا ہوں، جس کے دوران چند مغلق اور پیچیدہ مسائل کی تحقیق کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے، جن کے سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہے، اُمید ہے کہ حضور والا توجہ فرما کر دلائل کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں گے۔

(۱) علم فرائض کی اصطلاح میں ”رد“ کی تعریف کیا ہے؟ ”من یرد علیہ“ اور ”من لا یرد علیہ“ کی اصطلاح سے کون سے وارثین مراد ہوتے ہیں؟ اصحاب الفرائض اور مستحقین کو ان کے مقررہ حصے کا ترکہ دینے کے بعد اگر کچھ مال بچ جائے تو پھر اُس کا کیا حکم ہے؟ اُس مال کو کس اُصول و ضوابط کی روشنی میں تقسیم کیا جائے گا؟ نیز یہ بھی واضح فرمادیں کہ ”مسئلہ ردیہ“ بنانے کے کتنے طریقے ہیں؟ حضور والا سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس مسئلہ کا وضاحت کے ساتھ مع امثلہ جواب تحریر فرمائیں کہ ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے مجھے یہ مسئلہ سمجھ میں آجائے اور تشفی بخش حل ہو سکے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کسی مسئلہ میں مستحقین کو مقررہ حصے دئے جانے کے باوجود کچھ مال بچ جائے تو اُس کو موجودہ وارثین میں تقسیم کرنے کے ضابطہ کو ”رد“ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور مسائل ردیہ میں بنیادی طور پر وارثین کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) وہ وارثین جو باقیہ مال کے مستحق بن سکتے ہیں، اُن کو ”من یرد علیہم“ کہا جاتا ہے، اس

کے مصداق شوہر بیوی کے علاوہ دیگر اصحاب فرائض ہیں۔

(۲) وہ وارثین جو کسی حال میں مزید مال کے مستحق نہیں بن سکتے، اُن کو ”من لایرد علیہم“

کہا جاتا ہے، اور اُس کے مصداق صرف شوہر اور بیوی ہیں۔

اب اس کے بعد رد کے بنیادی اُصول ملاحظہ فرمائیں، جو کل چار ہیں:

اُصول (۱):۔ اگر وارثین میں صرف ”من لایرد علیہم“ ہوں اور وہ بھی صرف ایک جنس

کے ہوں اور ”من لایرد علیہم“ میں سے کوئی موجود نہ ہو تو مسئلہ ”من لایرد علیہم“ کے عددِ رؤوس کے اعتبار سے بنے گا، جیسے وارثین میں دو بیٹیاں ہوں تو مسئلہ دو سے بنے گا۔ اور ہر بیٹی کو ایک ایک دیا جائے گا۔ جس کی مثال درج ذیل ہے:

| | | |
|-----|-----------|-----|
| ت | میسئلہ: ۲ | ت |
| بنت | بنت | بنت |
| ۱ | ۱ | ۱ |

ثم مسائل الباب على أقسام أربعة: أحدها: أن يكون في المسألة جنس واحد ممن يرد عليهم عند عدم من لا يرد عليه، فاجعل المسألة من رؤوسهم كما لو ترك بنتين الخ. (السراجي في الميراث ص: ۴۴)

اُصول (۲):۔ ”من لایرد علیہم“ دو یا دو سے زیادہ اجناس کے ہوں اور ”من لایرد علیہم“

میں سے کوئی موجود نہ ہو، تو ایسی صورت میں مسئلہ کی چار شکلیں ہیں:

الف:۔ مختلف اجناس کے وارثین میں سے دوسرے پانے والے آجائیں، تو مسئلہ دو

سے بنا کر ایک ایک دے دیں گے، جیسے دادی اور ایک اخیانی بہن۔

| | | |
|-------------|-----------|------|
| ت | میسئلہ: ۲ | ت |
| اخنیانی بہن | دادی | سدرس |
| سدرس | سدرس | سدرس |
| ۱ | ۱ | ۱ |

ب:۔ مختلف اجناس کے وارثین میں سے ثلث اور سدرس پانے والے آجائیں تو مسئلہ

تین سے بنا کر ثلث پانے والے کو دو اور سدرس پانے والے کو ایک دے دیں گے، جیسے وارثین میں

دو اخیانی بھائی اور ماں۔

| | |
|------|----------------|
| ماں | ۲/اخیانی بھائی |
| سدرس | ثلث |
| ۱ | ۲ |

ج:- مختلف اجناس کے وارثین میں سے نصف اور سدرس پانے والے آجائیں، تو مسئلہ چار سے بنا کر نصف پانے والے کو تین اور سدرس پانے والے کو ایک دے دیں گے، جیسے وارثین میں لڑکی اور پوتی ہو۔

| | |
|------|------|
| پوتی | لڑکی |
| سدرس | نصف |
| ۱ | ۳ |

د:- اس میں تین صورتیں ہو سکتی ہیں اور تینوں صورتوں میں مسئلہ پانچ سے بنے گا۔

(۱) مختلف اجناس کے وارثین میں سے ثلثان اور سدرس پانے والے آجائیں تو مسئلہ پانچ سے بنا کر ثلثان پانے والے کو چار اور سدرس پانے والے کو ایک دے دیں گے، جیسے وارثین میں دو لڑکیاں اور ماں ہوں۔

| | |
|------|----------|
| ماں | ۲/لڑکیاں |
| سدرس | ثلثان |
| ۱ | ۴ |

(۲) مختلف اجناس کے وارثین میں سے نصف اور سدرسان پانے والے آجائیں تو مسئلہ پانچ سے بنا کر نصف پانے والے کو تین اور سدرسان پانے والے کو دو دے دیں گے، جیسے وارثین میں لڑکی، پوتی اور ماں ہو۔

| | | |
|------|------|------|
| ماں | پوتی | لڑکی |
| سدرس | سدرس | نصف |
| ۱ | ۱ | ۳ |

(۳) مختلف اجناس کے وارثین میں سے نصف اور ثلث کو پانے والے آجائیں، تو مسئلہ پانچ سے بنا کر نصف پانے والے کو تین اور ثلث پانے والے کو دو دے دیں گے، جیسے وارثین میں بہن اور ماں ہو۔

مسئلہ: ۵

ت

| | |
|-----|-----|
| ماں | بہن |
| ثلث | نصف |
| ۲ | ۳ |

والثاني: إذا اجتمع في المسألة جنسان أو ثلاثة أجناس ممن يرد عليهم عند عدم من لا يرد عليه، فاجعل المسألة من سهامهم أعني من اثنين إذا كان في المسألة سدسان، أو من ثلاثة إذا كان فيها ثلث و سدس، أو من أربعة إذا كان فيها نصف و سدس أو من خمسة إذا كان فيها ثلثان و سدس أو نصف، و سدسان أو نصف و ثلث. (السراجي في الميراث ص: ۴۵)

أصول (۳): - ”من يرد عليهم“ صرف ایک جنس کے ہوں اور ”من لا يرد عليهم“ میں سے بھی کوئی ایک موجود ہو تو ایسی صورت میں اولاً ”من لا يرد عليهم“ کو ان کے اقل مخرج سے حصہ دینے کے بعد ما بقیہ ”من يرد عليهم“ کو دینے کے سلسلے میں تین شکلیں ہیں:

الف: - ”من لا يرد عليهم“ کو ان کے اقل مخرج سے حصہ دینے کے بعد ما بقیہ ”من يرد عليهم“ پر برابر تقسیم ہو جاتا ہے، تو ہر وارث کو برابر برابر حصہ دے دیا جائے گا، جیسے وارثین میں شوہر اور تین بیٹیاں ہوں، تو مسئلہ چار سے بنا کر شوہر کو ایک اور تینوں بیٹیوں کو ایک ایک دے دیا جائے گا۔

مسئلہ: ۴، ما بقیہ: ۳

ت

| | | | |
|------|------|------|------|
| شوہر | بیٹی | بیٹی | بیٹی |
| ربع | ثلث | ثلث | ثلث |
| ۱ | ۱ | ۱ | ۱ |

ہورہا ہے، تو ہم نے عدد دروس کے درمیان نسبت دیکھی تو توافق کی ہے، تو آپ کو اختیار ہے کہ چار کے وفق دو کو لے کر چھ میں ضرب دیں یا چھ کے وفق تین کو لے کر چار میں ضرب دیں، بہر صورت حاصل ضرب ۱۲/نکلا، پھر عدد مضروب بارہ کو لے کر بیوی کے اقل مخرج چار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۴۸/نکلا، پھر عدد مضروب ۱۲ کو لے کر بیوی کے سهام ایک میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۱۲/نکلا اور دادیوں کے سهام ایک میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۱۲/نکلا، فی کس ۳-۳۔ اور بہنوں کے سهام دو میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۲۴/نکلا، فی کس ۴-۴۔

تص: ۲۸
مسئلہ: ۴، مابقی: ۳
عد مضروب: - ۱۲

| | | | | | | | | | | |
|------|------|------|------|------|------|------|------|------|------|------|
| بیوی | دادی | دادی | دادی | دادی | دادی | دادی | دادی | دادی | دادی | بیوی |
| ربع | سدس | سدس | سدس | سدس | سدس | سدس | سدس | سدس | سدس | ربع |
| ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ |
| ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ |
| ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ |

ب:- ”من لایرد علیہم“ کو ان کے اقل مخرج سے حصہ دینے کے بعد ما بقیہ ”من لایرد علیہم“ پر برابر تقسیم نہیں ہوتا ہے، تو ”من لایرد علیہم“ کے لئے رد کے قاعدہ نمبر: ۲ کے پیش نظر الگ مسئلہ بنا کر ”من لایرد علیہم“ کو حصہ دیا جائے گا، پھر ”من لایرد علیہم“ کے مخرج کو لے کر ”من لایرد علیہم“ کے مخرج میں ضرب دیا جائے گا، پھر ”من لایرد علیہم“ کے مخرج کو لے کر ”من لایرد علیہم“ کے سهام میں ضرب دیا جائے گا، پھر ما بقیہ کو لے کر ”من لایرد علیہم“ کے سهام میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ہر فریق کا حصہ بنتا چلا جائے گا، جیسے وارثین میں چار بیویاں، نو لڑکیاں اور چھ دادیاں ہوں، تو اولاً ”من لایرد علیہم“ کے اقل مخرج ۸ سے مسئلہ بنا کر ان کو دیا ایک، باقی بچاے۔ ما بقیہ ۷ ”من لایرد علیہم“ پر برابر تقسیم نہیں ہوتا، اس لئے رد کے اصول نمبر ۲ کی شکل نمبر ۴ کے قاعدہ نمبر ۱ کی روشنی میں الگ سے ۵ سے مسئلہ بنا کر لڑکیوں کو ۴ دیا، اور دادیوں کو ۱ دیا۔ پھر ”من لایرد علیہم“ کے مخرج ۵ کو لے کر ”من لایرد علیہم“ کے مخرج ۸ میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب ۴۰/نکلا۔ پھر ”من لایرد علیہم“ کے مخرج ۵ کے ذریعہ سے ”من لایرد علیہم“ یعنی بیویوں کے سهام ۱ میں ضرب دیا، تو بیویوں کو

مخرج فرض من لا یرد علیہ، فالمبلغ مخرج فروض الفریقین كأربع زوجات
وتسع بنات وست جدات، ثم اضرب سهام من لا یرد علیہ فی مسألة من یرد علیہ
وسهام من یرد علیہ فیما بقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ، وإن انکسر علی
البعض فتصحیح المسائل المذكورة. (السراجی فی المیراث: ۴۶-۴۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۳۷/۳/۳ھ

عول کا مسئلہ

سوال (۱۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: عول کسے کہتے ہیں؟ اور کن کن مخارج کا عول آتا ہے؟ اگر وارثین میں بیوی، دو بیٹی اور
والدین ہوں تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ اور مسئلہ کیسے بنے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عول کے معنی وسعت پیدا کرنے کے آتے ہیں، اگر
وارثین میں اصحاب فرائض زائد ہو جائیں اور تخریج مسئلہ کے مقررہ مخارج کا عدد کم پڑ جائے تو
ضرورت کے موافق اعداد بڑھانے کے عمل کو عول کہتے ہیں، عول کی صورت میں مقررہ موجود
فرائض کے اعتبار سے مسئلہ بنایا جاتا ہے اور اسی کے موافق ترکہ کی تقسیم ہوتی ہے۔ اور استقراء
سے یہ بات ثابت ہے کہ کل مجموعہ مخارج سات ہیں، دو، تین، چار، چھ، آٹھ، بارہ، چوبیس۔ ان
میں سے چار مخارج یعنی دو، تین چار اور آٹھ میں عول نہیں ہوتا؛ البتہ چھ، بارہ اور چوبیس میں عول
ہوتا ہے، چنانچہ چھ کا عول دس تک جفت اور طاق ہو سکتا ہے اور بارہ کا عول سترہ تک صرف طاق
ہو سکتا ہے، جب کہ چوبیس کا عول صرف ستائیس ہوتا ہے، اس کی علم فرائض میں صرف ایک مثال
ہے، جسے مسئلہ نمبر یہ کہا جاتا ہے، سوال میں جو مسئلہ پوچھا گیا ہے وہ بھی اسی قسم کا ہے، جس کی
تخریج درج ذیل ہے:

| ت | باب | ماں | ۲ لڑکیاں | بیوی |
|---|-----|-----|----------|------|
| | سدس | سدس | ثلثان | ثمن |
| | ۴ | ۴ | ۱۶ | ۳ |

العول أن يزداد على المخرج شيء من أجزاءه إذا ضاق عن فرض، اعلم أن مجموع المخارج سبعة: أربعة منها لا تعول. وهي: الاثنان، والثلاثة، والأربعة، والثمانية. وثلاثة منها قد تعول. أما الستة فإنها تعول إلى عشرة وترًا وشفعًا. وأما اثنا عشر فهي تعول إلى سبعة عشر وترًا لا شفعًا. وأما أربعة وعشرون فإنها تعول إلى سبعة وعشرين عولاً واحداً كما في المسألة المنبرية؛ وهي امرأة وبتنان وأبوان. (السراجي في الميراث ص: ۳۰-۳۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کلالہ کی تعریف

سوال (۱۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ”کلالہ“ کسے کہتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ”کلالہ“ کی مراد کی تعیین میں صحابہ اور تابعین کے

درمیان بڑا اختلاف رہا ہے، تاہم حضرات جمہور کے نزدیک کلالہ اس میت کو کہتے ہیں جس کے اصول و فروع میں سے کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو۔ اور بعض نے کلالہ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ ایسے وارثین ہیں جن میں میت کے باپ بیٹے شامل نہ ہوں۔ اور بعض حضرات اس مال موروث پر کلالہ کا اطلاق کرتے ہیں جس کے مستحقین میں میت کے اصول و فروع شامل نہ ہوں؛ البتہ پہلا

قول ہی مشہور ہے اور یہی احناف کا اختیار کردہ ہے۔

عن أبي سلمة عبد الرحمن رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! قل الله يفتيكم في الكلالة، قال: من لم يترك ولدًا ولا والدًا، فورثته كلاله. (مراسيل أبي داؤد / باب الكلالة ص: ۱۶)

عن الشعبي قال: قال أبو بكر: رأيت في الكلالة رأيًا، فإن يك صوابًا فمن الله، وإن يك خطأ فمن قبلي، والشيطان الكلالة ما عدا الولد والوالد.

(المصنف لابن أبي شيبة ۳۷۰/۱۱۶ رقم: ۳۲۲۵۵)

اختلف العلماء في تفسير الكلالة على أقوال، فالجمهور على أن الكلالة إسم للميت الذي لم يترك ولدًا ولا والدًا، القول الثاني أنه اسم للورثة الذين ليس فيهم ولد ولا والد - إلى قوله - القول الرابع أنه اسم للمال الموروث فيما إذا لم يكن للميت ولد ولا والد. (تكملة فتح الملهم ۲۰/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

فإذا مات الرجل وليس له ولد ولا والد فورثته كلاله، هذا قول أبي بكر وعمر وعلي وجمهور أهل العلم رضي الله عنهم وأرضاهم. (تفسير القرطبي ۷۶/۵ بيروت)

ثم اتفق أكثر الصحابة وأبو بكر وعلي وزيد وابن مسعود رضي الله عنهم أن الكلالة ما عدى الولد والوالد، وهو قول جمهور العلماء. (المبسوط للسرخسي ۱۵۲/۲۹ بيروت) فقط والله تعالى اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۷/۲/۲۳ھ

کبھی محروم نہ ہونے والے وارثین

سوال (۱۰۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: وہ کون سے وارثین ہیں جو کبھی محروم نہیں ہوتے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وہ وارثین جو ہر حال میں ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں، کبھی محروم نہیں ہوتے وہ کل چھ ہیں: (۱) بیٹا (۲) باپ (۳) شوہر (۴) بیٹی (۵) ماں (۶) بیوی۔ فریق لا یحجبون بحال البتہ وہم ستہ: الابن، والأب، والزوج، والبتہ، والأُم، والزوجة۔ (السراجی فی المیراث ص: ۲۷)

ولا یحرم ستہ من الورثۃ البتہ: الأب، والأُم، والابن، والبتہ، أي الأبوان والوالدان الزوجان۔ (الدر المختار مع الشامی ۵۲۹/۱۰ زکریا)

وأما حجب الحرمان فنقول: ستہ لا یحجبون أصلاً: الأب، والابن، والزوج، والأُم، والبتہ، والزوجة۔ (الفتاویٰ الہندیہ ۴۵۲/۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میراث کی تقسیم وصیت کے مطابق ہوگی یا شرعی حصوں کے مطابق؟

سوال (۱۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد صاحب مرحوم نے اپنی زندگی میں ایک وصیت کی تھی، جو گرام شادی پور کی زمین کے متعلق ہے، جو انہوں نے ۳ لڑکوں اور ۵ لڑکیوں کے نام کی تھی، جو سب حیات میں، جائیداد وصیت کے مطابق تقسیم ہوگی یا شرعی حصص کے مطابق؟ یہ بتائیں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اگر سب ورثہ عاقل بالغ ہوں اور وصیت میں لکھی گئی تقسیم سے پوری طرح راضی اور مطمئن ہوں، تو پھر وصیت کے مطابق عمل ہوگا، اور وارثین راضی نہ ہوں؛ بلکہ اُن میں آپسی اختلافات ہوں تو پھر وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اور شریعت کے مطابق وراثت کی آزمائش تقسیم ہوگی، یعنی لڑکوں کو لڑکیوں سے دو گنا حصہ ملے گا۔

ولا تجوز لوارثه إلا أن يجيزها الورثة ويروى هذا الاستثناء فيما روينا؛
ولأن الامتناع لحقهم فتجوز بإجازتهم. (الهداية / باب في صفة الوصية ما يحوز من ذلك الخ
٦٥٧/٤، الدر المختار مع الشامي / كتاب الوصايا ٣٤٦/١٠ زكريا، الفتاوى الهندية / أول كتاب الوصايا
٩٠/٦ زكريا، مجمع الأنهر / أول كتاب الوصايا ٤١٨/٤ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآن میں لڑکی کو حصہ دینے کا حکم

سوال (۱۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: قرآن پاک کی وہ کونسی سورت یا آیت ہے، اور حدیث پاک ہے، جس میں لڑکی کو ترکہ میں
سے حصہ دینے کا حکم ہے؟ اور جو لوگ ترکہ میں سے لڑکی کو حصہ نہیں دیتے، اُن لوگوں کا دین و دنیا
میں کیا انجام ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرآن کریم میں فرمایا گیا: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي
أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱] (یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری
اولاد کے بارے میں لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصہ کے بقدر دینے کا حکم دیتا ہے) اور جو لوگ اپنے کسی
وارث کو وراثت سے محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اُن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے سخت وعید ارشاد فرمائی ہے کہ جو شخص اپنے کسی وارث کی میراث قطع کرے گا، تو اللہ تعالیٰ
قیامت کے دن اُس کی جنت کی میراث قطع فرمادے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ، وَلِلنِّسَاءِ
نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾ [النساء: ۷]
قال ابن عباس رضي الله عنهما: إن أوس بن ثابت الأنصاري توفي عن

ثلاث بنات وامرأة، فجاء رجلان من بني عهد، وهما وصيان له يقال لهما: سويد، وعرفجة وأخذ ماله، فجاءت امرأة أوس إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وذكرت القصة، وذكرت أن الوصيين ما دفعوا إلي بناته شيئاً من المال، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ”ارجعي إلى بيتك حتى أنظر ما يحدث الله في أمرك“ فنزلت على النبي صلى الله عليه وسلم هذه الآية، ودلت على أن للرجال نصيباً وللنساء نصيباً. (التفسير الكبير للرازي ۵۰۲/۹)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۳/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماحول سے متاثر ہو کر لڑکیوں کا اپنا حصہ لینے سے انکار کرنا

سوال (۱۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا نام صابری بیگم ہے، میں مکان کی مالک ہوں، میری دو لڑکیاں اور پانچ لڑکے ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ میں سب کے فرض سے ادا ہو چکی ہوں، میں اپنے مکان کا ہٹوارہ کرنا چاہتی ہوں، اپنا حصہ الگ اور بقیہ پانچوں بیٹوں کے نام کر دوں، لڑکیاں اپنا حصہ لینے سے منع کر رہی ہیں، تو کیا لڑکیوں کا حصہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شرعی طور پر لڑکیاں بھی وراثت میں اپنے حصہ کی حق دار ہیں، محض زبانی طور پر اور مروجہ ماحول سے متاثر ہو کر ان کا اپنے حصہ کو لینے سے انکار کر دینا معتبر

نہیں ہے، اس لئے اَوَّلًا اُن کو اُن کا حصہ دیا جائے، پھر اگر وہ اپنے حصہ پر قبضہ کرنے کے بعد بھائیوں کو دینا چاہیں تو اُنہیں اختیار ہے۔

لو قال الوارث: تركت حقي لم يبطل حقه إذا الملك لا يبطل بالترك.
(الأشباه والنظائر ۱۶۰/۲ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۳/۶/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا لڑکیوں کا اپنا حق مانگنے سے رشتہ ناطہ ختم ہو جاتا ہے؟

سوال (۱۱۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی اگر حصہ حاصل کر لے تو کیا اُس کا میکہ سے تعلق ختم ہو جائے گا؟ اور بھائیوں وغیرہ پر ہمیشہ ہونے کے ناطے رشتے برقرار رکھنا ضروری ہوتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وراثت لڑکیوں کا شرعی حق ہے، اس کا مطالبہ کرنے سے رشتہ داری ہرگز ختم نہیں ہوئی، بھائیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی بہنوں کا حق ادا کریں ورنہ گنہگار ہوں گے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ، فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ

اُنْتِنَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثًا مِمَّا تَرَكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة

المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا /

باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت)

وصلة الرحم واجبة، ولو كانت بسلام وتحية وهدية. (الدر المختار مع الشامی

۵۸۹/۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۲/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا لڑکیاں والد کی صحرائی و سکنائی جا سیداد میں وارث ہوں گی؟

سوال (۱۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کیا لڑکیاں والد کی صحرائی و سکنائی جا سیداد میں وارث ہوتی ہیں یا نہیں؟ والد کے پاس جا سیداد داد الہی یا کسی بھی صورت سے آئی ہو، اُس میں لڑکے لڑکیاں دونوں وارث بنیں گے یا صرف لڑکے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکیاں اپنے والدین کے ترکہ میں خواہ وہ سکنائی ہو یا

صحرائی، ذاتی خرید ہو یا داد الہی ہو وہ اپنے مقررہ حصہ کی شرعاً مستحق ہیں، اُن کو شرعی حق سے محروم کرنا سخت گناہ ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان أهل الجاهلية لا يرثون البنات

فمات رجل من الأنصار، يقال له: أوس بن ثابت، وترك ابنتين وابناً صغيراً، فجاء ابنا

عمه خالد وعرفطة، وهما عصبته فأخذا ميراثه كله، فأتت امراته رسول الله صلى الله

عليه وسلم، فذكرت له ذلك، فقال: ما أدري ما أقول، فنزلت: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ

مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ، وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا

قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ (التفسير المظهری ۲۲۷/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۲/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا غیر منقولہ جائیداد میں بھی لڑکیاں حصہ دار ہیں؟

سوال (۱۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: متوفی کی اولاد میں لڑکے لڑکیاں دونوں نوعیں ہیں، تو اُس متوفی کی جائیداد غیر منقولہ مثلاً زمین باغات میں متوفی کی لڑکیاں حق دار و حصہ دار ہیں یا نہیں؟ اُس متوفی کی ایک لڑکی بیرون ملک مثلاً پاکستان رہتی ہے، تو کیا وہ لڑکی از روئے شرع متوفی کی جائیداد میں حصہ دار و حق دار ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جی ہاں! لڑکیاں بھی غیر منقولہ جائیداد میں حصہ دار ہوتی ہیں۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

وإذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ

الانثيين. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثالث في العصبات ۴۴۸/۶، وكذا في تبیین

الحقائق / كتاب الفرائض ۴۸۰/۱۷ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يحرم ستة من الورثة بحال ألبتته: الأب والأم والابن والبنات. (الدر

المختار مع الشامي، كتاب الفرائض / فصل في العصبات ۵۲۹/۱۰ زكريا، ۷۷۹/۶ دار الفكر بيروت،

الفتاوى الهندية / الباب الرابع في الحجب من الفرائض ۴۵۲/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۲/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اکھوتی بیٹی کو ماں کے ترکہ میں سے کل مال کا نصف ملے گا

سوال (۱۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میری دادی کلثوم بیگم کے نام سے ایک مکان ہے، میری دادی کی چھ اولاد میں سے چار بیٹے دو بیٹیاں ہیں، میری دادی کی موجودگی میں میرے والد ظہیر کا انتقال ہو گیا تھا، میری والدہ کا بھی انتقال ہو گیا، میں اپنے والد کی اکلوتی بیٹی ہوں، میں ہاتھ پیر سے معذور ہوں، میرے چچا تاؤ نے میرے منع کرنے پر بھی میری زبردستی شادی کر دی اور میرے کمرہ پر بھی قبضہ کر لیا، جس میں میں رہتی تھی، اُس میں میری والدہ کی شادی کا سامان بھی ہے، اُس پر بھی اُن ہی لوگوں نے قبضہ کر لیا، وہ لوگ نہ مجھے مکان میں حصہ دیتے ہیں، اور نہ میری والدہ کا مجھے سامان دیتے ہیں اور میں ایک معذور عورت ہوں اور جہاں پر اُن لوگوں نے میری شادی کی وہ بھی بہت ہی غریب آدمی ہیں، اُن کے پاس اپنا مکان بھی نہیں ہے، کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں، میں مکان میں اپنے حصہ اور اپنی والدہ کے سامان کا مطالبہ کرتی ہوں، وہ لوگ دینے سے انکار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ شریعت کی رو سے تو کسی حصہ اور سامان کی حق دار نہیں ہے، تو فتویٰ لے آ، اور اپنا حصہ اور سامان حاصل کر لے، تو میں اس صورتِ حال میں کتنے حصے اور سامان کی حق دار ہوں اور مجھے کیا مل سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحتِ سوال و بعد ادائے حقوقِ دادی کے مکان

میں سے تو آپ کا کوئی حصہ نہیں بنتا؛ اس لئے کہ آپ کے والد صاحب کا انتقال دادی کی زندگی میں ہو چکا ہے؛ البتہ آپ اپنی والدہ مرحومہ کے ترکہ میں حسبِ حصصِ شرعیہ حق دار ہیں، یعنی والدہ کے انتقال کے وقت اُن کے جو وارثین موجود ہوں، اُن میں آپ کو اپنا حصہ ملے گا، اُس حصہ پر کسی اور کے لئے قبضہ کرنا درست نہ ہوگا، مسئلہ صورت میں آپ کے چچا وغیرہ کو چاہئے کہ وہ آپ کا حصہ آپ کو ادا کریں۔

عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه عن ابنة ابنة ابن وأخت، فقال:

للأبنة النصف وللأخت النصف، قال: وأت ابن مسعود فسيتا بعني فستل عنها ابن مسعود وأخبر بقول أبي موسى فقال: لقد ضللت إذا وما أنا من المهتدين،

أقضي فيه بما قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم للإبنة النصف ولابنة الابن
السدس تكملة للثلاثين وما بقي فلأخت. (السنن الكبرى ۲۸۱/۹ رقم: ۱۲۵۶۵، سنن ابن
ماجة ۱۹۵/۱ رقم: ۲۷۲۱، سنن أبي داؤد ۴۰۰/۲ رقم: ۲۸۹۰)

للبنات ستة أحوال ثلاثة تتحقق في بنات الصلب وبنات الابن، وهي
النصف للواحدة، والثلاثان للأكثر، وإذا كان معهن ذكر عصبهن. (شامي، كتاب
الفرائض / قبيل فصل في العصابات ۵۱۵/۱۰ زكريا) فقط والله تعالى أعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۳/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا والدہ کی تنہا بی بی جائیداد صرف لڑکیوں ہی کا حصہ ہے؟

سوال (۱۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: ایک صاحبہ کو اپنے والد کی جانب سے کچھ ملکیت حاصل ہوئی تھی، اب اُن صاحبہ کا انتقال ہو گیا،
اُن کے کچھ لڑکیاں اور لڑکے ہیں، لڑکیاں یہ کہتی ہیں کہ والدہ کو جو ملکیت نانیہال سے ملی تھی اُس کے
حق دار صرف ہم (لڑکیاں) ہیں، بھائی کا اُس میں کوئی حصہ نہیں ہے، کیا اُن کا یہ کہنا صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: والدہ کی ہر طرح کی ملکیت میں لڑکے لڑکیاں سب
حسب حصص شرعیہ شریک ہیں، لڑکیوں کا یہ کہنا کہ نانیہالی ترکہ کی صرف وہی مستحق ہیں، صحیح نہیں ہے۔
قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بينهم على حسب حصصهم. (شرح
المحله لسليم رستم باز ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۲ دار الكتب العلمية بيروت) فقط والله تعالى أعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۱۱/۲۳ھ

۴۰ رگز زمین ۵ لڑکوں میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

سوال (۱۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فروزی بیگم کا انتقال ہوا، اُس نے اپنے وارثوں میں پانچ لڑکے چھوڑے: محمد احمد، افتخار عرف وگن، یسین، محمد میاں اور طیب، مرحومہ فروزی بیگم کا ترکہ کس کو کتنا ملے گا؟ ۴۰ رگز زمین ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں ہر ایک لڑکے کو ۸-۸ رگز مکان

ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۹/۱۹ھ

معشوق کے ساتھ فرار ہونے والی لڑکی کو باپ کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال (۱۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بیٹی جو کہ اپنے والدین کی مرضی کے خلاف کسی غیر شخص کے ساتھ بھاگ جائے اور اُس کے ساتھ رشتہ ازدواج قائم کر لے جس کی وجہ سے ناراض ہو کر اُس کے والدین قریب بیس سال سے بیٹی سے قطع تعلق کر لیں اور اسی حالت میں بیٹی کے والد کا انتقال ہو جائے، تو کیا بیٹی والد کے مال و متاع میں کسی طرح کی حق دار ہوگی؟ اور اسی قطع تعلق کی حالت میں والدہ اپنی اس بیٹی کو چھوڑ کر اپنا مال و متاع اپنی بقیہ اولادوں کے نام کرنا چاہیں، تو کیا اس مسئلہ میں کوئی شرعی رکاوٹ تو نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: والدین کی مرضی کے خلاف لڑکی کے غیر شخص کے ساتھ

بھاگ کر نکاح کرنے سے اگرچہ لڑکی نے والدین کو ستا کر بہت سخت گناہ کا ارتکاب کیا ہے، جس پر

توبہ واستغفار لازم ہے؛ لیکن اس بنیاد پر وہ لڑکی اپنے والد کے ترکہ سے محروم نہ ہوگی؛ بلکہ حسبِ حصص شرعیہ باپ کی وراثت کی مستحق ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۶۳/۵: فتاویٰ رحیمیہ ۴۷۰/۶-۴۷۵، کفایت المفتی ۳۰۹/۸)

عن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يخلون

رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان. (مشکوٰۃ المصابيح ۲/۲۶۹)

عن عبد الله رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة

عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذي رقم: ۱۱۷۳، مسند بزار-البحر

الذخائر رقم: ۲۰۶۱، صحيح ابن خزيمة / باب اختيار صلاة المرأة في بيتها رقم: ۱۶۸۵، صحيح ابن

حبان / ذكر الأخبار عما يجب على المرأة رقم: ۵۵۹۸)

عن الأحوص قال: قال عبد الله: احبسوا النساء في البيوت؛ فإن النساء

عورة الخ. (المصنف لابن أبي شيبة ۵۴/۴ رقم: ۱۷۷۰۴ دار الكتب العلمية بيروت)

اور لڑکی کی نافرمانی کی وجہ سے اگر والدہ اپنی جائیداد سے نہ دے کر دیگر وارثین میں تقسیم

کر دیں اور اپنی زندگی میں انہیں قابض و ذلیل بنا دیں تو والدہ کے انتقال کے بعد مذکورہ نافرمان

لڑکی والدہ کی تقسیم کردہ جائیداد میں کسی حصہ کی مستحق نہ ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۶۳/۵: فتاویٰ رحیمیہ ۴۷۵/۶)

ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن

الميراث هذا خير من تركه كذا في الخلاصة. (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب

السادس في الهبة للصغير ۳۹۱/۴ دار إحياء التراث العربي بيروت)

أما إذا قصد الوالد الإضرار أو تفضيل أحد الأبناء على غيره بقصد

التفضيل من غير داعية مجوزة لذلك فإنه لا يبعه أحد. (تكملة فتح الملمم / كتاب

الهبة ۷۰/۳ مكتبة دار العلوم كراچی، ۷۰/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کر دینے کی وجہ سے لڑکیاں باپ کی وراثت سے محروم نہیں ہوتیں

سوال (۱۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کیا لڑکی شادی کر دینے کے بعد والدین کی جائیداد سے محروم ہو جاتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی کر دینے کی وجہ سے لڑکیاں باپ کی وراثت سے

محروم نہیں ہوتی ہیں؛ بلکہ اُن کا جو شرعی حصہ ہے باپ کے انتقال کے بعد اُن کو ملے گا۔

عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة

المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا /

باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۵/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی بہن کی موجودگی میں بیٹی کو کتنا ملے گا؟

سوال (۱۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اگر کوئی شخص اپنی موروثی جائیداد چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور اولاد میں صرف بیٹی

ہے، مرحوم کے بھائی و بہن بھی حیات میں، ان حالات میں بیٹی کو وراثت کا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرحوم نے اگر وارثین میں ایک لڑکی اور بھائی بہن کو

چھوڑا، تو کل ترکہ کا آدھا حصہ لڑکی کو ملے گا اور بقیہ حصہ بھائی بہنوں میں ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الْأُنثَىٰ﴾ کے حساب سے تقسیم ہوگا۔

قال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حِظِّ

الأنثيين﴾ (النساء: ۱۷۶، الشريفة على السراجية ۴۸)

وأما لبنات الصلب فأحوال ثلاث: النصف للواحدة. (السراجي ۱۲) فقط والله تعالى أعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر متروکہ مکان کے وارثین میں صرف ایک لڑکا لڑکی ہوں تو تقسیم کس طرح ہوگی؟

سوال (۱۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میرے والد بزرگ نے ایک مکان چھوڑا ہے، جس کا میں اور میری بہن مالک ہیں، اور باقی نصف میرے حقیقی چچا صاحب نے صرف میرے نام کر دیا، جس میں کوئی شریک نہیں، اب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میری بہن کا کتنا حق ہے اور میرا کتنا حق ہے؟ اُس کے بعد وہ نصف حصہ باقی حصہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟ جو میرے چچا نے مجھے لکھا ہے، یا اُس کا میں تنہا مالک ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد ادائے حقوق مسئلہ صورت

میں مکان کا جو نصف حصہ آپ کے چچا نے آپ کو بہہ کر کے مالک و ذخیل بنا دیا ہے، تو اُس میں تو صرف آپ تنہا ہی حق دار ہیں، اُس حصہ میں آپ کی بہن کا حصہ نہیں ہے، اور باپ کے چھوڑے ہوئے نصف حصہ میں دو تہائی کے آپ مالک ہیں اور ایک تہائی آپ کی بہن کا حصہ ہے۔

قال الله تبارک و تعالیٰ: ﴿لِلَّذَكَرِ مِثْلُ حِظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

يملك الموهوب له الموهوب بالقبض. (شرح المحلة ۴۷۳/۱ ۴۷۳/۱ رقم المادة: ۸۶۱)

کوثہ، کذا فی الفتاویٰ الہندیہ / کتاب الہبۃ ۴/۴ ۳۷ زکریا، فقط والله تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس مکان کو بیٹوں کے نام بیع نامہ کرایا اُس میں بیٹیوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

سوال (۱۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: جس مکان کو میں نے بیٹوں کے نام بیع نامہ کرایا ہے اُس میں بیٹی کا حق ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مکان کو آپ نے

بیٹوں کے نام بیع نامہ کرایا تھا اُس پر فی الحال آپ ہی کا قبضہ ہے، آپ نے اب تک بچوں کے قبضہ میں نہیں دیا ہے، اس لئے وہ مکان آپ ہی کی ملکیت ہے، بچوں کو قبضہ دلانے سے پہلے پہلے اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو اُس مکان کا شمار بھی آپ کے ترکہ میں ہوگا، اور بیٹی بھی بیٹوں کے ساتھ اس میں حسبِ حصصِ شرعیہ حق دار ہوگی، بیٹوں کے محض نام ہونے کی وجہ سے بیٹی کا حصہ شرعاً ساقط نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱۷۶۳)

وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضاً مميزاً غير مشغول. (الدر

المختار مع الشامي / كتاب الهبة ۴۸۹/۸ زکریا)

ويشترط أن يكون الموهوب مقسوماً ومفروضاً وقت القبض لا وقت الهبة،
بدليل أنه لو وهب له نصف الدار شائعاً ولم يسلم حتى وهب النصب الآخر
وسلم الكل تجوز، كذا في الظهيرية. ولا يتم حكم الهبة إلا مقبوضة، ويستوي
فيه الأجنبي والولد إذا كان بالغاً، هكذا في المحيط لا يثبت الملك
للموهوب إلا بالقبض هو المختار، هكذا في الفصول العمادية. (الفتاوى الهندية،

كتاب الهبة / الباب الثاني ۳۷۷/۴-۳۷۸ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۵/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک بیٹے اور ایک بیٹی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد و قار حسین کا انتقال ۱۲ جنوری ۲۰۱۰ء کو ہو گیا، و قار حسین کے چار بچے ہیں دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، ایک لڑکا اور ایک لڑکی و قار حسین کی زندگی میں ہی انتقال کر چکے ہیں، اب ایک لڑکا اور ایک لڑکی زندہ ہیں، و قار حسین ایک مکان اور کچھ نقد چھوڑ کر مرے ہیں، ایک دوکان ان کے پاس کرایہ کی تھی، اس دوکان کو وہ اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے کے نام مالک دوکان سے رسید کٹوا دی تھی، اب رسید بیٹے کے نام آتی ہے، وہ اس دوکان پر کام کرتا ہے، اور و قار حسین کی بیوی کا بھی و قار حسین کی حیات میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال آپ کے والد و قار حسین نے جو بھی ترکہ چھوڑا ہے، اُس کو تین برابر حصوں میں تقسیم کر کے دو حصے بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو ملے گا اور والد صاحب کی دوکان میں موجود مال اُن کے ترکہ میں شامل ہوگا، جس کو درج بالا تناسب سے تقسیم کیا جائے گا؛ لیکن دوکان کی کرایہ داری تقسیم نہیں ہوگی؛ اس لئے کہ والد نے اپنی زندگی ہی میں اُن کے نام رسید بنوا دی تھی۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَّيْنَ، فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ، وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَّيْنَ﴾ (النساء: ۱۷۶، شریفیہ ۴۸)

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ

الانثيين. (تبیین الحقائق / کتاب الفرائض ۴۸۰/۷ دار الکتب العلمیة بیروت)

أما الذي يرجع إلى العاقد فرضي المتعاقدین لقوله عز وجل: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَاكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۹] - إلى قوله - فلا يصح مع الكراهة والهزل والخطأ؛ لأن هذه العوارض تنافي الرضا فتمنع صحة الإجارة؛ ولهذا منعت صحة البيع. (بدائع الصنائع ۲۴/۴ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۲/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کی جائیداد میں لڑکے اور لڑکیوں کا حصہ

سوال (۱۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوا، تو انہوں نے قریب ساڑھے آٹھ بیگھ کا باغ اور رہنے کا مکان چھوڑا، اُن کے چار لڑکے عزیز الحق، رئیس الحق، نواب الحق، شادویز الحق اور دو لڑکیاں: مہتاب النساء اور معراج النساء ہیں، نواب الحق کو قریب آٹھ سال انتقال ہوئے ہو گئے ہیں، باغ کو مع زمین کے بارہ لاکھ ستانوے ہزار دو سو چالیس (۱۲۹۷۲۴۰) روپے میں فروخت کر دیا گیا ہے، ۲۴۰۷۲۸/ روپے بھائی کے دس آنے بہن کے، پانچ آنے کے حساب سے ہر ایک بھائی کے حصہ میں:

| | |
|-----------------------------------|-----------------------------------|
| عزیز الحق کے حصہ میں: 2,59,448 | شادویز الحق کے حصہ میں: 2,59,448 |
| رئیس الحق کے حصہ میں: 2,59,448 | نواب الحق کے حصہ میں: 2,59,448 |
| مہتاب النساء کے حصہ میں: 1,29,724 | معراج النساء کے حصہ میں: 1,29,724 |

اگر یہ تقسیم مذہب اسلام کی روشنی میں ٹھیک ہے تو اس پر آپ اپنی مہر لگادیں، ورنہ ٹھیک حساب لکھ دیں، مزید یہ فتویٰ بھی دیں کہ جو حصہ دار کسی کا حصہ نہ دے گا تو اس کا حشر کے میدان میں کیا حال ہوگا؟ کیا سزا ملے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کے والد صاحب کے ترکہ میں زمین باغ وغیرہ میں اُن کے سبھی وارثین لڑکے اور لڑکیاں شریک ہیں، اور لڑکے کو دوہرا اور لڑکی کو اکہرا حصہ وراثت میں ملتا ہے، اس اعتبار سے آپ نے باغ کی فروخت کی رقم کی تقسیم کا جو حساب بنایا ہے، وہ صحیح ہے اور بھائیوں نے اپنے حصہ شرعی سے جو زائد رقم لے لی ہے وہ واپس کرنی ضروری ہے؛ تاکہ بہنوں کو اُن کا حق دیا جاسکے، اُن بھائیوں میں سے جو بھی زائد رقم واپس نہیں کرے گا اور قصداً بہنوں کو محروم رکھے گا، وہ آخرت میں سخت مواخذہ دار رہے گا۔ احادیث شریفہ میں ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کی ایک بالشت زمین بھی غصب کر لے تو آخرت میں اُسے اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا، اور یہ غاصب اسے اٹھانہ پائے گا۔ (العیاذ باللہ) اور جو والد صاحب کا مکان ابھی تقسیم نہیں ہوا ہے، اس کو بھی ان لڑکے اور لڑکیوں میں درجہ بالاتناسب سے تقسیم کرنا لازم ہے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۹]

عن سعيد بن زيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

قال: من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحیح

البخاري، باب ما جاء في سبع أرضين ۴۵۴/۲ رقم: ۳۱۹۸، صحیح مسلم رقم: ۱۶۱۰، مشکاة المصابيح /

باب الغصب ۲۵۴ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التقيح ۶۱۰/۵ رقم: ۲۹۳۸ دار النوادر فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۳/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۴ لڑکے اور ۳ لڑکیوں کے درمیان زندگی میں جائیداد کی تقسیم

سوال (۱۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہماری والدہ راشدہ بیگم اپنی حیات میں اپنی جائیداد تقسیم کرنا چاہتی ہیں، اُن کے چار لڑکے تین لڑکیاں ہیں، تو شرعاً کس طرح تقسیم ہوگی؟ کس کے کتنے کتنے حصے ہوں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسؤلہ صورت میں اگر آپ کی والدہ راشدہ بیگم اپنی زندگی میں وارثین کے درمیان تقسیم کر کے ہر ایک کو مالک و ذخیل بنانا چاہتی ہے، تو اُس کے لئے حکم یہ ہے کہ لڑکیوں کو بھی لڑکوں کے برابر دیں؛ کیوں کہ زندگی میں اولاد کے درمیان برابری کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز راشدہ بیگم کو اس کی بھی اجازت ہے کہ ایک تحریر تیار کریں کہ میری وفات کے بعد سب موجود وارثین حسب حصص شرعیہ مستحق وراثت ہوں گے، ایسی صورت میں اُن کی وفات کے بعد ہر لڑکے کو دو ہر لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا، اور جب تک وہ حیات رہیں گی کل مال کی مالک و متصرف رہیں گی، اور وفات کے بعد شریعت کے مطابق وارثین میں جائیداد تقسیم ہوگی۔

عن أبي صفرۃ قال: سمعت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ یخطب قال:
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اعدلوا بین اولادکم، اعدلوا بین اولادکم.

(شعب الإیمان للبیہقی ۴۰۸/۶ رقم: ۸۶۹۱)

یعطی الابنۃ مثل ما یعطی للابن وعلیہ الفتویٰ وھو المختار. (الفتاویٰ الہندیۃ

/ الباب السادس فی الہبۃ للصغیر ۳۹۱/۴، شامی ۵۰۱/۸ زکریا)

وفی الخلاصۃ: المختار التسویۃ بین الذکر والأنثیٰ فی الہبۃ، ولو کان

ولده فاسقاً. (البحر الرائق / کتاب الہبۃ ۲۸۸/۷ کراچی، ۴۹۰/۷ زکریا)

وفی السراجیۃ: وینبغی أن یعدل بین أولاده فی العطايا، والعدل عند أبي یوسف

أن یعطیہم علی السواء ھو المختار. (مجمع الأنھر ۴۹۷/۳، الفتاویٰ السراجیۃ ۴۱۰)

قال العبد الضعیف محمد تقی العثماني: قد ثبت بما ذکرنا أن مذهب الجمهور

فی التسویۃ بین الذکر والأنثیٰ فی حالۃ الحیاۃ أقوى وأرجح من الدلیل، ولكن ربما

خطر بالبال إن هذا فيما قصد فيه الأب العطية والصله، وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه فيما بين أولاده في حياته؛ لتلا يقع بينهم نزاع بعد موته؛ فإنه وإن كان هبة في الاصطلاح الفقهي؛ ولكنه في الحقيقة والمقصود استعجال لما يكون بعد الموت، وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث، فلو قسم الرجل في مثل هذه الصورة ﴿لَلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ على قول الإمام أحمد ومحمد بن الحسن، فالظاهر

أن له ذلك يسع له. (تكملة فتح الملهم ۷۵/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۷/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲ بیٹے اور ۱ بیٹی کے درمیان ساڑھے نو لاکھ روپے کی تقسیم

سوال (۱۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کا انتقال ہو گیا، انہوں نے دو بیٹے عمر اور بکر اور ایک بیٹی صفیہ کو چھوڑا، جائیداد میں زید نے صرف مکان چھوڑا، اُن کی اولاد نے اتفاق رائے سے اس مکان کو فروخت کیا، مکان کی قیمت مبلغ ۹ لاکھ ۵۰ ہزار روپے ہے، مذکورہ رقم میں سے دونوں بیٹے عمر اور بکر کو کتنا کتنا ملے گا؟ اور ایک بیٹی صفیہ کو حصہ میں کتنی رقم ملے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کے متروکہ مکان کی قیمت نو لاکھ پچاس ہزار

روپے درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی:

مسئلہ: ۱/۶ تداخل ترکہ ۱۹۰۰۰۰/۹۵۰۰۰۰

| میراث | | لڑکی | | لڑکے | |
|------------------|-----|-------------|-------------|------|------|
| روپے | بکر | عمر | صفیہ | لڑکی | لڑکے |
| ۲ | ۲ | ۲ | ۱ | ۱ | ۱ |
| ترکہ ۳۸۰۰۰۰/روپے | | ۳۸۰۰۰۰/روپے | ۱۹۰۰۰۰/روپے | | |

مرحوم زید کا کل ترکہ پانچ سہام میں تقسیم ہو کر اُن کے شرعی ورثہ کو اتنا اتنا ملے گا جو اُن کے نام کے نیچے ترکہ کے سامنے درج ہے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَّيْنَ، فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَّيْنَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

فقد دلت الآیة علی أن أحوال البنات الصلیبات ثلاث:

الأولی: - أن یكون معهن ابن صلیبی أو أبناء، ففي هذه الحالة یكون الجمیع عصبه للذکر مثل حظ الأنثیین، ویأخذون التركة كلها إن لم یکن للمورث أصحاب فرض، أو الباقي بعد أصحاب الفروض. (الموسوعة الفقهیة / مادة: إرث / أصحاب الفروض، أحوال البنت ۳۷/۳ وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامیة الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۲/۴/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۳ لڑکے اور ۴ لڑکیوں کے درمیان ۷/۳ بیگھے زمین کی تقسیم

سوال (۱۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: جناب خیر اللہ مرحوم کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ میں ۷/۳ بیگھے زمین ہے جس کی قیمت تقریباً ۳ لاکھ روپے بیگھے ہے، اور خیر اللہ مرحوم کے کل سات بچے ہیں جن میں تین لڑکے ہیں، جن کے نام یہ ہیں: صدر الدین، معین الدین، جلال الدین، اور چار لڑکیاں: سبتون، ساجدہ، شاکرہ، ہاجرہ۔

تو اب اس ترکہ میں اُن ورثہ کا شریعت کے حساب سے کس کا کتنا کتنا حصہ ہوگا؟

نوٹ: - اگر کسی نے بہنوں کا حصہ نہیں دیا تو شریعت کے مطابق اس کا کیا حشر ہوگا؟ اس

کی بھی وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد ادائے حقوق متقدمہ علی

الارث و عدم موانع ارث خیر اللہ مرحوم کا ترکہ حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

مسئلہ: ۱۰: تباہین ترکہ: ۳۷/ بیگہ زمین

| لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکی | لڑکی | لڑکی |
|-------|------------|------------|-----------|-------|-------|-------|-------|
| روؤس | معین الدین | جلال الدین | صدر الدین | ساجدہ | شاگرہ | ہاجرہ | سبتون |
| ۲ | ۲ | ۲ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ |
| ۳۷/۱۰ | ۳۷/۱۰ | ۳۷/۱۰ | ۳۷/۱۰ | ۳۷/۱۰ | ۳۷/۱۰ | ۳۷/۱۰ | ۳۷/۱۰ |
| بیگہ | بیگہ | بیگہ | بیگہ | بیگہ | بیگہ | بیگہ | بیگہ |

اور قیمت کے اعتبار سے تقسیم درج ذیل طریقے پر ہوگی:

مسئلہ: ۱۰: تداخل ترکہ: ۱۱۱۰۰۰۰/۱۱۱۰۰۰۰

| لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکی | لڑکی | لڑکی |
|---------|------------|------------|-----------|---------|---------|---------|---------|
| روؤس | معین الدین | جلال الدین | صدر الدین | ساجدہ | شاگرہ | ہاجرہ | سبتون |
| ۲ | ۲ | ۲ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۱ |
| ۲۲۲۰۰۰۰ | ۲۲۲۰۰۰۰ | ۲۲۲۰۰۰۰ | ۱۱۱۰۰۰۰ | ۱۱۱۰۰۰۰ | ۱۱۱۰۰۰۰ | ۱۱۱۰۰۰۰ | ۱۱۱۰۰۰۰ |
| روپے | روپے | روپے | روپے | روپے | روپے | روپے | روپے |

خیر اللہ مرحوم کا کل ترکہ یعنی ۳۷/ بیگہ زمین دس حصوں میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا

جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

اور بہنوں کا حصہ نہ دینا صریح ظلم ہے، اگر دنیا میں ادا نہ کیا تو آخرت میں وہ حصہ گلے میں

طوق بنا کر ڈالا جائے گا اور سخت ذلت و رسوائی ہوگی۔

عن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم قال: من اقتطع شبراً من الأرض ظلماً طوقه اللہ إیاءہ یوم القیامۃ

من سبع أرضین. (صحیح مسلم ۳۲۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۳ لڑکوں اور ۳ لڑکیوں کے درمیان ۵۰۰ گز مکان کی تقسیم

سوال (۱۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انوار حسین کا انتقال ہو گیا، اُن کے ورثہ میں تین لڑکے: انصار حسین، محمد ایوب، محمد کامل، تین لڑکیاں: بی بی بیگم، بے بی بیگم، شکیلہ خاتون ہیں، اور ترکہ میں ۵۰۰ گز مکان ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ ورثہ میں ہر ایک موجود وارث کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت و بعد ادائے حقوق ما تقدم و عدم موانع

ارث مرحوم انوار حسین کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۹ تباین ترکہ: ۵۰۰ گز

| لڑکے | | لڑکیاں | |
|----------|-----------|-----------|------------|
| انصار | محمد ایوب | محمد کامل | بی بی بیگم |
| شکیلہ | | | |
| ۲ | ۲ | ۲ | ۱ |
| ۹۱۱۱۱ گز | ۹۱۱۱۱ گز | ۹۱۱۱۱ گز | ۹۱۱۱۱ گز |

مرحوم انوار حسین کا کل ترکہ ۹ برابر سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے

نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَّيْنَ، فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ، وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الْأُنثِيَّيْنَ﴾ [النساء: ۱۷۶، شریفیہ ۴۸]

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ

الانثيين. (تبیین الحقائق / كتاب الفرائض ۴۸۰/۱۷ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱۲/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۴ لڑکے اور ۴ لڑکیوں کے درمیان ۳۵ لاکھ کی تقسیم

سوال (۱۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: حاجی محمد یوسف کا انتقال ہو گیا، اُن کے ورثہ میں چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، سب شادی شدہ ہیں، اور ترکہ میں ۳۵ لاکھ روپے ہیں۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ ورثہ میں ہر ایک وارث کو کتنے کتنے روپے ملیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال و بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث

عدم موانع ارث مرحوم حاجی محمد یوسف صاحب کا ترکہ حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

۸۷۵۰۰۰/۳۵۰۰۰۰۰

توافق ۴

مسئلہ: ۳/۱۲

محمد یوسف میسر

| | | | | | | | | |
|----------|----------|----------|----------|----------|----------|----------|----------|------|
| لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | سہام |
| ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ترکہ |
| ۵۸۴۴۴۴/۲ | ۵۸۴۴۴۴/۲ | ۵۸۴۴۴۴/۲ | ۵۸۴۴۴۴/۲ | ۵۸۴۴۴۴/۲ | ۵۸۴۴۴۴/۲ | ۵۸۴۴۴۴/۲ | ۵۸۴۴۴۴/۲ | |
| روپے | روپے | روپے | روپے | روپے | روپے | روپے | روپے | |

مرحوم حاجی محمد یوسف کا کل مال ۱۲ حصوں میں تقسیم ہو کر اسی تناسب سے ترکہ میں سے ہر

وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اُن کے نام کے نیچے ترکہ کے سامنے درج ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الانثيين﴾ (النساء: ۱۷۶، شریفیہ ۴۸)

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ

الانثيين. (تبیین الحقائق / كتاب الفرائض ۴۸۰/۱۷ دار الکتب العلمیة بیروت)

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي

الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / باب العصبات ۵۱۶/۶
زکریا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۷/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۴ لڑکے اور ۴ لڑکیوں کے درمیان ۲۵ لاکھ روپے کی تقسیم

سوال (۱۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: ایک مکان محلہ پیرزادہ میں واقع ہے، اور ایک مکان محلہ گونیاں باغ میں ہے، اُن دونوں
مکانوں کی قیمت مبلغ پچیس لاکھ روپے ہے، وفات کے وقت چار لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں،
آٹھوں حصہ دار اسلام کے مطابق بٹوارہ چاہتے ہیں، فتویٰ دینے کی مہربانی کریں اور رقم کا خلاصہ
کر دیں، ہم لوگ قبر کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں۔

ہم چار بھائیوں میں دو بھائی بہنوں کو گاؤں کی رسم کا حوالہ دیتے ہوئے اُن کے حصے مارنا
چاہتے ہیں، حصہ مارنے والوں کی شریعت کے مطابق جو سزا ہوتی ہے وہ فتویٰ کے اندر تحریر فرمادیں،
قرآن عظیم کے اندر سورۃ النساء کا بھی حوالہ بھی تحریر فرمادیں، عین نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بر تقدیر صحت سوال آپ کے مرحوم والد کا کل ترکہ جس کی

قیمت حسب تحریر سوال ۲۵ لاکھ روپے ہے ان کے وارثین میں درج ذیل تفصیل کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۲/۱۲ توافق ۴ ترکہ ۲۵۰۰۰۰۰/۲۵ روپے/۲۲۵۰۰۰

نجیب اللہ می

رؤوس لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا

سہام ۲ ۲ ۲ ۲ ۲ ۲ ۲ ۲

ترکہ

روپے روپے روپے روپے روپے روپے روپے روپے

کل ترکہ ۱۲ سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

اور کسی بھی وارث کے لئے دوسرے وارث کا حق مارنا قطعاً جائز نہیں ہے، قرآن کریم میں یتیم کا مال ناحق کھانے والوں کے بارے میں سخت وعید ہے کہ وہ لوگ اپنے بیٹوں میں جہنم کی آگ بھرنے والے ہیں۔ اسی طرح احادیث شریفہ میں بھی دوسرے کی زمین اور حق غصب کرنے والوں کے متعلق سخت وعیدیں وارد ہیں، اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ دوسروں کا حق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور آخرت کے عذاب سے ڈرتا رہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الأنثیین﴾ (النساء: ۱۷۶، شریفیہ ۴۸)

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ

الانثیین. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ۴۸۰/۱۷ دار الكتب العلمية بيروت)

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي

الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / باب العصباء ۴۵۱/۶)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي

بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا﴾ [النساء: ۱۰]

عن سالم عن أبيه رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: من

أخذ شيئاً من الأرض بغير حقه خسف به يوم القيامة إلى سبع أرضين. (صحيح

البخاري، كتاب بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضين ۶۹۲/۱ رقم: ۳۱۹۶ دار الفكر بيروت، صحيح

مسلم ۳۳/۲، مشكاة المصابيح / باب الغضب والعارية / الفصل الثالث ۲۵۶)

عن يعلى بن مرة رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم

يقول: أيما رجل ظلم شبراً من الأرض كلفه الله عز وجل أن يحفره حتى يبلغ به

سبع أرضين، ثم يُطَوَّقَه يوم القيامة حتى يقضي بين الناس. (المسند للإمام أحمد بن حنبل

۱۷۳/۴، صحيح ابن حبان ۳۰۳/۱۷ رقم: ۵۱۴۲، الترغيب والترهيب مكمل، كتاب البيوع / باب

الترهيب من غضب الأرض وغيرها ۴۲۱ رقم: ۲۸۹۸ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱۱/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۴ لٹ کے اور ۳ لٹ کیوں کے درمیان ۳ سو گز مکان کی تقسیم

سوال (۱۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہماری نانی کا انتقال ہوا، مرحومہ نے چار لٹ کے اور تین لٹ کیوں چھوڑیں، جائیداد میں ایک مکان تین سو گز کا ہے، یہ مکان اُن کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد ادائے حقوق و عدم موانع ارث

آپ کی مرحومہ نانی کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

ترکہ: ۳۰۰ گز

مسئلہ: ۱۱

| مستقلہ | لٹ کا | لٹ کا | لٹ کا | لٹ کا | لٹ کی | لٹ کی | لٹ کی |
|--------|-------|-------|-------|-------|-------|-------|-------|
| ۱ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۱ | ۱ | ۱ |
| ۲۷ | ۵۴ | ۵۴ | ۵۴ | ۵۴ | ۲۷ | ۲۷ | ۲۷ |
| گز | گز | گز | گز | گز | گز | گز | گز |

کل ترکہ ۱۱ برابر سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حِظِّ

الْإُنثِيِّنَ﴾ (النساء: ۱۷۶، شریفیہ ۴۸)

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ

الانثيين. (تبیین الحقائق / کتاب الفرائض ۴۸۰/۱۷ دار الکتب العلمیة بیروت)

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، يأخذ ما بقي من سهام ذوي

الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاوى الهندية، کتاب الفرائض / باب العصبات

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۱۳۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۵ لڑکے اور ۳ لڑکیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کا ترکہ صرف وہی ایک مکان ہوگا جو زید کے انتقال کے وقت زید کے نام پر تھا اور اُس مکان میں زید مرحوم کے پانچ لڑکوں اور تین لڑکیوں کا حصہ کس تناسب سے ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: متروکہ مکان کو ۱۳/۱ برابر سہام میں تقسیم کر کے ہر لڑکے

کو دو سہام اور ہر لڑکی کو ایک ایک سہام ملے گا۔

مسئلہ: ۱۳

زید می

| | | | | | | | |
|------|------|------|------|------|------|------|------|
| لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکی | لڑکی |
| ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۱ | ۱ |

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

النَّثِيئِينَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۱۳۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۵ لڑکیاں، ۲ بھائی اور ۱ بہن کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص کے اس کی زندگی ہی میں والدین کا انتقال ہو گیا تھا، پھر اُس کی بیوی کا بھی انتقال ہو گیا تھا، اُس کے دو بیٹے تھے، اُن دونوں کا بھی اُس کی زندگی ہی میں انتقال ہو گیا، اب جب اس کا

انتقال ہوا تو اس کی پانچ بیٹیاں، دو بھائی اور ایک بہن زندہ ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کا ترکہ جو جائیداد اور نقد کی صورت میں ہے وہ ان پسماندگان کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد ادائے حقوق متقدمہ علی

الارث و عدم موانع ارث مرحوم کا کل ترکہ حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۳، تص: ۱۵

می

| | | | | | | | |
|------|------|------|------|------|-------|-------|-----|
| لڑکی | لڑکی | لڑکی | لڑکی | لڑکی | بھائی | بھائی | بہن |
| | | (۲) | | | (۱) | | |
| ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۱ | |

مرحوم کا کل ترکہ پندرہ حصوں میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے

درج ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۱]

الثانية: أن يكون للميت بنتان فأكثر، وليس معهن ابن للميت، فحينئذ

يكون لهن ثلثا التركة بالتساوي. (الموسوعة الفقهية / مادة: إرث / أصحاب الفروض، أحوال

البنات ۳۷/۳ كويت)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الْأُنثِيَّيْنَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

الحالة الثالثة: أن يكون مع الأخت الشقيقة أو الأخوات الشقيقات أخ

شقيق، فيكون لهن معه الباقي بعد أصحاب الفروض للذكر مثل حظ الأنثيين؛

لأنهن يصرن عصبه به، وهذا ما دل عليه قوله تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا

وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَّيْنَ﴾ (الموسوعة الفقهية / مادة: إرث / أصحاب الفروض،

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شمیم احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی اور پوتے کے درمیان مکان کی تقسیم

سوال (۱۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے بہنوئی کے والد ماجد حسین ولد کلن کا انتقال کافی عرصہ پہلے ہو چکا ہے، جنہوں نے اپنے انتقال پر اپنی ایک دختر شاہدہ کو اپنا وارث چھوڑا ہے، چوں کہ سید ذاکر حسین کا انتقال ماجد حسین کی حیات میں ہو چکا تھا، ذاکر حسین نے اپنی حیات میں ہی اپنی بیوی کو طلاق قطعی دے کر اپنی زوجیت سے آزاد کر دیا تھا جو ایک بچہ محبوب ذاکر کی حیات میں ۱۲/۲/۱۹۹۸ء کو پیدا ہوا تھا، طلاق قطعی کے بعد اُسے اپنے ساتھ لے گئی تھی، جو اب قریب ۱۳ سال کا ہے، نیز انہوں نے (ماجد نے) اپنی وفات پر ایک مکان ۴ منزلہ تعمیر شدہ ۲۲۰۵۱/۲ میٹر چھوڑا ہے، شاہدہ شادی شدہ تھی، طلاق سے پہلے پیدا شدہ بچہ محبوب اور دختر شاہدہ کو اس مکان سے کتنا ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اگر سوال میں ذکر کردہ تفصیلات

درست ہیں، تو ماجد حسین کا کل ترکہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر آدھا حصہ اُس کی لڑکی شاہدہ کو اور آدھا حصہ اس کے پوتے محبوب کو ملے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ أنه قال: ومیراث الولد أنه إذا توفی رجل أو امرأة فترک ابنة واحدة فلها النصف، فإن کانتا اثنتين فما فوق ذلك من الأناث كان لهن الثلثان، فإن كان معهن ذکر، فإنه لا فريضة لأحد منهم ويبدأ بأحد، إن شرکهم بفريضة فيعطي فريضته فما بقي بعد ذلك فهو بينهم للذكر مثل حظ

الانثيين. (السنن الكبرى للبيهقي ۲۸۳/۹ رقم: ۱۲۵۶۸)

وإن كان للميت بنت وابن ابن فلبنت النصف، والباقي لابن الابن.

(الفتاوى التاتارخانية / الفصل العاشر في بنات الصلب ۲۰/۲۲۴ زكريا)

العصبة وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي

الفروض. (الفتاوى الهندية / باب العصباء ۶/۴۵۱) فقط والله تعالى اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۵/۱۳۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائیوں اور بیٹیوں کے درمیان میراث کی تقسیم؟

سوال (۱۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے چار بھائی ہیں اور تین بیٹیاں تقریباً پانچ لاکھ کا مکان ہے، میرے انتقال کے بعد

بھائیوں کو کتنا ملے گا اور بہنوں کو کتنا ملنا چاہئے، قیمت کے اعتبار سے تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ کے انتقال کے بعد مذکورہ پانچ لاکھ کے مکان

میں سے دو تہائی آپ کی لڑکیوں کو ملے گا اور بقیہ بھائیوں کو ملے گا، اور اس تقسیم کا حتمی فیصلہ آپ کی

وفات کے بعد ہوگا۔

عن زيد بن بن ثابت أنه قال: وميراث الولد أنه إذا توفي رجل أو امرأة

فترك ابنة واحدة فلها النصف، فإن كانت اثنتين فما فوق ذلك من الإناث كان

لهن الثلثان، فإن كان معهن ذكر؛ فإنه لا فريضة لأحد منهم ويبدأ بأحد، إن

شركهم بفريضة فيعطي فريضته، فما بقي بعد ذلك فهو بينهم ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الأنثيين﴾ (السنن الكبرى للبيهقي ۲۸۳/۹ رقم: ۱۲۵۶۸)

وہل إرث الحي من الحي أم من الميت، المعتمد الثاني. شرح وھبانية

(الدر المختار ۴۹۳/۱۰ زكريا)

قال مشائخ بلخ: الإرث يجري بعد موت المورث. (الفتاوى التاتارخانية

۲۱۵/۲۰ رقم: ۳۳۰۷۸ زکریا)

سهم البنتين فصاعداً الثلثان، ولا يزال على ذلك وإن كثرتن هذا على قول عامة

الصحابه وعامة الفقهاء رحمهم الله. (الفتاوى التاتارخانية ۲۲۴/۲۰ رقم: ۳۳۰۹۶ زکریا)

العصبات وهم كل من ليس لهم سهام مقدر ويأخذ ما بقي من سهام ذوي

الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال، كذا في الاختيار شرح المختار. (الفتاوى

الهندية / الباب الثالث في العصبات ۴۵۱/۶ دار إحياء التراث الإسلامي العربي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۶/۲۳ھ

والدین اور ۷ بیٹیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ابو بکر کا انتقال ہو گیا، وارثین میں ۷ بیٹیاں اور والدین چھوڑے ہیں، بیوی کا بھی پہلے ہی

انتقال ہو چکا تھا، موجودہ وارثین کے درمیان ابو بکر کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بر تقدیر صحت واقعہ و بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث

وعدم موانع ارث ابو بکر کا ترکہ اس کے ورثہ کے درمیان حسب ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

ابو بکر مسئلہ: ۶، تص: ۴۲ تباين عدد مضروب: - ۷

| | | | | | | | | |
|-----|-----|------|------|------|------|------|------|------|
| ماں | باپ | بیٹی | بیٹی | بیٹی | بیٹی | بیٹی | بیٹی | بیٹی |
| سرس | سرس | | | | | | | |
| ۱ | ۱ | | | | | | | |
| ۷ | ۷ | | | | | | | |

ابوبکر کا ترکہ ۴۲ / برابر سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنے سہام ملیں جو اس کے نیچے درج ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں، بیوی، بھائی اور بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عتیق کا انتقال ہو گیا، اُس کے وارثین میں ایک ماں: سلیمہ، ایک بیوی: ریشمہ، ایک بھائی: شفیق اور دو بہنیں: نور جہاں، شاہ جہاں ہیں۔ اولاد کوئی نہیں ہے، مذکورہ بالا ورثہ میں سے کتنے کتنے سہام ملیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال و بعد اداء حقوق متقدم علی الارث و عدم موانع ارث مرحوم کا ترکہ اُن کے وارثین میں حسبِ حصص شرعیہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

| عتیق | مسئلہ: ۱۲، تصد: ۴۸ | تباہین | عَدْر مَضْرُوب: - ۴ |
|----------------|--------------------|--------|---------------------|
| ماں | بیوی | بھائی | بہن |
| ثلث | ربع | عصبہ | عصبہ |
| $\frac{۲}{۱۶}$ | $\frac{۳}{۱۲}$ | ۱۰ | $\frac{۲۰}{۵}$ |

مرحوم عتیق کا کل ترکہ ۴۸ حصوں میں تقسیم ہو کر اُسی کے تناسب سے ترکہ میں سے ہر وارث کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۶/۵/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں کو ثلث باقی ملنے کی مثال

سوال (۱۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ماں کو ثلث باقی کس صورت میں ملتا ہے؟ وارثین میں میت کا باپ اور ماں یا میت کی ماں اور دادا ہوں تو کس کو کتنا ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وارثین میں ماں کے ساتھ شوہر یا بیوی میں سے کوئی موجود ہو اور میت کے بھائی بہنوں میں سے کوئی نہیں ہے، تو شوہر یا بیوی کو حصہ دینے کے بعد باقیہ مال کا ثلث حصہ ماں کو دیا جائے گا۔ اور اگر وارثین میں صرف میت کے باپ اور ماں ہوں اور بھائی بہن نہ ہوں تو ماں کو کل مال کا ثلث ملے گا، اور باپ کو عصبہ ہونے کی بنا پر باقیہ کل ترکہ ملے گا۔ اسی طرح اگر وارثین میں صرف ماں اور دادا موجود ہوں تو ماں کو کل مال کا ثلث ملے گا اور دادا کو عصبہ ہونے کی بنا پر باقیہ کل ترکہ ملے گا۔

وأما للأُم فأحوال ثلاث وثالث الكل عند عدم هؤلاء المذکورین،
وثالث ما بقی بعد فرض أحد الزوجین، وذلك فی مسئلتین: زوج وأبویں،
وزوجة وأبویں. (السراجی فی المیراث ۱۸)

وأما للأب التعصیب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن
وإن سفل، والجد الصحیح كالأب إلا فی أربع مسائل ویسقط الجد
بالأب. (السراجی فی المیراث ص: ۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدہ، ۲/ بھائی، ۲/ بہن اور متبنی لڑکی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے بڑے بھائی صاحب حاجی ثناء الرحمن صاحب انتقال کر گئے ہیں، مرحوم کی ملکیت جائیداد اور سرمایہ داری اس کی تقسیم کے لئے آپ لوگوں کی مدد درکار ہے، جو کہ قرآن و حدیث کی

روشنی میں لکھ کر دیں؟ مرحوم کے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی، ایک لڑکی دو ماہ کی اسے گود لے لیا تھا اُس کی پرورش کر کے شادی بیاہ کر دی ہے۔

ورش میں لے پا لک لڑکی: بشریٰ رحمن، والدہ: نبیرہ خاتون، دو بھائی: مجیب الرحمن، حبیب الرحمن، دو بہنیں: تبسم شاہین، سنجیدہ پروین ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد اداۓ حقوق متقدمہ علی

الارث و عدم موانع ارث مرحوم حاجی ثناء الرحمن کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۶، تص: ۳۶

میت

| | | | | |
|-------|-------------|-------------|------|--------|
| ماں | بھائی | بھائی | بہن | بہن |
| نبیرہ | مجیب الرحمن | حبیب الرحمن | تبسم | سنجیدہ |
| ۱/۶ | ۱۰ | ۱۰ | ۵ | ۵ |
| سہام | | | | |

کل ترکہ ۳۶ برابر سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اُس کے نام کے نیچے درج ہے اور مرحوم کی لے پا لک لڑکی کو ثناء الرحمن کی وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا؛ البتہ اگر انہوں نے اُس کے لئے اپنی زندگی میں کوئی چیز ہبہ کر کے اسے قابض و مالک بنا دیا ہو تو وہ اُس کی مالک ہوگی، اس چیز کو مرحوم کے ترکہ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِإِخْوَتِهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

أما للأُم فأحوالٌ ثلاث: السدس مع الولد أو ولد الابن وإن سفل، أو مع

الإثنين من الإخوة والأخوات فصاعدًا. (السراجي في الميراث ۱۱، الفتاوى الهندية ۴۴۹/۶)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حِظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاثٍ: بالنسب: وهو القرابة، والسبب:

وهو الزوجية والولاء. (الفتاوى الهندية / أول كتاب الفرائض ۴۴۷/۶)

يملك الموهوب له، الموهوب بالقبض شرط لثبوت الملك وتتم

بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المحلة لسليم

رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث في أحكام الهبة ۴۷۳/۱ رقم المادة: ۸۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جد اور جدہ کی تعریف

سوال (۱۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: (۱) جدِ فاسد (۲) جدِ صحیح (۳) جدہ فاسدہ (۴) اور جدہ صحیح کسے کہتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) جدِ فاسد کی تعریف: جدِ فاسد وہ دادا ہے جس کی

میت کی طرف نسبت کرنے میں ماں کا واسطہ آتا ہو، جیسے نانا۔

الجد الفاسد أن كل جدّ يدخل في نسبته إلى الميت أم. (الفتاوى التاتارخانية

۲۴۴/۲۰ رقم: ۳۳۱۴۷ زکریا)

(۲) جدِ صحیح کی تعریف: جدِ صحیح وہ دادا ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں ماں کا

واسطہ نہ آتا ہو، جیسے دادا۔

الجد الصحيح أن كل جد لا يدخل في نسبته إلى الميت أم كأب الأب.

(السراجي في الميراث ص: ۱۰)

(۳) جدہ فاسدہ کی تعریف: جدہ فاسدہ اُس دادی کو کہتے ہیں، جس کی میت کی طرف

نسبت کرنے میں جدِ فاسد کا واسطہ آتا ہو، جیسے ماں کی نانی۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۷/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شریعت میں بہنوں کا کس پر کتنا حق ہے؟

سوال (۱۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورتوں کا کثرت سے یہ سوال ہوتا ہے کہ بھائی کا بہنوں پر کوئی حق نہیں، اس طرح بھائی بھی کہتے ہیں کہ ہم پر بہنوں کا کوئی حق اور ذمہ داری نہیں ہے، ہر طرح کا حق ماں باپ پر ہے، اور ماں باپ بڑھاپے کی حالت میں پہنچ گئے، تو بھائی کا بہنوں کے ساتھ شریعت کے اعتبار سے کیا معاملہ ہونا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت کی رو سے بہنوں کے بھائیوں پر حق کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بہنیں شادی شدہ ہوں، تو ان کے اخراجات کی ذمہ داری شوہروں پر ہے، بھائی اور باپ ذمہ دار نہیں ہوں گے؛ البتہ اگر بہنیں نابالغ یا طلاق شدہ ہوں یا بالغ غیر شادی شدہ ہوں، تو شرعاً والدین پر ان کے خرچ اور اخراجات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے؛ لیکن اگر ان چھوٹی بہنوں کے ساتھ کوئی بھائی بھی ہو، اور وہ اپنے خرچ کا خود کفیل ہو اور والدین محتاج ہوں، جو بڑھاپے کی وجہ سے کمانے پر قادر نہ ہوں، تو بھائیوں پر لازم ہے کہ وہی اپنی بہنوں کی ضروریات کا خیال رکھیں۔

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه في حديث طويل: قال عليه السلام: فاتقوا الله في النساء لهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف. (صحيح مسلم

/ باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم ۳۹۷/۱ رقم: ۱۲۱۷، نصب الرأية / باب النفقة ۲۷۱/۳ المجلس

محتاج له اولاد صغاراً محاوید وله ابن کبیر موسر أجبر علی نفقة أبیه وعلی نفقتهم أيضاً؛ لأن الأب کالمیت لفقره، ولو مات فنفتهم علیه کذا هنا. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب النفقات / الفصل الثالث فی نفقة ذوی الأرحام ۴۲۴/۵ رقم: ۸۳۶۵ زکریا، الفتاوی الهندیة، کتاب النفقات / الفصل الخامس فی نفقة ذوی الأرحام ۵۶۵/۱ زکریا)

ویجبر الابن إذا کان موسراً علی نفقة أولاد أبیه الصغار؛ لأن الفقیر کالمیت، فتجب علیهم نفقة إخوته. (تبیین الحقائق / کتاب النفقات ۳۳۰/۳ زکریا)

النفقة واجبة للزوجة علی زوجها مسلمة كانت أو کافرة، إذا سلمت نفسها إلى منزله، فعلیه نفقتها وکسوتها وسکنها. (الهدایة / باب النفقة ۴۳۷/۲ إدارة المعارف دیوبند) فقط واللہ تعالی اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۲/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کے مکان میں بہنوں کا حصہ

سوال (۱۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرحوم مولانا انوار الحق جو نبی تال مسجد میں امامت کرتے تھے، وہاں اُن کا ایک مکان تھا، اُن کے انتقال کے وقت ایک لڑکا دولڑکیاں تھیں، اُس وقت لڑکے کی عمر ۱۱ سال تھی، لڑکیوں کی عمر ۶/۸ سال کی تھی، لڑکے کا نام انصار الحق تھا، ماں بیٹے دونوں نے مل کر گھر کو سنبھالا، انصار الحق نے اپنی مرضی سے اور اپنی محنت اور خرچ سے الیکٹرانک کام سیکھا اور اپنی ماں بہنوں کے سارے خرچ پڑھائی لکھائی بہنوں کی شادی اپنی شادی بھی کی، انصار الحق کے چار بچے ہیں، دولڑکے دولڑکیاں ہیں، انصار الحق کا انتقال ۱۹۹۵ء میں ہوا، انتقال سے ایک مہینہ پہلے اُن کا مکان جل کر راکھ ہو گیا تھا، اُس کے بعد انصار الحق کی بیوی سعیدہ خاتون کے بھائی نے اُن کا ساتھ دیا، اُن کا مکان بنوا کر

دیا، ۵ سال تک نینی تال کے مکان میں رہیں، چھوٹی لڑکی کی طبیعت ۲۰۰۰ء سے خراب رہنے لگی، جس کی وجہ سے وہ نینی تال میں نہیں رہ سکی، اور ہلدوانی بھائی کے گھر پر رہی تھیں، اب ۲۰۰۷ء میں اُن کا مکان بک چکا ہے، اب اُن کے سر کی دونوں لڑکیاں اپنے باپ کی جائیداد میں حصہ مانگ رہی ہیں، جب بھائی نے اپنی دونوں بہنوں کا بچپن سے پڑھائی اور شادی کے سارے خرچ پورے کئے ہوں، تو کیا تب بھی اُن کے باپ کی جائیداد میں اُن کی بہنوں کا حصہ ہوگا؟ سعیدہ خاتون نے بہت تنگ حالی اور پریشانی کی زندگی گزاری ہے، بڑا لڑکا گھر سے بھاگا رہتا ہے، چھوٹا لڑکا اب ۱۸ سال کا ہوا ہے، مکان بکنے کے بعد ۵۰۰۰/۵ روپے آئے، جس میں سے ۳۷۵۰۰۰ روپے کا مکان ہلدوانی میں لے کر دے دیا، اور ذریعہ معاش نہ ہونے کی وجہ سے چھوٹے لڑکے کو پی سی او کی دوکان کرادی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مرحوم مولانا انوار الحق صاحب نے انتقال کے وقت جو مکان ترکہ میں چھوڑا تھا، اُس کی زمین میں اُن کے سبھی وارثین کا شرعی حق ہے؛ لہذا اُن کی لڑکیاں اگر اس جگہ میں اپنا حصہ مانگتی ہیں، تو وہ حق بجانب ہیں؛ تاہم یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ حسبِ تحریر سوال یہ پورا مکان جل کر راکھ ہو گیا تھا، جسے بعد میں سعیدہ بیگم (بہو انوار الحق) کے بھائیوں نے تعمیر کرایا، اس لئے تعمیر کی قیمت میں لڑکیوں کا حصہ نہ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جو مکان اب فروخت کیا گیا ہے، اُس میں جو قیمت کا حصہ زمین کے مقابلہ میں آتا ہے، صرف اُسی میں لڑکیوں کا حصہ ہے اور جو حصہ قیمت تعمیری ملبہ کے مقابلہ میں ہے، اُس میں لڑکیوں کا حق نہیں، اور بہنوں کی شادی وغیرہ میں بھائی انصار الحق نے جو کچھ اخراجات کئے وہ بھائی کی طرف سے بہنوں پر احسان تھا، اُس کی وجہ سے بہنیں اپنے والد کی وراثت سے محروم نہ ہوں گی۔

مستفاد وإذا كان أرض وبناء فعن أبي يوسف أنه يقسم كل ذلك على

اعتبار القيمة. (الهداية ۴۱۶/۳)

ویقسم فی المنقول والعقار المشتري، ودعوى الملك یعنی یقسم فی الموروث المنقول والعقار المشتري، وفيما إذا ادعوا الملك ولم يذكروا كيفية انتقاله إليهم قسم بقولهم من غير إقامة بينة، أما في المنقول والعقار المشتري فلما بينا من المعنى والعرف. (البحر الرائق ۱۴۹/۸ كراچی)

وقسم نقلي يدعون إرثه بينهم، أو ملكه مطلقاً أو شرائه وقلت: ومن النقلي البناء والاستيجار حيث لم تتبدل المنفعة بالقسمة، وإن تبدلت فلا جبر، قاله شيخنا: وعقار يدعون شرائه، أو ملكه مطلقاً. (الدر المختار مع الشامى ۳۷۴/۹ زكريا) ويجوز بيع أحدهما نصيبه من شريكه في جميع الصور، ومن غير شريكه بغير إذنه إلا في صورة الخلط والاختلاط. (الفتاوى الهندية ۳۰۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۹/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائیوں کی خرید کردہ ذاتی زمین میں بہن کا حصہ مانگنا

سوال (۱۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالصمد صاحب کارخانے دار کے یہاں ایک پنچایت ہوئی، مکان کی تقسیم کے بارے میں محمد نور صاحب مرحوم نے اپنا مکان پیسے کے پاس رہن رکھ دیا تھا، اُن کے یعنی محمد نور صاحب مرحوم کے دو لڑکے ایک لڑکی بھی ہے، بڑے لڑکے کا نام عبدالحمید ولد محمد نور صاحب تھا، کچھ ٹائم کے بعد پیسے سے مقدمہ چلا، دوران مقدمہ محمد نور صاحب کا انتقال ہو گیا، انتقال کے بعد محمد نور کے خلاف ڈگری ہوئی، جس کو تازاد بھائی قدرت اللہ نے خریدی، قدرت اللہ سے کچھ ٹائم کے بعد ڈگری رقم دیگر دونوں بھائیوں نے روپے دے کر ڈگری زبانی خرید لی، بذریعہ پنچایت کہ عبدالحمید کے لڑکوں کا کہنا تھا کہ پھوپھی نے بھی روپیہ دیا تھا، عبدالحمید کے لڑکوں کا کہنا تھا کہ پھوپھی نے روپے نہیں دیا، اُس پر محلہ کی پنچایت ہوئی، ایک بزرگ سے پنچایت نے دونوں فریق کی موجودگی میں حلفیہ

بیان لیا، انہوں نے بھی یہی بتایا کہ دونوں لڑکوں یعنی عبدالمجید اور عبدالحمید نے روپے دیا ہے، دیگر حضرات سے بھی یہی شہادت ملی، جس کو دونوں فریق نے منظور کیا، تو اس صورت میں لڑکی کا حق اُس مکان میں بنتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جن دو لڑکوں نے اپنی ذاتی رقم خرچ کر کے مذکورہ

زمین کی ڈگری قدرت اللہ سے خریدی ہے، وہی اُس کے مالک ہیں؛ کیوں کہ یہ زمین بچنے کے قرض میں میت کی ملکیت سے نکل گئی تھی، اُن دونوں نے اُسے از سر نو خریدا ہے؛ لہذا وہی دونوں بھائی اُس زمین کے مالک ہوں گے، اور اُن کے مرنے کے بعد اُن کے ورثہ حسبِ حصصِ شرعیہ اس کے مستحق ہوں گے، اور اس خریداری میں چونکہ بہن کے خریدنے اور رقم لگانے کا ثبوت نہیں ہو سکا ہے؛ لہذا بہن کے ورثہ کا حق اُس مکان میں نہ ہوگا۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (تفسير البيضاوي ۷)

ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله. (السراجي في الميراث ۴)

كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بينهم على حسب

حصصهم. (شرح المحلة، كتاب الشركة / الفصل الثالث في الديون المشتركة ۶۱۰/۱ رقم: ۱۰۹۲)

لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من

الأموال. (شامي / كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ دار الفكر بيروت، ۴۹۳/۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۷/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائیوں کا بہنوں کو حصہ دینے میں ٹال مٹول کرنا

سوال (۱۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک صاحبِ نصاب اور اُن کی بیوی کا انتقال لگ بھگ ۱۰ سال پہلے ہو گیا ہے، جو اپنی

ملکیت میں ایک پختہ مکان چھوڑ گئے ہیں، جن کے سات وارث ہیں، تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، اب تینوں لڑکے کے مکان کی تقسیم تین حصوں میں آپس میں کرنا چاہتے ہیں، بہنوں کے اپنے اپنے جائز حقوق مانگنے پر بھائیوں کا یہ کہنا ہے کہ مکان جب فروخت ہوتا ہے تب بہنوں کا قانوناً و شرعاً حصہ بنتا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: والد اور والدہ کے انتقال کے بعد ان کا متروکہ مال ان کی جتنی اولادیں ہیں، سب کے درمیان حسبِ حصص شرعیہ تقسیم ہوگا؛ لہذا بھائیوں کو اپنی بہنوں کو حصہ نہ دینا حرام اور ناجائز ہے، سبھی بھائی گنہگار ہوں گے، اور ان بھائیوں کے نہ دینے سے بہن وراثت سے محروم نہیں ہوں گی۔

عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۵/۵ھ

بہنوں کا حصہ ضبط کرنا جائز نہیں

سوال (۱۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چار بیگہ آراضی گرام بھینسیہ میں واقع ہے، نجیب اللہ ولد حاجی عظیم اللہ کی خرید کردہ ہے، جس کی قیمت ایک کروڑ روپے ہے جس سے دوسرے لوگ کاشت کاری کرتے ہیں۔ ایک زمین واقع راپور روڈ ملک مصطفیٰ آباد میں ہے، وہ بھی چار بیگہ آراضی ہے، یہ بھی ان ہی کی خرید کردہ ہے، اس زمین کی قیمت بھی پچاس لاکھ روپے کی ہے۔

ورش میں چار بھائی (لڑکے) چار بہن (لڑکیاں) شریعت کے مطابق بٹوارہ چاہتے ہیں،

فتویٰ دینے کی مہربانی فرمائیں اور رقم کا خلاصہ کریں، ہم لوگ قبر کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں، ہم چار بھائیوں میں دو بھائی بہنوں کو گاؤں کی رسم کا حوالہ دیتے ہوئے ان کے حصے مارنا چاہتے ہیں، حصہ مارنے والوں کی شریعت کے مطابق جو سزا ہوتی ہو وہ فتویٰ کے اندر تحریر کریں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال نجیب مرحوم کی ڈیڑھ کروڑ کی آراضی

ان کے وارثین میں درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگی:

| مسئلہ: ۱۲ | | | | | | | |
|----------------|---------|---------|---------|---------|---------|---------|---------|
| نجیب اللہ میاں | | | | | | | |
| روٹوس | | | | | | | |
| سہام | | | | | | | |
| ترکہ | | | | | | | |
| ۱ | ۱ | ۱ | ۱ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ |
| ۱۲۵۰۰۰۰ | ۱۲۵۰۰۰۰ | ۱۲۵۰۰۰۰ | ۱۲۵۰۰۰۰ | ۲۵۰۰۰۰۰ | ۲۵۰۰۰۰۰ | ۲۵۰۰۰۰۰ | ۲۵۰۰۰۰۰ |
| روپے | روپے | روپے | روپے | روپے | روپے | روپے | روپے |

کل ترکہ ۱۲ سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ اور جو بھائی، بہنوں کا حصہ دینا نہیں چاہتے وہ شرعاً ظالم اور گنہگار ہیں، اگر انہوں نے بہنوں کا حصہ ادا نہیں کیا، تو آخرت میں مواخذہ دار ہوں گے، اور سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔

عن سعید بن زید رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من أخذ من حق امرئ من المسلمين شبراً بغير حق طوقه الله تعالى يوم القيامة سبع أراضين. (صحيح البخاري ۳۲۲۳۳۱/۱ رقم: ۲۳۸۸، صحيح مسلم ۳۳/۲، المعجم الأوسط للطبراني ۱۶۷/۶ رقم: ۸۳۸۳)

عن أنس ابن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من فر من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ۲۶۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱۱/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہن کو بھات دینے کی وجہ سے اُس کا حق وراثت ساقط نہیں ہوتا

سوال (۱۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم اپنے ماں باپ کی چار اولاد ہیں، جس میں تین بھائی اور میں بذات خود ایک بہن ہوں، عرض یہ ہے کہ مجھے میرے تینوں بھائیوں سے وقتاً فوقتاً میرے بچوں کی شادی کی تقریبات میں بھات کی شکل میں جو سماجی رسم و رواج کی شکل میں کپڑے و کچھ زیورات وغیرہ بہن بنا کر دئے گئے جب کہ میرے ماں باپ کے دو بڑے بڑے مکانات ہیں، جن کا کرایہ ان کی ضرورت سے زیادہ ان کو ملتا ہے، ایک مکان میں انگلش میڈیم اسکول ہے، اور ایک مکان میں دوکان اور مسلم فنڈ بھی چلتا ہے، جس سے معقول آمدنی ہے؛ لہذا آپ سے درخواست ہے کہ بھات کی شکل میں ملنے والی اشیاء سے کیا میرا پورا حق مل گیا ہے، اور اب میرا کوئی حق اس جائیداد میں نہیں ہو رہا ہے، اور اگر ہے تو برائے مہربانی شریعت کی روشنی میں تحریر فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بھات کی شکل میں جو زیورات وغیرہ تقریبات میں آپ کو بھائیوں کی طرف سے بنا کر دئے گئے ہیں، ان سے آپ کا وراثت کا حق ختم نہیں ہوگا؛ لہذا آپ اپنے حصہ وراثت پدیری کا مطالبہ کر سکتی ہیں، اور بھائیوں کو چاہئے کہ وہ آپ کا حصہ پورا ادا کریں، ورنہ عند اللہ مواخذہ دار ہوں گے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ، وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ، نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ [النساء: ۷]

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لِّمَّا﴾ [الفجر، جزء آیت: ۱۹]

عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا /

الإرث جبری لا یسقط بالإسقاط. (تکملة شامی ۶۷۸/۱۱ زکریا)

سئل فی امرأة ماتت عن أم وأخت شقیقة، وخلفت تركةً مشتملةً علی أمتعة وأوانٍ أشهدت الأخت المزبورة علی نفسها بعد قسمة بعضها أنها أسقطت حقها من بقیة إرث أختها وتركتها لأمها المزبورة، فهل لا یصح الإسقاط المذكور؟

الجواب: الإرث جبری لا یسقط بالإسقاط. (تنقیح الفناوی الحامدیة، کتاب

الإقرار / مطلب: الإرث جبری لا یسقط بالإسقاط ۵۴/۲ ۵ المكتبة المیمیة مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۲/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۳ / بھائی اور ۲ / بہنوں میں زمین کی تقسیم

سوال (۱۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہمارے والد احمد علی ولد محمد علی کے انتقال کو آٹھ سال ہو چکے ہیں، خاندانی بٹوارے میں دیگر بہن بھائیوں کے ساتھ ہمارے والد مرحوم کو ساڑھے سات یعنی سات گز سات گز سات گز اراضی حصے میں آئی، احمد علی مرحوم نے اپنی وفات پر اپنے وارثوں میں تین لڑکے طاہر علی، سکن علی، شا کر علی اور دو دختران چندابی اور سائرہ بی کو چھوڑا ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ شرع کی رو سے پانچ بہن بھائیوں کو سات گز سات گز میں سے کتنا کتنا ملے گا؟ کیوں کہ سید علی کا کنوارے پن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال و بعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع

إرث مرحوم احمد علی کا ترکہ آٹھ حصوں میں تقسیم ہو کر ہر بیٹے کو ۲-۲ اور ہر بہن کو ۱-۱ ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک بھائی اور پانچ بہنوں میں میراث کی تقسیم اور معذور بہن کا نفعہ

سوال (۱۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میں اور میری پانچ بہنیں اس طرح ہیں، سب سے بڑی بہن فہمیدہ، اُس کے بعد میں (قمر الحسن) افرز جہاں، قیصر جہاں، نور جہاں جو معذور اور نابینہ ہے، سب سے چھوٹی بہن مسرت جہاں ہے۔

والد مرحوم اور چچا جان کا کام (دست کاری) شرکت میں تھا، والد صاحب بڑی بہن فہمیدہ بیگم کی شادی کر چکے تھے، میں نے ۱۹۷۵ء میں تعلیم چھوڑ کر چچا اور والد کے پاس کام کرنا شروع کر دیا تھا، کام کرنے کے عوض میں مجھے جو تنخواہ ملتی تھی وہ جمع کر کے والد صاحب نے چچا کی شرکت میں ۱۹۸۱ء میں لال سرائے میں ایک زمین خرید کر میرے نام رجسٹری کرادی تھی، اُس کے بعد میری جو تنخواہ جمع ہوئی اُس رقم سے ۱۹۸۴ء میں پرانے مکان کو نئے طریقہ سے ایک منزلہ تیار کرایا۔

والد مرحوم نے اپنی ذاتی آمد سے گھر کا خرچ چلایا اور بہن قیصر جہاں کی شادی کی، اُس کے بعد میری شادی کی اور میری بہن مسرت جہاں کی شادی کی، شادی کے کچھ ماہ بعد میں (قمر الحسن) الگ اپنی فیملی کے ساتھ رہنے لگا، اور صرف اپنی آمد سے اپنی فیملی پر خرچ کیا، اور بقایا رقم سے کچھ عرصہ بعد مکان کو دو منزلہ بنوایا اور اوپر ہالٹس شروع کر دی۔

۱۹۸۸ء میں والدہ کا انتقال ہو گیا، والد صاحب بہنوں کے ساتھ رہتے تھے اور اپنی آمد

سے بہنوں کا اور اپنا خرچ اٹھاتے تھے۔

والد صاحب کے پاس ایک دوکان اور اُس کے پیچھے ایک مکان چچا کی شرکت میں تھا، جو انہوں نے دو لاکھ پچاس ہزار روپے میں آدھا حصہ چچا کو فروخت کر دیا تھا، جس کی رقم چچا نے قسطوں میں دی تھی، اُس رقم میں سے والد صاحب نے ایک لاکھ پچاس ہزار روپے مجھے (قمر الحسن) کو کاروبار میں لگانے کے لئے دئے تھے، اس رقم سے جو آرڈر کا مال بنا اُس میں خریدار نے ایک لاکھ ۳۲ ہزار روپے رکھ لئے اور بے ایمان ہو گیا، اس رقم کے ختم ہونے کا سبھی کو بہت رنج ہوا، اُس وقت والد صاحب نے میری بہت دل جوئی کی، خدا اُن کی مغفرت فرمائے۔

اس حادثے کے کچھ ماہ بعد والد بیمار پڑ گئے، اُن کو ”برین ہیمریج“ ہوا تھا، اُن کا علاج میرٹھ کے ”لوک پرتھا ہسپتال“ میں ہوا تھا؛ لیکن طبیعت ٹھیک نہیں ہو پائی، ۱۲ جنوری ۱۹۹۶ء کو اُن کا انتقال ہو گیا، خدا تعالیٰ اُن کو جنت میں اعلیٰ مقام اپنی رحمت سے عطا فرمائے، آمین۔ اُن کے علاج میں اس وقت تقریباً ساٹھ ہزار روپے خرچ میں آئے، جو میں (قمر الحسن) نے اپنی آمد سے خرچ کئے۔

والد کے انتقال کے بعد مجھے (قمر الحسن) کو جو ملکیت ملی وہ اس طرح ہے:

(۱) فروخت کی گئی ملکیت کی باقی رقم: ۱۰۰۰۰۰۰ (ایک لاکھ)

(۲) مکان کی ۸۰ گز آراضی جس کی آج کی قیمت: ۲۴۰۰۰۰۰ (دو لاکھ چالیس ہزار)

(۳) والد کا متفرق سامان میری (قمر الحسن) کی ذاتی آمد سے خرچ: ۵۰۰۰۰ (پچاس ہزار)

(۱) والد صاحب کے علاج میں خرچ: ۶۰۰۰۰ (ساٹھ ہزار)

(۲) بہن افروز جہاں کی شادی کا خرچ جنوری ۱۹۹۸ء: ۷۰۰۰۰ (ستر ہزار)

(۳) دو بہن میرے پاس رہیں، افروز جہاں کی جب تک شادی ہوئی اُس کا کل خرچ

میں نے اپنی آمد سے اٹھایا اور نور جہاں بھی میرے پاس رہتی ہے، جس کا خرچ بھی میں اپنی آمد سے پورا کرتا ہوں۔

جناب مفتی صاحب میں نے اپنی ساری باتیں تفصیل کے ساتھ لکھ دی ہیں، آپ سے گزارش ہے کہ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتانے کی زحمت کریں کہ میری بہنوں کا میرے اوپر کتنا حق بنتا ہے؛ تاکہ میں اُن کا حق ادا کر سکوں، اور خاص طور پر یہ بھی واضح کریں کہ معذور بہن کی کس کس فرد پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال بعد اداء حقوق متقدمہ علی الارث

وعدم موانع ارث آپ کے والد مرحوم کے ترکہ کو سات حصوں میں تقسیم کر کے دو حصے قمر الحسن کے اور ایک ایک حصہ پانچوں بہنوں کا ہوگا۔

نوٹ :- ایک منزلہ عمارت جو والد کے ساتھ رہنے کے زمانہ میں تیار کی گئی وہ بھی والد کے ترکہ میں شامل ہوگی، آپ نے والد کے علاج اور دونوں بہنوں پر اب تک جو خرچ کیا ہے وہ آپ کی طرف سے تبرع اور نفل ہے، اُس کا بدلہ آپ والد کے ترکہ سے نہیں لے سکتے۔

وإذا ضمن لا يرجع على القابض؛ لأنه ملكه بالضمن فظهر أنه كان

متبرعاً به. (الهداية / آخر باب النفقة ۴۴۸/۲ دار الكتاب ديوبند)

اور آئندہ معذور بہن پر اُس کے نقدی مال سے خرچ کیا جائے گا۔

فإن نفقة المملوك على مالكة والغني في ماله الحاضر. (الدر المختار مع

الشامي، كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب: الصغير والمكتب نفقة في كسبه لا على أبيه ۳۳۷/۵ زكريا)

اُس کا مال ختم ہونے کے بعد اُس کے خرچ کی ذمہ داری آپ پر اور چاروں بہنوں پر ہوگی،

اگر وہ صاحبِ حیثیت ہو یا اُن میں سے جو صاحبِ حیثیت ہو اُس پر ہوگی؛ البتہ دونوں صورتوں

میں آپ پر دو بہن کے برابر ذمہ داری ہوگی۔

ولو كانت بالغة أو بالغاً عاجزاً بنحو زمانة فقيراً بقدر الإرث ويجبر عليه.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب: في نفقة قرابة غير الولاد في الرحم

المحرم ۳۶۲/۵-۳۶۳ زكريا)

وإذا اتفقوا في المحرمية والإرث في الحال، وكان بعضهم فقيراً جعل

كالمعدوم، ووجبت على الباقيين على قدر إرثهم، كأن ليس معهم غيرهم. (شامي،

كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب في نفقة قرابة غير الولاد المحرم المحرم ۳۶۶/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۸/۱ھ

بھائی، بہن اور بھتیجیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

ولا يقسم الجنسين بعضها في بعض؛ لأنه لا اختلاط بين الجنسين فلا تقع القسمة تمييزاً. (الهداية، كتاب القسمة ۱/۴۱۴ إدارة المعارف ديوبند)

ولا يقسم الجنسين والجواهر، أما الجنسان فلعدم الاختلاط ما بينهما فلا تقع القسمة تمييزاً؛ بل تقع معاوضة فيعمل التراضي دون جبر القاضي، ولهذا قيد بالتراضي. وأما الجوهر فلأن جهالتها متفاحشة. (البحر الرائق، كتاب القسمة / الحيلة لإسقاط الشفعة والزكاة ۲۷۵/۸)

ويقسم العروض في جنس واحد أي يقسم القاضي عروضاً إذا اتحد جنسها بطلب بعض الشركاء، ولا يقسم الجنسين بإعطاء بعضها في بعض لعدم الاختلاط بينهما، فلا يكون القسمة تمييزاً؛ بل معاوضة ولا بد فيها عن التراضي وهذا بالإجماع. (مجمع الأنهر ۱۲۹/۴ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۸/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے مال میں سے بیوی کا حصہ

سوال (۱۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر شوہر کا انتقال ہو جائے اور اولاد کوئی نہ ہو، تو شوہر کے مال سے بیوی کو کیا ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اولاد نہ ہونے کی صورت میں شوہر کے مال میں سے بیوی کو ایک چوتھائی حصہ ملتا ہے، بقیہ دیگر ورثہ کا حق ہوگا، یہ دونوں احکام قرآن کریم کی آیات میراث سورہ نساء رکوع ۲ سے ثابت ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال - في حديث - وجعل للمرأة الثمن
والربع، وللزوج الشطر والربع. (صحيح البخاري ٦٥٨/٢ رقم: ٤٥٧٨)

عن زيد بن ثابت رضي الله عنه قال: قال يرث الرجل من امرأته إذا هي لم
تترك ولدًا ولا ولد ابن النصف، فإن تركت ولدًا أو ولد ابن ذكراً أو انثى ورثها
الربع لا ينقص من ذلك شيء. (السنن الكبرى للبيهقي ٢٧٦/٩ رقم: ١٢٥٤٨)

عن زيد بن ثابت: وترث المرأة من زوجها إلى هو لم يترك ولدًا
ولا ولد ابن الربع، فإن ترك ولدًا أو ولد ابن ورثته امرأته الثمن. (السنن الكبرى
للبيهقي ٢٧٦/٩ رقم: ١٢٥٤٨)

الزوجة صاحبة فرض على كل حال، وفريضة الواحدة فصاعداً إلى الربع
الربع، إذا لم يكن للميت ولد ولا ولد الابن وإن سفل. وفي شرح الطحاوي: لا
يزاد على الربع بحال ولا ينقص من الثمن إلا في حالة العول. (الفتاوى التاتارخانية
٢٤٢/٢٠ رقم: ٣٣١٤٣ زكريا)

الزوج صاحب فرض على كل حال وفريضته النصف إذا لم يكن للميت
ولد ولا ولد ابن وإن سفل، والربع إذا كان للميت ولد أو ولد ابن. (الفتاوى
التاتارخانية ٢٦٢/٢٠ رقم: ٣٣٢٠٧ فقط والله تعالى أعلم)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۱۶/۲/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑی بیوی کی پنشن میں سے چھوٹی بیوی کا حصہ مانگنا؟

سوال (۱۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: ایک شخص جو کہ پولیس میں سروس کرتے تھے، اُن کا انتقال ہو گیا، اُس شخص کی دو بیویاں ہیں،
گورنمنٹ سے اُن کی بڑی بیوی کو گیارہ سو روپے ماہوار پنشن ملتی ہے، پہلے بڑی بیوی ہی اپنی گذر
بسر کرتی تھیں، بڑی بیوی کی چھ لڑکیاں ہیں اور دوسری چھوٹی بیوی کی ۳ لڑکیاں ایک لڑکا ہے، چھوٹی

بیوی کا کہنا ہے کہ پنشن میں سے آدھی پنشن مجھے ملنی چاہئے؛ لہذا میں شرع کی رو سے فتویٰ چاہتی ہوں اور دوسری چھوٹی بیوی کا لڑکا کام بھی کرتا ہے، اور بڑی بیوی کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرنے کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے جو پنشن ملتی ہے

یہ میت کے ترکہ میں شمار نہیں ہے؛ بلکہ سرکاری طرف سے محض تبرع و احسان ہے؛ لہذا قانوناً جس کے نام یہ پنشن آتی ہو وہی اُس کا مالک ہے، دوسرے لوگ شرعاً و قانوناً اُس کے حق دار نہیں ہیں۔ صورتِ مسئلہ میں جب کہ بڑی بیوی کے نام پر پنشن جاری ہے تو چھوٹی بیوی کو اُس میں سے لینے کا حق نہ ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳۴۲/۴)

تاہم اگر بڑی بیوی اپنی پنشن کا نصف حصہ چھوٹی بیوی کو دے دیا کرے تو بہتر ہوگا؛ اس لئے کہ عرف میں اُسے دونوں کا حق سمجھا جاتا ہے۔

لأن التركة ما ترکه المیت من الأموال صافیاً عن تعلق حق الغير بعین من

الأموال. (شامی / کتاب الفرائض ۷۵۹/۶ دار الفکر بیروت، ۴۹۳/۱۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۳/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کی وفات کے بعد شوہر کا قرض بیوی کو ملے گا یا ترکہ میں شامل ہوگا؟

سوال (۱۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میرے شوہر کے اوپر دیوار گرنے کے بعد اُس کو ہسپتال لے جایا جا رہا تھا، اسی دوران اُس نے اپنے مقروض دوست سے کہا کہ میرا قرض جو تم پر ہے وہ میری بیوی کو دے دینا، اُس کے بعد اسی زخم سے ہسپتال پہنچ کر شوہر کا انتقال ہو گیا، تو شوہر کا یہ قرض بیوی کو ملے گا یا ترکہ میں شمار کیا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر نے جو اپنے مقروض دوست سے قرض کی رقم

بیوی کو دینے کی بات کہی تھی اور بیوی کے قبضہ کرنے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا، تو اب یہ رقم بیوی کو نہیں ملے گی؛ بلکہ وارثین کے درمیان ترکہ میں شامل مان کر حسبِ حصص شرعیہ شوہر کے وارثین کے درمیان تقسیم کی جائے گی۔

القبض لا بد منه لثبوت الملك. (الهدایة / کتاب الہبۃ ۲۸۳/۳ إدارة المعارف دیوبند)

لأن الشركة ما تركه المیت من الأموال صافیاً عن تعلق حق الغیر بعین من

الأموال. (شامی / کتاب الفرائض ۷۵۹/۶ دار الفکر بیروت، ۱۰/۴۹۳/۱ زکریا)

ولا یتیم حکم الہبۃ إلا مقبوضۃ. (الفتاویٰ الہندیۃ ۳۷۷/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا اب بیوی وارث ہوگی یا نہیں؟

سوال (۱۵۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید بحالتِ سحت امور خانہ داری کے جھگڑے میں اپنی بیوی ہندہ کو تین چار تہی مار دیتے ہیں، ہندہ کا بھائی علی مرتضیٰ زید کو مارنے سے روکتا ہے، دونوں میں شرارت بڑھتی گئی، علی مرتضیٰ نے زید سے کہا تم کو نہیں رکھنا ہے، تو صفایا کر دو، اس پر زید نے کہا میں صفایا کر دوں گا، پھر علی مرتضیٰ نے کہا صفایا کر دو، تو زید نے کہا صفایا کر دیا، اس پر علی مرتضیٰ نے پھر کہا لکھ کر صفایا کر دو، پھر زید نے کہا ہم نے لکھ کر دے دیا، چونکہ زید ہندہ کو لے کر اپنے ساس خسر کے ہی گھر میں رہتا تھا اور ”صفایا کر دو“ کے معنی علی مرتضیٰ یہی سمجھا کہ وہ تینوں طلاق کی بات کہی، یہ صرف زبانی ہے لکھ کر نہیں دیا ہے۔

(۲) علی مرتضیٰ کے نوکر اسرائیل کی گواہی: - زید نے جب اپنی بیوی ہندہ کو تین چار تہی

مارا تو ہندہ کے بھائی نے کہا کہ میری بہن کو مت مارو، تم کو نہیں رکھنا ہے تو مت رکھو، میری بہن کو چھوڑ دو، اس پر زید نے کہا، ہاں میں نے چھوڑ دیا، ہندہ کے بھائی نے کہا کہ تم تینوں دے دو، تو زید نے کہا کہ ہاں میں نے تینوں دے دی، پھر ہندہ کے بھائی نے کہا کہ لکھ کر دے دو، تو زید نے کہا ہم نے لکھ کر دیا۔

(۳) ہندہ اور زید کا خاص چچا زاد بھائی جو زید کا خاص بہنوئی بھی ہے کی گواہی: - پھر

چار گھنٹہ بعد یعنی مغرب کی نماز کے بعد مشتاق سے کہا کہ آج جھگڑے کے دوران میں نے اپنی بیوی ہندہ کو مار پیٹ کیا اس پر ہندہ کا بھائی یعنی میرے سالہ نے مار پیٹ کرنے سے روکا، اور کہا میری بہن کو مت مار تو زید نے کہا کہ میں ماروں گا اس پر ہندہ کے بھائی نے کہا کہ نہیں رکھنا ہے تو مت رکھو لیکن مارو مت، پھر زید نے کہا کہ میں نہیں رکھوں گا، پھر ہندہ کے بھائی نے زید سے کہا کہ میری بہن کو طلاق دے دو، تو زید نے کہا ہاں میں نے طلاق دے دی، پھر ہندہ کے بھائی نے کہا تینوں طلاق دے دو، اس پر زید نے کہا، ہاں میں نے تینوں طلاق دے دی، پھر ہندہ کے بھائی نے کہا کہ لکھ کر دے دو، اس پر زید نے کہا کہ لکھ کر دے دی، دوسرے دن ہندہ کے بھائی نے مشتاق سے کہا کہ جب میری بہن کو طلاق دے دی تو اب ڈوم (یعنی مہتر) کے گھر دینا اچھا ہے، زید کے گھر دینا اچھا نہیں ہے، پھر رات میں زید نے کھانا وغیرہ بھی کھایا۔

(۴) ہندہ اور زید کا خاص چچا زاد بھائی (جو ہندہ کا خاص بہنوئی بھی ہے) کی گواہی: -

زید نے اکرام الدین کے پوچھنے پر کہ کیا تم اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیتے ہو، تو زید نے کہا کہ جھگڑے کے درمیان میں نے ہندہ کو طلاق دی ہے، پھر سونے کے وقت زین الدین جو دونوں کے چچا ہیں آئے اور کواڑ میں دھکا مار کر زید کو اٹھایا اور زید سے پوچھا کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، تو زید نے کہا ہاں میں نے طلاق دے دی ہے، پھر زین الدین نے پوچھا کہ کیا تم نے صاف کے لفظ سے طلاق دی ہے، تو زید نے اپنی بیوی ہندہ سے رجوع کرنا چاہا، لیکن ہندہ اور ہندہ کے بھائی نے جانے سے انکار کر دیا کہ اب میرا جانا حرام ہو گیا۔

دوسرے دن تقریباً ۱۰ بجے دن میں زید زہر کھا کر اپنا قابو کھو بیٹھتا ہے اور بے ہوش ہو کر گر پڑا، زید کو ہسپتال لے جایا گیا؛ لیکن قابو نہ پاسکا، تو بڑے ہسپتال لے جایا گیا، اس درمیان ہندہ زید کو دیکھنے تک نہیں گئی، آخر زید ہسپتال میں انتقال کر گیا، زید کی بیوی ہندہ چار ماہ کی حاملہ تھی، کچھ دنوں بعد ہندہ کو مردہ بچہ پیدا ہوا، اب ہندہ پر کونسی طلاق پڑی، زید کی متروکہ جائیداد کی وارث ہوگی

یا نہیں؟ جب کہ زید نے حالتِ صحت میں طلاق دے دی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ گواہوں کے بیانات میں اختلافات ہے، بعض تین طلاق کی گواہی دیتے ہیں اور بعض نے صرف ایک طلاق کا ذکر کیا ہے، بظاہر زید نے بھی صرف ایک طلاق کا اقرار کیا ہے؛ لہذا صورتِ مسئلہ میں کم از کم ایک طلاق کے وقوع کا حکم ہوگا اور عدت کے اندر زید کے انتقال کے بعد ہندہ اس کی وارث ہوگی۔

و حاصل المسئلة أن الزوج إذا طلق زوجته طلاقاً رجعياً في صحته أو مرضه ودخلت في عدة الطلاق ثم مات والعدة باقية تنتقل عدتها إلى الموت إجمالاً؛ لأنها حينئذٍ زوجته وتورث منه. (شامی / مطلب في عدة الموت ۱۳/۳ ۵ کراچی، ۱۹۳۱۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۳/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر ادا کئے بغیر انتقال ہو گیا

سوال (۱۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی سلیمان کیساتھ میرا نکاح ہوا تھا، ان کی پہلی بیوی کا انتقال ان کی زندگی میں ہو گیا تھا اس بیوی سے تین لڑکے: لقمان، فرقان، نعمان، تین لڑکیاں: مہ جبین، مہر النساء، ہمیش، اب حاجی سلیمان کا انتقال ہو گیا ہے ان کے ورثہ میں دوسری بیوی عاصمہ بی اور مذکورہ بالا تین لڑکے تین لڑکیاں، پہلی بیوی کے لطن سے ہیں، ان کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

حاجی سلیمان نے میرا حق مہر ادا نہیں کیا ہے، مہر فاطمی مقرر ہوا تھا تو ان کے بچوں پر اس کی ادائیگی ضروری ہے یا نہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحتِ سوال مرحوم حاجی سلیمان کے ترکہ میں

سے اولاً موجودہ بیوی عاصمہ کا حق مہر ادا کیا جائے گا۔

وأما المهر فإن ادعت قدر مهر مثلها دفعه إليها إذا كان النكاح ظاهراً
معروفاً ويكون النكاح شاهداً لها قال الفقيه أبو الليث: إن كان الزوج بنى بها
فإنه يمنع منها مقدار ما جرت العادة بتعجيله ويكون القول قول المرأة فيما زاد
على المعجل إلى تمام مهر مثلها. (شامی زکریا ۴/۳۰۱)

اس کے بعد ما بقیہ مال مرحوم کے ورثہ میں حسب ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۸، تص: ۷۲

| بیوی | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکی | لڑکی |
|----------|-------|-------|-------|---------|------------|------|
| عاصمہ بی | لقمان | فرقان | نعمان | مہ جبین | مہر النساء | مہمش |
| ۱/۹ | ۱۳ | ۱۳ | ۱۳ | ۷ | ۷ | ۷ |

کل ترکہ ۷۲ سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِي

تَوْصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

حالات الزوجة: الحالة الثانية: أن يكون فرضها الثمن، وذلك إذا كان

للزوج فرع وارث منها أو من غيرها. (الموسوعة الفقهية / مادة: إرث / أصحاب الفروض،

حالات الزوجة ۳۶/۳ کویت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۵/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انتقال سے پہلے کل جائیداد بیویوں کے نام کرنا

سوال (۱۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کے لڑکے اور لڑکیاں ہیں جن میں کچھ نابالغ بھی ہیں بیوی بھی حیات ہے، زید چاہتا ہے کہ اخیر عمر میں اپنی تمام جائیداد کا مالک اپنی بیوی کو بنا دے؛ تاکہ انتقال کے بعد خرچ کے تعلق سے

کوئی مشکل نہ ہو، مثلاً وراثت تقسیم نہیں ہو پاتی ہے اور ترکہ میں سے خرچ کرنے لگتے ہیں، جس میں کچھ نابالغ بھی ہوتے ہیں۔ زید یہ چاہتا ہے کہ جو زید کے ورثہ ہیں، وہی اُس کی بیوی کے بھی ورثہ ہوں، یعنی لڑکے اور لڑکیاں، زید کی جائیداد بعد انتقال کے آئندہ انہیں کو ملے گی اور زید کی بیوی کی بھی جائیداد مذکورہ لڑکے اور لڑکیوں کو ملے گی، کیا زید کا اپنی بیوی کو اپنی تمام جائیداد کا مالک بنانا درست ہے؟ اس کا فائدہ صرف یہ ہے کہ ترکہ حسبِ منشاء جائز طریقہ سے بیوی بچے استعمال کریں، آئندہ بیوی کی تمام جائیداد کے یہی مالک ہوں گے، تو کیا ایسا کرنا زید کے لئے درست ہے یا نہیں؟ یا کوئی اور مناسب طریقہ ہو تو واضح فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کے انتقال سے پہلے اپنی جائیداد بیوی کے نام کر دینا مصلحت کے خلاف ہے؛ کیوں کہ ممکن ہے کہ زید کی وفات کے بعد اولاد میں سے کوئی ایک ماں پر دباؤ بنا کر اُس سے کوئی غلط کاغذ لکھوالے؛ کیوں کہ ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، جس سے دوسرے وارثین کی حق تلفی کا اندیشہ ہے۔ بریں بنا آپ کے لئے بہتر یہ ہے کہ اسٹامپ پیپر پر ایک تحریر رجسٹرڈ کر کے لکھوادیں کہ میری وفات کے بعد میرا سب ترکہ شرعی حصص کے مطابق تقسیم کیا جائے، اس طریقہ سے امید ہے کہ کوئی نزاع نہ ہوگا اور سب حق داروں کو صحیح شرعی حق مل جائے گا۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳/۲ رقم: ۳۶۴۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲۶۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا شوہر کے انتقال کے بعد متروکہ مال بیوی کی ملکیت ہے؟

سوال (۱۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا شوہر کے انتقال کے بعد شوہر کی ملکیت بیوی کی ہے یا نہیں؟

(۲) کیا عورت پہلے شوہر کے انتقال ہو جانے کے بعد دوسرا نکاح کر لے، تو کیا پہلے شوہر

کی ملکیت کی حق دار ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اگر شوہر سے اولاد نہ ہو تو بیوی شوہر کے متروکہ مال

میں سے چوتھائی حصہ کی حق دار ہوتی ہے، اور اگر اولاد موجود ہو تو صرف آٹھواں حصہ کی حق دار ہوتی

ہے، اس سے زیادہ کی نہیں۔

(۲) اور مسئلہ صورت میں دوسرا نکاح کر لینے سے پہلے شوہر کی وراثت میں سے بیوی کا

حصہ ختم نہیں ہوگا؛ بلکہ وہ بدستور اس کی مستحق ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ

وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ ذَيْنَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان المال للولد وكانت الوصية

للولدين، فنسخ الله من ذلك ما أحب فجعل للذكر مثل حظ الانثيين، وجعل

للأبوين لكل واحد منهما السدس والثالث، وجعل للمرأة الثمن والربع وللزوج

الشطر والربع. (صحيح البخاري ۶۵۸/۲ رقم: ۴۳۹۲)

عن زيد بن ثابت رضي الله عنه وترث المرأة من زوجها إذا هو لم

يترك ولدًا ولا ولد ابن، الربع فإن ترك ولدًا، أو ولد ابن ورثته امرأته الثمن.

(السنن الكبرى للبيهقي ۴۳۱/۶ رقم: ۱۲۲۹۲)

أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد

الابن وإن سفل، والثلث مع الولد وولد الابن وإن سفل. (السراجي في الميراث ص: ۱۶-۱۷، الفتاوى الهندية ۱/۵۰۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۵/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اولاد کی موجودگی میں بیوی کا حصہ

سوال (۱۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر گلزار احمد کا گذشتہ سال انتقال ہو گیا تھا، مرحوم شوہر سے میری دو بچیاں ہیں، عدت کی مدت گزارنے کے بعد میرا نکاح ارشاد الہی سے ہوا، انہوں نے میری اور میری دونوں نابالغ لڑکیوں کی پرورش و تعلیم اور کفالت کی مکمل ذمہ داری اٹھانا منظور کیا، ایک دو مہینے گزارنے کے بعد ارشاد الہی کی سابقہ مرحومہ بیوی کے لڑکوں کا میرے ساتھ بہت اذیت ناک سلوک رہنے لگا، میں صبر سے کام لے کر برداشت کرتی رہی؛ لیکن ایک ماہ پہلے ارشاد الہی نے اپنے بچوں کے دباؤ سے مجبور ہو کر مجھے طلاق دے دی، اب میں اپنے والد کے گھر پر قیام پذیر ہوں، میری بیٹیاں اپنے مرحوم والد کے مکان پر جانا چاہتی ہیں؛ لیکن میرے جیٹھے مجھے اور میری بچیوں کو گھر میں جگہ دینے اور وہاں پر رہائش کرنے کو انکار کر رہے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ صرف لڑکیاں باپ کے مکان پر رہ سکتی ہیں ماں نہیں رہ سکتی، میری بچیاں بغیر ماں کے رہنے کو تیار نہیں ہیں، تو کیا شرعی اعتبار سے میں مرحوم شوہر کے مکان پر رہائش اختیار کر سکتی ہوں، کیا میں مع اپنی بچیوں کے وہاں رہ سکتی ہوں، شرعی طور سے میرے مرحوم شوہر کے مکان میں میرا جو حق بنتا ہو مطلع فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال آپ اپنے مرحوم شوہر گلزار احمد کے متروکہ مال (منقولہ و غیر منقولہ) میں سے آٹھویں حصہ کی شرعاً حق دار ہیں اور آپ کی بیٹیاں اپنے باپ کے مال میں سے دو تہائی حصہ کی مالک ہیں، اب اگر شوہر کے ترکہ میں اتنی وسعت ہو کہ آپ

محفوظ طریقہ پر اپنی بچیوں کے ساتھ وہاں رہ سکیں تو آپ رہ سکتی ہیں، اور اگر اتنی وسعت نہ ہو تو اصل مالکین کی اجازت کے بغیر آپ کا وہاں رہنا درست نہ ہوگا۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُؤْصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ، فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ، وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرحوم شوہر کے ترکہ میں بیوی اور بیٹے کا حق

سوال (۱۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیٹی فرحانہ قمر کے شوہر محمد رضوان کا ۱۲ جنوری ۲۰۱۵ء کو انتقال ہو گیا، جو کہ گردے کا مریض تھا، وہ کوئی کام نہیں کرتا تھا، میری بیٹی ۱۴ سال سے اُس کو اور اُس کے بیٹے محمد امان کو اسکول میں نوکری کر کے پال رہی تھی، اس طرح اُس کی گذر بسر ہو رہی تھی، محمد رضوان کی بیماری میں پہلے ہزاروں اور اب لاکھوں کا خرچ تھا؛ کیوں کہ اُس کا ڈائیلیسس ہو رہا تھا، اس لئے سسرال والے زیادہ پیسوں کی مانگ کر رہے تھے، وہ پرائیویٹ اسکول میں نوکری کرتی ہے، اُس کی تنخواہ اتنی زیادہ نہیں ہے کہ وہ اُن لوگوں کی مانگ پوری کرتی، اُن لوگوں نے اُس سے لڑائی جھگڑا شروع کر دیا، اور صفوان کو بھی بھڑکاتے رہے، وہ بھی اس سے زیادہ کی مانگ کرتا۔ اسی بنا پر وہ اس کو جھڑکتا اور برا بھلا کہتا تھا، بعد میں اُن سب لوگوں نے پلاننگ کر کے اور اس پر جھوٹے الزامات لگا کر اُس کو گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا، گھر کا سب سامان وہیں اُس کے کمرہ میں ہے، اور اُس کی ماں، بہن اور بھائیوں نے قبضہ کر لیا ہے، وہ الگ کرایہ کا کمرہ لے کر وہاں چلی گئی، وہ وہاں بالکل پردیس میں

اکیلی ہے۔ اسی دوران محمد رضوان کا انتقال ہو گیا، اُن ظالم لوگوں نے اُس کو محمد رضوان کی میت پر نہیں آنے دیا اور نہ صورت دیکھنے دی اور نہ مہر معاف ہوئے، اب اسے ہر طرح پریشان کر رہے ہیں اور اُس پر غلط الزام بازی کر رہے ہیں، اُس کو کمائی کر کے اپنا اور اپنے بیٹے کا پیٹ پالنا ہے، اس کا بیٹا بھی وہاں نہیں رہتا ہے، وہ دہلی میں جامعہ اسلامیہ میں پڑھتا ہے۔

مفتی صاحب میری بیٹی جوان اور بے سہارا ہے اور اکیلی ہے، اُن لوگوں نے اُس کے سر سے چھت چھین لی۔ آپ اس بارے میں فتویٰ دیں کہ محمد رضوان کا اپنے گھر میں پانچواں حصہ ہے، جس میں اُس کے حصہ میں ایک کمرہ اور ایک دوکان ہے، شریعت کے حساب سے میری بیٹی اور اس کے بیٹے کا کیا حق نکلتا ہے، میری بیٹی کا اُس کے شوہر کے حصہ میں اور اُس کے بیٹے کا اُس کے باپ کے حصہ میں کیا حق نکلتا ہے، آپ اس کا فتویٰ دیجئے، جو لکھا اس میں کچھ غلط نہیں ہے، اللہ گواہ ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال مسؤلہ صورت میں مرحوم محمد رضوان

کے ترکہ میں سے اولاً اُس کی بیوی کا مہر ادا کیا جائے گا، اسی طرح جو سامان لڑکی والوں کی طرف سے بیوی کو شادی کے وقت دیا گیا تھا وہ بھی جس حالت میں ہو بیوی کو واپس کرنا ہوگا، اُس سامان پر شوہر کے گھر والوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ بعد ازاں مرحوم رضوان کی مابقیہ ملکیت کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ کل مال کو ۲۴ حصوں میں تقسیم کر کے ۳ حصے بیوی کو ۴ حصے مرحوم کی ماں کو اور ۱۷ حصے اُس کے بیٹے محمد امان کو ملیں گے، اور نقشہ اس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۲۴

محمد رضوان

| | | | | |
|------|------|-----|---------|---------|
| بیوی | بیٹا | ماں | ۵ بھائی | ۳ بہنیں |
| ۳ | ۱۷ | ۴ | محروم | محروم |

محمد رضوان محروم کا ترکہ ۲۴ حصوں میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا، جو اُس کے نام کے

نیچے درج ہے، اور بھائی بہنوں کو اُس کی ملکیت سے کچھ نہ ملے گا۔

قال تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۶]

أما للزوجات والثلث مع الولد. (السراجي في الميراث ۱۱-۱۲)
 قال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ
 الْأُنثِيَيْنِ﴾ (النساء: ۱۷۶، شريفه ۴۸)

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون للإبن مثل حظ
 الأنثيين. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ۴۸۰/۷ دار الكتب العلمية بيروت)

جہز ابنته بجهاز وسلمها ذلك، ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده
 إن سلمها ذلك في صحته، وبه يفتى. (الدر المختار مع الشامى، كتاب النكاح / باب المهر
 ۱۵۵/۳ کراچی، وكذا في الفتاوى الهندية، كتاب النكاح / باب المهر ۳۲۷/۱ زکریا)

العصبة من يأخذ جميع المال عند إنفرادهم، وما أبقته الفرائض عند وجود
 من له الفرض المقدر. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ۴۸۵/۷ دار الكتب العلمية بيروت)

أما للأُم فأحوالٌ ثلاث: السدس مع الولد أو ولد الابن وإن سفل، أو مع
 الإثنتين من الإخوة والأخوات فصاعدًا من أي جهة كانا، وثالث الكل عند عدم
 هؤلاء المذکورين، وثالث ما بقي بعد فرض أحد الزوجين، وذلك في مسألتين:
 زوج وأبوين وزوجة وأبوين. (السراجي في الميراث ۱۷-۱۸) فقط والله تعالى أعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۵/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، اڑکا اور ۲ اڑکیوں میں شوہر کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال (۱۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
 میں کہ: جمیل بھائی کا انتقال ہو گیا، اُن کے ورثہ میں بیوی اور ایک لڑکا دو لڑکیاں ہیں، ترکہ میں
 ۹۷ گز کا مکان ہے، کس کو کتنے گز ملیں گے؟

نوٹ :- واضح رہے کہ اس بیٹے نے اپنے والد جمیل کے ساتھ رہ کر اس خستہ مکان کی

تعمیر کی تھی، اور والد کی بیماری وغیرہ میں بھی علاج معالجہ کیا تھا، بہن کی شادی میں پورا خرچ بھی اٹھایا، تو کیا شرعاً اب اُسے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں؟ اس کو بھی واضح فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحتِ سوال و بعد ادائے حقوق و عدم موانع ارث مرحوم جمیل بھائی کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا، بیوی کو ۴ رسہام لڑکے کو ۱۴، اور ہر ایک لڑکی کو ۷۔ ۷ ملیں گے، اور لڑکے نے والد کے علاج و معالجہ یا بہنوں کی شادی میں جو خرچ کیا ہے وہ اُس کی طرف سے احسان اور تبرع ہے، اُس کا ثواب اُسے آخرت میں ملے گا، مگر دنیا میں اُس کا مطالبہ نہیں کر سکتا؛ لیکن مکان کی تعمیر اگر اُس نے اپنے لئے اپنی الگ آمدنی سے کرائی ہے تو اُس کی واجبی قیمت لینے کا وہ حق دار ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۱۷۷]

عن سليمان بن عامر رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم
قال: الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذي الرحم ثنتان: صدقة وصله. (سنن
النسائي ۱۷۸/۱، سنن الترمذي ۱۴۲۱-۱۴۳-رقم: ۶۵۸، الترغيب والترهيب مكمل ص: ۲۱۰ رقم:
۱۳۴۱ بيت الأَنْكَار الدولية)

وَأما لبنات الصلْب فأموال ثلث: النصف للواحدة، والثلاثان للثنتين
فصاعداً، ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصِّبهن. (السراجي في الميراث:

۱۲، الفتاوى الهندية / كتاب الفرائض ۴۴۸/۶ زكريا)

وإذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ

الأنثيين. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثالث في العصابات ۴۸/۶ زكريا)

قال رحمه الله تعالى: وعصبها الابن، وله مثلاً حظها. معناه: إذا اختلط

البنون والبنات، عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ الانثيين. (تبين

الحقائق / كتاب الفرائض ۴۸۰/۱۷ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۳/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی بیٹی اور بہن کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص چار سوساٹھ گز زمین کا مالک بذریعہ ترکہ مادری اور پدری سے مالک تھا، اس زمین کے مالک اُس کے والد اور والدہ تھے۔ والد اور والدہ کے انتقال کے بعد بہن اور بھائی سے تقسیم کرنے کے بعد یہ زمین اُس کے حصہ میں آئی، اور اُس شخص کا انتقال ہو گیا، اُس شخص نے اپنے انتقال پر مندرجہ ذیل وارث چھوڑے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اُس کی جائداد میں اُس کا کتنا حصہ ہے؟ یہ بات بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ مرحوم کا کوئی لڑکا نہیں تھا، ورثہ میں ایک بیوی، دو نابالغ لڑکیاں، چار بہنیں اور ایک بھائی ہے۔

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال و بعد ادائے حقوق ما تقدم و موانع

ارث مرحوم کا ترکہ حسب ذیل نقشے کے مطابق تقسیم ہوگا:

| مستقلہ: ۲۲، تصد: ۳۶/۱۴۴ | توافق: ۴ | ترکہ گزوں میں: ۱۱۵/۴۶۰ | | | | |
|-------------------------|----------|------------------------|-------|-----|-----|-----|
| بیوی | لڑکی | لڑکی | بھائی | بہن | بہن | بہن |
| ۳ | ۸ | ۸ | ۱۰ | ۵ | ۵ | ۵ |
| ۱۸ | ۴۸ | ۴۸ | ۱۰ | ۵ | ۵ | ۵ |

۱۵۳۵/۳۶ ۱۵۳۵/۳۶ ۱۵۳۵/۳۶ ۱۵۳۵/۳۶ ۳۱۳۲/۳۶ ۱۵۳۲/۳۶ ۱۵۳۲/۳۶ ۵۷^{۱۸}/۳۶

مرحوم کا ترکہ ۱۴۴۲ھ میں تقسیم ہو کر اُسی کے تناسب سے ترکہ میں سے ہر وارث کو اُتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے ترکہ کے سامنے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلیمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، باپ اور بھائی بہنوں میں میت کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال (۱۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی محمد سلیمان ولد حاجی محمد صابر ساکن مراد آباد محلہ بھٹی پھنیوں والی گلی کا انتقال تقریباً دو ماہ ہوئے ہو گیا، حاجی محمد سلیمان کے والد حاجی محمد صابر آج بھی حیات ہیں، حاجی محمد سلیمان کے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی، اُن کی بیوی معظمہ حیات ہے، حاجی محمد سلیمان کے تین بھائی اور چار بہنیں ہیں، تو کیا حاجی محمد سلیمان کی بیوی کو اپنے سسر کے مال میں جو کہ حیات ہیں، کوئی حصہ پہنچتا ہے؟ اور ترکہ محمد سلیمان کس طرح تقسیم ہوگا؟ دورانِ علالت اُن کی بیوی نے اپنے شوہر سے معلوم کیا تھا کہ تمہارے بعد میرا کیا ہوگا؟ تو حاجی محمد سلیمان نے کہا تھا کہ تمہاری عمر ایسی ہے کہ تم عدت کے بعد نکاح کر لینا، حاجی محمد سلیمان نے اپنی کمائی سے جو کچھ خریدا ہے اُس میں سے مرحوم کے تینوں بھائیوں اور بہنوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ مرحوم کی بیوی کا کہنا ہے کہ شوہر کے سارے مال و متاع میراث پدری کی اب میں تنہا بلا شرکت غیرے مالک ہوں، ازراہ کرم مسئلہ کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دے کر حقوق العباد کی حفاظت کی جائے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں سسر کے مال میں سے محمد سلیمان کی بیوی کا کوئی حصہ نہیں ہے، اور محمد سلیمان کی ذاتی املاک کو چار حصوں میں تقسیم کر کے صرف ایک حصہ اُس کی بیوی کو ملے گا، اور بقیہ تین حصے محمد سلیمان کے والد کو ملیں گے، بھائی بہنوں کا اُس میں کچھ حق نہ ہوگا۔ محمد سلیمان کی بیوی کا شوہر کے کل مال پر قبضہ کرنے کا دعویٰ شرعاً غلط ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ

لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ﴿﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

إن بني الأعيان والعلات كلهم يسقطون مع الأب إجماعاً. (شامي ۵۱۳/۱۰ زكريا)
إن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم.

(شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۲ کوئٹہ)

وبنو الأعيان والعلات كلهم يسقطون بالابن وابن الإبن، وإن سفلاً،

وبالأب بالاتفاق. (طرازي شرح سراجي ص: ۸۶، كذا في السراجي في الميراث: ۱۷)

أما العصابة بنفسه وهم أربعة أصناف، جزء الميت، وأصله الأقرب

فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولهم بالميراث جزء الميت ثم

أصله أي الأب. (طرازي شرح سراجي ص: ۱۰۶، كذا في السراجي ۲۱-۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۴/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، بیٹیاں اور بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے چھوٹے بھائی سید اطہر رضا کا انتقال ہو گیا ہے، اُن کے ورثہ میں دوسری بیوی آسیہ عرف رشیدہ اور چار چچیاں پہلی بیوی سے (جس کا انتقال شوہر کی زندگی میں ہو گیا تھا) ہے، اُن کے نام یہ ہیں: ہادیہ، یمنی، اشنی اور اربعہ، ایک بھائی: طاہر رضا ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ مرحوم کا ترکہ اُن کے ورثہ کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا؟ واضح فرما کر عند اللہ موجود رہوں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال و بعد ادائے حقوق ما تقدم و عدم ارث

مرحوم اطہر رضا کا ترکہ ۲۴ حصوں میں تقسیم ہو کر بیوی کو ۳/۱، ہر ایک بیٹی کو ۴/۱، اور بھائی کو ۵/۱ سہام

ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۴/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، والد اور بھائیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید جو ایک شادی شدہ نوجوان تھا، اُس کی نسل میں کوئی بچہ نہیں، ایک ایکسیڈینٹ میں کچھ دنوں زیر علاج رہ کر انتقال کر گیا، اُس کے پیچھے تین بھائی والد اور اُس کی بیوی ہندہ ہے، کچھ دنوں کے بعد زید کے والد کا بھی انتقال ہو گیا، اب مرحوم زید کی میراث کیسے تقسیم ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں زید کا کل ترکہ اُس کی بیوی ہندہ اور والد کے درمیان تقسیم ہوگا، بیوی کو ربح اور ما بقیہ والد کو ملے گا، اور چوں کہ والد کا بھی انتقال ہو چکا ہے، اس لئے یہ حصہ والد کے سبھی وارثین کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، اور سوال میں چوں کہ والد کے وارثین کی تفصیل درج نہیں ہے؛ اس لئے حصوں کی وضاحت نہیں کی جاسکتی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

الربع للواحدة فصاعدا عند عدم الولد وولد الإبن وإن سفل. (السراجي في

الميراث ص: ۱۱-۱۲)

والتعصيب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الإبن وإن سفل. (السراجي

في الميراث ص: ۱۰، كذا في الفتاوى الهندية / الباب الثاني في الفرائض ۴۸۱/۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۶/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، ۴/۱۷ کے، ۶/۱۷ کیوں کے درمیان ۲/۱۷ گز مکان اور

۸/۱۷ لاکھ روپے کی تقسیم

سوال (۱۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عبدالرؤف لا ولد فوت ہو گئے، اُن کے انتقال پر اُن کی زوجہ شمیمہ بیگم اور محمد شریف، محمد الیاس، محمد قدوس، محمد ادیس برادران حقیقی اُن کے وارث ہوئے، شرع محمدی کی روشنی میں کس کو کتنا حصہ ملا، تحریر فرمادیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد ادائے حقوق و عدم موانع ارث مرحوم عبدالرؤف کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۴، تص: ۱۶

میست

| | | | | |
|-----------------|---------------|---------------|---------------|---------------|
| بیوی شمیمہ بیگم | بھائی شریف | محمد الیاس | محمد قدوس | محمد ادیس |
| $\frac{1}{4}$ | $\frac{1}{3}$ | $\frac{1}{3}$ | $\frac{1}{3}$ | $\frac{1}{3}$ |

کل ترکہ ۱۶ حصوں میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنے حصے ملیں گے جو اس کے نام کے نیچے درج ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال - في حديث - وجعل للمرأة الشمن والربع، وللزوج الشطر والربع. (صحيح البخاري ۶۵۸۱۲ رقم: ۴۵۷۸)

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / باب العصبات ۴۵۱۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، بیٹی اور بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اُس نے ورثہ میں ایک بیوی ایک بیٹی اور ایک عینی بھائی کو چھوڑا۔ شریعت کی روشنی میں وراثت اُن کے مابین کیسے تقسیم ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد ادائے حقوق و عدم موانع ارث مرحوم میت کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا۔

مسئلہ: ۸

| | | |
|------|------|-------|
| بیوی | بیٹی | بھائی |
| ۱ | ۴ | ۳ |

کل ترکہ ۸ برابر سهام میں تقسیم ہو کر ہر وراث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔
قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَوَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال - في حديث - وجعل للمرأة الثمن

والربع، وللزوج الشطر والربع. (صحيح البخاري ۶۵۸۲ / رقم: ۴۵۷۸)

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، و يأخذ ما بقي من سهام ذوي

الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / باب العصبات

۴۵۱۶ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، ۲/ بھائی اور ۲/ بہنوں کے درمیان ۱۹/۱ لاکھ ۵۰ ہزار کی تقسیم

سوال (۱۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جناب قدیر احمد کا انتقال ہو گیا وہ لا ولد تھے، انہوں نے درج ذیل وارثین چھوڑے، بیوی:

قمر النساء عرف سنجیدہ، دو بھائی پچو اور بابو اور دو بہنیں نازک اور سلمیٰ، قدیر احمد کا ایک مکان تھا جو ۱۹۵۰۰۰ میں فروخت ہوا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ قدیر احمد مرحوم کا ترکہ اُن کے وارثین میں کس حساب سے تقسیم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد ادائے حقوق و عدم موانع ارث مرحوم قدیر احمد کا ترکہ ان کے وارثین میں درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۴، تص: ۱/۸، تداخل ۲۴۳۷۵۰/۱۹۵۰۰۰۰

| می | ت | تداخل | مسئلہ: ۴، تص: ۱/۸ | تداخل | ۲۴۳۷۵۰/۱۹۵۰۰۰۰ |
|------|--------|--------|-------------------|--------|----------------|
| رووس | بیوی | بھائی | بھائی | بہن | بہن |
| سہام | ۱/۲ | ۲ | ۲ | ۳ | ۱ |
| ترکہ | ۲۸۷۵۰۰ | ۲۸۷۵۰۰ | ۲۸۷۵۰۰ | ۲۴۳۷۵۰ | ۲۴۳۷۵۰ |
| | روپے | روپے | روپے | روپے | روپے |

قدیر احمد کا کل ترکہ ۱/۸ برابر سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ

لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال - في حديث - وجعل للمرأة الشمن

والربع، وللزوج الشطر والربع. (صحيح البخاري ۶۵۸/۲ رقم: ۴۵۷۸)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الأنثيين﴾ (النساء: ۱۷۶، شریفیہ ۴۸)

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ

الانثيين. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ۴۸۰/۷ دار الكتب العلمية بيروت)

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي

الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / باب العصبات
۴۵۱۶۶ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۶/۱۳۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، لڑکی اور والدین کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شاہد بیگ کا انتقال ہو گیا، اُس کے ورثہ میں والد رئیس بیگ والدہ مشہودہ بیگم ایک بیوی صبا بیگم، ایک لڑکی ساثرہ بیگم ہے، ترکہ میں ۳۰۰ گز کا پلاٹ ہے، اُس کی بیوی پر چڑھایا ہوا زیور ہے، شرعاً کس کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ اور زیور کس کو ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت واقعہ و بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث

وعدم موانع ارث مرحوم کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

| ۲۵ | ۱۲ | ۲ | مستقلہ ۲۴ | شاہد بیگ |
|------------------|--------|-----------|-----------|-----------|
| ترکہ ۳۰۰ گز مکان | توافق | مستقلہ ۲۴ | مستقلہ ۲۴ | مستقلہ ۲۴ |
| والد | لڑکی | بیوی | بیوی | بیوی |
| رئیس | ساثرہ | صبا | صبا | صبا |
| ۵ | ۱۲ | ۳ | ۳ | سہام |
| ۶۲/۲ گز | ۱۵۰ گز | ۱/۲ گز | ۱/۲ گز | ترکہ |

مرحوم کا کل ترکہ مذکورہ نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا، اور ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اُس کے نام کے نیچے سہام کے سامنے درج ہے، اور زیور کا حکم یہ ہے کہ اگر آپ کے خاندان میں لڑکی کو زیور کے مالک بنا دینے کا عرف ہے تو یہ زیور بیوی کا ہوگا، اور اگر عرف یہ ہے کہ بیوی کو عاریت پر دیا جاتا ہے، ملکیت لڑکے کی باقی رہتی ہے، تو ایسی صورت میں یہ زیور مرحوم شاہد بیگ کی وراثت میں شمار

ہوگا اور اُس کو مذکورہ بالا نقشہ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال - في حديث - وجعل للمرأة الشمن والرابع، وللزوج الشطر والرابع. (صحيح البخاري ۶۵۸/۲ رقم: ۴۵۷۸)

قال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

المختار للفتوى أن يحكم بكون الجهاز ملكاً لا عارية؛ لأنه الظاهر الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الكل عارية. (شامي ۳۰۹/۴ زكريا)

وفرضها: السدس إلا إذا كان معها أبٌ أو أحد الزوجين، فلها ثلث ما بقي من بعد نصيب أحد الزوجين عند عامة الصحابة. وبه أخذ أصحابنا. حتى أنه إذا كان للميت امرأة وأبوان، فللمرأة الربع، سهم من أربعة وللأم ثلث ما بقي. وفي شرح الطحاوي: وما بقي للأب. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني عشر في الأم ۲۳۰/۲۰ رقم: ۳۳۱۱۲ زكريا)

والفتوى أنه إن كان العرف مستمراً أن الأب يدفع الجهاز ملكاً لا عارية. (الأشباه والنظائر ص: ۱۵۷ ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۹/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، بھائی اور تین بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے تاؤ مظفر حسین کا انتقال ہو گیا ہے، ترکہ میں جائیداد سامان وغیرہ اُن کا موجود ہے اُن کی ایک بیوی، ایک بھائی اور تین بہنیں ہیں، آپس میں کتنے کتنے حصے کے مالک ہوں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال وعدم موانع ارث وبعدادائے حقوق

متقدمہ علی الارث مرحوم مظفر حسین کا ترکہ حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۴، تصص: ۲۰

| | | | | | |
|------|------|-------|-----|-----|-----|
| مظفر | بیوی | بھائی | بہن | بہن | بہن |
| رووس | ۱/۵ | ۶ | ۳ | ۳ | ۳ |
| سہام | | | | | |

مرحوم کے وارثین میں سے ہر ایک وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ

لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال - في حديث - وجعل للمرأة الثمن

والربع، وللزوج الشطر والربع. (صحيح البخاري ۶۵۸۱۲ رقم: ۴۵۷۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، بھتیجی، بیٹی اور بھانجی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: محمد ابراہیم کا انتقال ہو گیا، اُس کے ورثہ میں ایک زوجہ، ایک بھتیجی، دو بھتیجیاں (۱) آسیہ (۲)

آمنہ، چار بھانجے، سات بھانجیاں موجود ہیں، کس کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال وبعدادائے حقوق مسؤلہ صورت

میں کل مال کا چوتھائی حصہ بیوی کو ملے گا اور بقیہ مال بھتیجی کو ملے گا، بھتیجیاں اور بھانجے اور بھانجیاں

سب محروم ہوں گے، اُن کا میت کی وراثت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ

لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ ﴿۱۲﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

یحجب الأقرب ممن سواهم الأبعد لما مرّ أنه يقدم الأقرب فالأقرب.

(الدر المختار مع الشامی / فصل فی العصات ۵۲۹/۱۰ زکریا)

الأقرب فالأقرب یرجحون بقرب الدرجة، أعنی أولهم بالمیراث جزء المیت
 أي البنون، ثم بنوهم، وإن سفلوا، ثم أصله أي الأب ثم الجد أي أب الأب وإن علا،
 ثم جزء أبیه الإخوة ثم بنوهم وإن سفلوا. (السراجی مع الشریفیة ۲۲، طرازی ص: ۱۰۶ مکتبہ حجاج)
 إنما یرث ذووا الأرحام إذا لم یکن أحدٌ من أصحاب الفرائض ممن یرد علیه،
 ولم یکن عصبیة. (الفتاویٰ الہندیة، کتاب الفرائض / الباب العاشر فی ذوی الأرحام ۴۵۹/۶ زکریا)
 هو کل قریب لیس بذی سهم ولا عصبیة، ولا یرث مع ذی سهم ولا
 عصبیة. (الدر المختار، کتاب الفرائض / باب توریت ذوی الأرحام ۷۹۱/۶ کراچی، وکذا فی مجمع

الأنهر، کتاب الفرائض / فصل فی ذوی الأرحام ۵۲۲/۴ المکتبہ الغفاریة کوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۱۲/۲ھ

ایک بیوی، دو بہن اور متبنی کے درمیان میراث کی تقسیم

سوال (۱۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میری کوئی اولاد نہیں ہے، ماں باپ، بھائی بھتیجے بھی نہیں ہیں، صرف ایک بیوی اور دو بہنیں
 ہیں، اُن میں سے ایک بہن کی اولاد بھی ہیں اور ایک بہن کی کوئی اولاد نہیں ہے، بیوہ ہے۔ میں نے
 اپنی بیوی اور متبنی کو دے دیا ہے۔ اب بیس ہزار روپے مزید ہیں، اُن کو تقسیم کرنا چاہتا ہوں، تو شرعاً
 کس کو کتنا دوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ویسے تو آپ زندگی میں اپنے مال کے مالک ہیں، جس

کو جتنا چاہے دے سکتے ہیں، اگر وراثت کا حکم معلوم کرنا چاہتے ہیں، تو حکم یہ ہے کہ مسئلہ صورت میں کل متروکہ مال آٹھ حصوں میں تقسیم ہو کر دو حصے آپ کی بیوی کو اور ۳-۳ حصے ہر ایک بہن کو ملیں گے، اور متنبی کا وراثت میں حصہ نہیں؛ البتہ اگر آپ اپنی طرف سے اُسے کچھ دینا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے۔ (مستفاد: بئلمہ فتح المہم ۷۵۲)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

وَأَمَّا الْأَخْوَاتُ لِأَبٍ وَأُمٍّ، فَلِلْوَأَحِدَةِ مِنْهَا النِّصْفُ، وَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَصَاعِدًا فَلَهُمَا الثَّلَاثَانُ. (الفتاویٰ البرازیلیہ علی هامش الہندیہ / الفصل الأول من الفرائض ۴۵۶/۶ دار الفکر بیروت)

ویستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب: وهو القرابة، والسبب:

وهو الزوجية والولاء. (الفتاویٰ الہندیہ / أول كتاب الفرائض ۴۴۷/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۵/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو بیویوں اور ان کی اولاد کے درمیان جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

سوال (۱۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی محمد مجتبیٰ حسین کا انتقال ہو گیا، وارثین میں پہلی مرحومہ بیوی سے دولڑکے اور دوسری بیوی سے تین لڑکیاں ہیں۔ حاجی صاحب نے ترکہ میں ایک پختہ مکان، ایک بیگھہ ساڑھے تین گٹھہ زمین ایل آئی سی پالیسی بینک اکاؤنٹ، تین عدد موٹر سائیکل، دو عدد ڈریکٹر چھوڑے ہیں، اور ایل آئی سی پالیسی دوسری بیوی کے نامزد ہے، تینوں لڑکیوں کے نام سے الگ ایل آئی سی پالیسی ہیں:

(۱) دونوں ڈریکٹر جو دوسری بیوی کے نام سے ہیں، کیا اُس کو ترکہ میں شامل کیا جائے گا؟ یا

وہ بیوی کی ملکیت میں شمار ہوگا؟

(۲) ایل آئی سی کی رقم کس مد میں رکھی جائے گی؟

(۳) ساڑھے تین گٹھ زمین دوسری بیوی کے نام ہے، کیا وہ ترکہ میں شمار ہوگی؟

(۴) بینک کی رقم کا کیا حکم ہوگا؟

(۵) پہلی مرحومہ بیوی کی مہر فاطمی کی ادائیگی کا کوئی ثبوت یا اُس کا کوئی علم نہیں ہے؟ اس

کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟

نوٹ:- دونوں ٹریکٹرساڑھے تین گٹھ زمین حاجی صاحب مرحوم نے اپنے قبضہ میں رکھی تھی، سب کو یہ معلوم تھا کہ حاجی صاحب مرحوم کے نام سے ہے، مرحومہ بیوی کی والدہ یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ میری بیٹی کی مہر فاطمی ادا نہیں کی تھی؛ کیوں کہ وہ اچانک انتقال کر گئی تھی، مرحومہ بیوی کے نام نہ تو زمین ہے اور نہ ہی بینک اکاؤنٹ تھا۔ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرحوم حاجی محمد مجتبیٰ حسین کا کل مال جو اُن کی وفات

کے وقت اُن کی ملکیت میں موجود تھا، اُن کے شرعی وارثین میں درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۸

دوسری بیوی لڑکا لڑکا لڑکی لڑکی لڑکی

۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۱

مرحوم کا ترکہ ۷ رسہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔ سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق ایک پختہ مکان ایک بیگھہ ساڑھے تین گٹھ زمین اور تین عدد موٹر سائیکل، یہ سب حاجی مرحوم کی ملکیت میں تھیں۔ اسی طرح اُن کے نام سے کھلے ہوئے بینک اکاؤنٹ میں جو رقم ہے وہ بھی اُن کے ترکہ میں شامل ہوگی، نیز اُنہوں نے اپنے نام سے ایل آئی سی پالیسی لے رکھی تھی، اُس میں اُنہوں نے جو اصل رقم جمع کی ہے، وہ بھی اُن کے ترکہ میں شامل ہوگی؛ البتہ جو بھی زائد رقم ملے گی، اُس کو غریبوں پر تقسیم کرنا لازم ہوگا۔ ایل آئی سی

پالیسی میں اُن کے بعد بیوی کو اس رقم کے نکالنے پر نامزد کرنے سے اُس پر بیوی کی ملکیت ثابت نہ ہوگی؛ البتہ تینوں لڑکیوں کے نام جو ایل آئی سی پالیسی لے رکھی ہے اُس میں جتنے پیسے حاجی صاحب نے اپنی زندگی میں جمع کر دئے ہیں، وہ لڑکیوں کی ملکیت قرار پائیں گے، اور چوں کہ یہ پالیسیاں لڑکیوں کے نام ہیں، اس لئے یہ حاجی صاحب کے انتقال کے بعد ختم نہیں ہوں گی؛ بلکہ قانوناً جاری رہتی ہیں؛ البتہ اگر لڑکیاں ختم کرانا چاہیں تو ختم کرا کر اصل جمع شدہ رقم واپس لے سکتی ہیں۔ اور دونوں ٹریکٹر چوں کہ حسبِ تحریر سوال حاجی صاحب نے زندگی بھر اپنے ہی قبضے میں رکھے تھے، اور اُن سے خود فائدہ اُٹھاتے رہے، نہ تو اُنہیں بیوی کے قبضے میں دیا اور نہ ہی اُن کا نفع بیوی کے حوالے کیا، تو یہ بظاہر اس بات کی دلیل ہے کہ اُنہوں نے یہ دونوں ٹریکٹر صرف بیوی کے نام کئے تھے، قبضے میں نہیں دئے تھے؛ لہذا ہبہ تام نہ ہونے کی وجہ سے اُن دونوں ٹریکٹروں کو بھی حاجی صاحب کے ترکہ میں شامل کیا جائے گا، اور ساڑھے تین گٹھہ زمین جو دوسری بیوی کے نام ہے، اُس کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اُس کو دوسری بیوی کے مہر کے بدلے میں دیا گیا ہے، تو یہ دوسری بیوی کی ملکیت سمجھی جائے گی، اور اگر ویسے ہی بیوی کے نام ہبہ کیا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اُس زمین سے جو آمدنی ہوتی رہی ہے، وہ حاجی صاحب اپنے قبضہ میں رکھتے تھے، یا دوسری بیوی کو دیتے رہتے تھے، اگر اپنے قبضے میں رکھتے تھے اور بیوی کے مطالبہ کے باوجود اُسے کچھ نہیں دیتے تھے، تو یہ زمین بھی حاجی صاحب کے ترکہ میں شامل ہوگی، اور اگر حاجی صاحب کی زندگی میں زمین کی آمدنی اور اُس میں تصرف کا اختیار دوسری بیوی کو حاصل رہا ہے، تو یہ زمین دوسری بیوی کی ملکیت شمار ہوگی، اور حاجی صاحب کے ترکہ میں شامل نہیں ہوگی، اور حاجی صاحب کی مرحومہ بیوی کا اگر مہر ادا نہیں کیا گیا ہے، تو اولاً ترکہ میں سے مہر کی رقم نکال کر بیوی کے ورثہ میں تقسیم ہوگی، جس میں خود اُس کے لڑکے اور والدہ شامل ہیں۔ (فتاویٰ عثمانی ۳/۲۴۳)

ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته (الدر المختار) وقال ابن عابدين: هو ما كان ثابتاً بالبينة مطلقاً أو

بإقرار، ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي، ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته.

(الدر المختار مع الشامى / كتاب الفرائض ٧٦٠/٦ دار الفكر بيروت)

فالمهر يتأكد بأحد معان ثلثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد

الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل حتى لا يسقط شيء منه بعد ذلك إلا بالإبراء

من صاحب الحق. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح / فصل بيان ما يتأكد به المهر ٥٨٤ / ٢ زكريا)

يملك الموهوب له، الموهوب بالقبض شرط لثبوت الملك وتتم

بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المحلة لسليم

رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث في أحكام الهبة ٤٧٣/١ رقم المادة: ٨٦١)

وتتم الهبة بالقبض الكامل لقوله عليه الصلاة والسلام: لا تجوز الهبة إلا

مقبوضة. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة / أركان الهبة ٣٥٣/٣ دار إحياء التراث العربي بيروت، ٤٩١/٣

مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

تتعقد الهبة بالإيجاب والقبول. (شرح المحلة للأتاسي ٤٦٢/١)

أفاد أن التلفظ بالإيجاب والقبول لا يشترط؛ بل تكفى القرائن الدالة

على التملك كمن دفع لفقير شيئاً وقبضه، ولم يتلفظ واحد منهما بشيء.

(شامى / أول كتاب الهبة ٦٨٨/٥ كراچى)

والإذن نوعان: صريح ودلالة وأما الدلالة فهي أن يقبض الموهوب

له العين في المجلس ولا ينهاه الواهب فيجوز قبضه استحساناً. (بدائع الصنائع / بيان

شرائط صحة القبض ١٧٦٥-١٧٧ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

كتبة: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٢/٤/١٣٣٥ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا نکاحِ ثانی کرنے کے بعد بیوہ کو شوہرِ اول کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال (۱۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد حسین مرحوم نے ترکہ میں دو مکان مربع ۲۶ رگز اور ۵۲ رگز مربع دو منزلہ چھوڑے، وارثین میں دو لڑکے ایک لڑکی اور ایک بیوی ہے، انتقال کو کافی عرصہ ہو چکا ہے۔ اب مرحوم کی بیوی نے نکاحِ ثانی کر لیا ہے، تو کیا مرحوم کی بیوی کا بھی حصہ ہوگا؟ اور کیا دونوں مکان کی زمین قیمت کے اعتبار سے ایک ہی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال و بعد اداِ حق و ما تقدم و عدم موانع ارث مرحوم کا ترکہ اُن کے وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۸، تص: ۴۰

| بیوی | لڑکا | لڑکا | لڑکی |
|---------------|------|----------------|------|
| $\frac{1}{5}$ | ۱۳ | $\frac{۷}{۱۳}$ | ۷ |

مرحوم کے ترکہ میں مرحوم کی وہ بیوی بھی شرعاً حق دار ہوگی جس نے نکاحِ ثانی کر لیا ہے؛ لہذا مرحوم کا ترکہ چالیس حصوں میں تقسیم ہو کر اسی کے تناسب سے ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

ثم شرع في الحجب، فقال: ولا يحرم ستنه من الورثة بحال البتة.....

الولدان الزوجان. (الدر المختار، كتاب الفرائض / فصل في العصبات / ۶/۷۷۹ دار الفكر بيروت،

۱۰/۲۹۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالتفريغ بطلبها ذلك. (الدر المختار مع الشامى، كتاب الخنثى / مسائل شتى ۴۷۵/۱۰ زكريا)
 بہر حال وہ مکان پہلی بیوی کی لڑکیوں کی اجازت کے بغیر بیچا نہیں جاسکتا، اور جب بھی بیچا
 جائے گا تو اُن کے حصہ کی زمین کا پیسہ اُنہیں ہی دینا لازم ہوگا۔

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية
 عليه، وإن فعل كان ضامناً. (شرح المحلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد
 الفقهية ۶۱۱/۱ رقم المادة: ۹۶ المكتبة الحنفية كوئٹہ، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ۲۰۰/۶
 كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۸ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری بیوی کی اولاد کو محروم کر کے پہلی بیوی کی اولاد کو جائیداد دینا

سوال (۱۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے والد صاحب نے تیزاً خاتون سے نکاح کیا تھا، اُن سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا
 مطلوب حسین پیدا ہوئے، پہلے والدہ کا انتقال ہو گیا، اُس کے بعد دونوں لڑکیوں کا انتقال والد
 صاحب کی زندگی میں ہو گیا، اُس کے بعد والد صاحب نے بانو خاتون سے نکاح کیا، اُن سے تین
 لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی، وہ تینوں لڑکے والد صاحب کو ستاتے اور پریشان کرتے رہے، اس لئے
 والد صاحب نے اپنی زندگی میں اُن کو محروم کر کے میرے نام آدھے مکان کی وصیت کر دی اور آدھا
 مکان میری دوسری والدہ بانو خاتون کو مہر میں دے دیا، اب والد صاحب اور بانو خاتون جو میری
 والدہ تھیں اُن کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ جو آدھے مکان میں میرے نام وصیت کی
 ہے اُس میں ہمارا ہی حصہ ہے یا ہمارے سوتیلے بھائیوں کا بھی حصہ ہے، اسی طرح آدھا مکان جو
 والدہ کو مہر میں دیا تھا اُس میں ہمارا حق ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال مسئلہ صورت میں آپ کے والد

صاحب نے جو نصف مکان دیگر بچوں کو چھوڑ کر صرف آپ کے لئے وصیت کیا ہے اُس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں؛ بلکہ یہ حصہ مکان والد صاحب کے انتقال کے وقت موجودہ تمام شرعی وارثین میں حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا، اگر اولاد نے والدین کو ناراض کر رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اُس کی سزا ملے گی؛ لیکن اس بنیاد پر اُسے وراثت کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا، اور جو نصف مکان والد صاحب نے اپنی دوسری بیوی بانو خاتون کے مہر میں لکھا تھا، وہ صرف اسی بیوی کا حق ہے جو اُس کے انتقال کے بعد اُس کی اولاد میں تقسیم ہوگا، اور اُس حصہ میں والد صاحب کی پہلی بیوی تمیزاً خاتون کی اولاد (مطلوب حسین) کا کوئی حق نہ ہوگا۔ (عزیز الفتاویٰ ۷۳۶)

عن أبي أمانة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲۱۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶۱۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳۱۲ رقم: ۳۶۴۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲۶۵)

عن عمرو بن العاص رضي الله عنه قال: الكبائر الإشراف بالله وعقوق الوالدين الخ. (صحيح البخاري ۹۸۷۱۲ رقم: ۶۶۷۵ دار الفكر بيروت)

عن أبي عيسى المغيرة بن شعبة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله تعالى حرم عليكم عقوق الأمهات. (صحيح البخاري ۹۵۸۱۲ رقم: ۶۴۷۳ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم رقم: ۲۵۵۶ بيت الأفكار الدولية)

عن ابن عباس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا وصية لوارث إلا أن يشاء الورثة. (مشكاة المصابيح / باب الوصايا ۲۶۵)

و بطل وصيته للوارث. (الدر المختار على هامش رد المختار / كتاب الفرائض ۳۷۶۱۰ زكريا)

ولا تجوز الوصية للوارث إلا أن يجيزها الورثة. (الفتاوى الهندية / كتاب

الوصايا ۹۰/۱۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱۱/۲۳ھ

ایک بیوی کی اولاد کو محروم کر کے دوسری کی اولاد کو دینا

سوال (۱۷۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جناب عبدالرحمن صاحب کی دو بیویاں تھیں، ایک بیوی احمدی بیگم جو انتقال کر چکی ہے، اُن کے لطن سے ایک لڑکا ایک لڑکی ہے، دوسری بیوی بلقیس بیگم جو حیات ہے، اُن کے لطن سے ایک لڑکا عطاء الرحمن دولڑکیاں بے بی، چھنو خاتون، جناب عبدالرحمن صاحب پہلی بیوی مرحومہ کی اولاد کو اپنی جائیداد دینا چاہتے ہیں، اور دوسری بیوی بلقیس کو اور اُن کی اولاد کو نہیں دینا چاہتے، اپنی جائیداد سے محروم اور ناحق کرنا چاہتے ہیں، جب کہ دوسری بیوی اور اُس کی اولادیں نافرمان بھی نہیں ہیں، تو شرعاً کیا صرف ایک بیوی کی اولاد کو دینے سے عبدالرحمن صاحب گنہگار ہوں گے؟ آخرت میں گرفت ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال عبدالرحمن کا ایک بیوی اور اُس کی اولاد کو

بلوا وجہ محروم کر کے دوسری مرحومہ بیوی کی اولاد کو کل جائیداد بخشش کرنا باعثِ گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بعض لوگ تمام عمر خدا کی فرماں برداری میں گزارتے ہیں؛ لیکن موت کے وقت وارثوں کو محروم کر جاتے ہیں، ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہ دوزخ میں ڈال دے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱/۴۷۵)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن

الرجل ليعمل والمرأة بطاعة الله ستين سنة، ثم يحضرهما الموت، فيضاران في الوصية، فتجب لهما النار، ثم قرأ أبو هريرة: ﴿مَنْ بَعَدَ وَصِيَّةَ يَوْصِي بِهَا أَوْ دَيْنِ

غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ. تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ، وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ ﴿مشكاة المصابيح ۲۶۶/۱، سنن ابن ماجه ۱۹۴، سنن الترمذي ۳۲۱۲﴾

قوله: فيضاران من المضارة يوصلان الضرر إلى الوارث بسبب الوصية
لأجنبي بأكثر الثلث، أو بأن يهب جميع ماله لواحد من الورثة؛ كيلا يرث
وارث آخر من ماله شيئاً، فهذا مكروه فرار عن حكم الله تعالى. (مرقاة المفاتيح شرح
مشكاة المصابيح ۱۸۴/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند)

دوسری حدیث ہے کہ جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو
جنت سے محروم کر دے گا۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة
المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا /
باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت)

عن أنس ابن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم: من فر من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن
ماجه، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۵/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری بیوی کے شرعی وارثین میں پہلی بیوی کی اولاد
شامل نہیں ہوگی

سوال (۱۷۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عمر کی عمر اس وقت ستر سال ہے، پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد اس نے تیرہ سال پہلے عقد ثانی کیا تھا، اور مہر ادا کر دئے تھے، عمر کی پہلی اہلیہ سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے، سب شادی شدہ ہیں، جب کہ دوسری موجودہ اہلیہ سے کوئی اولاد نہیں ہے، حال میں عمر نے اپنے پیسے سے ایک مکان موجودہ اہلیہ کے نام سے اس نیت سے خریدا کہ وہ مکمل طور پر اس کی مالکہ ہوں گی، عمر کی حیات میں بھی اور اس کے بعد بھی اور عمر کو اس کے سلسلہ میں کسی طرح کی مداخلت کا حق نہ ہوگا، مہربانی فرما کر یہ بتائیں کہ عمر کے انتقال اور موجودہ اہلیہ کے انتقال کی صورت میں عمر کے تینوں بچے اس کی اہلیہ کے وارث ہوں گے یا خون کا رشتہ نہ ہونے اور سوتیلے ہونے کی وجہ سے ان کے بجائے اہلیہ کے خون کے رشتہ دار ان کے میکہ کے لوگ ہوں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حسب تحریر سوال چوں کہ آپ نے دوسری بیوی کے نام مکان خرید کر مکمل طور پر اسے مالک بنا دیا ہے؛ اس لئے یہ مکان اس بیوی کے انتقال کے بعد اس کے شرعی وارثین میں تقسیم ہوگا، اور اس کے شرعی وارثین میں آپ کی پہلی اہلیہ کی اولادیں داخل نہیں ہوں گی؛ البتہ اگر دوسری اہلیہ کا انتقال آپ کی حیات میں ہو گیا اور اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، تو آپ کو بحیثیت شوہر اس کے ترکہ کا نصف حصہ ملے گا اور باقیہ نصف حصہ اس کے دیگر وارثین میں تقسیم ہوگا، اور اگر آپ کا انتقال دوسری اہلیہ سے پہلے ہو جائے تو اس مکان یا اس کی دیگر مملو کہ چیزوں میں آپ کی اولاد کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

ولو قال: جعلت لك هذه الدار، أو هذه الدار لك فأقبضها فهو هبة
..... وأما حكمها فنبوت الملك للموهوب له. (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب
الأول ۳۷۴/۱-۳۷۵ زكريا)

كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب
حصصهم. (شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ۶۱/۱ رقم المادة: ۱۰۹۱
المكتبة الحنفية كوئته)

ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة. والسبب وهو الزوجية والولاء. (الفتاوى الهندية / الباب الأول في الفرائض ۴۷/۶ ۴ زكريا، الدر المختار مع الشامي / كتاب الفرائض ۹۷/۱۰ ۹ زكريا، وكذا في البحر الرائق / كتاب الفرائض ۳۶۵/۹ ۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 كتبه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۵/۱۴۳۰ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری بیوی اور پہلی بیوی کے لڑکے اور شوہر کی بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا، اور اُس بیوی سے ایک لڑکا ہے، اب زید نے دوسرا نکاح کر لیا اور چودہ سال کے بعد زید کا انتقال ہو گیا اور دوسری بیوی کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، زید کی تین بہنیں بھی موجود ہیں۔ اب زید کی سمپتی مال و اسباب میں دوسری بیوی کا حق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا حق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کے متروکہ مال میں سے آٹھویں حصے کی حق دار دوسری بیوی ہے، جو زید کے انتقال کے وقت باحیات تھی، اور دوسری بیوی کو آٹھواں حصہ دینے کے بعد جو مال بچے گا وہ پہلی بیوی کے لڑکے کا حق ہوگا، اور لڑکے کی موجودگی میں زید کی بہنیں زید کی وراثت میں حق دار نہ ہوں گی۔

قال تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة. (سراجي ص: ۴)
 أما للزوجات والثلث مع الولد وبنو الأعيان والعلات كلهم يسقطون

بالإبن. (السراجي في الميراث ۱۷)

ويسقطن بالإبن وابن الإبن، وإن سفّل . (الفتاوى البزازية على هامش الهندية /

الفصل الأول في أصحاب الفرائض ٤٥٦/٦ زكريا) فقط واللّه تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے مال میں سے شوہر کا حصہ

سوال (۱۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کسی شخص کی بیوی کا انتقال ہو گیا، تو بیوی کے مال میں سے شوہر کو کیا ملے گا، اولاد کوئی نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کوئی اولاد نہیں ہے تو بیوی کے ترکہ میں سے شوہر کو

آدھا مال ملتا ہے، بقیہ مال بیوی کے دیگر ورثہ قریب یا بعید کو ملے گا۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ

لَهُنَّ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوَصِّينَ بِهَا﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۲/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہن کے متروکہ سامان اور زیورات میں بہنوئی اور دیگر ورثہ

کا کتنا حق ہے؟

سوال (۱۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہماری بہن نسرین کی شادی محمد سلیمان کے ساتھ ۱۰ سال قبل ہوئی تھی، اور ابھی ۲۲ مئی کو ان

کا انتقال ہو گیا؛ لہذا اب ان کے جہیز کے سامان کا اور مکان کا مسئلہ ہے، جس مکان میں وہ رہتی

تھیں اُس مکان کی زمین کا کاغذ ہماری بہن نسرین کے نام ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اُس زمین پر

جو مکان تعمیر کیا گیا، اُس میں جو پیسہ لگا وہ اس طرح ہے کہ ہم چار بھائیوں نے مل کر لگ بھگ دس ہزار دئے، والد اور والدہ نے پانچ ہزار دئے، ساڑھے پندرہ ہزار کا زیور فروخت کیا، چار ہزار پانچ سو روپے بچانے دئے، یہ پیسہ کل دیا گیا، جب بہن گذر گئیں تو مہروں کی بات ہوئی، تو ہمارے بہنوئی نے کہہ دیا کہ مکان بناتے وقت میں نے تمہاری بہن کے پانچ ہزار روپے مہروں کے تھوڑے تھوڑے کر کے ادا کر دئے، اور وہ پیسہ تمہاری بہن نے مکان میں لگا دیا، اس طرح مہر کی بات ختم ہو گئی، مکان تقریباً چالیس یا بیالیس گز جگہ میں بنا ہوا ہے، اور ہماری بہن کے کوئی اولاد نہیں ہے، ہم نے بہن کے گذرنے کے بعد بہنوئی سے کہا کہ جس طرح آپ یہاں آتے تھے، ویسے ہی آئیں اور جو سامان ہماری بہن کے گھر پر ہے، اسے برتیں اور جب تک آپ کی زندگی ہے اسی مکان میں رہیں، آپ کے بعد یہ سب ہمارا ہے، جب کہ بہن کی سسرال والوں نے بہن کی زندگی میں ہی بہن سے اپنا رشتہ ناٹ ختم کر لیا تھا، ہم نے بہنوئی سے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اس مکان میں صرف آپ کو رہنے کی اجازت ہے، آپ کے میکہ کا کوئی نہیں رہے گا، چاہے بہنوئی کی والدہ یا بھائی بھالو یا بہن بہنوئی، کوئی آپ سے لے لیں گے، انہوں نے اصرار کیا اور چلے گئے، اب انہوں نے ہمارے یہاں آنا جانا بند کر دیا، اور لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ میرا سامان اور میرا مکان میری سسرال والے ہتھیانا چاہتے ہیں؛ لہذا آپ سے درخواست ہے کہ آپ یہ تحریر فرمائیں کہ ہماری بہن کے سامان اور مکان کا جائز حق دار کون ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کی بیوی نے بوقت انتقال جو کچھ جائیداد اور ساز و سامان چھوڑا ہے، اُس میں شرعاً تمام ہی ورثہ کا حق ہے، اور چوں کہ آپ کی بہن کے کوئی اولاد نہیں تھی، اس لئے کل مال کا نصف حصہ شوہر یعنی آپ کے بہنوئی کا حق ہوگا اور بقیہ نصف حصہ میں دیگر ورثہ حسب حصص شرعیہ شریک ہوں گے؛ لہذا دیگر ورثہ کی طرف سے شوہر کو اُس کے واجبی حق سے محروم کرنے کی کوشش قطعاً جائز نہیں۔

قال تعالى: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَوَلَدٌ﴾ [النساء جزء آیت: ۱۲]
 عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه
 وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة
 المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ۲۶۶، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا /
 باب الحيف في الوصية ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت)

أما للزوج النصف عند عدم الولد. (السراجي في الميراث ۱۱)

الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، كتاب الدعوى / باب

التحالف، مطلب: واقعة الفتوى ۱۱/۶۷۸ زكريا)

والثالث أما اختياري وهو الوصية أو اضطراري وهو الميراث. (مجمع

الأنهر / كتاب الفرائض ۴/۴۹۴ كونه) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متونی بیوی کا زیور تنہا شوہر کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں

سوال (۱۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میری بیوی تقریباً تین سال ہوئے انتقال ہو چکا ہے، ان کا جو زیور ہے وہ میرے پاس رکھا ہوا
 ہے؛ لیکن یہ زیور میرے بچوں نے اپنی ماں کو بنوا کر دیا تھا، میں اپنی کمزور مالی حالت کی وجہ سے ان
 کو کوئی زیور بنوا کر نہیں دے سکا تھا، اس زیور کا مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا اس پر میرا حق بنتا ہے کہ میں
 اس کا جس طرح چاہوں استعمال کروں، یا اس کو بیچ کر روپیہ سب بہن بھائیوں میں تقسیم کر دو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرحومہ بیوی کا زیور اس کے ترکہ میں شامل ہوگا جو اس

کے تمام شرعی وارثین میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، آپ کو تنہا اپنی مرضی سے خرچ کرنا

جائز نہیں ہے، اس ترکہ میں شوہر ہونے کی حیثیت سے آپ کا حق صرف ایک چوتھائی میں ہے، اور باقیہ ترکہ اُس کی اولاد میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔

كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم. (شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث / ٦١٠/١ رقم المادة: ١٠٩١ المكتبة الحنفية كوئٹہ)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً. (شرح المحلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ٦١١ رقم المادة: ٩٦ المكتبة الحنفية كوئٹہ، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ٢٠٠/٦ كراچی، ٢٩١/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۰/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے نام پر خرید کردہ مشترکہ جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

سوال (۱۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد ابراہیم نے کئی جائیدادیں اپنی بیوی کے نام مشترکہ خریدی ہیں اور اُس میں زوجہ کا کوئی حصہ متعین نہیں ہے، اُس کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ملکیت کے لئے صرف نام سے خریدنا کافی نہیں؛ بلکہ قبضہ ضروری ہے، مسئلہ صورت میں اگر شوہر نے اپنی ذاتی رقم سے وہ مکان خریدا ہے، اور وہ اخیر دم تک اُسی کے قبضہ اور استعمال میں رہا تو اُس میں سب ورثہ کا حق ہے، بیوی اُس کی مالک نہیں ہے، اور اگر بیوی کی رقم سے خریدا اور پھر بیوی کو اُس کے حصہ کا مالک و متصرف بنا دیا، یا اپنی رقم سے خرید کر

اُسے پوری طرح قبضہ دے دیا تو یہ حصہ بیوی کی ملک ہوگا، اور کاغذات میں رقم کی ادائیگی کے اعتبار سے جو تناسب ہوگا، ملکیت میں بھی اُسی تناسب کا اعتبار ہوگا۔ (کفایت لمفتی ۱۱۵/۸، ۲۰۰۸)

ورجع علی شریکہ بحصته منه؛ لأنه وکیل فی حصۃ شریکہ، وقد قضی الثمن من مالہ فیرجع علیہ بحسابہ. (شامی، کتاب الشركة / مطلب فیما یبطل الشركة ۴۸۸/۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیوی کے حصہ کی جائیداد پر شوہر کا قبضہ کرنا

سوال (۱۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالمجید کی لڑکی عالیہ کو اپنے والد کی زمین واقع موضع کرکھیا میں حصہ نہیں، لوگوں نے کہا کہ اس زمین میں جو کہ کاشت کاری والی ہے، شرع لاگو نہیں ہوگی؛ بلکہ صرف قانون لاگو ہوگا، جس کی رو سے وہ زمین اُس نواسے کو مل گئی، جو عالیہ کی دوسری بہن ہاجرہ سے پیدا ہوا تھا، چنانچہ عالیہ اس زمین کی مالک نہیں ہو سکیں، یہ واقعہ ۱۹۵۴ء کا ہے، اور عالیہ کا انتقال ۱۹۶۰ء میں ہو گیا، اس کے بعد جب موضع مذکورہ کی چک بندی آئی تو عالیہ مرحومہ کے شوہر نے عدالت میں ۲۰۰۰ء میں دعویٰ کیا کہ عالیہ کا حق بحیثیت شوہر مجھے ملنا چاہئے، اور وہ مقدمہ جیت گئے، اور عالیہ کا حق پاگئے، عالیہ مرحومہ کے تین لڑکیاں بھی ہیں، جو زندہ ہیں، وہ کہتی ہیں کہ اُن کو بھی حصہ ملنا چاہئے۔ اور شوہر یعنی لڑکیوں کے باپ کا کہنا ہے کہ ترکہ وہ ہے جو مورث کی ملکیت میں ہو جب کہ عالیہ موضع مذکورہ کی زمین کی اپنی زندگی میں مالک ہی نہیں ہو سکیں، تو وہ لڑکیاں اپنی ماں عالیہ کی وارث اُسی ملکیت میں ہو سکتی ہیں، جو اُن کی ملکیت رہی ہو اور جو زمین عالیہ کے شوہر یعنی لڑکیوں کے باپ نے عالیہ کے انتقال کے چالیس سال بعد عدالت سے حاصل کیا ہے، اُس کے مالک عالیہ کے شوہر ہوئے، اب شوہر کے انتقال کے بعد یہ لڑکیاں وارث ہو جائیں گی، اس صورت مذکورہ میں شرعی حکم کیا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں عالیہ ہی اپنے والد عبدالمجید کی

جانیداد کی شرعاً حق وارثی، جب اُن کی طرف سے اُن کے شوہر نے بیرونی کر کے اس جانیداد کو حاصل کر لیا، تو اُس میں شوہر کی ملکیت نہیں آئی؛ بلکہ ملکیت عالیہ ہی کی ہے؛ البتہ اس بیرونی میں جو رقم شوہر نے خرچ کی ہے، وہ عالیہ سے وصول کرنے کے مستحق تھے؛ لہذا یہ جانیداد عالیہ کے انتقال کے بعد اُس کے شرعی وارثوں میں تقسیم ہوگی، چوتھائی حصہ شوہر کا ہوگا اور بقیہ عالیہ کی اولاد کو ملے گا۔

(مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۱۰۴/۵، فتاویٰ محمودیہ ۲/۳۶۴)

وأصل هذا أن الدين المشترك بين اثنين إذا قبض أحدهما شيئاً منه
فلصاحبه أن يشاركه في المقبوض . (الهداية، كتاب الصلح / فصل في الدين المشترك ۳/۲۳۷
إدارة المعارف ديوبند، الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلح / فصل في دعوى الدين
۳۴۲/۱۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱۲۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے زیورات، بینک بیلنس اور کپڑوں میں شوہر اور بہنوں کا حصہ

سوال (۱۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری اہلیہ کا شادی کے ۲۴ برس بعد جولائی ۲۰۰۲ء میں کینسر کے مرض میں انتقال ہو گیا، ہمارے کوئی اولاد نہیں ہوئی؛ البتہ میری اہلیہ نے میری رضا سے اپنی سگی بہن کے بیٹے کو اُس کی پیدائش کے بعد سے ہی گود لے لیا تھا، اُس بچے کی عمر اس وقت تقریباً پانچ برس ہے، میری مرحومہ بیوی کے چھ بھائی ہیں، چار اُن کی سگی ماں سے اور دو پہلی ماں سے، بیوی کے علاوہ اُن کی چار بہنیں اور بھی ہیں، ایک پہلی ماں سے اور تین دوسری ماں سے، بوقت انتقال اُن کے زیورات بینک بیلنس اور نقد رقم تھی۔ علاوہ ازیں کچھ رقم اُنہوں نے اپنی حیات میں اپنے شوہر یعنی مجھے بطور قرض دی تھی، اور کچھ رقم اپنی ایک بہن اور ایک بھائی کو دے رکھی تھی، میرے خسر محترم یعنی میری اہلیہ کے والد محترم کا انتقال ۱۹۸۹ء میں ہو گیا تھا، تب میرے ایک سالے صاحب نے ورثہ کی صورت میں ایک حصہ

میری بیوی کو دینا طے کیا تھا، اور اُس رقم کا چالیس فیصد ادا بھی کر دیا تھا؛ لیکن ۶۰ فیصد اب بھی باقی ہے۔ اب یہ معلوم کرانے کی زحمت فرمائیں کہ شوہر کے گھولائے ہوئے ساز و سامان اور طے ہوئے تحائف وغیرہ جو گھر کے استعمال میں آئے، اُن تمام چیزوں میں وراثت کس کس کے حصہ میں اور کتنی کتنی تقسیم ہوگی؟ جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں کہ میری بیوی کا انتقال کینسر کے مرض میں ہوا، گذشتہ تین برسوں میں علاج معالجہ پر تمام رقم میں نے ہی خرچ کی تھی؛ البتہ آخری اسٹیج میں میرے وہ سالے صاحب جن کے ذمہ میری بیوی یعنی اُن کی بہن کا ورثہ ۶۰ فیصد دینا باقی ہے، اُس نے کل خرچ کا چھ سات فیصد اور ایک دوسرے سالے صاحب نے تقریباً تین فیصد خرچ برداشت کیا، جو میں نے اُن لوگوں کی جانب سے قرض سمجھ کر وصول کیا، اور یہ رقم میرے ذمہ واجب الاداء ہے۔ اب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جو رقم میں نے اپنے دونوں سالوں سے اپنی بیوی کی بیماری میں بطور قرض لے رکھی ہے، وہ رقم بیوی کو بھائی سے ملنے والی ۶۰ فیصدی وراثت کے حصہ سے منہا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ کیا میں اپنی بیوی کو ملنے والی ۶۰ فیصد رقم جو باقی تھی، میری بیوی کے پس مرگ لینے کا حق دار ہوں؟ فقہ حنفی کی رو سے جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کی بیوی کے انتقال کے وقت اُن کی ملکیت میں جو بھی زیورات بینک بیلنس یا نقد رقم تھی، یا جہیز میں آمدہ سامان اور کپڑے وغیرہ جس حالت میں بھی تھے، وہ اُس کے ترکہ میں شمار ہو کر اُن کے وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کئے جائیں گے، اسی طرح اُن کے والد کی طرف سے اُنہیں جو ترکہ ملنا تھا جس میں سے حسبِ تحریر سوال ساٹھ فیصد حصہ بھائی کے ذمہ باقی ہے، وہ رقم بھی سبھی وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگی۔ اور تقسیم کا اُصول یہ ہے کہ مسئولہ صورت میں نصف ترکہ کا مستحق شوہر یعنی آپ ہوں گے، اور بقیہ نصف مرحومہ کے سگے بہن بھائیوں میں تقسیم کیا جائے گا، اور جس بھانجے کو مرحومہ نے گود لے رکھا تھا، اُس کو وراثت میں سے کچھ حصہ نہیں ملے گا، اسی طرح سوتیلے بھائی بہنوں کو بھی اُس

کے مال میں سے کچھ حق نہ ہوگا۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ

لَهُنَّ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

ويسقط بنو العلات بالأخ لأب وأم وبالأخت لأب وأم إذا صارت

عصبة. (السراجي في الميراث ۱۷)

وأما الإثنان من السبب: فالزوج والزوجية: للزوج النصف عند عدم الولد

وولد الابن، والربع مع الولد. (الفتاوى الهندية / الباب الثاني في ذوي الفروض ۴۵۰/۶ زكريا)

قال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الأنثيين﴾ (النساء: ۱۷۶، شريفه ۴۸)

وأما الأخوات لأب وأم، فللواحدة منها النصف، وإن كانتا اثنتين فصاعدًا

فلهما الثلثان، ومع الأخ لأب وأم للذكر مثل حظ الأنثيين. (الفتاوى البزازية على

هامش الهندية / الفصل الأول في أصحاب الفرائض ۴۵۶/۶ زكريا)

الأخوات لأب ولا يرثن مع الأختين لأب وأم إلا أن يكون معهن أخ

لأب فيعصبن. (الفتاوى الهندية / الباب الثاني في ذوي الفروض ۴۵۰/۶ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲۳/۱۳۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر ۲ / بیٹے اور ۲ / بیٹیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زکیہ بانو مرحومہ نے میراث میں آبائی موروثی ایک خطیر رقم، زیورات و دیگر اثاثے

چھوڑے ہیں، اُس کے کل وارثین ۵ ہیں: شوہر مشتاق احمد، دو بیٹے طفیل احمد، حفیل احمد، دو بیٹیاں:

تسنیمہ انجم، قاسیہ انجم ہیں۔

مرحومہ کے شوہر مشتاق احمد نے صرف زیورات بحکم شرعی مابین وارثین تقسیم کر دی، خطیر رقم کے بارے میں اُن کی اولاد کے مطالبہ پر باپ نے کہا کہ میں نے اُنہیں اپنی رقم سے عمرہ کرایا تھا، وہ میں نے اس خطیر رقم سے وصول کر لی، اور سب رقم برابر سہا بر ہو گئی، یہ کہہ کر تقسیم کرنے سے انکار کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ مذکورہ رقم کے شرعاً صرف مشتاق احمد مستحق ہوں یا اُن کی اولاد بھی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال زکیہ بانو نے اپنے ترکہ میں جو کچھ بھی مال چھوڑا ہے، خواہ زیورات کی شکل میں ہو یا خطیر رقم کی شکل میں، وہ سب اُن کے سبب شرعی وارثین میں حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا، شوہر مشتاق احمد کا دیگر وارثین کی اجازت کے بغیر زکیہ بانو کے متروکہ مال میں سے خطیر رقم تقسیم نہ کرنا اور صرف اپنے تصرف میں رکھنا جائز نہیں؛ بلکہ یہ حق داروں کی حق تلفی ہے، اور اُن کا یہ کہنا کہ میں نے مرحومہ کو عمرہ کرایا تھا، اور اس میں جو رقم لگائی تھی وہ میں اس کی متروکہ خطیر رقم سے لینے کا حق دار ہوں، یہ قابل قبول نہیں؛ کیوں کہ اگر یہ رقم بطور قرض صرف کی گئی ہو تو وہ زکیہ بانو کی زندگی میں اس سے واپس لے لیتے، زندگی میں واپس نہ لینا دلیل ہے کہ رقم بطور قرض نہیں خرچ کی گئی تھی؛ بلکہ بطور تبرع و احسان خرچ کی گئی تھی، جیسا کہ عام طور پر معروف ہے۔ بریں بنا مشتاق احمد پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ خطیر رقم سب وارثوں میں صحیح طریقہ پر تقسیم کرے۔ اور حسب تحریر سوال اُس کی تقسیم درج ذیل طریقہ پر ہوگی:

کل رقم ۲۴ / برابر سہام میں تقسیم ہو کر شوہر مشتاق احمد کو ۶ / سہام ہر لڑکے کو ۶ / سہام اور ہر لڑکی کو تین سہام ملیں گے۔

مسئلہ: ۲، تصد: ۲۴

| شوہر | لڑکا | لڑکا | لڑکی | لڑکی |
|---------------|-----------|---------------|-------------|------------|
| مشتاق احمد | طفیل احمد | حفیل احمد | تسنیمہ انجم | قاسیہ انجم |
| $\frac{1}{6}$ | ۶ | $\frac{3}{6}$ | ۳ | ۳ |

کل ترکہ ۲۴ / برابر سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

لان الشركة عند الحنفية الأموال والحقوق المالية التي كان يملكها الميت، فتشمل الأموال المادية من عقارات ومنقولات وديون على الغير .
(طحاوي شريف ۳۴۰/۲، الفقه الإسلامي وأدلته ۲۶۸/۸ ديوبند)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۱۱۸/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/۴ رقم: ۵۴۹۲ دار الكتب العلمية بيروت)

في كل موضع يملك المدفوع إليه مقابلاً بملك وماله؛ فإن المامور يرجع بلا شرط وإلا لا. (قواعد الفقه ۹۶، دار الكتاب ديوبند)
الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، كتاب الدعوى / مطلب: واقعة الفتوى ۵۰۵/۱ كراچی، ۶۷۸/۱۱ زكريا، وكذا في تبیین الحقائق / كتاب الفرائض ۴۷۱/۷ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ۴۹۴/۴ المكتبة الغفارية كويت)

قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكْنَ﴾ [النساء: ۱۲]

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه. (قواعد الفقه: ۱۱۰) فقط واللہ تعالیٰ علم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۵/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر، ۶ لڑکے اور ۳ لڑکیوں کے درمیان ۱۵۰ گز مکان کی تقسیم

سوال (۱۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شہزادی کا انتقال ہو گیا، اُن کے ورثہ میں ایک شوہر: عبد الحمید، چھ لڑکے: محمد اقبال، محمد عرفان، محمد اکرام، محمد افضال، محمد شمشاد، محمد دلشاد، تین لڑکیاں: انجم بیگم، فردوس جہاں، پروین جہاں، ترکہ میں ۱۵۰ گز کا مکان ہے۔

فقد دلت الآية على أن أحوال البنات الصليبات ثلاث:

الأولى: - أن يكون معهن ابن صليبي أو أبناء، ففي هذه الحالة يكون الجميع عصابة للذكر مثل حظ الأنثيين، ويأخذون التركة كلها إن لم يكن للمورث أصحاب فرض، أو الباقي بعد أصحاب الفروض. (الموسوعة الفقهية / مادة: إرث / أصحاب الفروض، أحوال البنت ۳۷/۳ وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۴/۱۴۳۵ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر، بیٹی اور چچا زاد بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مکان جو واقع محلہ فیل خانہ ریتی اسٹریٹ مراد آباد کل آراضی ۱۵۰ گز جس کے مالکانہ حقوق جناب محمد فاضل ولد حافظ محمد ابراہیم مرحوم کے ہیں، اور محمد فاضل ۱۲ جولائی ۲۰۱۰ء کو فوت ہو چکے ہیں، اُن کے ایک بھائی محمد شعیب کا انتقال اُن کی زندگی میں کئی سال پہلے ہو چکا ہے اور چار بہنوں کا بھی انتقال اُن کی زندگی میں کافی پہلے ہو چکا ہے، محمد فاضل نے اپنی زندگی میں اپنی اکلوتی بیٹی کو مندرجہ بالا جائیداد کا حق دار بنا دیا تھا۔

(۱) ذکیہ سلطانہ بیمار رہتی ہیں اُن کی ایک ہی بیٹی ہے اور شوہر حیات ہیں، ذکیہ سلطانہ شرعی طور پر اس مکان کو تقسیم کرنا چاہتی ہیں۔

(۲) ذکیہ سلطانہ کے ایک چچا زاد بھائی محمد تمرا یک چچا اور دو بہنیں ہیں جو حیات ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ویسے تو ذکیہ سلطانہ اپنے مملوکہ سب مال کی مالک اور خود مختار ہیں، وہ جس کو مناسب سمجھیں ہبہ کر کے مالک و قابض بنا سکتی ہیں؛ لیکن اگر اُن کا منشاء یہ ہے کہ اُن کے انتقال کے بعد جس وارث کا جتنا حق بنتا ہے وہ اسے دے دیا جائے، تو سوال میں

موجود صراحت کے اعتبار سے اُن کے مال کے وارث اُن کے شوہر بیٹی اور چچا زاد بھائی ہوں گے، اگر اُن کے انتقال تک یہی وارث زندہ رہے تو اُن کا متروکہ مال کل چار حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ شوہر کو، دو حصے بیٹی کو اور ایک حصہ چچا زاد بھائی کو ملے گا۔

کل يتصرف في ملكه كيف شاء؛ لأن كونه الشيء ملكاً لرجل يقتضي أن يكون مطلقاً في التصرف فيه كيف ما شاء. (شرح المحلة للأناسي ۱۳۲/۴ رقم المادة:

۱۱۹۲ المكتبة الحفانية پشاور، شرح المحلة لسليم رستم ۶۵۶/۱، بیضاوی ۶، شامی ۵۰/۴ کراچی)

الهيئة لا تفيد الملك إلا بالقبض. (الفتاوى السراجية ۴۰۳)

وتصح بالإيجاب والقبول والقبض قوله عليه السلام: لا تجوز الهيئة

إلا مقبوضة. (الهداية ۲۸۳/۳ الأمين كتابستان دیوبند)

وإنما يرث ذوا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرث

عليه ولم يكن عصبه. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب العاشر في ذوي الأرحام ۴۵۹/۶

دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط والله تعالى أعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۸/۱۳۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر، والدین، دولٹر کے، دولٹر کی، ایک بھائی اور تین بہنوں

کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: فاطمہ کا انتقال ہو گیا، اُس نے اپنے ترکہ میں ۳۰ ہزار روپے مہر کے چھوڑے ہیں،

وارثین میں سے شوہر، دولٹر کے، دولٹریاں، والدین، تین بہنیں، اور ایک بھائی کو چھوڑا ہے، ان

سب کو مذکورہ رقم میں سے کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بر تقدیر صحت سوال و بعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم

موانع ارث فاطمہ مرحومہ کا ترکہ ان کے ورثہ میں درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۱۲، تصد: ۳/۷۲ توافق: ۲۳ ترکہ: ۳۰۰۰۰/۱۲۵۰

میت

شوہر ماں باپ لڑکا لڑکا لڑکی لڑکی بھائی تین بہنیں

۳ ۲ ۲ ۵

محروم

سہام ۱۸ ۱۲ ۱۲ ۱۰ ۱۰ ۵ ۵

ترکہ ۷۵۰۰ ۵۰۰۰ ۵۰۰۰ ۲۱۶۶/۳ ۲۱۶۶/۳ ۲۰۸۳/۳ ۲۰۸۳/۳

کل ترکہ ۷۲/سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے، اور

کل ترکہ ۳۰۰۰۰ روپے میں سے ہر وارث کو اتنے روپے ملیں گے جو ان کے نیچے لکھے ہوئے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ

يُوصِينَ بِهَا﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء: ۱۷۶، شریفیہ ۴۸]

عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ أنه قال في امرأة تركت زوجها وأبويها:

للزوج النصف، وللأم ثلث ما بقي. (المسند للإمام الدارمي ۱۸۹۴/۴ رقم: ۲۹۱۲)

وفرضها: السدس إذا كان للميت ولده، أو ولد ابن وإن سفل. أو ثلاثة

من الإخوة أو الأخوات بالإجماع، أو اثنان من الإخوة والأخوات عند عامة

الصحابه رضي الله عنهم. وفي شرح الطحاوي: من أي جهة كان، وبه أخذ

أصحابنا إلا إذا كان معها أب أو أحد الزوجين، فلها ثلث ما بقي من بعد

نصيب أحد الزوجين عند عامة الصحابة. وبه أخذ أصحابنا ولو كان

للميت زوج وأبوان، فللزواج النصف، وللأم ثلث ما بقي. وفي شرح الطحاوي: وما بقي للأب. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني عشر في الأم ٢٣٠/٢٠ رقم: ٣٣١١٢ زكريا)

وعصبة بغيرها: وهو كل أنثى يصير عصبة بذكر يوازيها كالبنت مع الابن وفي الذخيرة: بنت الابن مع ابن الابن، وكالأخت لأب وأم مع الأخ لأب. وعصبة مع غيرها: وهي كل أنثى تصير عصبة مع أنثى أخرى، كالأخوات لأب وأم أو لأب مع البنات وبنات الابن، وإذا صار الشخص عصبة بغيره فذلك الغير لا يكون عصبة. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني والعشرون في العصباء ٢٦٣/٢٠ رقم: ٣٣٢١٢-٣٣٢١٣ زكريا)

وأما الأخوات لأب وأم، فلو واحدة منها النصف، وإن كانتا اثنتين فصاعدًا فلهما الثلثان، ومع الأخ لأب وأم للذكر مثل حظ الأنثيين ويسقطن بالابن وابن الابن وإن سفل ولهن الباقي مع البنات أو مع بنات الابن، لقوله عليه السلام: اجعلوا الأخوات مع البنات عصبة. (الفتاوى البزازية على هامش الهدية / الفصل الأول في أصحاب الفرائض ٤٥٦/٦ زكريا)

فالأقرب يحجب الأبعد كالابن يحجب أولاد الابن والأخ لأبوين يحجب الإخوة. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب الرابع في الحجب ٤٥٢/٦ دار إحياء التراث العربي بيروت)

الأقرب فالأقرب أي يرجحون بقرب الدرجة أعني أولهم أولاهم بالميراث الذي يستحق بالعصوبة. (السراجي مع الشريفة ٤٢) فقط والله تعالى أعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسئلہ اِکدریہ

سوال (۱۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ”مسئلہ اِکدریہ“ کسے کہتے ہیں؟ وضاحت کے ساتھ مع مثال تحریر فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ”مسئلہ اِکدریہ“ یہ ہے کہ کسی عورت کا انتقال ہو جائے

اور وارثین میں شوہر، ماں، دادا اور ایک بہن کو چھوڑے، تو ایسی صورت میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ دادا کی وجہ سے بہن محروم نہیں ہوگی، اور اس کو ذوی الفروض قرار دے کر کل مال کا نصف دیں گے؛ لیکن چونکہ نصف دینے کی صورت میں بہن کا حصہ دادا کے حصہ سے بڑھ جاتا ہے؛ اس لئے یہاں پر بہن کا حصہ دادا کے حصہ سے ملا کر لڈ کر مثل حظ الأنثیین کے قاعدہ کے تحت بہن کو ایک حصہ اور دادا کو دو حصے دیں گے۔ مسئلہ کی صورت درج ذیل ہے:

مسئلہ: ۶، تص: ۹، ع: ۲۷
عدد مضروب: ۳

| شوہر | ماں | دادا | بہن |
|---------------|---------------|---------------|---------------|
| نصف | ثلث | سدس | نصف |
| $\frac{۳}{۹}$ | $\frac{۲}{۶}$ | $\frac{۱}{۳}$ | $\frac{۳}{۹}$ |
| | | $۱۲ = ۹ + ۳$ | |
| | | ۸ | ۴ |

مذکورہ صورت میں نصف اور ثلث و سدس پانے والوں کی وجہ سے مسئلہ ۶ سے بنا، پھر شوہر اور بہن کو نصف ملا، یعنی ۳-۳، اور ماں کو ثلث ۲ ملا، اور دادا کو سدس ۱ ملا، تو عول ہوا ۹ سے، پھر چونکہ دادا کو بھائی کے درجہ میں رکھ کر ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ کے مطابق دادا کے دو حصے ہوئے، اور بہن کا ایک اور اُن دونوں کو ملے ہوئے کل سہام ہیں ۴، چار تین پر برابر تقسیم نہیں ہوتا، اس لئے عدد درووس ۳ کو عول ۹ میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب ۲۷ نکلا، پھر عدد مضروب ۳ کو ہر ایک کے سہام میں ضرب دیا، تو شوہر کو ۹ ملا، ماں کو ۶ ملا، دادا اور بہن دونوں کو ۱۲ ملے، ۴ بہن کو ملے، اور ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ کی وجہ سے ۸ دردادا کو ملے۔

نوٹ:- اگر مذکورہ ورثہ میں ایک بہن کے بجائے ایک بھائی یا دو بہنیں ہوں، تو مسئلہ میں نہ عول ہوگا اور نہ ہی مسئلہ اکر رہے ہوگا۔ نیز مسئلہ اکر رہے کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ قبیلہ بنوا کدر کی ایک عورت کے ساتھ پیش آیا تھا، وغیرہ۔

المسألة الأكردية: وهي زوج وأم وجد وأخت لأب وأم أو لأب، فللزوجة النصف، وللأم الثلث، وللجد السدس، وللأخت النصف، ثم يضم الجدة نصيبه إلى نصيب الأخت فيقسمان للذكر مثل حظ الأنثيين؛ لأن المقاسمة خير للجد أصلها من ستة وتعول إلى تسعة، وتصح من سبعة وعشرين ولو كان مكان الأخت أخ أو أختان فلا عول ولا أكردية. (السراجي في الميراث ص: ۵۱-۵۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر، دادا اور حقیقی بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صفیہ کا انتقال ہوا، وارثین میں شوہر، دادا اور ایک حقیقی بھائی کو چھوڑا ہے، تو صفیہ کا کل ترکہ ان وارثین کے درمیان کس اصول کے تحت تقسیم ہوگا؟ اور کس کو کتنا ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت واقعہ عدم موانع ارث و بعد دادائے حقوقی متقدم علی الارث صفیہ کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

| صفیہ | مسئلہ: ۳ | | |
|------|----------|-------------|---|
| شوہر | دادا | حقیقی بھائی | ت |
| نصف | عصبہ | محروم | |
| | | | |

کل ترکہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر ایک حصہ شوہر کو اور ایک حصہ دادا کو ملے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کے نہ ہونے کی وجہ سے شوہر نصف مال کا مستحق ہوتا ہے۔ اور دادا عصبہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دادا کی موجودگی میں بھائی محروم ہوتے ہیں؛ لہذا ما بقیہ سب مال دادا کو مل جائے گا۔ اور حقیقی بھائی کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

وَأما للزوج فحالتان: النصف عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل.

(السراجي في الميراث ص: ۱۱)

وَأما الأب فله أحوال ثلاث التعصيب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل، والجد الصحيح كالأب. (السراجي في الميراث ص: ۹-۱۰) فقط والله تعالى أعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا کے ساتھ حقیقی یا علاتی بھائی بہن ہوں تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال (۱۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وارثین میں میں اگر دادا کے ساتھ حقیقی یا علاتی بھائی بہن ہوں، تو ان کے درمیان میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک دادا کی موجودگی میں حقیقی و علاتی بھائی بہن محروم ہو جاتے ہیں؛ لہذا مسئلہ صورت میں کل مال کا مستحق صرف دادا ہوگا اور بھائی بہن کو میراث کے ترکہ میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا۔

و بنو الأعیان والعلات کلہم یسقطون بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأب

بالاتفاق وبالجد عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى. (السراجي ص: ۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر اور لڑکے کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور اُن کی ۹۲ روگ میٹر جگہ ہے، میرا کوئی بھائی اور کوئی بہن نہیں ہے، اُس میں سے میرے والد کو کتنی جگہ کا حصہ بنتا ہے، میرے والد نے دوسری شادی کر لی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال آپ کی والدہ مرحومہ کا ترکہ درج

ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

| مستقلہ: ۱/۳ | تداخل | ۲۳/۹۲ |
|-------------|-------|-------|
| می | | ت |

لڑکا

۳

۶۹ رگز

شوہر

۱

۲۳ رگز

سہام

ترکہ

مرحومہ کا کل ترکہ ۲۳ برابر سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے

درج ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِهِ

يُوصِيَنَّ بِهَا﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

العصبية من يأخذ جميع المال عند انفرادہ، وما أبقته الفرائض عند وجود

من له الفرض المقدر. (تبیین الحقائق / کتاب الفرائض ۴۸۵/۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

أولی العصبات بالمیراث الابن. (الفتاویٰ التاتاریخانیہ، کتاب الفرائض / الفصل الثانی

والعشرون في العصابات ۲۶۳/۲۰ رقم: ۳۳۲۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۱۱/۱۴ھ

شوہر اولاد اور بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کی بیوی کا انتقال ہو جائے تو مرحومہ کے مہر کا کون مالک ہوگا، جب کہ وہ صاحب اولاد ہو؟ اور میکہ میں صرف ایک بھائی ہو، اور بہن بھائی کی اولاد ہو؟ کیا وہ اولاد اُس کی مالک ہوگی جب کہ اُن کے لئے کوئی وصیت نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرحومہ کا مہر اُس کے ترکہ میں شامل ہو کر شرعی ورثہ میں تقسیم ہوگا، جس میں اولاد اور شوہر شامل ہیں، اولاد کی موجودگی کی وجہ سے مرحومہ کے بھائی اور اُن کی اولاد اُس ترکہ سے محروم ہوں گی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوَصِّينَ بِهَا﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

کما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم.

(شرح المحلہ، کتاب الشركة / الفصل الثالث في الديون المشتركة ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۲)

الأقرب فالأقرب، يرجحون بقرب الدرجة، أعني روسهم بالميراث جزء الميت أي البنون ثم جزء أبيه أي الإخوة. (سراجي مع طرازی ۱۰۶ مکتبہ حجاز دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۸/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر اور تایا چچا زاد اولاد کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی چمن آراء کا انتقال ہو گیا ہے، اولاد کوئی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی بھائی بہن اور نہ دادا دادی، تایا چچا بھی حیات نہیں، مگر اولادیں ضرور ہیں، ۱۳ تایا چچا زاد بھائی، ۸ تایا چچا زاد بہنیں، میری بیوی کو اُس کی والدہ نے ایک مکان جو کہ اُس کی خود ہی مالک تھیں، دے دیا ہے، ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال مرحومہ بیوی کا کل ترکہ ۲۶ سہام میں تقسیم ہو کر ۱۳ سہام شوہر کو ملیں گے اور ایک ایک سہام ہر ایک تایا چچا زاد بھائی کو ملے گا، اور تایا چچا زاد بہنیں محروم ہوں گی، انہیں مرحومہ کی وراثت میں سے کچھ نہ ملے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال: الأخ للأُم والأب أولى بالمیراث من الأخ للأب والأخ للأب أولى بالمیراث من ابن الأخ للأب والأُم، وابن الأخ للأب والأُم أولى من ابن الأخ للأب الخ. (السنن الکبریٰ للبیہقی ۴۵۵/۶ رقم: ۱۲۳۷۳ دار الحدیث القاہرہ) الأقرب فالأقرب یرجحون بقرب الدرجه أعني أولهم بالمیراث جزء المیت، أي البنون ثم بنوهم. (السراجی فی المیراث ص: ۲۲، رسالۃ القول السدید فی تحقیق میراث الحفید، جواہر الفقہ ۴۷۳/۲-۴۸۸)

أولی العصبات بالمیراث الابن ثم الأب ثم الجد ثم الأخ لأب ثم ابن الأخ لأب وأم الخ. (الفتاویٰ الشاتار خانیہ / الفصل فی العصبات ۲۶۳/۲۰ رقم: ۳۳۲۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲۰/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر اور بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آمنہ خاتون کا انتقال ہو گیا، اُن کے ورثہ میں شوہر اشتیاق احمد اور ایک بھائی اشرف حسین ہے، مرحومہ نے اپنے ترکہ میں جو کچھ چھوڑا ہے اُس کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال بعد اداے حقوق و عدم موانع ارث مرحومہ آمنہ کا کل ترکہ ۲ برابر سہام میں تقسیم ہو کر ایک حصہ شوہر کو اور ایک حصہ بھائی کو ملے گا۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ

لَهُنَّ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: الأخ للأُم والأب وأولی بالمیراث من الأخ للأب والأخ للأب أولى بالمیراث من ابن الأخ للأب والأُم، وابن الأخ للأب والأُم أولى من ابن الأخ للأب للأب الخ. (السنن الکبریٰ للبیہقی ۴۵۵/۶ رقم: ۱۲۳۷۳ دار الحدیث القاہرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر اور بھائی بہنوں میں وراثت کی تقسیم

سوال (۱۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور زینب دونوں نے مل کر ایک اسکول قائم کیا تھا، لوگوں سے چندے کی شکل میں رقم جمع کی، زید ایک دوسرے اسکول میں ملازم بھی تھے، زینب بغیر تنخواہ لئے اس اسکول میں پڑھانے لگی، زینب اس اسکول کی مہتمم اور زید منیجر تھے، کچھ دنوں کے بعد زید نے زینب سے شادی کر لی، زید

نکاح کے وقت کچھ زیور بھی لائے تھے، جو زینب کے بھائیوں نے دیکھ کر واپس کر دئے تھے؛ کیوں کہ وہ پیتل کے تھے، زینب کے بھائیوں نے اپنی طرف سے زینب کو کچھ زیور دیا تھا، اسکول قائم ہونے کے بارہ سال بعد شادی ہوئی، شادی کے کافی سال بعد اسکول سے معمولی تنخواہ ملنے لگی اور انہوں نے اپنی کمائی کا ایک کثیر حصہ اسکول میں ہی خرچ کر دیا جس کا زید نے اپنی تحریر میں اشارہ کیا ہے، شادی کے بعد زید نے زینب کے لئے کچھ زیور بنوایا تھا، اور کچھ زیور زینب نے خود اپنی کمائی سے بنوائے تھے، یہ تمام زیورات جو بھائیوں کی طرف سے دیئے گئے تھے، یا زید نے بنوائے یا خود انہوں نے بنوائے، زینب نے بطور حفاظت اپنی بہنوں کے پاس رکھ دئے تھے؛ لیکن انہوں نے یہ تاکید کی تھی کہ میری زندگی اور میرے مرنے کے بعد یہ زیورات زید کے گھر یعنی میری سسرال میں نہیں جانے چاہئیں، زینب کا انتقال ہو گیا اور کوئی اولاد نہیں ہوئی، اب زید زینب کی بہنوں سے ان زیورات کا مطالبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو زیورات تم نے شادی میں زینب کو دئے تھے، وہ تم رکھ لو اور جو شادی کے بعد کے زیورات ہیں وہ مجھے دے دو، حالاں کہ اس میں وہ زیورات بھی ہیں جو زینب نے اپنی کمائی سے بنوائے تھے، لیکن ان چیزوں کے بارے میں صحیح معلوم نہیں ہے کہ وہ کیا کیا ہیں، اور ایک زمین بھی زینب کے نام پر ہے، تو کیا زید کو وہ تمام زیورات واپس کر دئے جائیں، یا وہ جس کا زید مطالبہ کرتے ہیں یا وہ جو اس نے بنوا کر دئے تھے، اور اس زمین میں جو زینب کے نام پر انہوں نے خریدا تھا، یا ان کے شوہر نے زینب کے نام پر کی ہے، تفصیل سے لکھیں، تو کیا شریعت کے اعتبار سے اس میں زینب کے بھائی اور بہنوں کا بھی حصہ ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں وہ تمام زیورات جو زینب کے بھائیوں نے زینب کو دئے یا زینب نے اپنی کمائی سے خریدے، یا زید نے زینب کو تحفہ میں دئے ہیں، اسی طرح سے وہ زمین جو زینب نے اپنی ذاتی کمائی سے خریدی ہے، یا زید نے خرید کر اس کو

مالک بنا دیا ہے، یہ سب مال زینب کے ترکہ میں شامل ہے، اور زینب کے انتقال کے بعد سب کے آدھے حصے کا مالک اس کا شوہر زید ہے، اور بقیہ آدھے حصے میں اس کے بھائی بہن حصہ دار ہیں، جن بہنوں کے پاس زینب نے اپنے زیورات رکھوائے ہیں، اُن پر لازم ہے کہ وہ آدھے زیورات وزن کر کے اُس کے شوہر زید کے حوالے کریں، اسی طرح شوہر زید پر لازم ہے کہ اس کے قبضہ میں جو زینب کی زمین ہے اس کا آدھا حصہ مرحومہ کے بھائی بہنوں کے حوالہ کرے، تاکہ آخرت میں عند اللہ مواخذہ نہ ہو۔

وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها، منها ديباج، فلما زفت إليه، وأراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التملك. (الفتاوى الهندية ۳۲۷/۱)

والمختار للفتوى أن يحكم بكون الجهاز ملكاً لا عارية؛ لأنه الظاهر الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الكل عارية. (شامي ۳۰۹/۴ زكريا)

حكم الهبة ثبوت الملك للموهوب له. (الفتاوى الساتارخانية ۴۱۳/۱۴ رقم: ۲۱۵۳۷ زكريا)

قال الله تعالى: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يُكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

قال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الأنثيين﴾ (النساء: ۱۷۶، شريفه ۴۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۵/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر، ماں اور لڑکے کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مہر النساء کا ایک مکان میں آدھا حصہ ہے، جو اُن کے والد محمد یوسف نے بذریعہ رجسٹری دیا تھا، مہر النساء کے انتقال پر ماں: رشیدہ، شوہر: نور الہی، لڑکا: انتخاب عالم۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ بیٹی کے مرنے کے بعد اُس کی ماں کا حصہ بھی بنتا ہے یا نہیں؟ اگر بنتا ہے تو کتنا بنتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحتِ سوال و بعد اداء حقوق ما تقدم و عدم موانع

ارث مرحومہ مہر النساء کا ترکہ حسب ذیل نقشہ کے مطابق ہوگا:

| مسئلہ: ۱۲ | | |
|----------------|------------|-------------------|
| مہر النساء | | |
| شوہر: نور الہی | ماں: رشیدہ | لڑکا: انتخاب عالم |
| ۳ | ۲ | ۷ |

مرحومہ مہر النساء کا ترکہ بارہ حصوں میں تقسیم ہو کر اُس کی تناسب سے ترکہ میں سے ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے، اور ماں کو بیٹی کے ترکہ سے چھٹا حصہ ملے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا يُوَیِّهٖ لِكُلِّ وَاٰحِدٍ مِنْهُمَا الشُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهُ وَوَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۵/۹/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر اور والد کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک صاحبہ کا انتقال ہو گیا، اُن کی کوئی اولاد نہیں ہے، وارثین میں اُن کے شوہر اور والد ہیں، اُن کے ترکہ میں سامان، جہیز، زیورات اور ایک مکان ہے، اُس کی تقسیم از روئے شرع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحتِ سوال مسؤلہ صورت میں مرحومہ صاحبہ کا

کل ترکہ دو برابر سہام میں تقسیم ہو کر ایک حصہ شوہر کو اور ایک حصہ اُن کے والد کو ملے گا، ترکہ میں جہیز کا سامان شامل ہوگا، اور شوہر کی طرف سے جو زیورات دئے گئے ہیں، اُن میں خاندان کے عرف کا اعتبار ہوگا، اگر بیوی کو مالک بنانے کا دستور ہو تو وہ ترکہ میں شامل ہو کر تقسیم ہوگا اور اگر شوہر کی ملک سمجھا جاتا ہو تو اُس کا مالک صرف شوہر ہوگا، اور مکان اگر قبضہ اور تصرف میں دے دیا گیا تھا تو وہ بھی ترکہ میں شمار ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

أما الرجال: فالأول الأب، وله ثلاثة أحوال: الفرض المحض وهو السدس مع الابن وابن الابن وإن سفل والتعصيب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن. والتعصيب والفرض، وذلك مع البنت وبنت الابن، فله السدس بالفرض والنصف للبنت والباقي له بالتعصيب. (الاختيار لتعليل المختار / كتاب الفرائض ۵۵۰/۲ - ۵۵۶ المكبة الحقانية بشاور، وكذا في الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثاني ۴۴۸/۶ زكريا)

جہز ابنتہ بجہاز و سلمہا ذلک، لیس لہ الاسترداد منها ولا لورثتہ بعدہ
 إن سلمہا ذلک فی صحتہ، وبہ یفتی جہز ابنتہ، ثم ادعی أن ما دفعہ لہا
 عاریۃ، وقالت: هو تملیک. أو قال الزوج ذلک بعد موتہا لیرث منہ، وقال
 الأب: عاریۃ، فالمعتمد أن القول للزوج، ولہا إذا کان العرف مستمرًا أن الأب
 یدفع مثله جہازًا لا عاریۃ. وأما إن کان مشترکًا کمصر والشام، فالقول للأب.
 (الدر المختار، کتاب النکاح / باب المہر ۱۵۵/۳ - ۱۵۶ کراچی، ۳۰۶/۴ - ۳۰۸ زکریا، وکذا فی
 الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب النکاح / باب المہر ۳۲۷/۱ زکریا)

المختار للفتویٰ أن یحکم بكون الجہاز ملکًا لا عاریۃ؛ لأنه الظاهر
 الغالب إلا فی بلدة جرت العادة بدفع الكل عاریۃ، فالقول للأب. (شامی ۳۰۹/۴)

زکریا، وانظر: شامی ۵۲۰/۱۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱۰/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زانیہ منکوحہ کی اولاد اُس کے شوہر کی میراث کی کب مستحق ہوگی؟

سوال (۱۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی بیوی کے شادی کے قبل ہی سے غیر مردوں سے ناجائز جنسی تعلقات ہوں، تو طلاق سے قبل اور بعد کی اولاد طلاق دینے والے شخص سے کون کون سے حقوق حاصل کر سکتی ہے؟ کن اولادوں کو اُس مرد کے ساتھ رہنے کا حکم ہے اور کس کو اُس مرد کے زرو جائیداد میں حصہ مل سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اگر نکاح کے چھ مہینے کے بعد بچے

کی پیدائش ہوئی ہے، تو یہ بچہ اُس کے جائز شوہر کی طرف منسوب ہوگا اور اُس کے انتقال کے بعد شرعی وارث بنے گا۔

وإذا تزوج الرجل امرأة، فجاءت بالولد لأقل من ستة أشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه، وإن وجاءت به لستة أشهر فصاعداً يثبت نسبه منه اعترف به الزوج أو سكت. (الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق / الباب الخامس عشر في ثبوت النسب ۵۳۶/۱، كذا في شرح الوقاية، كتاب الطلاق / باب ثبوت النسب ۱۴۴/۲ كراچی، الهداية، كتاب الطلاق / باب ثبوت النسب ۴۳۲/۲ إدارة المعارف دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۱۹ھ

کیا منکوحہ کا ولد الزنا شوہر کی میراث میں حق دار ہوگا یا نہیں؟

سوال (۲۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اگر کوئی منکوحہ عورت اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں کسی غیر مرد کے ساتھ مرتکب زنا ہو کر حاملہ ہو جائے اور اُس کے لطن سے ناجائز اولاد پیدا ہونے پر منکوحہ عورت اپنے شوہر سے اُس کے ولد الزنا ہونے کا اقرار کر لیتی ہے، شوہر اُس ناجائز اولاد کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے، تو وہ ناجائز اولاد منکوحہ عورت کے شوہر کی جائیداد میں اُس کی وفات کے بعد وراثت میں حق دار ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اُس بچہ کی ولادت اگرچہ زنا سے ہوئی ہے، لیکن اُس کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوگا؛ بلکہ اُس عورت کے حقیقی شوہر سے ہی ثابت ہوگا؛ لہذا شوہر کے انتقال کے بعد وہ بھی شوہر کی وراثت میں حق دار ہوگا۔

وقوی وهو فراش المنکوحہ ومعتدۃ الرجعی، فإنہ فیہ لا ینتفی إلا

باللعان. (شامی، کتاب الطلاق / باب العدة، مطلب الفراش علی أربع مراتب ۲۴۵/۵ زکریا)

النکاح الصحیح وما هو فی معناه من النکاح الفاسد، والحکم فیہ أنه

یثبت النسب من غیر دعوة، ولا ینتفی بمجرد النفی، وإنما ینتفی باللعان. (الفتاویٰ

الہندیة / الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب ۵۳۶/۱ زکریا)

یقام النکاح مقامہ أي الدخول فی إثبات النسب، قال النبی صلی اللہ علیہ

وسلم: الولد للفراش والعاہر الحجر. (بدائع الصنائع، کتاب النکاح / فصل فی ثبوت

النسب ۶۰۷/۳ دار الکتب العلمیة بیروت، ۶۴۶/۲ زکریا، والحديث أخرجه البخاري في كتاب

الأحكام / باب القضاء علی الغائب ۱۰۶۵/۲ المکتبة الأشرفیة دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲۳/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نانا کی طرف سے نوا سے کوہبہ کردہ جائیداد میں اخیانی بھائی کا حصہ

سوال (۲۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک عورت کا پہلے شوہر سے جو بچہ ہے، تو اُس بچہ کے نانانے اپنی ساری جائیداد اپنے نواسے کو بخش دی، اور دوسرے شوہر سے جو بچہ ہے تو اُس بچہ کو اُس کے باپ نے اپنا سارا مال بخش دیا، اور دونوں بچے ایک ماں سے اور دو باپ سے ہوئے، تو کیا اُن میں سے ایک کے مال میں دوسرے کا حصہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی وجہ بھی لکھیں، نہیں ہے تو بھی، اگر ہوگا تو کتنے کتنے مال کے مالک ہوں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس شخص کو بہہ کیا جاتا ہے، وہ مال موہوب کا مالک ہو جاتا ہے، دوسرے کا موہوب میں کچھ حصہ نہیں ہوتا ہے، جب نانانے اپنے نواسے کو ساری جائیداد بخش دی تو وہ اس کا مالک ہو گیا، دوسرے بچہ کا اُس میں کچھ حصہ نہیں، ہاں مسئلہ صورت میں اگر اُن میں سے کوئی ایک مر جائے تو اُصول و فروع وغیرہ کی عدم موجودگی میں دوسرے کو چھٹا حصہ ملے گا؛ اس لئے کہ یہ دونوں اخیانی بھائی ہیں، اور اخیانی بھائی کا ایک ہونے کی صورت میں سدس حق بنتا ہے۔

وَأَمَّا حُكْمُهَا فَبُيُوتُ الْمَلِكُ لِلْمَوْهُوبِ لَهُ . (الفتاوى الهندية ۴/۳۷۴)

وَأَمَّا لِأَوْلَادِ الْأُمِّ فَأَحْوَالُ ثَلَاثٍ: السُّدُسُ لِلْوَّاحِدِ . (السراجي ۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جائیداد اور ترکہ کی تقسیم کا ایک مسئلہ

سوال (۲۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: (۱) مسمی زید کے چھ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں: (۱) محمود (۲) حامد (۳) ارشد (۴) رشید (۵) سلیم (۶) رئیس (۷) فاطمہ (۸) رقیہ۔

(۲) والد زید نے بڑے لڑکے محمود کو تعلیم دلا کر ڈاکٹر بنا دیا اور اُن کے بعد اُن کے لئے ایک

دواخانہ کرا دیا، جس میں تقریباً تیس سال سے ڈاکٹری کر رہے ہیں اور اس راستہ سے ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی اپنی ہوتی ہے، یہ آمدنی یا اُس کا کچھ حصہ اُن کے دیگر بھائیوں کو کبھی نہیں ملا اور نہ انہوں نے بھائیوں کے مشترکہ مفاد میں کبھی اُس کو خرچ کیا۔

(۳) والد زید حکیم ہونے کی وجہ سے خود مطب بھی کرتے تھے، اور اپنی موروثی زمین میں کھیتی بھی کیا کرتے تھے، غالباً ۱۹۷۱ء میں والد زید نے اپنی زمینوں کے لئے اور تجارت پر چلانے کے لئے ایک ٹریکٹر خریدا، جس میں کچھ رقم کی ضرورت پڑی، تو اپنے لڑکے محمود کی بیوی سے وہ زیور لیا جو خود انہوں نے شادی کے موقع پر چڑھایا تھا، زیور کی یہ واپسی بطور قرض تھی، یا شرکت، یا بہو کی طرف سے ہبہ، یا زید نے اپنی بہو کو مالک ہی نہیں بنایا تھا؛ بلکہ صرف استعمال کے لئے دیا تھا، اس سلسلہ میں ہمیں کچھ نہیں معلوم اور نہ اس سلسلہ میں والد زید کی کوئی تحریر نہ یاداشت موجود ہے۔

(۴) قصہ مختصر یہ کہ نقصان ہونے کے باعث زید نے ۸ سال کے بعد وہ ٹریکٹر نقصان سے بچ دیا، اس واقعہ کے تقریباً چار سال یا تین سال کے بعد زید نے اپنے نمبر ۲ اور نمبر ۳ بیٹوں (حامد اور ارشد) کو ایک لاکھ روپیہ اور لگ بھگ چالیس ہیکھ زمین دی؛ تاکہ وہ کوئی بہتر کاروبار کریں، اُن دونوں نے باہم مشورہ کر کے والد کی دی ہوئی زمین میں بھٹہ لگایا، صرف اُن دونوں نے محنت کی، کام میں ترقی ہوئی، تقریباً دو سو ہیکھ زمین ہو گئی اور نقدی پچاس لاکھ روپے ہو گئے، اُس بھٹہ کے کام کی ابتداء سے تا وفات والد زید کی حیثیت اس اعتبار سے سرپرست کی رہی کہ وہ عملاً کسی طرح کا حصہ یا مداخلت یا مشورہ نہیں دیا کرتے تھے؛ بلکہ وہ دونوں بھائی کبھی کبھی اُن کو کام کی نوعیت خرید و فروخت سے واقف کرا دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ زمین خریدنا یہ سب کام وہ خود اپنے ہی مشورہ سے کرتے تھے۔

(۵) بھٹہ کے کام میں جس دن سے بہتری آئی، غالباً اُس کے پہلے ہی سال سے والد کی حیات میں بھی اور بعد وفات بھی تمام بھائیوں کے جملہ اخراجات کھانا، پینا، رہنا، سہنا، مرض، دوا، تھانہ، کچھری، حج، حتیٰ کہ بڑے لڑکے کی بیٹی کی شادی وغیرہ سارے کام صرف اُسی فرم سے ہوتے

چلے آرہے ہیں، جو واقعہً حامد اور ارشد کی محنت کا نتیجہ ہے، اور آج بھی کھانا ایک ہی جگہ تیار ہوتا ہے، (آسانی کے لئے مستورات نے آپس میں نمبر طے کر لئے ہیں) مگر سارا سامان کھانے کی جملہ اشیاء اس ایک ذریعہ سے ہی خریدی جاتی ہیں، کپڑے و جملہ اشیاء کی خریداری بھی وہ دونوں بھائی اپنی رائے اور مشورہ سے کرتے تھے، جملہ برادران کی طرح بڑے لڑکے محمود کے بھی جملہ اخراجات کپڑے، کھانے پینے، رہنے، سہنے، مکان کی درستگی و حج سب اسی بھٹے و فرم سے ہوتے آئے ہیں، اُن کی اپنی آمدنی محفوظ ہے، نجی ہے، اُس کا استعمال کبھی بھی کسی وقت بھی مشترک طور پر نہیں ہوا، اور نہ بڑے لڑکے نے کبھی اجتماعی خرچ میں حصہ لیا۔

مذکورہ صورتِ حال و نوعیت کو سامنے رکھ کر ساکین سوال دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اب آپسی شرعی تقسیم کیسے ہو اور مزید بتلادیا جائے کہ یہ شرعی تقسیم کیا صرف اُس مال پر ہوگی جو والد زید کا دیا ہوا اور صرف دو بھائیوں کی محنت کا نتیجہ ہے، یہ مان کر کہ گویا یہ مال و جائیداد سب والد کے متروکہ ہیں، یا متروکہ مال کے ذریعہ ترقی ہوئی ہے، اس وجہ سے اُس میں سب کا حصہ ہے، یہ بڑے بیٹے کا خیال ہے۔

نیز دیگر شرکاء کا کہنا (وارثین کا کہنا) ہے کہ جب بڑے لڑکے کے جملہ اخراجات اُس مال سے ہو رہے ہیں اور اُن کی تعلیم بھی والد کے مال سے ہوئی ہے، تو اُن کی اپنی نجی آمدنی اس موقع پر الگ کیوں؟ بموقع تقسیم اُس کو شامل کیا جائے، گویا کہ وہ اس کو بھی والد صاحب مرحوم کے ترکہ کا ایک حصہ مان رہے ہیں۔

اُن لوگوں کا یہ کہنا بھی ہے کہ والد کی حیات تک تو سب کا مشترک ہونا سمجھ میں آتا ہے، بعد انتقال والد بڑے لڑکے محمود کی شرکت یا اُن کا حصہ اُس میں کس دلیل سے ہے؟ اور اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا؟

لو تصرف احد الورثة في التركة المشتركة و ربح، فالربح للمتصرف

وحده، كذا في الفتاوى الغياثية. (الفتاوى الهندية / الباب السادس في المتفرقات من كتاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوال میں ذکر کردہ تفصیلات سے یہ بات کھل کر سامنے

آتی ہے کہ زید کے مال کے متعلق تین حالتیں ہیں، اور ہر حالت کے حکم کی تفصیل حسب ذیل ہے:

الف:- زید نے اپنی تقریباً ۴۰/ریگھ زمین اور ایک لاکھ روپیہ جو اپنے دو بیٹوں کو کاروبار

کے لئے دیا تھا، اُس میں اُس کے سب وارثین بلا کسی تخصیص کے حق دار ہیں، غالباً اسی حق کی وجہ سے سب لڑکوں کے خانگی اخراجات کا مشترکہ انتظام زید کی منشاء سے ہوتا رہا۔

ب:- مذکورہ جائیداد اور روپیہ سے کاروبار میں زید کی وفات تک زید کی سرپرستی میں جو

اضافہ اور منافع حاصل ہوا اُس میں سے زید کی رضامندی سے جس بیٹے نے جو چیز لے لی وہ لڑکا

شرعاً اُس کا مالک ہو گیا۔ اسی طرح زید کی صراحتاً یا دلالتاً اجازت سے اگر کوئی جائیداد کسی لڑکے

کے نام کی چابکی ہے اور وہ لڑکا اُس پر باقاعدہ قابض و ذخیل ہو چکا ہے، تو یہ جائیداد بھی زید کی

ملکیت نہیں سمجھی جائے گی؛ البتہ کاروبار کا جو نقد نفع روپے کی صورت میں زید کی وفات کے وقت

موجود تھا، اسی طرح جو جائیداد خاص اُس کے نام اور تصرف میں تھی بس وہی اُس کے ترکہ میں

شامل ہوگی اور اُس میں اُس کے سب وارثین حسب حصص شرعیہ مستحق ہوں گے۔

وفي المنح عن الخانية بعد هذا: قال: جعلته لابني فلان يكون هبة؛ لأن

الجعل عبارة عن التمليك وإن قال: جعلته باسم ابني يكون هبة؛ لأن الناس

يريدون به التمليك والهبة. (شامي / أول كتاب الهبة ۴۹۱/۸ زكريا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (الدر المختار / أول كتاب الهبة ۴۹۳/۸ زكريا)

يملك الموهوب له، الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك.

(شرح المحلة / الباب الثالث في كتاب الهبة ۴۷۳/۱ رقم المادة ۸۶۱)

لأن الشركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق

حق الغیر بعین من الأموال . (شامی / أول كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ کراچی، ۴۹۳/۱۰ زکریا،
البحر الرائق / كتاب الفرائض ۳۶۵/۹ زکریا)

ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على
البعض روي عن أبي حنيفة أنه لا بأس به، إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في
الدين . (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في الهبة للصغير ۳۹۱/۴، كذا في البحر الرائق /
كتاب الهبة ۴۹۰/۷ زکریا)

ج:- زید کے انتقال کے بعد اُس کا روبرا میں جو مزید نفع ہو اوہ وارثین میں مشترک نہیں
ہوگا؛ بلکہ اُس نفع کے وہی لڑکے مالک ہوں گے جنہوں نے ذاتی محنت اور توجہ سے نفع کمایا ہے، جن
وارثین کی محنت اُس میں شامل نہیں ہے وہ شرعی طور پر اُس زائد نفع میں حصہ داری کے مستحق نہیں ہیں۔
لو تصرف احد الورثة في التركة المشركة و ربح، فالربح للمتصرف
و حده، (الفتاوى الهندية ۳۴۶/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۹/۲۰۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جائیداد کی تقسیم میں تقسیم کے وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا

سوال (۲۰۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: میرے والد محمود حسن مرحوم تین بھائی تھے اور تینوں بھائی مشترک کاروبار کرتے تھے، تمام
جائیداد اور کاروبار مشترک تھا، ہر ایک چیز میں ہر ایک کی شرکت تھی، والد مرحوم نے ۲۰۰۳ء میں حج کو
جانے سے پہلے سفر حج کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک بھائی کے ساتھ بیٹھ کر تمام جائیدادوں کی قیمتوں کا
اندازہ اور تخمینہ اپنے طور پر لگایا تھا کہ ہر ایک جائیداد کی قیمت کے اعتبار سے اُس کے تین حصے تحریر
کردئے تھے، علاوہ کاروباری جگہوں کے، اور یہ تحریر و مشورہ صرف ایک بھائی کی موجودگی میں خفیہ
طریقہ پر ہوئی تھی، اس کا علم نہ تیسرے بھائی کو تھا اور نہ تینوں بھائیوں کی بیویاں و اولاد اس صورت

حال سے واقف تھی۔ اب یہ تحریریں معمولی کاغذ کی چھوٹی چھوٹی مختلف پرچیوں پر لالہ علم جگہ پر رکھی ہوئی ملی ہیں، جن کے اوپر تینوں شریکوں میں سے کسی کے بھی دستخط نہیں ہیں، حج میں جانے سے قبل بھی اس تحریر کا علاوہ ایک چچا کے کسی کے سامنے کوئی ذکر نہیں ہوا، اور نہ حج سے واپسی پر والد مرحوم نے کسی سے اس کا کوئی تذکرہ کیا۔ اور جس چچا کو ساتھ بٹھا کر والد مرحوم نے یہ تحریرات لکھی تھیں وہ بھی ان سب کو بھول گئے تھے، جب کہ حج سے واپس آ کر والد مرحوم تقریباً چار سال حیات رہے اور ان تحریرات کا کوئی ذکر نہیں ہوا، گویا وہ تحریریں کالعدم ہوئی؛ کیوں کہ حج سے واپس آنے کے بعد والد مرحوم اپنی حیات میں جائیدادوں کی تقسیم کے لئے کوشاں رہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تحریریں صرف بطور احتیاط لکھ دی تھیں کوئی حتمی فیصلہ نہیں تھا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہمارے چچا یہ کہہ رہے ہیں کہ اب سے ۵ سال پہلے جو والد مرحوم محمود حسن نے جائیدادوں کی قیمتوں کا جو تخمینہ واندازہ کیا تھا، اب ۲۰۰۹ء میں تقسیم کے وقت انہیں قیمتوں کا اعتبار ہوگا۔ اور اسی وقت کی طے کی گئی قیمت تم کو دی جائے گی، جب کہ اس وقت کی قیمت میں زمین و آسمان کا فرق ہے؛ لہذا شریعت کی روشنی میں یہ بتائیے کہ اب ۲۰۰۹ء میں جائیدادیں تقسیم کی جا رہی ہیں، اس وقت تقسیم کرتے ہوئے کوئی قیمت لگائی جائے گی، آج کی قیمت لگائی جائے گی یا ۵ سال پہلے والد مرحوم نے رسمی طور پر جو اندازہ قیمت کا لگایا تھا، اس کو حتمی فیصلہ مان کر وہی قیمت دی جائے گی جب کہ اس صورت میں ایک فریق کو بہت بڑا نقصان ہو رہا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئلہ میں تقسیم کے وقت جو قیمت ہوگی اس کا

اعتبار ہوگا، پہلے کے اندازہ و تخمینہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱۱۵/۸)

دفع لآخر مالا أقرضه نصفه، وعقد الشركة في الكل فشرى أمتعة، فطلب رب المال حصته إن لم يصبر لنضه أخذ المتاع بقيمة الوقت. (الدر المختار) وفي الشامي: لأنه لو كان المراد قسمة حصته من مال الشركة؛ فإنه يقوم بقيمته يوم

اشتریاہ، ویکون الربح بینہما علی قدرہ۔ (شامی، کتاب الشركة / مطلب: إذا قال الشریک

استقرضت ألفاً فالقول له إن المال بيده ۵۱۰/۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکان اور جائیداد کی تقسیم کا مسئلہ

سوال (۲۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مسئلہ یہ ہے کہ تقسیم میراث کے ایک مسئلے میں کچھ الجھنیں پیدا ہو گئیں ہیں، فتاویٰ بھی متعدد طرح کے ہو گئے ہیں، براہ کرم سب کو ملاحظہ فرما کر مذکورہ مسئلے کو حل فرمادیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ اکبر حسین کا انتقال ۱۹۷۷ء میں ہوا، وارثین میں ایک بیوہ چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، مرحوم کی والدہ بھی حیات تھیں جو اب فوت ہو چکی ہیں، مرحوم کے پاس کئی مکان اور جائیداد تھی، جن کے مستحق بعد میں یہ سب وارث ہوئے؛ لیکن ایک مکان 1.1/ 41A کی صورت حال آگے کے لئے اختلاف کا سبب بن گئی، وہ اس طرح کہ یہ مکان مرحوم نے اپنی حیات میں جس وقت خریدا ہے، وہ اپنی بیوی اور اپنی دو نابالغ بچوں کے نام خریدا ہے۔ (اس وقت دو بچوں کی ولادت نہیں ہوئی تھی) اور خریدنے کے بعد داخل خارج بھی بیوی اور دو بچوں کے ہی نام کرایا اور کرایہ کی رسید انہیں کے نام کر دی، اور خریدنے میں کچھ پیسہ بھی بیوہ کا لگا تھا (مذکورہ مکان کے سلسلہ میں مرحوم کی بیوہ کا بیان ہمراہ ہے) مرحوم کے انتقال کے بعد بٹوارے کے وقت مرحوم کی جائیداد میں مذکورہ مکان شامل نہیں کیا گیا، بڑے بھائی نے جو تقسیم کی اس وقت مذکورہ مکان سے متعلق ۴ رجگہ استفتاء کئے (جس میں دو بچوں کی بعد میں ولادت کا ذکر نہیں تھا، بس اجمال کے ساتھ یہ سوال تھا کہ دیگر وارثوں کا اس میں حق ہے یا نہیں؟) فتاویٰ کی روشنی میں یہ مکان ترکہ میں شامل نہیں کیا گیا؛ بلکہ جس کے نام والد نے خریدا تھا، انہیں کا قرار پایا، وہ فتاویٰ ہمراہ (۱) منسلک ہے، لیکن کچھ دنوں کے بعد ایک بہن کو اس پر اشکال ہوا اور ان کے شوہر نے ہتور سے فتویٰ منگایا، اس

کی رو سے یہ مکان ترکہ میں شامل قرار پایا، بڑے بھائی نے بڑوں کے مشورہ سے اس خیال سے کہ جھگڑانہ بڑھے، مرحوم کی بیوہ کے حق میں کو محفوظ کر کے اپنے دونوں بھائیوں کے حصوں سے صرف اس بہن کو اولاد ان کے مطالبہ کے مطابق حصہ دے دیا، پھر اس خیال سے کہ باقی بہنوں کو احساس ہوگا ان کو بھی بعد میں دیا، پھر کچھ عرصہ بعد بھائیوں میں ترکہ علیحدہ علیحدہ کیا گیا، تو بھی یہ مکان ترکہ میں شامل نہیں کیا گیا؛ بلکہ بڑے بھائی نے چھوٹے دو بھائیوں کے نام اس خیال سے کہ اس مکان میں ان کا حصہ نہیں ہے؛ لہذا مرحوم کے باقی مکان ان کو دے دیئے، اس تقسیم کے وقت سب بھائی بالغ تھے، اور بڑے بھائی پر اعتماد کر کے اس تقسیم پر راضی ہو گئے؛ لیکن اب چھوٹے دو بھائیوں کا مطالبہ یہ ہے کہ یہ مکان جس کا ترکہ نہیں بانٹا گیا بھلے ہی اس کے عوض باقی دوسرے مکان ان کے نام کر دئے گئے ہوں، اس سے ان کا حق پورا نہیں ہوا، بڑے بھائی کا کہنا ہے کہ جس وقت ہم نے تقسیم کی تھی تم سب عاقل بالغ تھے، تم نے کوئی اعتراض نہیں کیا، اور اب اس تقسیم کے مطابق رجسٹری وغیرہ سب کی جا چکی ہے، جس میں وقت اور رقم بھی اچھی خاصی صرف ہو چکی ہے، اور ہم نے بھی فتویٰ کی روشنی میں کام کیا ہے؛ لہذا اس مکان میں تم لوگوں کا حق ہی نہیں تھا، اس خیال سے ہم نے باقی مکان میں اپنا حصہ ختم کر کے تم لوگوں کے نام کر دیا، چھوٹے بھائیوں نے (جن کے نام مکان نہیں ہے اس وقت ان کا تولد بھی نہ ہوا تھا) ہتورا کے فتویٰ کے علاوہ لکھنؤ سے بھی ایک حاصل کیا ہے جس کی بنا پر وہ دوبارہ تقسیم کا مطالبہ کر رہے ہیں، دونوں طرح کے فتوؤں اور مطالبہ و فریق اور ۲ کے ذریعہ سے آپ کی خدمت میں یہ ارسال کر کے اب یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں:

(۱) دونوں فریق مذکورہ مسئلے میں اب کیا کریں؟

(۲) کیا اب تک کی تقسیم باطل ہے، اور مکان کو شامل کر کے کیا دوبارہ تقسیم لازم ہے؟

(۳) بڑے بھائی کی طرف سے باقی مکان جو چھوٹے بھائی کے نام کر دئے گئے تھے، ان

کی بھی تقسیم کا عدم قرار پائی گئی؟

(۴) اس میں جواب اخراجات دوبارہ ہوں گے وہ کس کے ذمہ ہونگے؟

مذکورہ مکان کے سلسلہ میں والدہ (مرحوم کی بیوہ) کی صراحت ہے کہ مرحوم نے یہ مکان ہم سے کچھ زیور وغیرہ لے کر ہمارے اور دو بچوں کے نام خریدا ہے، اس وقت بھی دولٹر کے اور تین لڑکیاں تھیں، باقی بعد میں پیدا ہوئے، اس مکان میں کرایہ دار آباد تھے، مکان کا جب کرایہ پہلی بار ملا تو ہم کو لا کر دیا، اور کہا کہ یہ بلڈنگ کا کرایہ ہے، رکھو، ایک آدھ بار یہ بھی کہا کہ لو مالکن یہ کرایہ، کبھی خود کرایہ نہ دے کر دوسرے چھوٹے بھائیوں سے یا بھتیجے سے کہا کہ بھابھی کو دے آؤ، کبھی کہتے کہ مالکن کو دے آؤ، تقریباً آٹھ دس ماہ بلڈنگ کا کرایہ ہم لیتے رہے، پھر خود ہم نے یہ کہہ کر کہ ہم پیسوں کا کیا کریں گے ساری ضرورتیں تو آپ ہی پوری کرتے ہیں، آپ ہی رکھیں تو پھر کرایہ وہ خود رکھنے لگے، کرایہ کی رسید میں ہمارا نام لکھ کر اینڈ سنس لکھواتے تھے، ایک مرتبہ ہم نے کہا کہ ہمارا زیور چلا گیا اور کچھ بنا بھی نہیں تب کہا کہ بلڈنگ تو خریدی ہے، اب شریعت کے اعتبار سے ان کے انتقال کے بعد مکان میں سب کا حق ہوگا یا نہیں؟ یا جیسا کہ علماء کہیں ویسا کر لیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آنجناب کی تحریر اور فریقین کے کاغذات بغور پڑھ گئے، مرحوم حاجی اکبر حسین کی دستی تحریر اور مذکورہ مکان کی رجسٹری اور داخل خارج میں لکھے گئے مرحوم کی اہلیہ اُم المعصومہ اور دولٹر کے اشرف حسین اور خالد حسین کے نام کی تعیین اور پھر بعد میں اس مکان کے کرایہ کو اُم المعصومہ کو یہ کہہ کر دینا کہ تم اس کی مالکن ہو، جیسا کہ خود اُم المعصومہ کی تحریر میں درج ہے، یہ سب چیزیں اس بات کا قرینہ ہیں کہ مرحوم اکبر حسین نے یہ مکان ان تینوں کو ہبہ کر کے قابض بنا دیا تھا؛ لہذا یہ مکان اصولی طور پر مرحوم اکبر حسین صاحب کے ترکہ میں شامل نہ ہوگا، اور اس مکان میں سے بعد میں جو حصہ مطالبہ کرنے والی بہن کو دیا گیا وہ دونوں بھائیوں اور ماں کی طرف سے تبرع سمجھا جائے گا، اسی طرح بھائیوں کے درمیان دیگر جائیداد کی تقسیم کے وقت اشرف حسین اور خالد حسین کا مذکورہ مکان کے علاوہ دیگر مکانوں سے اپنا حصہ نہ لے کر دوسرے بھائیوں کو دینا بھی ان کا احسان ہوگا، جس پر دوسرے بھائیوں کو ان کا احسان ماننا چاہئے، اور جو تقسیم آپسی

رضامندی سے ہو چکی ہے اس پر راضی رہنا چاہئے، اور تنازع کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینا چاہئے۔

وتصح (أي الهبة) بالإيجاب والقبول والقبض. (الهداية / كتاب الهبة ۲۸۳/۳)

إدارة المعارف ديوبند

يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك.

(شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث ۴۷۳/۱ رقم المادة: ۸۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۱۹/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موروثی زمین کے درختوں کا حکم

سوال (۲۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جائیداد اس طرح تقسیم کرتے ہیں کہ جو زمین جس کے حصہ میں آئے گی اس میں درخت وغیرہ جو بھی ہو، سب اسی کو ملے گا؛ لیکن بعض کا کہنا ہے کہ درخت اور جائیداد ہر چیز کی تقسیم الگ الگ ہوگی، تو شرعاً کونسا طریقہ درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بہتر یہ ہے کہ وارثین میں زمین تقسیم کی جائے اور ان

میں لگے ہوئے درختوں کو بیچ کر ان کی قیمت بھی حسب حصص شرعیہ وارثین میں بانٹ دی جائے۔

فتنم العرصۃ بالذراع والبناء بالقیمۃ. (شامی / مطلب: لكل من الشركاء السكنی

فی بعض الدار ۳۸۰/۱۹ زکریا)

والعبد الواحد والدابة الواحدة یباع ویقسم ثمنها؛ لأنهما لا یحتملان

القسمۃ، وكذلك کل یكون فی تبعیضه ضرر. (الفتاویٰ التاتاریخانیہ ۱۴۶/۱۷ رقم:

۲۶۷۶۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱۶/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تقسیم میراث کا ایک مسئلہ

سوال (۲۰۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) حاجی محمد مجتبیٰ حسین کا انتقال ہو گیا وراثین میں پہلی مرحومہ بیوی سے دو لڑکے، دوسری بیوی سے تین لڑکیاں دوسری بیوی اور ان کے والد محترم موجود ہیں، حاجی صاحب مرحوم کے ترکہ میں ایک پختہ مکان، ایک بیگھ ساڑھے تین گٹھ زمین، LIC پالیسی، بینک اکاؤنٹ، تین عدد موٹر سائیکل اور دو عدد ڈریکٹر LIC پالیسی میں، دوسری بیوی نامزد ہے، تین بچیوں کے نام LIC پالیسی ہے، ڈریکٹر جو دوسری بیوی کے نام سے ہے، کیا اُس کو ترکہ میں شامل کیا جائے گا یا وہ بیوی کی ملکیت میں شمار ہوگا؟

(۲) ساڑھے تین گٹھ زمین دوسری بیوی کے نام سے ہے، کیا یہ ترکہ میں شمار ہوگا؟

(۳) LIC کی رقم کس مد میں رکھی جائے گی؟

(۴) بینک کی رقم کا کیا حکم ہوگا؟

(۵) پہلی بیوی کو مہر فاطمی کی ادائیگی کا کچھ ثبوت یا اُس کا کوئی علم نہیں ہے، اُس کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ دونوں ڈریکٹر اور ساڑھے تین گٹھ زمین حاجی صاحب نے زندگی بھر اپنے قبضہ میں رکھا تھا، سب کو یہ معلوم تھا کہ حاجی صاحب مرحوم کے نام گاڑی ہے، مرحومہ بیوی کی والدہ یہ دعویٰ کر رہی ہیں کہ میری بیٹی کا مہر باقی ہے؛ کیوں کہ وہ اچانک انتقال کر گئی تھیں، مرحومہ کے نام سے نہ تو زمین ہے اور نہ ہی بینک اکاؤنٹ تھا، ازراہ کرم سوالات کا تشریحی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حسب تحریر سوال ڈریکٹر اگرچہ دوسری بیوی کے نام

ہے؛ لیکن حاجی صاحب نے اسے زندگی بھر اپنے قبضہ میں ہی رکھا ہے؛ لہذا یہ ہبہ تام نہیں ہوا، اس لئے اسے مرحوم حاجی صاحب کے ترکہ میں شامل کیا جائے گا، اور موجودہ سب وارثین اُس میں

حسب حصص شرعیہ حق دار ہوں گے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳۶۶-۳۷۷)

وتتم الهبة بالقبض الكامل، لقوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ۴۹۳/۸ زكريا، ۶۸۸/۵ كراچی، مجمع الأنهر، كتاب الهبة / أركان الهبة ۳۵۳/۲ دار إحياء التراث العربي بيروت، ۴۸۹/۳ مكتبة فقيه الأمة ديوبند، شرح المحلة لسليم رستم باز / الكتاب السابع في الهبة، الفصل الأول ۴۶۲/۱ رقم المادة: ۳۷ ۸ كوثه، ملتنقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر / كتاب الهبة ۴۸۹/۳ كوثه، الهداية ۲۸۵/۳)

لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / أول كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ كراچی، ۴۹۳/۱۰ زكريا، البحر الرائق / كتاب الفرائض ۳۶۵/۹ زكريا)

(۲) ساڑھے تین گٹھ زمین جو دوسری بیوی کے نام ہے اور اُس سے متعلق بھی سوال نامہ میں یہ درج ہے کہ اُسے مرحوم نے زندگی بھر اپنے قبضہ میں رکھا ہے، اور اس میں دو شکلیں ہیں اگر مرحوم نے یہ جگہ مہر کے عوض میں بیوی کے نام کی ہے تو یہ صرف بیوی کی ہوگی، اُس میں دیگر وارثین کا کوئی حق نہ ہوگا، اور اگر ہبہ کیا ہے اسے بیوی کے قبضہ میں نہیں دیا ہے اور نہ اُس کی آمدنی تا زندگی اُس کے حوالے کی تو یہ حاجی صاحب کے ترکہ میں شامل ہوں گی اور سب وارثین اس میں حصہ دار ہوں گے۔

وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضاً - إلى - وتتم الهبة بالقبض الكامل. (الدر المختار مع الشامي ۴۸۹/۸-۴۹۳ زكريا)

يملك الموهوب له، الموهوب بالقبض شرط لثبوت الملك وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المحلة ۴۶۲/۱-۴۷۳) ومنها أن يكون الموهوب مقبوضاً حتى لا تثبت الملك للموهوب له قبل القبض. (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب الأول في تفسير الهبة وركنها وشرائطها وأنواعها وحكمها ۳۷۴/۴ زكريا)

(۳) LIC پالیسی اگر مرحوم نے اپنے نام کرائی تھی؛ لیکن مرنے کے بعد اُسے نکالنے کے

لئے بیوی کو نامزد کیا تھا، تو یہ وصیت کے درجہ میں ہے، اور وصیت وارث کے حق میں معتبر نہیں ہوتی؛ لہذا حاجی صاحب نے اس پالیسی میں جو اصل رقم جمع کرائی تھی، وہ صرف بیوی کو نہیں ملے گی؛ بلکہ اُن کے ترکہ میں شامل ہو کر سبھی وارثین اُس میں حق دار ہوں گے؛ البتہ بچیوں کے نام جو الگ LIC کر رکھی ہے وہ بچیوں کو ہیہہ کے درجہ میں ہے، اُس میں دوسروں کا کوئی حق نہیں، یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ لائف انشورنس میں موت کے بعد جو اصل جمع شدہ رقم سے زائد ملتی ہے وہ حرام ہے، اُس کا اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں، اسے بلا نیت ثواب غریبوں میں تقسیم کرنا لازم ہے۔

عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة. (نصب الراية للزيلعي / كتاب الوصايا ٤٠٤/٤ رقم: ٨٠٧٠ مؤسسة الريان بيروت، وكذا في سنن ابن ماجه، كتاب الوصايا / باب لا وصية لوارث ١٩٥/٢)

ولا لوارثه إلا بإجازة ورثته لقوله عليه السلام: لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة. (شامي ٣٤٦/١٠ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ٢١٢/٩ زكريا، الفتاوى الهندية / الباب الأول من الوصايا ٩٠/٦ زكريا)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٣٨٥/٦ كراچی، ٥٥٣/٩ زكريا)

(۴) حاجی صاحب مرحوم کی جو رقم بینک میں جمع ہے، وہ سب وارثین میں حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگی۔

لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي ٤٩٣/١٠ زكريا)

(۵) مرحوم حاجی صاحب کی مرحومہ بیوی کے مہر کی ادائیگی کا چوں کہ کوئی ثبوت نہیں ہے؛ لہذا حاجی صاحب مرحوم کے ترکہ میں سے اولاً مرحومہ بیوی کا مہر ادا کیا جائے گا؛ لیکن اس مہر سے

چوتھائی حصہ چوں کہ شوہر ہونے کے اعتبار سے خود حاجی صاحب کا حق ہے، اس لئے وہ اُن کے ترکہ کی طرف لوٹ آئے گا، اور مرحومہ بیوی کی والدہ کو اس مہر میں سے صرف چھٹا حصہ ملے گا اور بقیہ مرحومہ بیوی کی اولاد یعنی دو لڑکوں میں تقسیم ہوگا۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلِأَبْوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ

لَهُ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة والإجماع. (السراجي في الميراث ص: ۳-۴، كذا في الدر المختار / كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ كراچی، الفتاوى الهندية / أول كتاب الفرائض ۴۴۷/۶ زكريا) المرأة يأخذ مهرها من التركة من غير رضی الورثة. (خلاصة الفتاوى، كتاب الوصايا / الفصل السابع في الدعوى والشهادة ۲۴۱/۴ رشيدية، بحواله: تعليقات فتاوى محموديه ۴۳۲/۲۰ ذابھيل)

اور حسب تحریر سوال مذکورہ تفصیلات کے مطابق مرحوم حاجی محمد مجتبیٰ کا ترکہ اُن کے وارثین میں تقسیم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حج حرام اور حج نقصان کی تفصیل

سوال (۲۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: حج کسے کہتے ہیں؟ حج حرام اور حج نقصان کی تعریف کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ”حجب“ کے معنی روکنے کے آتے ہیں، اور علم فرائض کی اصطلاح میں اگر کوئی وارث دوسرے وارث کے لئے کئی طور پر محرومی کا سبب بنے، تو اُس کو ”حجبِ حرمان“ کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر بیٹے کی موجودگی میں پوتے کا محروم ہونا وغیرہ۔ اور اگر کسی وارث کی وجہ سے دوسرے وارث کا حصہ کم ہو جائے تو اُس کو ”حجبِ نقصان“ سے تعبیر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر میت کے بھائیوں کی موجودگی کی وجہ سے ماں کا حصہ ٹکٹ کے بجائے سدس ہو جاتا ہے، تو گویا کہ یہ بھائی ماں کے لئے حجبِ نقصان کا سبب بن گئے۔

الحجب لغة: المنع، واصطلاحاً: منع شخص معين من ميراث، إما كله أو بعضه لوجود شخصٍ آخر، وحجب نقصان هو منع شخص معين عن فرض مقدار إلى فرض أقل، وحجب حرمان هو منع شخص معين عن الإرث بالكلية لوجود شخص آخر. (هامش السراجي ۲۶-۲۷، الفتاوى التاتارخانية ۲۰/۲۶۰، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۲۲/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مورث کی زندگی میں مرنے والے کا میراث میں کوئی حق نہیں

سوال (۲۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے تین لڑکے چار لڑکیاں تھیں، زید کی حیات ہی میں ایک لڑکی کا انتقال ہو گیا، تو کیا زید کے انتقال کے بعد اُس مرحومہ کا میراث میں حق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس لڑکی کا انتقال زید کی زندگی میں ہو گیا، اُس کو یا اُس کی اولاد کو زید کی وفات کے بعد وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقة أو حكماً كمفقود، أو تقدیراً كجنین فیہ

غرۃ، ووجود وارثہ عند موتہ حیاً حقیقہً، أو تقدیراً کالحمل . (شامی / کتاب الفرائض ۴۹۱/۱۰ زکریا، کذا فی البحر الرائق / أول کتاب الفرائض ۴۸۸/۸ کراچی، ۳۶۴/۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۵/۲۴ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں کی میراث میں فوت شدہ بیٹے اور اُس کے وارثین کا حصہ

سوال (۲۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ کو ترکہ پدری میں بقدر حصہ شرعیہ ایک قطعہ اراضی ملی، جس کی وہ مالکہ و قابضہ بلا شرکت غیرے ہوئی، ہندہ کی اولاد میں دو بیٹے ہوئے، بڑے بیٹے کا انتقال ہندہ کی حیات میں ہی ہو گیا، ہندہ کا انتقال بعد میں چھوٹے بیٹے کی موجودگی میں ہوا۔ مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ ہندہ کا بڑا لڑکا جو کہ ہندہ کی حیات میں فوت ہو گیا تھا، اس جائیداد میں حصہ دار ہا یا نہیں؟ اور پھر اس بیٹے کے وارثان حصہ دار ہوں گے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں ہندہ کا جو لڑکا اُس کی حیات میں انتقال کر گیا ہے، اُس کو ہندہ کے ترکہ میں سے کچھ حصہ نہ ملے گا، اور نہ لڑکے کے وارثین کا اُس میں کچھ حق ہوگا۔

الأقرب فالأقرب یر جحون بقرب الدر جة، أعنی أولہم بالمیراث جزء المیت أي البنون ثم بنوہم . (السراجی فی المیراث ۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۶/۲/۱۳ھ

گودلی ہوئی لڑکی کا میراث میں حصہ نہیں

سوال (۲۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص جس کا نام سلیم اختر تھا اس کا انتقال ہو گیا ہے، اگر اُس نے کسی لڑکی کو گود لے لیا ہو، تو کیا گود لی ہوئی لڑکی ترکہ میں حق دار ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: گود لی ہوئی لڑکی یا لڑکے کا وراثت میں کوئی حق نہیں ہوتا؛ لیکن اگر اس کے لئے وصیت کی گئی ہو تو وہ تہائی مال کے اندر اندر نافذ ہوگی۔

فلا یثبت بالتبني شيء من أحكام النبوة من الإرث، وحرمة النکاح وغير ذلك . (التفسیر المظہری ۲۹۲/۷)

ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة. والسبب وهو الزوجية والولاء. (الفتاویٰ الہندیہ / الباب الأول في الفرائض ۴۷/۶ دار إحياء التراث العربی بیروت، الدر المختار مع الشامی / کتاب الفرائض ۴۹۷/۱۰ زکریا، وکذا فی البحر الرائق / کتاب الفرائض ۳۶۵/۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۵/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اولاد کے نام جائیداد ہبہ کرنے کے بعد پیدا ہونے والے بچہ کی میراث کا حکم

سوال (۲۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید مرحوم کے تین لڑکے تھے، زید نے اپنی جائیداد اپنے تینوں لڑکوں میں برابر سے تقسیم کر دی، بیوی موجود تھی، بیوی کے نام کچھ نہیں کیا، نیز مذکورہ تقسیم کے بعد زید کے پھر ایک لڑکا تولد ہوا، زید مرحوم کے تینوں لڑکے مذکورہ تقسیم پر قابض ہیں۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ تقسیم میں چوتھے لڑکے کا بھی کوئی حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ زید کی بیوی نے زید کے انتقال کے بعد انتقال کیا، زید کا اپنی بیوی کو کچھ نہ دینا کیا حکم رکھتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر زید نے اپنی جائیداد لڑکوں کو ہبہ کرنے کے بعد انہیں قابض و مالک بنا دیا ہے، تو وہ جائیداد لڑکوں کی مملوکہ ہوگی، بعد میں پیدا ہونے والے لڑکے کو اس میں سے حصہ نہیں ملے گا؛ البتہ موہوبہ جائیداد کے علاوہ باپ نے جو کچھ کمایا ہو اور انتقال کے وقت جن اشیاء کا وہ خود مالک ہو وہ سب وارثین کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا، اور زید کا اپنی بیوی کو کچھ بھی نہ دینا حق تلفی ہے، جس سے اجتناب کرنا چاہئے تھا۔

یملک الموہوب لہ الموہوب بالقبض۔ (شرح المحلۃ ۴۷۳/۱ رقم المادۃ: ۸۶۱

کوئٹہ، ۴۷۳ دیوبند)

کل يتصرف في ملكه كيف شاء؛ لأن كون الشيء ملكاً لرجل يقتضي أن يكون مطلقاً في التصرف كيف شاء. (شرح المحلۃ للأناسی ۱۳۲/۴ رقم المادۃ: ۱۱۹۲ المكتبة الحفانية پشاور)

يجب أن يعلم بأن التركة تتعلق بها حقوق أربعة: ۴ :- الميراث .

(الفتاویٰ التاتاریخانیہ ۲/۲۱۸ زکریا)

ويستحق الارث يا حدى خصال ثلاث، بالنسب وهو القرابة الخ. (الفتاویٰ

الہندیہ / کتاب الفرائض ۴۴۷/۶ زکریا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل . (تنوير الأبصار مع الدر المختار / أول كتاب الهبة ۶۹۰/۵

دار الفكر بیروت، ۴۹۳/۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری بیوی کے زیور میں پہلی بیوی سے بیٹے کا حق ہے یا نہیں؟

سوال (۲۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اَب زید نے جو زیور نکاح کے وقت دوسری بیوی کو چڑھایا تھا، اُس زیور پر بیوی کا حق ہے یا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کے وقت زید نے جو دوسری بیوی کو زور دیا تھا،

وہ اسی کا ہے، اُس میں زید کے بیٹے کا کوئی حق نہیں ہے۔ (دینی مسائل اور اُن کا حل ۲۲۳)

المختار للفتویٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكاً لا عاريةً. (شامی، کتاب النکاح

/ مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية ۳۰۹/۴ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی بہن کی موجودگی میں سالے یا سالے کی اولاد کا حصہ

سوال (۲۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ابراہیم، شفیق، خاتون تین بھائی بہن تھے، محمد ابراہیم کے کوئی اولاد نہیں تھی، انہوں نے اپنے پیچھے ایک بیوی، بھائی اور بہن کو چھوڑا، ابراہیم کے بعد اُس کی بیوی زینب کا بھی انتقال ہو گیا، اب ابراہیم کے ورثہ ایک بھائی ایک بہن ہے، ابراہیم کی تو کوئی اولاد نہیں تھی، ابراہیم کے بھائی اور بہن کے ہوتے ہوئے بیوی زینب کا ہتھیجہ ابراہیم کے سالے کا لڑکا ابراہیم کے ترکہ سے روپیہ پیسہ کا دعوے دار ہے کہ ابراہیم چوں کہ میرے پھوپھا ہوتے ہیں: اس لئے اُن کے ترکہ کا میں حق دار ہوں؟ آپ جواب تحریر کریں کہ بھائی اور بہن کے ہوتے ہوئے سالے یا سالے کی اولاد کا کوئی حق بنتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں ابراہیم کا ترکہ چار سہام میں تقسیم

ہو کر ایک سہام مرحوم ابراہیم کی بیوی کے وارثین کو ملے گا اور بقیہ تین سہام بھائی بہن کے درمیان

﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ کے طور پر تقسیم ہوں گے، اور ابراہیم کے سالے کے لڑکے کو

ابراہیم کے ترکہ میں سے شرعاً کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور نہ ہی اُس کو کسی قسم کے دعویٰ کا حق ہے۔

الأقرب فالأقرب أي يرجحون بقرب الدرجة أعني أولهم أو لأهم بالميراث الذي يستحق بالعصوبة. (السراجي مع الشرفية ٤٦، وكذا في البحر الرائق / كتاب الفرائض ٤٩٨/٨ كراچی، الفتاوى الهندية / الباب الثالث في العصابات ٤٥٢/٦ دار الفكر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۰/۷/۱۴۲۲ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خسر کی میراث سے بہو کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال (۲۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے والد کا مکان جس میں چاروں بھائی رہتے تھے، زید کے انتقال کے بعد والد کا بھی انتقال ہو گیا، اب اُس کی بیوی ہندہ کو حصہ ملے گا یا نہیں؟
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چونکہ زید کا انتقال والد کی زندگی میں ہی ہو گیا ہے؛ اس لئے والد کے ترکہ میں سے زید کی بیوی کو کوئی حق نہیں ملے گا۔
 ویستحق الإرث یا حدیٰ خصال ثلاث: بالنسب: وهو القرابة، والسبب: وهو الزوجية والولاء. (الفتاوى الهندية ٤٤٧/٦)

ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة أو الإجماع، ویستحق الإرث برحم ونكاح وولاء، والمستحقون للتركة عشرة أصناف مرتبة. (الدر المختار مع الشامی / كتاب الفرائض ٧٦٠/٦ دار الفكر بیروت، ٤٩٧/١٠-٤٩٨-٤٩٧/١٠ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۰/۷/۱۴۲۲ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حمل کی میراث کا ایک مسئلہ

سوال (۲۰۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کی شادی ایک سال قبل ہوئی تھی، اب اُس کا انتقال ہو گیا، اُس کی بیوی چار مہینے کی حاملہ ہے، اور ماں باپ زندہ ہیں، تو زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں بہتر یہ ہے کہ زید کا ترکہ ابھی تقسیم نہ کیا جائے؛ بلکہ بیوی کے وضع حمل تک موقوف رکھا جائے، اور بچے کی پیدائش کے بعد حسب حصص شرعیہ ترکہ تقسیم کیا جائے۔

وفي المصمرات: وإن مات وترك حملاً يوقف ماله حتى تضع امرأته في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى حتى يُعرف ما تضع، واحداً أم اثنتين أم ثلاثاً، ذكراً كان أو أنثى؛ لنلا يفتقر إلى فسخ القسمة. (الفتاوى التارخا تخاينة ۴۰۵/۲۰ زكريا)

تاہم اگر کسی وجہ سے زید کا ترکہ فوری طور پر تقسیم کرنا ضروری ہو، تو تقسیم کا اصول یہ ہے کہ ایک مرتبہ حمل کو ایک لڑکا فرض کر کے مسئلہ بنایا جائے، اور دوسری مرتبہ ایک لڑکی فرض کر کے مسئلہ بنایا جائے، پھر موجود وارثین کو دونوں مسئلوں میں جو کم سے کم حصہ مل رہا ہو، وہ انہیں دے کر بقیہ کو موقوف رکھا جائے۔ اس کے برخلاف حمل کو دونوں مسئلوں میں جو زیادہ سے زیادہ حصہ مل رہا ہو، اُسے محفوظ کیا جائے۔

پس صورتِ مسئلہ میں حمل کو لڑکا فرض کر کے مسئلہ ۲۴ سے بنے گا، بیوی کو ۳، ماں باپ کو ۴-۴، اور حمل (لڑکے) کے حصہ میں ۱۳/۱۳ سہام آئیں گے۔ اس کے بعد حمل کو لڑکی فرض کر کے مسئلہ بنایا جائے گا، اور یہ مسئلہ بھی ۲۴ سے بنے گا، پس بیوی کو ۳، ماں کو ۴، باپ کو ۵، اور حمل (لڑکی) کو ۱۲/۱۲ سہام ملیں گے۔ دونوں مسئلوں کے نقشے درج ذیل ہیں:

| مستقلہ ۲۴: | | | |
|------------|-----|-----|------------|
| (۱) زید | | | |
| بیوی | ماں | باپ | حمل (لڑکا) |
| ۳ | ۴ | ۴ | ۱۳ |
| مستقلہ ۲۴: | | | |
| (۲) زید | | | |
| بیوی | ماں | باپ | حمل (لڑکی) |
| ۳ | ۴ | ۵ | ۱۲ |

اور چوں کہ یہاں دونوں مسئلوں کے اعداد میں تماثل ہے؛ اس لئے مزید کوئی عمل کئے بغیر بیوی اور ماں کو تو اُن کا حصہ پورا پورا دے دیا جائے گا؛ کیوں کہ اُن کا دونوں حالتوں میں اتنا ہی حصہ ہے، اور باپ کو پہلے مسئلہ میں ۴/۱۳ سہام مل رہے ہیں، اور دوسرے میں ۵/۱۳ اس لئے باپ کو سر دست صرف ۴/۱۳ سہام دئے جائیں گے، اور حمل کو لڑکا فرض کرنے کی شکل میں ۱۳/۱۳ سہام مل رہے ہیں، جو دوسرے مسئلہ میں حاصل شدہ ۱۲/۱۳ سے ایک زائد ہے، اس لئے حسبِ اصول حمل کے حق میں ۱۳/۱۳ سہام کو موقوف رکھا جائے گا۔ اب اگر لڑکے کی پیدائش ہوتی ہے تو باپ کا جو حصہ یعنی ۴/۱۳ دیا جا چکا، وہی اُس کا حق ہے، اُس سے زیادہ کا وہ مستحق نہیں۔ اور اگر لڑکی کی پیدائش ہوئی تو حمل کے لئے روکے گئے ۱۳/۱۳ سہاموں میں سے ایک سہام باپ کو لوٹا دیا جائے گا، اور لڑکی کو ۱۲/۱۳ سہام ملیں گے، جیسا کہ دوسرے مسئلہ سے واضح ہے۔ اور اگر بچہ مردہ پیدا ہوا تو مسئلہ از سر نو بنے گا، اور اُس کے لئے روکے گئے سبھی سہام موجود وارثین میں حسبِ ضابطہ تقسیم ہوں گے۔

ووقف للحمل حظ ابن واحد أو بنت واحدة أيهما كان أكثر، وعليه

الفتوى؛ لأنه الغالب. (الدر المختار مع الشامى ۵۵۸/۱۰ زكريا)

وإن كان ممن يتغير فريضته بالحمل، فالمتيقن له أقل النصيبين، فلا يعطى إلا ذلك الخ، فإنما يتوقف في الحمل أو فر النصيبين، ولا يعطى سائر الورثة إلا الأقل احتياطاً. (الفتاوى التاتارخانية / كتاب الفرائض ۴۰۵/۲۰ زكريا)

هذا التوقف إنما يكون في حق وارث يتغير فرضه من الأكثر إلى الأقل، أما من لا يتغير فرضه كالجدّة والزوجة الحبلية فلا يوقف له شيء. (الدر المختار مع الشامى ۵۵۹/۱۰ زكريا)

الأصل في تصحيح مسائل الحمل أن يصحح المسئلة على تقدير أن الحمل ذكراً، وعلى تقدير أنه أنثى الخ. (الفتاوى التاتارخانية / كتاب الفرائض ۴۰۷/۲۰ زكريا، ومثله في الشريفة شرح السراجي في الميراث ۱۹۴) فقط والله تعالى أعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۵/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



عصبہ بننے والے وارثین

عصبہ کی کیا تعریف ہے؟

سوال (۲۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فقہاء نے عصبہ کی تعریف یہ کی ہے کہ اُس رشتہ میں عورت کا واسطہ نہ ہو؛ جب کہ تقریباً سارے ہی رشتوں میں عورت کا واسطہ ہوتا ہے، جیسے باپ اور بیٹے میں بھی باپ کی بیوی واسطہ ہوتی ہے؛ لہذا عصبہ کی ایسی تعریف کی جائے کہ فقہاء کا منشا بھی واضح ہو جائے اور بادی النظر میں جوشبہ پیدا ہوتا ہے وہ بھی نہ پیدا ہو۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسبوط میں عصبہ کی درج ذیل عبارت دستیاب ہوئی، اس تعریف میں سوال میں ذکر کردہ شبہ پیدا نہیں ہوتا۔

العصبۃ بنفسہ الذکر الذی لا یفارقہ الذکور فی نسبتہ الی المیت.

(المبسوط للسرخسی ۱۳۸/۲۹ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عصبات کی تفصیل اور ان کی توریث کے احکام

سوال (۲۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عصبہ کسے کہتے ہیں اور عصبہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ باب میراث میں عصبہ کو ترکہ میں سے حصہ کب ملتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: عصبہ کے معنی عربی زبان میں ”پٹھے“ کے آتے ہیں، جس سے جسم کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اور اصطلاحاً عصبہ میت کے اُن متعلقین کو کہا جاتا ہے جن کا کوئی حصہ شریعت میں متعین نہیں؛ لیکن اصحابِ فرائض کو حصہ دینے کے بعد وہ سارے ما بقیہ مال کے اور اصحابِ فرائض نہ ہونے کی صورت میں میت کے کل ترکہ کے حسبِ تفصیل مستحق بن جاتے ہیں۔ پھر عصبہ کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

(۱) عصبہ نسبی:- یعنی میت کے نسبی رشتہ دار۔

(۲) اور عصبہ سببی:- یعنی جو نسبی رشتہ دار نہ ہوں؛ لیکن کسی دوسرے سبب سے وہ وارث بن سکتے ہوں۔

پھر عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں:

۱:- عصبہ بنفسہ: یعنی وہ مذکور رشتہ دار جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کوئی عورت واسطہ نہ بنتی ہو، اس طرح کے عصبات بالترتیب چار ہیں:

الف:- میت کی صلبی اولاد۔

ب:- میت کے باپ دادا۔

ج:- میت کے بھائی۔

د:- میت کے چچا۔

ان میں جو اقرب ہوگا وہ ابعداً کو محروم کر دے گا، مثلاً بیٹے کی موجودگی میں باپ بحیثیت عصبہ حق دار نہ ہوگا الخ۔

۲:- عصبہ بغیرہ: اس سے مراد وہ اصحابِ فرائض عورتیں ہیں جو اپنے ہم رتبہ مردوں کے

ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں، ایسی عورتیں کل چار ہیں:

الف:- صلبی بیٹی:- جو اکیلی ہونے کی صورت میں نصف مال کی اور ایک سے زائد

ہونے کی صورت میں دو تہائی مال کی مالک ہوتی ہے؛ لیکن بیٹی کی موجودگی میں وہ عصبہ بن کر بیٹے کے مقابلہ میں نصف حصہ کی حقدار ہوتی ہے۔

ب:- پوتی:- جو پوتوں کے ساتھ عصبہ بنتی ہے۔

ج:- حقیقی بہن:- جو بھائی کے ساتھ عصبہ بنتی ہے۔

د:- علاتی بہن:- جو علاتی بھائی کے ساتھ عصبہ بنتی ہے۔

۳:- عصبہ مع غیرہ:- اس سے مراد وہ عورت ہے جو دوسری عورت کی بنا پر عصبہ بنتی ہے،

جیسے بیٹی یا پوتی کی موجودگی میں حقیقی بہن بطور عصبہ وارث بنائی جاتی ہے۔

۴:- اور عصبہ سہمی:- وہ عصبہات کا آخری درجہ ہے جو آزاد کرنے والے یا آپس میں

موالاة کرنے والے مولیٰ کو حاصل ہوتا ہے، اس کا تعلق صرف ذکور سے ہے، اس سلسلہ میں معتق یا

مولیٰ کی مونث اولادوں کو حق نہیں ملتا، الا یہ کہ خود آزاد کرنے والی یا موالاة کرنے والی عورت ہو۔

العصبات: وهم أقارب الميت الذين لم يقدر لهم سهم ولكنهم من أقاربه

الذکور كالإبن أو يدلون إليه بالذکور كالإخوة والأعمام، وحکم هؤلاء أنهم

يحوزون ما بقي من أصحاب الفرائض، ويحجب الأقرب منهم الأبعد. (تكملة فتح

الملمه ۱۴۱۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

العصبات النسبية ثلاثة: عصبه بنفسه، وعصبه بغيره، وعصبه مع غيره.

(يجوز العصبه بنفسه) وهو كل ذكر لم يدخل في نسبته إلى الميت أنثى، ما

أبقت الفرائض، وعند الإنفراد يجوز جميع المال، ثم شرع في العصبه بغيره

(وبصير عصبه بغير البنات بالإبن وبنات الإبن بإبن الإبن) وإن سفلوا

(والأخوات) لأبوين أو لأب (بأخيهن) ثم شرع في العصبه مع غيره فقال: (ومع

غيره الأخوات مع البنات) أو بنات الإبن لقول الفرضين: اجعلوا الأخوات مع

البنات عصبه (وختم العصبات) بالعصبه السببية أي (المعتق ثم عصبته) بنفسه

على الترتيب المتقدم. (الدر المختار مع الشامي ٥١٦/١٠-٥٢٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عصبات کی ترتیب میں قرب درجہ اور قوت قرابت سے کیا مراد ہے؟

سوال (۲۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ”الأقرب فالأقرب یرجحون بقربة الدرجة ثم یرجحون بقوة القرابة“
اس عبارت میں قرب درجہ اور قوت قرابت سے کیا مراد ہے؟ مثال سے سمجھادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شریعت میں استحقاق میراث کا مدار رشتہ داری میں

اقربیت پر ہے۔ بریں بنا عصبہ بنفسہ کے جو چار درجات مقرر کئے گئے ہیں: (۱) میت کی صلبی اولاد
(۲) میت کے باپ دادا (۳) میت کے باپ کی مذکر اولادیں (۴) میت کے دادا کی مذکر
اولادیں۔ ان چاروں درجات میں سے میراث کا استحقاق اسی ترتیب کے اعتبار سے ہوگا، یعنی اگر
میت کی صلبی اولاد موجود ہیں، تو باپ، بھائی، چچا کو بطور عصبہ کے حصہ نہ ملے گا، نیز ہر درجہ میں بھی
اقربیت کو ملحوظ رکھا جائے گا، مثلاً بیٹا موجود ہے، تو پوتے محروم ہو جائیں گے، اسی طرح اگر باپ
موجود ہے تو دادا عصبہ نہ بنے گا، نیز اگر حقیقی بھائی موجود ہے، تو علاقائی بھائی مستحق نہیں ہوں گے،
الغرض عصبہ بنفسہ کے مجموعی درجات میں بھی ترتیب ملحوظ رکھی جائے گی اور پھر ہر درجہ میں قوت
قرابت کو فوقیت دی جائے گی، یہی بات مذکورہ عبارت میں واضح کی گئی ہے۔

الأقرب فالأقرب یرجحون بقربة الدرجة. أعني: أولهم بالميراث جزء

الميت أي البنون، ثم بنوهم وإن سفلوا، ثم أصله ثم جزء أبيه ثم جزء

جده ثم یرجحون بقوة القرابة، أعني به: أن ذا القرابتين أولى من ذي قرابة

واحدة ذكراً كان أو أنثى لقوله عليه السلام: إن أعيان بني الأم يتوارثون دون بني

العلات الخ. (السراجي في الميراث ص: ۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۷/۲/۲۲ھ

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے محروم

سوال (۲۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے دو لڑکے ہیں، خالد و بکر، بڑا لڑکا خالد والد کے ساتھ کاروبار کیا کرتا تھا، پھر باپ کی موجودگی میں خالد کا انتقال ہو گیا، تو باپ زید کی جائیداد میں خالد کی اولاد کا شرعاً حق ہوگا یا نہیں اور اگر نہیں ہوگا تو شرعی دلیل کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: میت کے ترکہ کا مستحق وہی وارث ہوتا ہے جو میت کے مرتے وقت زندہ موجود ہو اور جو وارث مورث کی زندگی میں ہی مرجائے، تو اُس مورث کے ترکہ میں نہ وہ خود مستحق ہوتا ہے نہ اُس کی اولاد حق دار ہوتی ہے۔ صورتِ مسئلہ میں چونکہ اصل کاروبار کا مالک خود زید ہے، لڑکا خالد محض اُس کا معاون تھا اور وہ زید کی زندگی ہی میں مر گیا؛ لہذا خالد کے لڑکے دیگر ورثہ کی موجودگی میں زید کے ترکہ سے محروم رہیں گے۔

الأقرب فالأقرب یر جحون بقرب الدر جة أعني أولهم بالميراث جزء

المیت أي البنون. (سراجي في الميراث ۲۲ الأمين کتابستان دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۵/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کی موجودگی میں پوتے پوتیاں محروم

سوال (۲۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسماۃ امراؤ بیگم ۹۰ سال کی عمر میں زوجہ حاجی قمر الدین مرحوم کا انتقال نومبر ۱۹۹۳ء میں

ہو گیا، حاجی قمر الدین کا انتقال ۱۹۵۹ء میں ہی ہو چکا تھا، حاجی صاحب کے ورثہ میں تین لڑکے: فضل الدین، امیر الدین، ظہور الدین اور اُن کی بیوہ امراؤ بیگم تھے، اُن سب کی وراثت کا حساب ۱۹۶۱ء میں کر لیا گیا تھا۔ فضل الدین کا انتقال دس سال پہلے ہو چکا اور ظہور الدین کا انتقال بھی پانچ سال پہلے ہو گیا، اُن دونوں کی اولادیں موجود ہیں۔ امراؤ بیگم کے میکہ میں اُن کی تین بہنیں اور دو بھائی تھے، اُن سب کا انتقال ہو چکا ہے، اب صرف امراؤ کا ایک لڑکا امیر الدین موجود ہے، وراثت میں امراؤ کے بھائیوں کی اولادیں ہیں، اُن کا کتنا حق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں چوں کہ امراؤ بیگم کا امیر الدین کے علاوہ کوئی اور حقیقی بیٹا زندہ موجود نہیں ہے؛ لہذا وہی تھا امراؤ بیگم کے مال کا وارث ہوگا، اُس کی موجودگی میں امراؤ بیگم کے پوتے پوتیاں وغیرہ محروم ہوں گے۔

الأقرب فالأقرب یرجحون بقرب الدرجة أعني أولهم بالميراث جزء

المیت أي البنون ثم بنوهم. (السراجی فی المیراث ۲۲ الامین کتابستان دیوبند)

وذوي الأرحام من لا فرض لهم ولا تعصيب من الأقرباء وهم عشرة:

أولاد البنات. (الفتاویٰ التاتاریخانیة ۳۱۷/۲۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۶/۲۵ھ

کیا چچاؤں کی موجودگی میں پوتا وارث بن سکتا ہے؟

سوال (۲۲۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: عبدالغنی کے چھ بچے ہیں: تین لڑکے تین لڑکیاں، بڑے لڑکے کا انتقال عبدالغنی کے سامنے ہو گیا اور اُس مرحوم لڑکے کے دو بچے ہیں، اُن بچوں کی والدہ چالیس دن کے بعد لڑکے کو چھوڑ کر لڑکی کو ہمراہ لے گئی، عدت ختم ہونے کے بعد مذکورہ بچوں کی ماں نے دوسری جگہ نکاح کر لیا اور جو لڑکی ہمراہ گئی تھی، وہ اپنے پرانے چچاؤں میں آگئی، اور اُس لڑکی کے چچاؤں نے اُس کی شادی کر دی، مرحوم

عبدالغنی کا پوتا اپنے والد کے حصہ کا مطالبہ کرتا ہے، براہ کرم شرعاً حکم فرمائیں کہ پوتا حق دار ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عبدالغنی کے جس لڑکے کا انتقال عبدالغنی کی زندگی میں

ہو گیا، اُس کی اولاد عبدالغنی کے ترکہ کی وارث نہ ہوگی؛ البتہ عبدالغنی کا لڑکا جس مال کا خود مالک اپنی زندگی میں رہا ہو، اُس میں اُس کی اولاد کا حق ہوگا۔

ويحرم الحفيد لكونه أبعد بالنسبة إليه، وهذا ما أجمعت عليه الأمة الإسلامية منذ القرون الأولى. لم يختلف فيه أحد من الفقهاء، حتى ظهرت في بلادنا طائفة مستغربة تحكم رأيها في جميع مسائل الشريعة فشذت عن الأمة في كثير من المسائل منها هذه المسئلة، فقالت: إن الحفيد إنما يحرم من الميراث عند وجود أبيه، لا عند وجود أعمامه، فيرث الحفيد اليتيم وإن كان معه أبناء الميت الآخرون غير والد ذلك الحفيد، ويكون في ذلك قائماً مقام أبيه. واستدلوا على ذلك بقوله: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ قالوا: إن لفظ ﴿الْأَوْلَادِ﴾ يشمل الأحفاد أيضاً. وإن دليلهم هذا يبنى عن جهلهم بأصول الفقه، وذلك أو ”الولد“ يراد به الابن حقيقةً والحفيد مجازاً، وتقرر في أصول الفقه، وذلك أن الجمع بين الحقيقة والمجاز في وقت واحد لا يجوز. فلا يراد به ”الابن“ و”الحفيد“ في وقت واحد. وإلا لزم أن يدخل في هذه الكلمات جميع الأحفاد، وأحفادهم عند وجود أبناء الصلب، ويشاركون في الميراث، وهذه لا تقول به تلك الطائفة أيضاً. (تكملة فتح الملهم، كتاب الفرائض / مسئلة ميراث الحفيد عند وجود الابن ۱۷/۲ مكتبة دار العلوم كراچی)

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة. (سراجي ۳۲ الأمين كتابستان ديوبند)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۲/۲۰۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا کی میراث میں مرحوم بیٹے کی اولاد کا حصہ

سوال (۲۲۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے والد اور تایا دو حقیقی بھائی تھے، تایا کا انتقال دادا کی حیات میں ہو گیا تھا، اور انہوں نے انتقال کے وقت تین بیٹیاں اور بیوہ چھوڑی تھی، اخلاقی طور پر چچا نے بھتیجیوں کی پرورش اور نکاح میں تعاون کیا ہے۔ ہمارے گھر والوں کا یہ کہنا ہے کہ جس کی اولاد باپ کی زندگی میں انتقال کر جائے، جائداد میں اُس کا کوئی حصہ نہیں، تو ہمارے دادا کے اُس مکان کی ملکیت میں اُن تینوں بیٹیوں کا شرعی اعتبار سے حق بنتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس لڑکے یا لڑکی کا انتقال باپ کی زندگی میں ہو جائے تو اُس کی اولاد کو باپ دادا کے ترکہ میں سے استحقاق حاصل نہیں ہوتا؛ لہذا مسئلہ صورت میں چونکہ آپ کے تایا کا انتقال دادا کی زندگی میں ہو چکا تھا، اس لئے اُن کی بیٹیاں دادا کے ترکہ کی حق دار نہ ہوں گی۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضي الله عنه إذا ترك المتوفي ابناً، فالمال له وإذا ترك ابناً وابن ابن، فليس لابن الابن شيء. (إعلاء السنن ۴۲۲/۱۸ رقم:

۶۰۲۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۳۸۳/۱۸-۳۸۴-کراچی)

ويسقط الجد بالأب (السراجي) وفي الشريفة: لأن قرابته بواسطة الأب فما دامت الوسطة أهلاً للميراث، فالميراث للواسطة كابن الابن مع الابن.

(الشريفة شرح السراجية / باب معرفة الفروض ومستحقيها ص: ۹۱ كراچی)

كل من يد لي أي ينتمي إلى الميت بشخص، لا يرث مع وجود ذلك الشخص كابن الابن؛ فإنه لا يرث مع الابن. (الشريفة شرح السراجية / باب الحجب

ص: ۴۸ كراچی)

الأقرب فالأقرب یرجحون بقرب الدرجه أعني أولاهم بالميراث جزء

الميت أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ۲۲ بلال ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا کی سگی اولاد کی موجودگی میں پوتوں کا حکم

سوال (۲۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بندہ (مشتاق احمد) کے والد (عبدالسلام مرحوم) کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا، دادا ہی اُس وقت ساری ملکیت پر قابض تھے، والد مرحوم کے ایک چھوٹے بھائی (منیر چچا) اب بھی بقید حیات ہیں، عرض یہ کرنا ہے کہ دادا (عبدالرزاق مرحوم) نے انتقال سے پہلے پوری جائیداد رجسٹری کی شکل میں میری حقیقی چاچی کو وصیت کر دی (جس کی تفصیل: شروع میں آدھی جائیداد وصیت کی تھی، پھر پوری جائیداد کی وصیت کر دی) معلوم یہ کرنا ہے کہ دادا مرحوم کی جائیداد میں مرحوم بیٹے عبدالسلام کے بچوں (دادا کے پوتوں) کو وراثت میں کچھ حصہ ملے گا؟ یا ساری جائیداد کی مالک حقیقی چاچی ہوں گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں چونکہ دادا عبدالرزاق کی وفات

کے وقت اُس کی سگی اولاد موجود تھی؛ اس لئے اُس کے پوتوں کو شرعاً وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور دادا نے اپنی بہو کے نام جو وصیت کی ہے وہ صرف تہائی مال میں نافذ ہوگی، بقیہ مال اُس کے شرعی وارثین میں حسبِ حصص شرعیہ تقسیم ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲/۳۲۲، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴،

الأقرب يحجب الأبعد كالابن يحجب أولاد الابن. (الفتاوى الهندية / كتاب

الفرائض ۴۵۲/۶ کوئٹہ، ۳۷۵/۹ زکریا)

ويحجب بالابن أي ولد الابن، أي ولد الابن يحجب بالابن. (البحر الرائق /

كتاب الفرائض ۴۹۴/۸)

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولهم بالميراث جزء

الميت، أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ص: ۲۲، رسالة القول السديد في تحقيق

ميراث الحفيد، جواهر الفقه ۵۲۵/۷ زکریا)

وأما الزيادة على الثلث فباطلة بإجماع المسلمين إلا أن يجيزها الورثة،

وذلك لقوله عليه السلام: الثلث كثير. (تكملة فتح الملهم ۱۰۲/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۳/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کی موجودگی میں پوتے کیوں محروم ہیں؟

سوال (۲۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جائیداد، ملکیت اور ترکہ میں محبوب کیا ہے؟ محبوب کی اصلیت اور اہمیت کیا ہے؟ مثلاً: دادا

شکور کے دو بیٹے ہیں: جمیل اور ارشاد۔ جمیل کی بیوی کا نام شکیلہ ہے اور اُس کے دو بیٹے ہیں، ارشاد

کی بیوی کا نام نغمہ ہے، اس کا ایک بیٹا ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

(۱) دادا شکور کی حیات میں جمیل کا انتقال ہو گیا، مگر اس کی بیوی شکیلہ اور دونوں بیٹے زندہ

ہیں، تو کیا دادا کے انتقال کے بعد جمیل کا حصہ اس کی بیوی بچوں کو ملے گا؟

(۲) جمیل کے انتقال کے بعد شکور کا بھی انتقال ہو گیا، تو کیا جمیل کی بیوی اور اس کے

بیٹوں کو ارشاد کے برابر ملکیت، ترکہ سے مساوی حصہ ملے گا؟

(۳) دادا کی موجودگی میں ہی جمیل اور شکیلہ دونوں کے انتقال کے بعد دادا کا انتقال ہو جاتا

ہے، تو کیا جمیل کے دونوں بیٹوں کو چچا ارشاد کے مساوی دادا کی ملکیت (ترکہ) سے حصہ ملے گا؟
 (۴) دادا شکور کی موجودگی میں بیٹے جمیل کا انتقال ہوا، پھر دوسرے بیٹے ارشاد کا انتقال ہو گیا تو کیا جمیل اور ارشاد کے بیٹوں کو دادا کا ترکہ مساوی ملے گا؟

(۵) دادا کی موجودگی میں بیٹے جمیل کا انتقال ہو گیا، پھر دادا کی وفات کے بعد جمیل کی بیوی کا انتقال ہو گیا تو کیا جمیل کے بیٹوں کو دادا کے ترکہ سے چچا ارشاد کے مساوی حصہ ملے گا؟
 (۶) اگر دادا نے جمیل کے انتقال کے بعد اس کے دونوں بیٹوں (پوتوں) کے نام ارشاد کے مساوی حصہ (ترکہ) عدالت یا تحصیل میں لکھ دیا تو پوتوں کو دادا کے انتقال کے بعد وہ لکھا ہوا حصہ مل جائے گا؟

(۷) الف:- دادا صرف پوتوں کے لئے وصیت لکھ دے۔

ب:- وصیت پر دو آدمیوں سے بطور گواہ کے ان کے نام اور دستخط کروائے۔

ج:- دو گواہوں کے سامنے وصیت کر دے۔

د:- زبانی وصیت میں دو گواہ اور چچا بھی موجود ہوں، تو کون سا قابل قبول ہوگا؟

(۸) دادا کی موجودگی میں اور انتقال کے بعد چچا ارشاد کا فرض اور ذمہ داری ہے کہ اپنے مرحوم بھائی جمیل کے یتیم بیٹوں کی پرورش اور سرپرستی کرے، جب وہ بالغ ہو جائیں تو انہیں باپ شکور کے ترکہ میں جو مساوی حق ہے وہ جمیل کے بیٹوں (اپنے بھتیجوں) کو دے دے، کیا یہ شرعاً درست نہیں ہے؟ کیا وہ پرورش اور سرپرستی اور شرعاً باپ کے حق کا ترکہ (جائیداد) دینے کا مجاز (ذمہ دار) نہیں ہوگا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگ (اصحاب رسول) بہت ہی منصف، اسلامی نظریے سے سرشار تھے، وہ اپنے مرحوم بھائی کے بچوں کی نگہداشت و پرورش بیٹوں کی طرح کرتے تھے اور جب بچے بالغ ہو جاتے تھے تو چچا باپ (بچوں کے دادا) کے ترکہ کو مساوی حصہ تقسیم کر کے مرحوم بھائی کا حق ان کے بیٹوں کو دے دیتے تھے، مگر آج کے چچا محبوب ہونے کے سبب

سارا حصہ رکھ لیتے ہیں، ایک دانہ، پھوٹی کوڑی بھی نہیں دیتے، ایسے حالات میں اجتہاد کے ذریعہ بچوں (یتیموں) کو ان کا حق نہیں ملنا چاہئے؟ حق نہ ملنے کی صورت میں تو جمیل کے بچے بے گھر و جائیداد ہو کر مفلسی کی زندگی سے مر جائیں گے، تو کیا یہ مجوب کا طریقہ درست ہے؟ کیا اجتہاد کر کے بچوں کو باپ کا حق نہیں دلانا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اسلامی شریعت میں میت کے ترکہ کی تقسیم میں وارثین

کے محتاج ہونے یا نہ ہونے کو معیار نہیں بنایا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہ ایسا معیار ہے کہ جس کو طے کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے؛ کیوں کہ ممکن ہے کہ ایک باپ کی دو اولادوں میں سے ایک بظاہر بہت مالدار ہو اور دوسرا فقیر ہو، تو اب باپ کا ترکہ ایک بیٹے کو دیا جائے اور دوسرے بیٹے کو نہ دیا جائے، یہ بات بجائے خود قابل اشکال ہوگی، پھر حاجت مند ہونے کے درجات بھی مختلف ہیں، ممکن ہے کہ کوئی وارث زیادہ ضرورت مند ہو اور کوئی کم ہو یا کوئی زیادہ ضرورت کا اظہار کرے اور دوسرے وارث اسے تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوں، تو تقسیم ترکہ کے وقت ایسے نزاعات پیدا ہوں گے جنہیں حل کرنے کی کوئی صورت نہ ہوگی؛ اس لئے شریعت نے قانونی طور پر فقر و احتیاج کو معیار نہیں بنایا؛ بلکہ قوت قرابت کو معیار بنایا ہے، یعنی جب میت کے متعدد عصبہ رشتہ دار موجود ہوں تو جس کا رشتہ میت سے زیادہ قریب ہو گا وہ وراثت کا مستحق قرار پائے گا اور اقرب کی موجودگی میں قریب کو قانوناً محروم کر دیا جائے گا، اب آپ نے اس طویل سوال نامہ میں جو باتیں اٹھائی ہیں ان کا لب لباب یہ ہے کہ میت کے بیٹے کی موجودگی میں پوتوں کو کیوں محروم کیا جا رہا ہے، تو اس کے متعلق عرض ہے کہ بیٹا چونکہ پوتے کے مقابلہ میں اقرب ہے؛ اس لئے اصولاً وہی مستحق وراثت ہے؛ البتہ اگر میت کے وفات کے وقت اس کا کوئی بیٹا حیات نہ رہتا اور پوتے پوتیاں حیات رہتے تو یہی پوتے پوتیاں اس کے وارث بنتے؛ کیوں کہ اب ان سے اقرب کوئی موجود نہیں، یہ تو قانونی اور اصولی بات ہے، جس کو پیش نظر رکھے بغیر تقسیم ترکہ کا نظام قائم نہیں رہ سکتا؛ البتہ اخلاقی طور پر مسئلہ صورت میں دادا

کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ پوتوں کی گذر بسر کے لئے کوئی انتظام کر کے جائے خواہ وہ رجسٹرڈ وصیت کی شکل میں ہو یا زندگی میں ہبہ کے ذریعہ ہو، نیز چچا کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بھتیجیوں اور بھتیجیوں کے ساتھ شفقت و ہمدردی اور ایثار کا معاملہ کرے، اور یتیموں کی کفالت کے متعلق جو بشارتیں آئیں ہیں ان کا مستحق بنے، اب بالفرض اگر کوئی دادا یا چچا ان بچوں کے حقوق کا خیال نہ کرے تو یہ اس کی اپنی کوتاہی ہوگی، ان کے اس رویہ کی بنا پر شریعت کے اصول پر انگلی اٹھانا ہرگز درست نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أَلْحَقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرَ. (صحيح البخاري ۹۹۷/۲ رقم: ۶۷۳۵، صحيح مسلم ۳۴/۲ رقم: ۱۶۱۵)

وقد ذكر الإمام أبو بكر جصاص الرازي رحمه الله في أحكام القرآن، والعلامة العيني في عمدة القاري: الإجماع على أن الحفيد لا يرث مع الابن. (تكملة فتح الملهم ۱۸/۲)

وقال زيد: ولد الابناء بمنزلة الولد إذا لم يكن دونهم ولد ذكر، ذكرهم كذكرهم وأنتاهم كأنثاهم يرثون كما يرثون، ويحجبون كما يحجبون، ولا يرث ولد الابن مع الابن. (ذكره البخاري، كتاب الفرائض / باب ميراث ابن الابن إذا لم يكن ابن، تحت رقم: ۶۷۳ تعليقا ۹۹۷/۲)

إن حديث الباب من أقوى الدلائل على أن الحفيد لا يرث مع الابن؛ لأن الابن عند وجوده أولى رجل ذكر فيجوز المال ويحرم الحفيد؛ لكونه أبعد بالنسبة إليه. (تكملة فتح الملهم / مسألة ميراث الحفيد عند وجود الابن ۱۶/۲)

ولو كان مدار الإرث على اليتيم والفقير والحاجة لما ورث أحد من الأقرباء والأغنياء، وذهب الميراث كله إلى اليتامي والمساكين..... وأن معيار

الإرث ليس هو القرابة المحضة ولا اليتيم والمسكنة، وإنما هو الأقربية إلى الميت. (تكملة فتح الملهم ۱۷/۲-۱۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الصدقة على ذي قرابة يضعف أجرها مرتين. (الطبراني ۶/۱۸، ۲۰، ۳۴۸) فقط والله تعالى أعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۱/۱۱/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا کی میراث میں سے بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو حصہ دینے کا قانون

سوال (۲۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حکومت نے قانون بنایا ہے کہ دیہات کی زمین میں ایسے پوتوں کو بھی حصہ ملے گا جن کے والد کا انتقال اپنے ماں باپ کی حیات میں ہو گیا ہو، اور لڑکی کو کاشت کی زمین میں حصہ سے محروم کر دیا ہے، تو کیا یہ قانون صحیح ہے؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں ذکر کردہ حکومت کا قانون شریعت کے خلاف ہے؛ کیوں کہ اس سلسلہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ جس وارث کا انتقال مورث کی زندگی میں ہو گیا ہو اُس کی اولاد کو مورث کے ترکہ میں سے کچھ حصہ نہیں ملے گا؛ لہذا صورتِ مسئلہ میں والدین کے انتقال کے وقت اُن کے جتنے وارثین زندہ موجود تھے، انہیں کو ماں باپ کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا، انتقال شدہ لڑکے کی اولاد اُس میں حق دار نہ ہوگی۔

قال الله تعالى: ﴿أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةٌ

مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قال الله تعالى: ﴿أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا﴾

جملة معترضة لبيان مصالح تقدير الميراث و حكمته، والمعنى: أن الله تعالى قدّر قسمة التركة من عند نفسه على حسب ما علم فيه حكمةً ومصحةً. ولو وكلها إليكم، لم تعلموا أن آباءكم الباقون أيهم أقرب لكم نعمًا وأبعد ضررًا، وأيهم بالعكس، فوضعتم الأموال على غير حكمة من غير دراك نفع، فتولى الله ذلك بنفسه فضلًا منه ومنةً من عنده، ولم يكلها إلي اجتهدكم لعجزكم عن معرفة المقادير. (التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية ۲۳۴ المكتبة الحاقانية بشاور)

الأقرب فالأقرب يرّجّحون بقرب الدرجة، أعني: أولهم بالميراث جزء

الميت: أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ۱۳، وكذا في الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثالث في العصبات ۵۲۶/۴ ذكرها، وكذا في البحر الرائق ۳۸۱/۹-۳۸۲/۱ ذكرها) فقط واللّه تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۳/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا دادا پوتے کو بطور تبرع کچھ دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۲۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کا انتقال دو سال پہلے ہو چکا ہے، زید جس مکان میں رہتا تھا وہ مکان اُن کے والد محترم کا ہے، اُس مکان میں زید کے تین بھائی اور والد محترم بھی رہتے ہیں، والد کے چار بیٹے اور آٹھ بیٹیاں ہیں، زید اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے ہیں، زید نے اپنا مکان یا کاروبار نہیں چھوڑا ہے، زید اور دوسرے بھائیوں کا کھانا پینا الگ الگ تھا، اپنے مکان میں جو والد کا ہے۔ زید نے اپنے پیچھے ایک چھ بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا، کیا زید کے بچوں کا اپنے دادا جان کے مکان میں کوئی حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ جب کہ دادا جان بھی حیات میں، اگر نہیں بنتا تو کیوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال صورتِ مسئلہ میں چون کہ زید کا

انتقال اپنے والد کی حیات میں ہو چکا ہے، اور زید کے دوسرے بھائی بہن باحیات موجود ہیں۔ بریں بنا زید کے والد کے مال میں زید کی اولاد یعنی اُس کے پوتے پوتیوں کا شرعاً تو کوئی حق نہیں بنتا؛ البتہ دادا احسن سلوک کے طور پر اپنے پوتے پوتیوں کو کچھ دینا چاہے، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ ایسا کرنا بہتر ہوگا۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (التفسير البيضاوي ۷)
 الأقرب فالأقرب ير جحون بقرب الدرجة، أعني أولهم بالميراث جزء
 الميت أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ص: ۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
 کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۲/۴/۱۴۳۵ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہو کے نام پر جمع شدہ رقم میں پوتوں کا حصہ نہیں ہے

سوال (۲۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا بیٹا حافظ محمد اقبال تقریباً چار سال سے لاپتہ ہے، اُس کا دماغی توازن خراب ہو گیا تھا، اُسی حالت میں غائب ہو گیا، اب اُس کے ورثہ میں اُس کی بیوی اور پانچ بچے (دو لڑکے تین لڑکیاں) ہیں۔ مجھے دریافت یہ کرنا ہے کہ جب میرا بیٹا لاپتہ ہو گیا، تو میں نے اُس کی بیوی بچوں کے مستقبل کے لئے اُنہیں کچھ نقد رقم دینی شروع کی، اور دیگر اخراجات زندگی بھی میں ہی برداشت کرتا رہا، اور الگ سے کچھ رقم بھی دیتا رہا؛ تاکہ اُن کے لئے کچھ آڑے وقت کام آنے والی رقم جمع ہو جائے۔ صورت یہ پیش آئی کہ کچھ میں دیتا رہا، اور کچھ بچوں کی ماں نے سلائی وغیرہ کے کام کر کے رقم جمع کی، اب کل 35,000 روپے ہو گئی، مجھے یہ بالکل یاد نہیں کہ اس رقم میں سے میں نے کتنا دیا، اور کتنا میرے بیٹے کی بیوی نے دیا، کل رقم مذکورہ ہے۔

اب بعض حالات کی بنا پر میں نے بچوں کی ماں کو مکے بھیج دیا ہے، اور بچے میرے پاس ہیں، تو میری بہو (بیٹے کی بیوی) مجھ سے مذکورہ رقم کا مطالبہ کرتی ہے، اور اپنا مہر بھی طلب کرتی ہے،

تو کیا مجھے مذکورہ رقم اور مہر دے دینا چاہئے، یا اس رقم کو اپنے پوتوں کے لئے محفوظ رکھنا چاہئے؟ تمام بچے ابھی نابالغ ہیں، اُن بچوں کی ماں کے چال چلن اچھے نہیں ہیں، رقم ضائع ہونے کا خطرہ ہے، اُس کی بدچلنی کی وجہ سے ہی میں نے اُسے میکے بھیج دیا ہے، ورنہ اُس کی بھی پرورش کرتا رہتا، میرے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو رقم آپ نے اپنی بہو کو دی ہے یا اُس نے آپ کے پاس جمع کی ہے، وہ اُسی کی ملکیت ہے، آپ کو چاہئے کہ وہ رقم اپنی بہو کو واپس کر دیں، اُس رقم میں بچوں کا حصہ نہیں ہے، اور مہر کی ادائیگی آپ پر لازم نہیں ہے، جب شوہر واپس آئے گا وہ خود ادا کرے گا، یا شوہر کے ترکہ سے اگر ترکہ موجود ہو تو مہر کی ادائیگی ہوگی۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل، لقوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة / أركان الهبة ۳۵۳/۲ دار إحياء التراث العربي بيروت، ۳، ۹۱۰) مكتبة فقيه الأمة ديوبند، الدر المختار مع الشامى / كتاب الهبة ۹۳۱/۸ زكريا، ۱۵، ۶۹۰/۵ كراچي، شرح المحلة لسليم رستم باز / الكتاب السابع في الهبة، الفصل الأول ۶۲۱/۱ رقم المادة: ۳۷، ۸ كوته، ملتنى الأبحر على هامش مجمع الأنهر / كتاب الهبة ۸۹۳/۳ كوته، الهداية ۲۸۳/۳

إن المهر قد وجب بالعقد وصار ديناً في ذمته الخ. (بدائع الصنائع ۵۸۴/۲ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے انتقال کے بعد بہو کا سر کی جائیداد میں سے اپنی بچیوں کے لئے حصہ مانگنا

سوال (۲۲۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے لڑکے محمد گلاب کا انتقال ہو گیا، اُس کے پاس ذاتی جائیداد کچھ بھی نہیں تھی، جب کہ تمام جائیداد میرے نام ہے، اور میں ہی اُس کا مالک ہوں، میرے لڑکے گلاب مرحوم کے پاس چند لڑکیاں اور بیوی عائشہ موجود ہیں، اب عائشہ زبردستی کرتی ہے کہ جائیداد میری لڑکیوں کے نام کرادو؛ لیکن میں نے انکار کر دیا، تو اس نے اخبار آئینہ عالم ۱۴ دسمبر ۱۹۹۳ء میں شائع کروادیا، تو کیا میری بہو عائشہ اور اُس کی اولاد مکان کے مالک بن سکتے ہیں، جب کہ میں ہبہ کا بالکل انکار کرتا ہوں؟ اور میرے لڑکے گلاب مرحوم کے علاوہ میرے پاس اور بھی ایک لڑکا اور چند لڑکیاں موجود ہیں، از روئے شرع جواب دیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال صورتِ مسئلہ میں جب کہ مذکورہ تمام جائیداد کے آپ خود مالک ہیں اور اسے کسی بھی طرح ہبہ کرنے سے انکاری ہیں، تو آپ کی بہو عائشہ کا اس جائیداد میں حصہ مانگنا شرعاً بے معنی اور غیر معتبر ہے، اُسے یہ بھی حق نہیں ہے کہ وہ آپ سے مذکورہ جائیداد اپنی لڑکیوں کے نام کرنے کے لئے زور ڈالے اور زبردستی کرے؛ البتہ آپ کو اپنی پوتیوں کا خود خیال کرنا چاہئے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۱۱۸/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/۴ رقم: ۵۴۹۲ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۱/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہو اور پوتوں کا دادا کی میراث میں حصہ نہیں ہے

سوال (۲۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بکر کی اولادوں میں پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے تھے، بکر نے بڑے بیٹے کی تعلیم و تربیت کے علاوہ اپنی ہی کمائی سے شادی بھی کی اور زیور چڑھایا، بعد میں اُس زیور کو بیچ کر اُس کی آمدنی اور اپنی کمائی سے لڑکے کو دوکان کرا دی، یہ بڑا بیٹا اُس سے اپنی کفالت کرتا رہا، بکر کو اُس کی آمدنی کا کبھی کچھ نہ دیا، پھر دوکان آہستہ آہستہ تباہ و ختم کر دی، بعدہ نوکری کی، اُس سے بھی بکر کو کچھ نہ دیا، اس درمیان اُس بیٹے کے یہاں دولٹریاں ہوئیں، پھر اُس کا انتقال ہو گیا بکر کی یہ بہو اپنی مرضی سے اپنے باپ کے گھر چلی گئی، خود اپنی کمائی سے اُس نے اپنی اور بچوں کی پرورش کی اور شادیاں کر دیں، بکر نے اپنے بیٹے کے انتقال کے دس سال بعد اپنی کمائی سے چھوٹے بیٹے کے نام ایک مکان خریدا، کیا اُس مکان اور بکر کے مال پر بڑے بیٹے کی بیوی اور بچوں کا کوئی حق بنتا ہے؟ اگر بنتا ہے تو کس حساب سے؟ شرعی اور دینی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال بکر کے جس بیٹے کا انتقال بکر کی زندگی میں ہو گیا ہے، تو بکر کے انتقال کے بعد انتقال کر جانے والے بیٹے کی بیوی یا اُس کی لڑکیاں بکر کے مال میں وراثت کی حق دار نہ ہوں گی۔ اسی طرح بکر نے اپنے چھوٹے بیٹے کے لئے جو مکان خریدا ہے اُس میں انتقال شدہ لڑکے کی اولاد کا کوئی حق نہ ہوگا؛ تاہم اگر بکر بطور حسن خلق زندگی میں اپنے مرحوم بیٹے کی بیوی یا اُس کی لڑکیوں کو اپنی طرف سے کچھ دیدے تو یہ بہتر ہوگا۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت عام الفتح مرضاً اشفيئ منه على الموت، فأتاني رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني، فقلت يا رسول الله! إن لي مالاً كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله، قال لا: قلت: فنثني مالي، قال لا، قلت: فالشطر، قال لا، قلت: فالثلث، قال: الثلث، والثلث كثير، إنك أن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عائلة يتكفون الناس وإنك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله إلا أجرت

بہا الخ. (سنن الترمذی، أبواب الوصایا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ۳۲/۲، مشکاة المصابیح /

باب الوصایا رقم: ۳۰۷۱، مرقاة المفاتیح ۲۳۰/۱۶ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۲/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اولاد کی موجودگی میں بھائی محروم

سوال (۲۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے ورثہ میں یتیم بچے بیوی اور بھائیوں کو چھوڑا، تو تمام مال صرف بھائی کا حق ہے یا کوئی اور بھی حصہ دار ہے۔ اور اگر یہ وراثت بچوں کے بالغ ہونے کے بعد تقسیم ہو تو کس کس کو ملے گی؟ اور اگر ورثہ میں کچھ اولاد بالغ اور کچھ نابالغ ہو تو وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں زید کی اولاد کی موجودگی میں زید

کے بھائی محروم رہیں گے، اور اولاد خواہ بالغ ہو یا نابالغ، سب کو ان کا مقررہ حصہ ملے گا اور بیوی کو بھی اُس کا حصہ ملے گا۔

ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة تحت قوله:

والإرث حق قابل للتجزى يثبت لمستحق بعد موت من كان له ذلك القرابة

..... حقيقةً وحكمًا. (السراجي في الميراث ۵)

ويسقط بنو الأعيان وهم الإخوة والأخوات لأب وأم بالابن وابنه وإن

سفل، وبالأب اتفاقاً وبالجد عند أبي حنيفة رحمه الله. (الدر المختار مع تنوير الأبصار /

كتاب الفرائض ۵۳۰/۱۰ زكريا)

فأقرب العصبات الابن ثم ابن الابن ثم الأخ لأب وأم. (الفتاوى الهندية / باب

العصبات ۴۵۱/۶ زكريا)

ويسقط الإخوة والأخوات بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأقرب بالاتفاق وبالجد عند أبي حنيفة رحمه الله. (الفتاوى الهندية / الباب الثاني في ذوي الفروض ۴۵۰/۶ زكريا)

الأقرب فالأقرب أي يرجحون بقرب الدرجة أعني أولهم أولاهم بالميراث الذي يستحق بالعصوبة. (السراجي مع الشرفية ۲۲ كتب خانة إمدادية ديوبند، وكذا في البحر الرائق / كتاب الفرائض ۴۹۸/۸ كراچی، الفتاوى الهندية / الباب الثالث في العصبات ۴۵۲/۶ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۸/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے ترکہ میں والد کی موجودگی میں بھائی کا حصہ نہیں

سوال (۲۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک قطعہ اراضی بعوض مہراہلیہ کے نام خریدی، کچھ عرصہ کے بعد زید نے اپنی مزید رقم خرچ کر کے اُس میں مارکیٹ و بینک بنوا کر کرایہ کی شکل میں تعمیر کرائی تھی، اُس کی آمدنی میں لیتا رہا، مشترکہ اخراجات ہوتے رہے، اب اہلیہ کا انتقال ہو گیا، کوئی اولاد نہیں ہے، اہلیہ کے ورثہ میں والدین ایک حقیقی بھائی ہے، والدہ سوتیلی ہیں، دو بہنیں سوتیلی ہیں، ایک بھائی سوتیلی، سب شادی شدہ ہیں۔ زید کی نیت یہ ہے کہ تاحیات آمدنی خود لے، زید کے بعد مرحومہ کے ورثہ لیں، تو کیا یہ مناسب ہے یا نہیں؟ اور اس کی تقسیم کی کیا صورت ہے، کس کو کتنا حق پہنچتا ہے؟ آیا مرحومہ کی جائیداد میں کیا مرحوم کی بہنیں بھی حق دار ہوں گی؟ مرحومہ کے والد حیات ہیں اُن کی موجودگی میں کس طرح اور بعد اُن کے کس طرح تقسیم ہوگی؟

نوٹ: - حقیقی بھائی کے لئے کچھ زائد کی رعایت ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اہلیہ کے ترکہ میں آدھے حصہ کے

آپ مالک ہیں، اور بقیہ آدھا حصہ اہلیہ کے والد صاحب کا ہے؛ لہذا والد کا حصہ فوراً اُن کو دے دیا جائے، اور آپ اپنے حصہ کے مختار ہیں، اُس میں جیسے چاہیں تصرف کریں، والد کی موجودگی کی وجہ سے اہلیہ کے حقیقی بھائی وغیرہ اُن کے ترکہ میں حق دار نہیں ہیں؛ لیکن اگر آپ اپنے حصہ میں سے اُنہیں کچھ دینا چاہیں یا وصیت کرنا چاہیں تو اختیار ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (التفسير البيضاوي ۷)
 أما الأب فله أحوال ثلاث: الفرض المطلق وهو السدس، وذلك مع الابن وابن الابن وإن سفل. والفرض والتعصيب معاً وذلك مع الابنة أو ابنة الابن وإن سفلت. والتعصيب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل. (السراجي في الميراث ۹-۱۰، وكذا في تبين الحقائق / كتاب الفرائض ۴۷۳/۷ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في الاحتيال لتعليل المختار / كتاب الفرائض ۵۵/۲ المكتبة الحقانية پشاور)

الأقرب فالأقرب يرّجحون بقرب الدرجة، أعني: أولهم بالميراث جزء الميت: أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ۲۲، وكذا في الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثالث في العصابات ۴۵۲/۶ زكريا، وكذا في البحر الرائق ۳۸۱/۹-۳۸۲ زكريا) فقط واللّه تعالیٰ اعلم
 كتبه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۶/۲۱/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر وارثین میں صرف ایک بھائی ہو تو وہی پورے مال کا مالک ہوگا

سوال (۲۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ریاست حسین اور شرافت حسین حقیقی دونوں بھائیوں نے مل کر دوسو گز زمین خریدی، پھر ریاست حسین کا انتقال ہو گیا، اُن کے ورثہ میں صرف اُن کے حقیقی بھائی شرافت حسین تھے،

ریاست حسین کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ ریاست حسین کی جائیداد کا مالک کون ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ تفصیل اگر درست ہے، تو مرحوم

ریاست حسین کا کل ترکہ اُن کے موجودہ بھائی شرافت حسین کو ملے گا۔

ثم العصبات من جهة النسب، والعصبة كل من يأخذ ما أبقته أصحاب

الفرائض، وعند الأفراد يحرز جميع المال. (السراجي في الميراث، ۵، مجمع الأنهر /

فصل في العصبات ۵۰۴/۴ دار الكتب العلمية بيروت، الفتاوى الهندية / الباب الثالث في العصبات

۴۵۱/۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۳/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہن کے ترکہ کا دو بھائیوں کے سوا کوئی وارث نہیں تو ترکہ

کیسے تقسیم ہوگا؟

سوال (۲۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مسماة خوشنودی بیگم بنت جناب حبیب اللہ صاحب زوجہ جناب برکت اللہ ایک قطعہ

جائیداد کی مالک و قابض تھیں، مسماة خوشنودی بیگم کا عرصہ قریب سات سال قبل انتقال ہو گیا ہے،

بحالت موجودہ مسماة خوشنودی بیگم کے دو بھائی ایک جناب قدرت اللہ دوسرے جناب آل نبی

حیات ہیں، اُن کے علاوہ مسماة خوشنودی بیگم کا کوئی دیگر رشتہ دار نہیں ہے، اور بعد انتقال مسماة

خوشنودی بیگم کے اُن کی جائیداد کا کرایہ بھی مذکورہ بالا ہر دو برادران وصول کرتے چلے آ رہے ہیں،

مسماة خوشنودی بیگم کا ترکہ کس کو پہنچا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد اداء حقوق متقدمہ و عدم موانع

ارث خوشنودی بیگم کا ترکہ اُس کے دونوں بھائیوں کو نصفانصف ملے گا۔

عن زید بن ثابت وعلی بن ابي طالب وابن مسعود رضي الله عنهم: إذا
ترک المتوفي ابناً فالمال له، فإن ترک ابنين فالمال بينهما، فإن ترک ثلاثة
بنين فالمال بينهم بالسوية..... الخ. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الفرائض / باب ترتيب
العصبة ۳۹۱/۶ رقم: ۱۲۳۷۲ دارالکتب العلمية بيروت)

وإذا اجتمع عدد من العصابات فالمال بينهم على عدد رؤوسهم لا على
الجهات. (الفتاوى التاتارخانية ۲۶۵/۲۰ رقم: ۳۳۲۲۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۳/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکیوں اور حقیقی بھائیوں کی موجودگی میں سوتیلے بھائیوں کو کچھ نہ ملے گا

سوال (۲۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: میرے پاس رہائش کا ایک مکان ہے، جو تقریباً ساڑھے چھ لاکھ روپے کا ہے، تین بیٹیاں
ہیں لڑکا نہیں ہے، ایک بیٹی دماغی مریض ہے، وہ اور اُس کا شوہر ایک بیٹی میرے پاس ہی رہتا ہے،
اُس کا دوسرا بیٹا دوسری جگہ سسرال میں ہے، میرے داماد کا کہنا ہے کہ جو بیٹا آپ کے پاس رہتا ہے
اُس کے ساتھ دوسرا بیٹا جو دوسری جگہ رہتا ہے، اُس کو بھی اپنی والدہ کے حصہ میں میرے انتقال کے
بعد حصہ ملنا چاہئے، اُس کے علاوہ میرے سات بھائی ہیں، چار سگے اور تین سوتیلے، اور میں یہ
چاہتی ہوں کہ مکان کی ایک منزل فروخت کر کے کچھ اپنے اخراجات اور کچھ کارخیر میں زندگی ہی
میں لگا دوں، آپ بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے کارخیر کو قبول فرمائے۔ وضاحت یہ تحریر
فرمائیں کہ شریعت مطہرہ میں کون سا فریق قیمت کا مستحق ہوگا؟ اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں اجر عظیم
عطا فرمائیں، اس جوانی میں دماغی مرض والی میرے پاس رہتی ہے، اُس کے اخراجات میرے ہی

ذمہ ہیں، اس لئے اپنی زندگی ہی میں کچھ نہ کچھ مکان کے ذریعہ ہی رقم چھوڑی جائی؛ تاکہ میرے انتقال کے بعد اُس کا خرچ چلتا رہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آپ کے پاس جو مکان ہے، وہ آپ کی زندگی میں آپ ہی کی ملکیت میں رہے گا؛ لہذا آپ اُس میں سے جتنا چاہیں بیچ سکتی ہیں، آپ کے انتقال کے بعد آپ کی میراث میں سے تینوں لڑکیوں اور چار حقیقی بھائیوں کو حصہ ملے گا اور سوتیلے بھائی کو کچھ نہ ملے گا، اور آپ کی بہار لڑکی کے حصہ میں اُس کی وفات کے بعد اُس کے دونوں لڑکے برابر کے شریک ہوں گے، اور دماغی مریض والی لڑکی کو آپ زندگی میں بھی دے سکتی ہیں؛ تاہم اُس کی ملکیت کا ذمہ دار کسی معتبر شخص کو بنایا جائے؛ تاکہ مال ضائع نہ ہو جائے۔

وإن وهب له أجنبي يتم بقبض وليه وهو أحد أربعة. (تنوير الأبصار مع الدر

المختار / كتاب الهبة ٤٣٢/٨ دار إحياء التراث العربي بيروت)

العصبات النسبية ثلاثة: عصبية بنفسه وعصبية بغيره وعصبية مع غيره
ثم العصبات بأنفسهم أربعة أصناف ويرجحون بقوة القرابة فمن كان لأبوين
مقدم على من كان لأب، لقوله عليه السلام: إن أعيان بني الأم يتوارثون دون بني
العلات. والحاصل أنه عند الاستواء في الدرجة يقدم ذو القربتين، وعند التفاوت
فيها يقدم الأعلى. (الدر المختار / فصل في العصبات ٧٧٤/٦ كراچی، ١٠/١٦-٥٢٢ زكريا)

لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة وكذا في العطايا إن لم

يقصد به الإضرار. (الدر المختار / كتاب الهبة ٦٩٦/٥ كراچی)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء؛ لأن كون الشيء ملكاً لرجل يقتضي أن

يكون مطلقاً في التصرف فيه كيف ما شاء. (شرح المحلة ١٣٢/٤ رقم المادة: ١١٩٢)

المكتبة الحفانية پشاور

قال النووي: فيه جواز ذكر المريض ما يجده من الوجع لغرض صحيح من مداواة أو دعاء أو وصيته ونحو ذلك. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الوصايا / الفصل الأول ۱۸۲/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۲/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حقیقی بھائی کی موجودگی میں بھتیجے اور بھتیجی محروم ہوں گے

سوال (۲۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: محمد سلطان کا انتقال ہو گیا، اُن کے انتقال کے بعد اُن کے ورثہ میں ایک حقیقی بھائی حافظ محمد پیارے ہیں، اور چار بھتیجے: (۱) اشتیاق حسین (۲) اشفاق حسین (۳) عبد الرحمن (ولد مشتاق حسین) (۴) محمد رئیس (ولد محمد نبی)، تین بھتیجیاں: (۱) لارڈو (۲) جھنڈو (۳) شہزادی ہیں، ترکہ میں ۹۵ گز عمارتی جگہ ہے، مذکورہ وارثان میں سے ہر ایک کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ تفصیل درست ہے تو محمد سلطان

محروم کا کل ترکہ اُن کے حقیقی بھائی حافظ پیارے کو مل جائے گا، بھتیجے اور بھتیجیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

وعند الإنفراد يجوز جميع المال، ويقدم الأقرب فالأقرب منهم، فيقدم

جزء المیت كالابن ثم أصله كالأب ثم جزء أبيه كالأخ. (شامی، کتاب الفرائض / فصل

فی العیبات ۵۱۷/۱۰-۵۲۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۱/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھتیجے بھائی کی موجودگی میں حق دار نہ ہوں گے

سوال (۲۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اعجاز احمد کا انتقال ہو گیا اُن کے ورثہ میں ایک حقیقی بھائی رفیق احمد اور پانچ بھتیجے سات بھتیجیاں ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ حقیقی بھائی رفیق کی موجودگی میں بھتیجے بھتیجیوں کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ اگر ملے گا تو کتنا کتنا ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال وعدم موانع ارث وبعدا دائے حقوق ما تقدم اگر رفیق احمد کے ورثہ میں صرف ایک حقیقی بھائی اور بھتیجے بھتیجیاں ہیں تو میت رفیق احمد کے کل ترکہ کا حق دار صرف اس کا بھائی ہوگا، بھتیجے بھتیجیاں حقیقی بھائی کی موجودگی میں شرعاً حق دار نہ ہوں گے۔
فيقدم الابن على ابنة والأب على أبيه والأخ على ابنة لقرب الدرجة.
(شامی / کتاب الفرائض ۵۱۸/۱۰ زکریا)

لأن الأصل في إرث العصبه أن يقدم الأقرب على الأبعد. (شامی، کتاب الفرائض / فصل في العصباء ۵۳۴/۱۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۷/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چچا کی جائیداد میں بھتیجے کا حصہ

سوال (۲۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید و عمر دو بھائی ہیں، زید کی اولاد میں لڑکے و لڑکیاں دونوں ہیں، جب کہ عمر کی اولاد میں صرف لڑکیاں ہیں، تو کیا عمر کی جائیداد میں زید کے لڑکے کے حق وراثت رکھتے ہیں، شریعت کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں مرحوم عمر کی لڑکیوں کو دو تہائی حصہ ملے گا، اور باقیہ ایک حصہ اُس کے بھائی زید کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے ملے گا، اور اگر عمر

کے انتقال کے وقت زید باحیات نہ ہو تو زید کی مذکر اولاد یعنی عمر کے بھتیجوں کو ملے گا، اور بھتیجیاں محروم ہوں گی۔

اُن کا شرعی حصہ دینے کے بعد باقی حصہ عصبہ کو ملے گا، جن میں زید اور اُس کے لڑکے لڑکیاں بھی شامل ہیں، اور صحیح تفصیلی جواب اُسی وقت دیا جاسکتا ہے جب کہ یہ بتایا جائے کہ عمر کی وفات کے وقت اُس کے کون کون سے رشتہ دار باحیات تھے۔

ثم العصباء بأنفسهم أربعة أصناف: جزء الميت ثم أصله، ثم جزء أبيه، ثم جزء جدّه، ويقدم الأقرب فالأقرب منهم بهذا الترتيب. (الدر المختار مع الشامی / فصل في العصباء ۵۱۸/۱۰ ذکرہ)

الأقرب فالأقرب أي يرجحون بقرب الدرجة أعني أولهم أولاهم بالميراث الذي يستحق بالعصوبة. (السراجي مع الشرفية ۲۲ المكنبة الإمدادية، وكذا في البحر الرائق / كتاب الفرائض ۹۸/۸ ۴ كراچی، الفتاوى الهندية / الباب الثالث في العصباء ۴۵۲/۶ دار الفكر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۲/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی کی موجودگی میں باپ شریک بہن عصبہ بن جاتی ہے

سوال (۲۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیوی تیزاً کا انتقال ہوا، ورثہ میں ایک بیٹی اور ایک باپ شریک بہن موجود ہے، اور ایک بیٹی کا زندگی ہی میں انتقال ہو گیا تھا، اُس کے دو باپ شریک بھائی تھے، اُن کا بھی زندگی ہی میں انتقال ہو گیا تھا؛ لیکن اُن کی اولادیں موجود ہیں، ہر ایک کو کتنا کتنا حق ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت واقعہ و بعد اداء حقوق و عدم موانع ارث

میت تمیزاً کا ترکہ اُن کے ورثہ میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ:

کل ترکہ ۲/۲ برابر سہام میں تقسیم ہو کر ایک حصہ بیٹی کو اور ایک حصہ باپ شریک بہن کو بطور عصبہ دیا جائے گا، اور جو بیٹی اور باپ شریک بھائی تمیزاً کی زندگی میں انتقال کر گئے ہیں، اُن کی اولاد کا تمیزاً کے ترکہ میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

وإن كان للميت بنت أو بنت ابن فهي عصبه إذا مات الرجل وترك بنتاً وأختاً لأب وأم فللبنت النصف، والباقي للأخت من قبل الأب والأم بالعصوبة، وكذلك لو كن أخوات لأب، كذلك الجواب أيضاً. (الفتاوى

التاتارخانية ۲۰/۲۳۹-۲۴۰ رقم: ۳۳۱۳۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۱۱/۲۹ھ

کیا پوتوں پر ضروری ہے کہ وہ پھوپھیوں کے حق کی تلافی کریں؟

سوال (۲۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اُس کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، بیٹوں نے آپس میں ترکہ کی زمین کو تقسیم کر لیا ہے اور بہنوں کو نہیں دیا، اب بیٹے بھی انتقال کر گئے، اس کے بعد اُس کے پوتے اور اُس کی دونوں بیٹیاں جمع ہو گئیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ پوتے شرعی اعتبار سے پھوپھیوں کو حصہ دیں گے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: باپ کے انتقال کے بعد اُس کا ترکہ صرف دو لڑکوں کا آپس میں تقسیم کر لینا اور لڑکیوں کو محروم کر دینا سخت ظلم ہوا؛ لہذا اس ظلم کو ختم کرنے کے لئے مسئلہ صورت میں لڑکوں کے انتقال کے بعد پوتوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی پھوپھیوں کو اُن کا شرعی حق ضرور ادا کریں، ورنہ آخرت میں مواخذہ دار ہوں گے۔

عن سعيد بن زيد رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من أخذ شبراً من الأرض ظلماً؛ فإنه طوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح البخاري ۴۵۴۱، صحيح مسلم ۳۳۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۸/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پوتوں کے مال میں پھوپھویوں کا حصہ

سوال (۲۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بکر کی چار اولاد ہیں: دو لڑکے دو لڑکیاں، بکر کا انتقال ہو چکا ہے اور بکر کے بڑے بیٹے عمر و کا بھی انتقال ہو چکا ہے، اور بکر نے اپنی جائیداد تقسیم کر دی تھی، بکر کے پوتے اس جائیداد کے مالک بن گئے، پوتوں نے جائیداد فروخت کر دی، پوتوں کے مال میں پھوپھویوں کا حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ بکر نے دونوں بیٹوں کے نام اپنی حیات میں جائیداد تقسیم کر دی تھی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بکر کا اپنی زندگی میں بیٹوں کو چھوڑ کر صرف دونوں

بیٹوں کے درمیان جائیداد تقسیم کرنا شرعاً غلط ہوا؛ کیوں کہ سب اولادوں کے مابین برابری کا حکم ہے؛ لیکن اگر بکر نے اپنی زندگی میں باقاعدہ بیٹوں کے نام رجسٹری کرا کے ان کو قابض و مالک بنا دیا ہے، تو بیٹے مالک بن چکے ہیں، اب ان کے بعد جب وہ جائیداد پوتوں کی ملک میں آگئی تو اب ان پر پھوپھویوں کا حصہ نکالنا شرعاً ضروری نہیں ہے۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل، لقوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا

مقبوضة. (الدر المختار مع الشامی / کتاب الهبة ۴۹۳/۸ زکریا، ۶۸۸/۵ کراچی، مجمع الأنهر،

کتاب الهبة / أركان الهبة ۳۵۳/۲ دار إحياء التراث العربي بيروت، شرح المحلة لسليمان رستم باز / الكتاب

السابع في الهبة، الفصل الأول ۴۶۲/۱ رقم المادة: ۸۳۷ كونه، ملتنقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر

/ كتاب الهبة ٤٨٩/٣ كونه، الهداية ٢٨٥/٣)

يعطي الابنة مثل ما يعطي الابن وعليه الفتوى. (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة /

الباب السادس في الهبة للصغير ٣٩١/٤ زكريا)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة، ولو كان

ولده فاسقاً. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٢٨٨/٧ كراچی، ٤٩٠/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١١/١١/١٤٣٣ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



ذوی الارحام اور دُور کے رشتہ دار

ذوی الارحام کی توریث کے بارے میں مفتی بہ قول

سوال (۲۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ذوی الارحام کی میراث کے بارے میں مفتی بہ قول کیا ہے؟ اور حنفیہ کا فتویٰ ذوی الارحام کی توریث اور عدم کس پر ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر میت کے رشتہ داروں میں اصحابِ فرائض یا عصبہ

کے درجہ کا کوئی وارث موجود نہ ہو، تو مفتی بہ قول کے مطابق ذوی الارحام مستحق وراثت ہوتے ہیں۔ اور ذورحم اُس رشتہ دار کو کہا جاتا ہے جس کا شریعت میں نہ کوئی حصہ مقرر ہو اور نہ وہ عصبہ بنتا ہو اور ایسے رشتہ دار بالترتیب چار طرح کے ہیں:

(۱) جو میت کی طرف منسوب ہوں، جیسے نواسے، نواسیاں اور پوتیوں کی اولادیں۔

(۲) جن کی طرف میت منسوب ہوں، جیسے نانا یا جدہ فاسدہ۔

(۳) وہ رشتہ دار جو میت کے ماں باپ کی طرف منسوب ہوں، جیسے بھانجے اور بھتیجیاں۔

(۴) وہ رشتہ دار جو میت کے دادا کی طرف منسوب ہوں، جیسے پھوپھیاں اور ماموں وغیرہ۔

ذو الرحم هو كل قريب ليس بذی سهم ولا عصبه، و كانت الصحابة

یرون توریث ذوی الارحام، وبہ قال أصحابنا: وذو الارحام اصناف أربعة:

الصف الأول: ینتمی إلى المیت وهم أولاد البنات وأولاد بنات الابن، والصف

الثانی: ینتمی إلیهم المیت وهم الأجداد الساقطون والجدات الساقطات،

والصنف الثالث: ينتمى إلى أبوي الميت وهم أولاد الأخوات وبنات الإخوة وبنوا الإخوة لأُم، والصنف الرابع: ينتمى إلى جدي الميت أو جديته وهم العمات والأعمام والأخوال والخالات. (السراجي في الميراث ص: ۵۵-۵۶ مكتبة بلال ديوبند، ص: ۷۵-۷۶ مكتبة الإتحاد ديوبند)

وفي توريث ذوي الأرحام اختلاف بين الصحابة والتابعين والفقهاء بعدهم، فمنهم من قال بتوريثهم، ومنهم من منع ذلك. فممن قال بتوريثهم من الصحابة علي وابن مسعود وابن عباس في أشهر الروايات عنه. وأما الفقهاء فممن قال بتوريثهم: الحنفية والإمام أحمد، ومتأخروا المالكية والشافعية وعيسى بن أبان. (الموسوعة الفقهية، مادة إرث / ميراث ذوي الأرحام ۵۳/۳ كويت، الفقه الإسلامي وأدلته ۳۷۷/۸)

ثم ذوي الأرحام، وتحتته في الشامية: أي يبدأ بهم عند عدم ذوي الفروض النسبية والعصبات، فيأخذون كل المال، وما بقي عن أحد الزوجين لعدم الرد عليهم. (شامي / كتاب الفرائض ۵۰۱/۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

ھ ۱۴۳۷/۲/۲۲

بیٹیوں کی موجودگی میں نواسے کا حصہ نہیں

سوال (۲۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اب سے ۴۰ یا ۵۰ سال پہلے کلن بھائی ایک قطعہ زمین کرایہ پر لے کر اپنے خرچ سے عملہ بنا کر رہنے لگے، کلن بھائی کی پانچ بیٹیاں تھیں: فاطمہ، شیرہ، رشیدہ، آمنہ، علین۔ انہوں نے پانچوں بیٹیوں کی شادی کر دی، ان میں سے ایک بیٹی پاکستان چلی گئی، اور وہاں انتقال ہو گیا، کلن بھائی نے اپنی ایک بیٹی رشیدہ کو پیدا ہونے کے بعد ہی اپنے پاس رکھ لیا تھا، کلن بھائی کے کوئی بیٹا نہیں تھا، اُس کے بعد کلن بھائی کی ایک بیٹی مر گئی، اور اُس کے ایک بیٹا جس کا نام عالم تھا، لاوارث

رہ گیا؛ کیوں کہ اُس کے باپ نے دوسرا نکاح کر لیا تھا، ازراہ محبت کلن بھائی نے اُس نو اسے کو بھی اپنے پاس رکھ لیا اور اُس کی پوری دیکھ بھال رشیداً خالہ اور نانائے کی، کچھ زمانہ بعد کلن کا انتقال ہو گیا، اپنے نانائے کے انتقال کے کچھ سال بعد عالم نے اپنی خالہ کو جھگڑا کر کے اُس مکان سے نکال دیا، عالم کی شادی نانائے اور خالہ نے ہی کی تھی، رشیداً کرایہ کے مکان میں رہنے لگی، اب زمین کا مالک عالم سے اپنے نانائے کے ذریعہ بنائے گئے عملہ کا پیسہ لے کر اُس کو خالی کرنے کا سودا کر رہا ہے، جو اندازاً ایک سو لاکھ میں طے پائی۔ اب آپ بتائیے کہ باپ کے ذریعہ بنائے گئے عملے کے پیسے میں بیٹی اور نو اسے کا کیا حق نکلے گا؟ کلن بھائی کی اور کوئی بیٹی یا اُس کی اولاد حیات نہیں ہے، سوائے پاکستان والی بیٹی کے اور اُن کا کوئی مطالبہ نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت واقعہ و بعد اداء حقوق ما تقدم علی الارث کلن صاحب کی وفات کے وقت جو دو بیٹی رشیداً اور اُس کی بہن زندہ تھی، شرعاً کلن کے ترکہ کی یہی دو بیٹی حق دار ہیں، اور جو تین بیٹی کلن کی زندگی میں وفات پا گئیں، اسی طرح عالم نو اسے شرعاً کلن کے ترکہ کے حق دار نہیں ہے؛ لہذا مذکورہ عملہ کی قیمت دو حصوں میں تقسیم ہو کر ایک ایک حصہ دونوں بہنوں کو ملے گا، نو اسے عالم کو اُس میں کسی تصرف کا شرعاً حق نہیں ہے۔

أحدھا أن یکون فی المسئلة جنس واحد ممن یرد علیہ عند عدم من لا یرد علیہ فاجعل المسئلة من رؤسهم. (السراجی فی المیراث ۴۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۱۱/۲۴ھ

لڑکیوں کی موجودگی میں نانائے کی میراث سے نو اسے محروم ہوگا

سوال (۲۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک زمین چندہ میاں کی تھی، اُس میں کلن نے کرایہ پر رہنے کے لئے مکان بنوایا اور زمین کا

کرایہ دیتے رہے، کلن کے پانچ لڑکیاں تھیں، جن میں سے تین کا انتقال ہو گیا دو لڑکیاں حیات تھیں: رشیدن، شیرا خاتون۔ تو کلن نے اپنے ایک نواسہ محمد عالم کو متبنی بنا لیا اور اُس کی پرورش کی، پھر جب محمد عالم جوان ہو گیا تو اُس نے اپنی خالہ کلن کی بیٹی رشیدن کو گھر سے نکال دیا اور کل جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ محمد عالم کے نانا کی کل جائیداد پر زبردستی قبضہ کر لینا شرعاً کیسا ہے؟ اور اس کرایہ کے مکان کو اگر چند آدمی خالی کروائیں اور اُس میں کچھ رقم مالک سے ملے تو اُس میں کلن کی اولاد حقیقی شیرا خاتون اور رشیدن اور اُس کے نواسہ کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ واقعہ اگر صحیح ہے تو کلن مرحوم کے بنائے ہوئے مکان کے ملکہ کی قیمت کی مستحق اُس کی صرف وہ لڑکیاں ہوں گی جو اُس کی وفات کے وقت حیات تھیں، کلن کے نواسہ کو اُس قیمت میں سے کچھ بھی لینے کا حق نہیں ہے۔

وذوي الأرحام من لا فرض لهم ولا تعصيب من الأقباء، وفي المضمرة:

وهم عشرة: أولاد البنات الخ. (الفتاوى التاتارخانية ۳۱۷/۲۰ رقم: ۳۳۳۴۲ زکریا)

قال عامة أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم: ذوي الأرحام يرث بعضهم من بعض وأنهم مؤخرون عن أصحاب الفرائض والعصبات لا يرث مع أحدهم. (الفتاوى التاتارخانية ۳۱۷/۲۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۰/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے اور بیٹیوں کی موجودگی میں نواسے محروم ہیں

سوال (۲۴۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص جو اپنی زندگی کے آخری ۲۸/۳۰ سال ذہنی بیماری کے وجہ سے گزار دیتا ہے اور جو آخری ۵/۶ سال بستر پر ہی فراغت کر لیتا ہو، کیا ایسے شخص کے حیات رہتے ہوئے اُس کی بیٹی

جن کا انتقال ہو جاتا ہو، کیا اس بیٹی کی اولاد کا اُس شخص کی جائیداد میں کوئی حق نہیں ہوتا؟

ہوا اس طرح کہ اُس شخص کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں، بڑی بیٹی کی شادی اور اُس سے چھوٹی بیٹی کی شادی اپنے پورے ہوش و حواس میں اپنے ہاتھوں انجام دیں، چھوٹی بیٹی کی شادی اپنے بھانجے کے ساتھ کرائی جو روز روز کے جھگڑے اور بات طلاق تک پہنچ گئی، اس کے بعد یہ لڑکی اپنے میکہ میں آ کر رہنے لگی، اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ جو لگ بھگ دو تین سال کی تھی، اس کے بعد اس بڑی بیٹی کو گردے کی بیماری ہوئی، دونوں گردے خراب ہونے کی وجہ سے انتقال ہو گیا، بیٹی کے اس کے چار لڑکے ہوئے، اس کے بعد اولاد کی طرف سے لاپرواہ ہو گئے؛ کیوں کہ ۱۰ سال کم و بیش بولنا بند کر دیا، پھر دو یا تین سال رات و دن کھڑے کھڑے گزار دئے، اس کے بعد لگاتار ۳ سال تک نمازیں پڑھیں، مطلب یہ کہ دن ہو یا رات نمازیں پڑھتے رہتے، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بستر پر نہیں لیٹے نہ رات کو نہ ہی دن کو، ایک کنبیل اوڑھ کر ایک طرف کھڑے رہتے، جب کھانے کا معمول تھا کہ اگر کھانا شروع کیا تو انڈے ہی انڈے کھائے، یہ سلسلہ ایک سال چلا، اگر نہیں کھایا تو نہیں ہی کھایا، اگر اپنے حساب سے کوئی دوا کھانا شروع کی تو سالوں کھائی، جب کہ یہ اپنے زمانے کے اور اپنی یونیورسٹی کے سب سے قابل طالب علم تھے، انگریزی میں ڈبل ایم اے کیا تھا اور دو یا تین کتابیں بھی لکھی تھی، ایک شعری کتابچہ ”..... کنٹرول“ پر اسلام کے رو سے لکھی تھی، BWD میں ٹھیکے داری کرتے تھے، الموڑہ میں ٹھیکے داری بلڈنگ کی کرتے تھے، جس مکان میں رہتے تھے، بتاتے ہیں کہ وہ آسب زدہ تھا، ایک بار اُن کا روحانی علاج بھی کرایا، کچھ دن ٹھیک رہے، اُس کے بعد پھر ایسے ہی ہو گئے، اس کے بعد ڈاکٹری علاج بھی کرایا، مگر دوائی نہیں کھائی، ڈاکٹر سے کہا کہ دوائی نہیں کھاتے، تو ڈاکٹر نے کہا کہ آٹے میں گوندھ کر روٹی پکا کر کھلا دو، مگر انہیں کسی طرح پتہ چل گیا، روٹی کھانا ہی چھوڑ دی اور اشاروں میں کہا کہ تم لوگ مجھے مار دینا چاہتے ہو، بتاتے تھے کہ مجھے لوگوں کی آوازیں آتی ہیں، جب بڑی بیٹی کا انتقال ہوا تو اس کے جنازے میں گئے نہ ہی اُن کو اس کا احساس ہوا، جب کہ وہ اس سے بے انتہاء محبت کرتے تھے، اسی کے نام سے اپنا گھر بنایا تھا اور

اسی کے نام پر مکان کا نام رکھا، باقی بیٹیوں کی شادیاں بھائیوں نے کی، کبھی انہوں نے ۵۷ ہزار روپے کی ایف ڈی بنادی تھی کہ ان لڑکیوں کی شادی میں دے دیں گے، جب تک یہ ایف ڈی پچیس پچیس ہزار کی ہو جائے گی، جو شخص سود کا پیسہ کھانا نہ جانتا ہو، اور وہ یہ کام کرے، کیا اُس کے دماغ کا یہی ہونا ہو سکتا ہے؟ جب کہ اپنی ہوش و حواس والی زندگی میں نہ معلوم کتنی بیوہ عورتوں کی امداد کرتے تھے، ماہانہ دیا کرتے تھے بعد کی زندگی میں انہوں نے اپنی بیوی کو بھی طلاق دے دی تھی، جب کہ وہ بے انتہاء محبت کرنے والے تھے، ۱۰ سال بستر پر رہے، وہیں فراغت کی اور وہیں گذر گئے، اُن کو پیشاب وغیرہ اُن کی بیٹی کی بہو کراتی تھی۔

ان سب باتوں کو جان کر ایک نا سمجھ انسان کیا کہہ سکتا ہے کہ اللہ نے اس اولاد کو جو اُن کی ایسی دماغی حیات میں انتقال کر گئی، اُس کی اولاد کو اُن کی جائیداد میں کوئی حصہ نہیں ہوگا؟ مرنے ہونے کو تو اور بہت سی باتیں ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت میں جب تک انسان میں زندگی کے آثار موجود ہوں، اُس پر میت کے احکامات جاری نہیں ہو سکتے؛ لہذا مسئلہ صورت میں جس شخص مذکور نے زندگی کے آخری ۲۸-۳۰ سال بحالت جنون گزارے ہیں اُس کو اس زمانہ میں میت تصور نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اُس پر زندہ کے احکام جاری ہوں گے۔ دوسری جانب شریعت کا اصول یہ ہے کہ انسان کے انتقال کے وقت اُس کے جو وارثین زندہ ہوتے ہیں ترکہ اُن ہی کے درمیان تقسیم ہوتا ہے اور جس وارث کا انتقال مورث کی زندگی میں ہو گیا ہو اُس کی اولادوں کو اُن سے اقرب وارثین کی موجودگی میں استحقاق حاصل نہیں ہوتا، پس حسب تحریر سوال شخص مذکور کی جس بیٹی کا انتقال ان کی زندگی میں ہو گیا اُس بیٹی کی اولاد کو شخص مذکور کے ترکہ میں سے کوئی حق حاصل نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہاں اُن کے نواسوں کے مقابلہ میں سگے بیٹے اور بیٹی با حیات ہیں، ان اقرب وارثین کی موجودگی میں نواسوں کا کوئی حق نہیں بنتا ہے۔

قال في السراجية: الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة. (السراجي في

الميراث ص: ۲۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي

فهو لأولى رجل ذكر. (صحيح البخاري ۹۹۷/۲ رقم: ۶۷۳۵)

ثم رأيت في التتمة وجه قول مشايخ بلخ أن المورث ما دام حياً فهو مالك لجميع أمواله من كل وجه فلو ملكه الوارث في هذه الحالة أدى إلى أن يصير الشيء الواحد مملوگاً لشخصين لكل واحد منهما على الكمال في حالة واحدة، وهذا أمر تدفعه العقول. (تقارير الرافعي / كتاب الفرائض ۳۵۷/۱۰ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۱/۱۸/۱۳۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرحومہ بیٹی کی اولاد کا باپ کی میراث میں حصہ

سوال (۲۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا میرے باپ کی میراث سے میری مرحومہ بہن کی اولاد کو کچھ حصہ پہنچتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مرحومہ بہن کی اولاد کا بطور وراثت کوئی حق نہیں بنتا؛

لیکن اگر والد زندگی میں حسن سلوک کے طور پر اپنی جائیداد میں سے کچھ دے دیں، تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ ایسا کرنا بہتر ہے۔

وذوي الأرحام من لا فرض لهم ولا تعصيب من الأقباء، وهم عشرة

أولاد البنات الخ. (الفتاوى التاتارخانية ۳۱۷/۲۰ زكريا)

الأفضل في هبة الإبن والبنت التليث كالميراث، وعند الثاني التنصيف.

(الفتاوى البرازية، كتاب الهبة / الجنس الثالث في هبة الصغير ۲۳۷/۶)

کل من يدلي أي ينتمي إلى الميت بشخص، لا يرث مع وجود ذلك

الشخص. (الشریفة شرح السراجیة / باب الحجب ص: ۴۸ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۹/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی کی موجودگی میں اُس کی اولاد کا نانا کی میراث میں حصہ نہیں

سوال (۲۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میرے والد مرحوم نے رحلت کے وقت کچھ قطعاً آراضی ترکہ میں چھوڑی ہے، میری دو بہنوں کا انتقال والد مرحوم کی زندگی میں ہی ہو چکا تھا، والدہ بھی اُن سے قبل رخصت ہو چکی تھیں، والد صاحب کے انتقال کے بعد میری ایک بہن اور یہ ناپیڑ موجود ہے، کیا آراضی کی تقسیم میں مرحومہ دو بہنوں کا بھی حصہ ہے یا نہیں؟ اُن کی اولاد موجود ہیں، اور جو بہن موجود ہیں اُن کا کیا حصہ ہوتا ہے؟

ایک تہائی یا پانچواں حصہ؟ اور کیا مرحومہ بہنوں کے بچوں کو بھی ترکہ میں کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جن دو بہنوں کا انتقال والد صاحب کی زندگی میں

ہو چکا ہے، اُن کو یا اُن کی اولاد کو والد صاحب کے ترکہ میں کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور والد صاحب کا کل ترکہ تین حصوں میں تقسیم ہو کر دو حصے آپ کو اور ایک حصہ آپ کی بہن کو ملے گا۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

وشروطه ثلاثة: ووجود وارثه عند موته حياً حقيقةً أو تقديرًا كالحمل.

(شامی / کتاب الفرائض ۴۹۱/۱۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائیوں کی موجودگی میں نواسے محروم

سوال (۲۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حسن بانو کے کچھ روپے بینک میں جمع تھے، حسن بانو نے وہ روپے اپنی زندگی میں اپنی لڑکی کے نام کر دئے اور لڑکی کو کوئی کاغذات نہیں دئے کہ لڑکی کا انتقال حسن بانو سے پہلے ہو گیا، اس کے بعد حسن بانو کا انتقال ہوا، اور وہ کاغذات جو بینک کے تھے، نواسوں کو انتقال کے بعد ملے، تو ایسی صورت میں بینک میں جمع شدہ روپیوں کا مالک کون ہوگا، نواسے یا حسن بانو کے بھائی؟ جنہوں نے ایک فرضی وصیت نامہ بنا کر بینک میں بھی داخل کر دیا ہے، نواسوں کے نام یہ ہیں: خلیل احمد، جمیل احمد، بھائی کا نام: سخاوت حسین، لطافت حسین۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں بینک میں جمع شدہ روپے حسن بانو نے اپنی زندگی میں لڑکی کو نہیں دئے؛ لہذا حسن بانو کے مرنے کے بعد یہ رقم اُس کے ترکہ میں شامل ہوگی، اور دو برابر حصوں میں تقسیم ہو کر ایک ایک حصہ ہر ایک بھائی کو ملے گا، اس رقم میں بھائیوں کی موجودگی میں میت کے نواسوں کا حق نہ ہوگا۔

ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبۃ سوى الزوجين لعدم الرد عليهما. (الدر

المختار، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي الأرحام، ۹۱/۶ دار الفكر بيروت، ۵۴۷/۱۰ زكريا)

وأما العصبۃ فهو من يأخذ الكل وهو أربعة أصناف وجزء أبيه.

(الفتاوى التاتارخانية ۲۰/۲۶۳ زكريا)

وذوي الأرحام من لا فرض لهم، ولا تعصيب من الأقرباء، وفي المصمرات:

وهم عشرة أولاد البنات. (الفتاوى التاتارخانية ۲۰/۳۱۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۳/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نو اسیوں کے نام کل جائیداد ہبہ کرنا

سوال (۲۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ساجدہ خاتون مرحومہ کو کچھ جائیداد اپنے میکہ سے ملی، ساجدہ کے صرف ایک لڑکی تھی اور کوئی اولاد نہیں، پھر ساجدہ خاتون کی لڑکی اپنی ماں کی حیات میں شادی کے بعد انتقال کر گئی؛ البتہ ساجدہ خاتون کی لڑکی کو دو لڑکیاں پیدا ہوئیں، گویا اب ساجدہ خاتون کو دو نواسی رہ گئیں، ساجدہ خاتون نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد اپنی جملہ جائیداد کو اپنی دونوں نواسیوں کے نام ہبہ کر دی، بعد ہبہ کے ساجدہ خاتون کا انتقال ہو گیا، اُن کے ورثہ میں ایک حقیقی بھائی اور دو نواسی ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ساجدہ خاتون کا ہبہ کل جائیداد کا درست ہوگا یا نہیں؟ اگر ہبہ جائیداد درست نہیں تو پھر ساجدہ خاتون کی جائیداد کے حق دار کون ہوں گے، اور مقدار تر کہ کس کو کتنا ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرحومہ ساجدہ خاتون نے نو اسیوں کو جو ہبہ کیا ہے اُس میں یہ دیکھا جائے گا کہ ہبہ کر کے نو اسیوں کو قابض و ذخیل بنا کر خود اُس کی ملکیت سے بالکل لا تعلق ہو گئی تھیں یا نہیں؟ اگر ہبہ مکمل ہو گیا ہو تو پھر اُس میں ساجدہ کے دیگر وارثین کا کوئی حق نہ ہوگا، اور اگر ہبہ مکمل نہ ہوا ہو تو یہ وصیت کے درجہ میں ہوگا، اور صرف ایک تہائی حصہ میں اُس کا نفاذ ہوگا، یعنی ایک تہائی نو اسیوں کو ملے گا اور بقیہ ساجدہ کے حقیقی بھائی کو ملے گا، اب صحیح صورت حال معلوم کر کے حکم کا تعین کریں۔

العصبات وهم كل من ليس لهم سهام مقدر وبأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال، كذا في الاختيار شرح المختار. (الفتاوى الهندية / الباب الثالث في العصبات ۴۵۱/۶ زكريا، تبين الحقائق ۴۸۵/۷ زكريا)

يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك.

(شرح المحلہ، کتاب الہبۃ / الباب الثالث ۴۷۳)

وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضاً غير مشاع مميّزاً غير مشغول، وحكمها ثبوت الملك للموهوب له. (الدر المختار مع تنوير الأبصار / كتاب الهبة ۴۸۹/۸-۴۹۰ زكريا)

وتجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه إلا أن تجيز ورثته. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / أول كتاب الوصايا ۳۳۹/۱۰ زكريا، الفتاوى الهندية / الباب الأول في كتاب الوصايا ۹۰/۶ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللّه تعالى أعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۲۰/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پوتے، پوتیوں اور نواسیوں کو داد انا کی میراث سے کب حصہ ملے گا؟

سوال (۲۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص کی حیات میں بیٹے یا بیٹی کا انتقال ہو گیا، بیٹے اور بیٹی کی اولاد حیات میں، تو داد اور نانا کی میراث میں پوتے پوتیاں اور نواسیوں کو حق دار ہوں گے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کسی شخص کی زندگی میں اُس کے کسی بیٹے کا انتقال ہو گیا جس کی اولاد موجود ہے، تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس شخص کی وفات کے وقت اُس کا کوئی دوسرا صلبی بیٹا حیات ہے یا نہیں؟ اگر کوئی صلبی بیٹا زندہ موجود ہو تو مرنے والے کی بیٹی کی سب اولادیں داد کی وراثت سے محروم ہوں گی؛ لیکن اگر مذکورہ شخص کی وفات کے وقت اُس کا کوئی بھی صلبی بیٹا حیات نہ ہو تو اُس کے پوتے پوتیوں کو حسبِ حصص شرعیہ حق ملے گا۔ اسی طرح اگر مذکورہ شخص کی زندگی میں اُس کی کسی بیٹی کا انتقال ہو گیا اور بیٹی کی اولادیں موجود ہیں تو یہ اولادیں اپنے نانا کی وراثت میں اسی صورت میں حق دار بن سکتی ہیں جب کہ نانا کے انتقال کے وقت نہ تو اُن کا کوئی

عصبہ موجود ہو اور نہ اصحاب الفروض میں سے کوئی زندہ ہو؛ لہذا اگر مذکورہ شخص کی وفات کے وقت اُس کی سگی اولاد میں سے کوئی موجود ہے یا پوتے پوتیاں موجود ہیں یا بھائی بھتیجے موجود ہیں یا چچا موجود ہیں یا چچا زاد بھائی موجود ہیں، تو اُس کے ترکہ میں اُس مرحوم بیٹی کی اولاد یعنی نواسہ نواسیوں کا کوئی حق نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۰/۳۷۳، ڈبجیل، ۳۰/۲۵۳، میرٹھ، کفایت المفتی زکریا ۲۹۲/۸، جدید زکریا، فتاویٰ رحیمیہ ۲۰/۲۶۶، آپ کے مسائل اور اُن کا حل ۷/۲۳۷، جدید، دینی مسائل اور اُن کا حل ۲۱۵)

الأقرب فالأقرب یرجحون بقرب الدرجة أعني أولاهم بالميراث جزء
المیت أي البنون ثم بنوهم. (السراجی فی المیراث ص: ۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ذوی الفروض اور عصابات کی عدم موجودگی میں بھانجی وارث ہوگی

سوال (۲۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احمدی بیگم کا انتقال ہوا، اُن کے شوہر کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا اور یہ دونوں لا ولد تھے، نیز احمدی بیگم کے پاس کوئی رشتہ دار موجود نہیں ہیں؛ البتہ صرف ایک سگی بہن کی لڑکی شاہ زامانی بیگم زندہ ہے، اور احمدی بیگم کے شوہر کے بھائی موجود ہیں، تو آیا احمدی بیگم کا ترکہ شاہ زامانی بیگم کو ملے گا یا اُس کے شوہر کے بھائی کو بھی ملے گا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب احمدی بیگم کے وارثین میں عصابات اور ذوی الفروض میں سے کوئی موجود نہیں ہے، تو ایسی صورت میں جمیع مال کی مستحق مرحومہ کی بھانجی شاہ زامانی بیگم ہوگی، اُس کے مرحوم شوہر کے بھائیوں کے بچے مستحق نہیں ہوں گے۔

عن أبي حنيفة أن أقرب الأصناف الصنف الأول ثم الثاني ثم الثالث.

والثالث هم أولاد الأخوات وبنات الإخوة. (شريفية ۱۲۵)

ذوي الأرحام: هو كل قريب ليس بذی سهم ولا عصبه فهو قسم ثالث حينئذٍ، ولا يرث مع ذی سهم ولا عصبه ويقدم ثم جزء أبويه، وهم أولاد الأخوات لأبوين أو لأب وأولاد الإخوة والأخوات لأُم. وبنات الإخوة لأبوين أو لأب وإن نزلوا. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / باب تورث ذوي الأرحام ۵۴۵/۱۰ - ۵۵۰ زكريا)

وإنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه، ولم يكن عصبه. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / باب ذوي الأرحام ۴۵۹/۶ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۸/۱ھ

بہن بھائی کی موجودگی میں بھانجیوں کا حصہ نہیں؛ تاہم تہائی مال کی وصیت درست ہے

سوال (۲۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید بچپن سے نابینا ہے، اُس کے تین حقیقی بھائی اور دو بہنیں ہیں، معذور ہونے کی وجہ سے زید نے اپنی شادی نہیں کی، اس وقت زید کی عمر ساٹھ سال کے قریب ہے، زید نے اپنی دونوں بہنوں کی ایک ایک لڑکی کی اولاد کی طرح بچپن سے پرورش کی جو کہ زید کی حقیقی بھانجیاں ہیں، دونوں بھانجیوں کی شادی بھی زید نے ہی کی، اور تمام اخراجات پورے کئے، اور شادی کے پندرہ بیس سال گزر جانے تک بھی وہ دونوں لڑکیوں کے باپ کی طرح راہ و رسم کو انجام دیتا رہا، زید کے پاس ۱۵/ بیگھہ موروثی زمین ہے، دو موروثی مکانات ہیں، ایک مکان تعمیر شدہ ہے، جب کہ دوسرا کھنڈر کی شکل میں ہے، اس کے علاوہ زید نے تقریباً ۱۲/ بیگھہ زمین خود خریدی، زید کے تینوں بھائی اور دونوں بہنیں شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ زید کی جائیداد کا حق

دار شرعی احکام کی روشنی میں کون بنتا ہے؟ اور زید اپنی دونوں بھانجیوں کو اپنی جائیداد دیتا ہے یا دونوں میں سے ایک کو دیتا ہے، اور ایک کو محروم کرتا ہے، تو کیا یہ درست ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت واقعہ زید جس قدر جائیداد کا مالک ہے، شرعاً اُس کی وفات کے بعد اُس کی کل جائیداد و مال کے حق دار اُس کے تینوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں، جس میں سے بہنوں کو بھائیوں کے مقابلہ میں ایک ایک حصہ اور بھائیوں کو اُس کا دو گنا حصہ ملے گا، اس طرح کل مال آٹھ حصوں میں تقسیم ہو کر ایک ایک بہنوں کو اور دو دو بھائیوں کو ملیں گے، نیز زید اگر چاہے تو اپنی بھانجیوں کے لئے تہائی مال کی وصیت بھی کر سکتا ہے، اور اگر ہبہ کرنا چاہے تو زندگی ہی میں ہبہ کر کے انہیں قابض و خلیل بنا دے، اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کے ساتھ برابری کا معاملہ کرے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ مِثْلِ الْأُنثِيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

ثم تنفيذ وصاياہ من ثلث ما بقي. (السراجي في الميراث ۴، الدر المختار / أول كتاب

الفرائض ۴۹۵/۱۰ زكريا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل، لقوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة.

(الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ۴۹۳/۸ زكريا، ۶۸۸/۵ كراچي، مجمع الأنهر، كتاب الهبة / أركان

الهبة ۳۵۳/۲ بيروت، شرح المحلة لسليم رستم باز / الكتاب السابع في الهبة، الفصل الأول ۴۶۲/۱ رقم

المادة: ۸۳۷ كوثه، ملتي الأبحر على هامش مجمع الأنهر / كتاب الهبة ۴۸۹/۳ كوثه، الهداية ۲۸۵/۳)

وهو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبية ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبية

سوى الزوجين لعدم الرد عليهما. (الدر المختار، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي الأرحام

۷۹۱/۶ كراچي، كذا في البرازية على الفتاوى الهندية / الفصل الثالث في ذوي الأرحام ۴۵۷/۶ زكريا)

تتعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات،

والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المحلة / كتاب الهبة ۴۶۲/۱ رقم المادة: ۸۳۷)

الأفضل في هبة الابن والبنت والتثليث كالميراث، وعند الثاني التصيف.

(الفتاوى البرازية على هامش الفتاوى الهندية ۲۳۷/۶)

وذوي الأرحام من لا فرض لهم ولا تعصيب من الأقرباء، وفي

المضممرات: وهم عشرة: أولاد البنات، وأولاد الأخوات الخ. (الفتاوى التاتارخانية

رقم: ۳۱۷/۲۰، ۳۳۳۴۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۸/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماموں کی میراث میں بھانجے کا حصہ

سوال (۲۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میری نانی نے میرے والد سے زبردستی والدہ کو طلاق دلوائی تھی، پھر میں نانا اور ماموں وغیرہ کے ساتھ رہتا رہتا رہا، پھر اُن لوگوں میں آپس میں بٹوارہ ہو گیا، تو میں اپنے ماموں سراج الدین کے پاس رہتا تھا، اُن کے تمام کام کرتا تھا، ۱۹۶۵ء میں ۸۰ روپے ماہانہ دینا شروع کر دیا، اور پھر ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۶ء کو اُنہوں نے اپنی بڑی سگی بیٹی سے میری شادی کر دی، میں نے شادی سے منع بھی کیا؛ لیکن وہ ہم سے شروع ہی سے کہتے تھے کہ میرے چار بیٹے نہیں پانچ بیٹے ہیں، مجھے تمہارے مکان و کاروبار وغیرہ کا انتظام کرنا ہے، میں نے تمہاری شادی اپنے اوپر کی ہے میری ذمہ داری ہے، غرضیکہ اُنہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم میرے لڑکے ہو، میں سب کچھ کروں گا، اس کے بعد اُنہوں نے مجھے کچھ نہیں دیا۔

آپ سے گزارش ہے کہ مسئلہ تحریر فرمادیں کہ مجھے کچھ ملے گا یا نہیں؟ کیوں کہ اُنہوں نے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہیں سب کچھ دوں گا اور اپنی مرضی سے اپنی بیٹی کی مجھ سے شادی کی، وہ اگر کچھ نہیں دیتے تو وہ گنہگار ہوئے یا نہیں؟ اُن کے لڑکوں کا کہنا ہے کہ صرف دوکان اور زمین میں لڑکیوں کا حصہ ہوتا ہے، مشینری، اوزار، زیورات، نقدی وغیرہ میں لڑکیوں کا حصہ نہیں ہوتا ہے۔

نوٹ: - ماں باپ کو بٹوارہ اپنی زندگی میں کر دینا چاہئے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال آپ اپنے ماموں سراج الدین کے ترکہ میں سے کسی بھی حصہ کے شرعاً مستحق نہیں ہیں، اور انہوں نے آپ کو جو دینے کا وعدہ کیا تھا وہ احسان کے بطور تھا، اب اگر انہوں نے بلا وجہ اس وعدہ کو پورا کرنے میں ٹال مٹول کی ہے تو انہیں وعدہ خلافی کا گناہ ہوگا؛ لیکن آپ کو ان سے مطالبہ کا حق نہیں ہے؛ بلکہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اور اگر کسی معقول وجہ کی بنیاد پر انہوں نے وعدہ کو پورا نہیں کیا، تو اُمید ہے کہ ان سے وعدہ خلافی پر گناہ بھی نہ ہوگا؛ البتہ سراج الدین کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے آپ کی اہلیہ اپنے والد کے کل ترکہ میں اپنے حصہ وراثت کی حق دار ہے، اور یہ ترکہ خواہ زمین جائیداد کی شکل میں ہو یا نقد روپیہ و پیسہ یا مشینری اوزار وغیرہ، ان سب میں سبھی ورثہ بشمول لڑکے لڑکیوں کا حق ہوتا ہے، یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ زیورات وغیرہ میں لڑکیوں کا حق نہیں ہے، اور مورث کو زندگی میں اپنا مال وارثوں کو برابر برابرینا بہتر ہے۔

عن أبي صفرة قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله عنه يخاطب قال:
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اعدلوا بين أولادكم، اعدلوا بين أولادكم.
(شعب الإيمان للبيهقي ٤٠٨/٦ رقم: ٨٦٩١)

وإنما يرث ذوا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرث عليه ولم يكن عصبية. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب العاشر في ذوي الأرحام ٤٥٩/٦ زكريا)
ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة وفي الشامية: وهم الأبوان والزوجان والبنون والبنات والإخوة والأخوات. (شامي / كتاب الفرائض ٤٩٧/١٠ زكريا، ٧٦٠/٦ دار الفكر بيروت)
وإن قصده فسوى بينهم. (الدر المختار ٥٠١/٨ زكريا، وكذا في تكملة فتح الملمهم ٧٥١٢ فقط والله تعالى أعلم)

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۷/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ماموں کی جائیداد میں بھانجے کا حصہ بنتا ہے؟

سوال (۲۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میں محمد بشیر ولد بھولا میاں عمر ۵۸ سال، اپنے ماموں محمد اسماعیل مرحوم کے ساتھ آٹھ دس برس کی عمر سے ان کے گھر لشکری باغ ناگپور میں رہتا ہوں، اور ماموں مرحوم کے ہاتھ کرگہوں پر بنائی تنائی کے کاروبار میں ان کا ہاتھ بٹاتا رہتا ہوں، مثلاً ساڑھیوں کی گٹھری (فولڈنگ) کرنا، چوکا کھینچنا، پھول ڈھورنا بھرننا کرنا اور بگڑے ہوئے کرگہوں کو درست کرنا وغیرہ وغیرہ، ماموں کے سب لڑکے چھوٹے تھے اور کچھ اسکولوں میں پڑھ رہے تھے، ماموں کے کاروبار میں پورے طور پر ہاتھ بٹانے والا میں ہی تھا، ماموں مرحوم میرے کاموں سے بہت مطمئن اور خوش رہتے تھے اور مجھے اپنے بیٹوں کی طرح چاہتے تھے۔ ۱۹۶۲ء میں جب میں جوان ہو گیا تو ماموں نے اپنی ایک حقیقی بیٹی عائشہ بی عرف بو سے میرا نکاح بھی کر دیا، اور ہمارے رہنے کے لئے اپنے ایک مکان میں ایک کمرہ ہمیں دے دیا، جب ہمارے کچھ بچے ہو گئے اور کمرہ میں تنگی ہونے لگی تو اس سے متصل جو دو کمرے تھے جس میں ایک کرایہ دار تھا، ماموں نے ان کمروں کو خالی کرا کے ہمیں دے دیا، انہیں تینوں کمروں میں بیوی بچوں کو لے کر ساتھ رہتا ہوں۔

ماموں مرحوم میری خدمات کی بنا پر اپنی جائیداد میں مجھے حصہ دینے کا نیک اور مشفقانہ جذبہ رکھتے تھے، انہوں نے بعض لوگوں سے اپنے اس خیال و جذبہ کا اظہار بھی کیا، خصوصاً اُن کی اہلیہ محترمہ یعنی میری ممانی اور خوش دامن صاحبہ اپنے شوہر کے اس جذبہ و خیال کو خوب اچھی طرح جانتی تھیں، اور ماموں کے انتقال کے بعد اپنے بیٹوں کو ماموں مرحوم کے خیالات اور تجویز کو یاد دلاتی رہتی تھیں، ممانی صاحبہ نے انتقال کے دو مہینہ قبل اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا کہ محمد بشیر اور عائشہ جن کمروں میں رہتے ہیں وہ ان کے نام کر دو، ورنہ تمہارے ابا حشر کے میدان میں میرا دامن پکڑیں گے، اپنی ماں کی اس بات کے جواب میں لڑکوں نے کہا ماں ہم ان کو نکال تو نہیں رہے ہیں، اور نہ نکالیں گے وہ جس طرح پہلے سے رہتے آئے ہیں، اب بھی رہیں گے، اس بات کا تذکرہ ممانی صاحبہ نے اپنی

بیٹیوں اور نواسوں سے بھی کیا اور دیگر رشتہ داروں سے بھی کیا۔

ممانی کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے ماموں مرحوم کی جائیداد میں سے مجھے (محمد بشیر) کو کچھ بھی دینا نہیں چاہتے، اور میری بیوی عائشہ بی جو ان کی حقیقی بہن ہے اس کو اس کا حصہ روپیہ کی شکل میں دینا چاہتے ہیں، مکان کا وہ حصہ جس میں ہم رہتے ہیں خالی کروانا چاہتے ہیں، اور مکانوں کی جو قیمت لگا رہے ہیں وہ آج اس علاقہ میں زمینوں کی جو قیمت ہے اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ کم ہے، میری بیوی عائشہ اپنا حصہ اس مکان میں جس میں ہم ایک زمانہ سے آج بھی رہتے ہیں، مکان اور زمین کی شکل میں لینا چاہتی ہے، رقم کی شکل میں لینا نہیں چاہتی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں میرا یعنی محمد بشیر کا ماموں کی جائیداد میں شرعاً اور اخلاقاً کوئی حصہ بنتا ہے یا نہیں، جب کہ بیٹی بھی اپنے باپ کے ان جذبات و خیالات سے واقف ہیں، دوسرے یہ کہ میری بیوی زمین و مکان کی شکل میں اپنا حصہ طلب کرنے میں حق بجانب ہے یا نہیں، کیا اسے اپنا حصہ روپیہ کی شکل میں لینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مرحوم کے ورثہ میں چھ بیٹے اور سات بیٹیاں موجود ہیں، اور ایک بیوی تھی جس کا بعد میں انتقال ہو گیا، متروکہ جائیداد میں تین مکانات اور پارلوم اور دیگر اثاثہ ہے جس کی قیمت کا تخمینہ پندرہ لاکھ روپیہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کے ماموں صاحب نے جب کہ زندگی میں آپ کے نام کچھ نہیں کیا اور نہ کوئی وصیت کی تو اب ان کی وفات کے بعد آپ کو ان کی جائیداد میں کسی حصہ کے مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے؛ البتہ آپ کی اہلیہ یعنی ماموں کی بیٹی اپنے والد کے ترکہ میں اگر روپیہ لینے پر راضی نہ ہو، تو اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا، اسے جائیداد ہی میں سے حصہ دینا لازم ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿يُؤْصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

إعلم أن أسباب الملك ثلاثة: نقال: كبيع و هبة. و خلافة: كإرث.

وإصالة: وهو الاستيلاء حقيقةً بوضع اليد، أو حكمًا بالتهينة كنصب شبكة

الصيد. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الصيد ۴۶۳/۶ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۸/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی کی موجودگی میں بھانجے محروم

سوال (۲۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عبدالمجید خاں کا انتقال ہوا، انہوں نے ورثہ میں ایک بیٹی زبیدہ بیگم اور دو بھانجوں کو چھوڑا،

تو زبیدہ بیگم پورے مکان کی حق دار ہوں گی یا نصف مکان کی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں عبدالمجید کا سارا ترکہ صرف اُن کی

بیٹی زبیدہ بیگم کو ملے گا، بھانجوں کا کوئی حق نہ ہوگا۔

ثم ذوي الأرحام أي يبدأ عند عدم الرد لانتفاء ذوي الفروض النسبية

بذوي الأرحام. (الشرافية على السراجي ۱۱)

وإنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرث

عليه ولم يكن عصبية. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب العاشر في ذوي الأرحام ۴۰۹/۶ زكريا)

وذوي الأرحام من لا فرض لهم، ولا تعصيب من الأقرباء، وفي

المضممرات: وهم عشرة وأولاد الأخوات. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الفرائض /

الفصل السابع والعشرون في ذوي الأرحام ۳۱۷/۲۰ رقم: ۳۳۳۴۲ زكريا)

ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبية. (الدر المختار، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي

الأرحام ۵۴۷/۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۵/۷ھ

نانی کی میراث سے خالہ کی موجودگی میں بھانجے اور بھانجی کا حصہ

سوال (۲۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسماۃ جن کو اپنی دادا الہی جائیداد میں سے ترکہ ملا تھا، یہ ترکہ مذکورہ مسماۃ کے علاوہ اُن کی ایک ہمیشہ اور ایک برادر کے حصہ میں بھی آیا تھا، اس کے علاوہ اُس ترکہ میں سے مسماۃ کے دو اور بھائی باپ شریک تھے، جو مسماۃ کی سوتیلی ماں سے تھے، اُن کو بھی ملا تھا، اس مسماۃ کا انتقال ہو چکا ہے، مسماۃ کے زینہ اولاد نہیں ہے، صرف چار بیٹیاں ہیں، جن میں ایک بیٹی کا انتقال مسماۃ کے سامنے ہی ہو چکا ہے، باقی تین بیٹیاں ہیں۔

- (۱) کیا مسماۃ کی جائیداد میں سے جو بیٹی انتقال کر چکی ہے اُس کی اولاد کو ترکہ پہنچتا ہے یا نہیں؟
 - (۲) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ مسماۃ کے دو سوتیلے بھائی تھے، جن کا انتقال مسماۃ کے سامنے ہی ہو چکا ہے، کیا اُن دونوں بھائیوں کی اولاد مسماۃ کی جائیداد میں سے حصہ دار ہیں یا نہیں؟
- باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) جس بیٹی کا انتقال مسماۃ کی زندگی میں ہو چکا ہے اُس کی اولاد مسماۃ کے ترکہ میں حق دار نہیں ہے۔

وشروطه ثلاثه: موت مورث حقیقۃً أو حکماً کمفقود، ووجود وارثه عند موته حیاً حقیقۃً أو تقدیراً کالحمل. (شامی / اول کتاب الفرائض ۴۹۱/۱۰ زکریا)

(۲) مسئلہ صورت میں مسماۃ کے ترکہ کے تین حصے کر کے دو حصے اُس کی لڑکیوں کو ملیں گے اور ایک حصہ میں اُس کے بھتیجے (سوتیلے بھائی کے لڑکے) حق دار ہوں گے، بھتیجیوں کا کوئی حق نہ ہوگا۔

وبقدم الأقرب فالأقرب منهم بهذا الترتیب، فيقدم جزء المیت ثم جزء أبيه الأخ لأبوين، ثم لأب (الدر المختار) وقال الشامي: قوله: ثم الأب أي ثم الأخ لأب. (الدر المختار مع الشامي / فصل في العصبات ۵۱۸/۱۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چچازاد بھائیوں کے ساتھ بھانجے اور بھانجی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۲۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے ماموں عصمت اللہ کا انتقال ہوا، انہوں نے زندگی میں کل تین نکاح کیے بعد دیگرے کئے؛ لیکن کسی بیوی سے اُن کی کوئی اولاد نہیں ہوئی، اور تینوں بیویاں اُن کی زندگی میں فوت ہو گئیں، ایک بیوی کے اُس کے سابقہ شوہر سے تین اولادیں (دو لڑکے ایک لڑکی جو لے کر آئی تھیں وہ) زندہ ہیں۔ اب عصمت اللہ کی تین بہنیں تھیں: لطیفن، حبیبین، رفیقین، اُن سب بہنوں کا بھی عصمت اللہ کی زندگی میں انتقال ہو گیا؛ لیکن اُن کی اولادیں زندہ ہیں، ماموں کے عصبات میں دو چچا کی اولاد فاروق اور چھوٹے ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں میت کا ترکہ اُس کے دونوں چچازاد

بھائیوں کو ملے گا اور اُن کی موجودگی میں بہنوں کی سبھی اولادیں محروم ہوں گی۔ (سراجی ۶)

عن زید بن ثابت قال: وابن العم للأب أولى من عم الأب الخ. (السنن

الکبریٰ للبیہقی / باب ترتیب العصبۃ ۴۵۵/۶ رقم: ۱۲۳۷۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

وأما العصبۃ فهو من يأخذ الكل وهو أربعة أصناف وجزء جده

الأقرب أولى العصبات بالمیراث ثم العمّ لأب وأم، ثم العم لأب، ثم

ابن العم لأب وأم. (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ۲۰/۲۶۳-۲۶۴ ذکرہا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۵/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چچازاد بھتیجیوں کے ساتھ بھانجی اور بھتیجیوں کا حکم

سوال (۲۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: محمد انوار نامی شخص اپنے والدین کی اکلوتی نرینہ اولاد تھی، اُس کی صرف ایک بہن تھی جو انوار سے پہلے ہی انتقال کر گئی، اور محمد انوار نے کوئی شادی نہیں کی تھی، اُس کی کوئی اولاد بھی نہیں ہے۔

چند ہفتہ قبل انوار کا انتقال ہو گیا، اُس نے کچھ جائیداد اور مال و اسباب چھوڑا ہے، جس کو اُس نے نہ تو کسی کو بہتہ کیا تھا اور نہ ہی کسی ادارے کو وقف کیا۔ محمد انوار کے والدین، بہن، بیچا اور بیچا زاد بھائی سب کا انتقال انوار سے پہلے ہی ہو گیا تھا، اُس کے خاندان میں فی الوقت بھانجے بھانجیاں اور بھتیجے بھتیجیاں ہیں، ایسی صورت میں انوار کی املاک کے وارث میں کون کون صاحبان ہوں گے؟ اور ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال مرحوم محمد انوار کا ترکہ زندہ موجود بیچا زاد بھتیجوں میں برابر تقسیم ہوگا، اور بھتیجیاں اور بھانجے بھانجیوں کو اُس کے ترکہ میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

أما العصبۃ بنفسہ أربعة أصناف جزء جدہ أي الأعمام ثم بنوہم
وإن سفلوا. (السراجی فی المیراث ص: ۲۲-۲۳)

ومن لا فرض لها من الإناث وأخوها عصبۃ لا تصیر عصبۃ بأخيها.

(السراجی فی المیراث ص: ۲۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی کی موجودگی میں بھتیجے محروم

سوال (۲۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: حاجی چھٹا کا انتقال ہو گیا اُن کے ورثہ میں صرف ایک بھائی شبیر احمد اور (مرحوم بھائی اللہ دئے کی اولادیں) تین بھتیجیاں ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ ورثہ میں سے ہر ایک کو حاجی چھٹا کی جائیداد سے کتنے کتنے سہام ملیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال مسئلہ صورت میں حاجی چھٹا کا کل

ترکہ اُن کے حقیقی بھائی شمیر احمد کو ملے گا، اور اُن کے بھتیجے سب محروم ہوں گے۔

وإنما يرث ذوا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرث عليه ولم يكن عصبه. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب العاشر في ذوي الأرحام ۴۵۹/۶ زكريا) وهو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبه ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبه سوى الزوجين لعدم الرد عليهما. (الدر المختار، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي الأرحام ۷۹۱/۶ كراچی، كذا في البزازیة على الفتاوى الهندية / الفصل الثالث في ذوي الأرحام ۴۵۷/۶ زكريا) وذوي الأرحام من لا فرض لهم، ولا تعصيب من الأقرباء، وفي المضمورات: وهم عشرة: أولاد البنات وأولاد الأخوات وبنات الأخ الخ. (الفتاوى التاتارخانية ۳۱۷/۲۰ رقم: ۳۳۳۴۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۴/۲/۱۴ھ

بھائی کی موجودگی میں بھتیجی کا حصہ

سوال (۲۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں کراہیہ کے گھر میں رہتی تھی اور بہت پریشان تھی، اس وجہ سے چچا مجھے اپنے گھر پر لے آئے تھے، اور میں چچا کے ساتھ رہنے لگی؛ کیوں کہ میرے چچا کے کوئی اولاد نہیں تھی، اس لئے چچا نے مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر میں رکھ لیا، میرے آنے کے ۷ اردن بعد میری چچی کا انتقال ہو گیا، ۲۰۰۹ء میں چچی کے انتقال کے بعد چچا کی دیکھ بھال اور کھانے کا انتظام میں خود کرتی تھی، وہ میری خدمت سے بہت خوش تھے، میرے حالات بہت کمزور ہیں، لڑکیوں کا ساتھ ہے، اور میں خود بھی سلائی کرتی ہوں، چچا مجھ سے بہت خوش تھے، اس وجہ سے انہوں نے مجھے باورچی خانہ وغیرہ بناوا کر دیا اور ہم نے بھی اپنا تھوڑا پیسہ بنوانے میں لگایا، قسمت کی بات کہ ۵ مارچ ۲۰۱۲ء کو میرے چچا کا بھی انتقال ہو گیا، اور ہمارے چھوٹے چچا اپنے کو اس گھر کا مالک بتاتے ہیں، اور مجھے پریشان

کر رہے ہیں، جب کہ ان کے پاس کافی پیسہ ہے، خدا کے لئے آپ کوئی حل بتائیے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں آپ کے چھوٹے چچا کی موجودگی

میں آپ اپنے مرحوم چچا کے ترکہ میں وراثت کی حق دار نہیں ہیں؛ البتہ اگر باحیات چھوٹے چچا خود اپنی مرضی سے آپ کو کچھ حصہ دے دیں، تو ان کی طرف سے تبرع اور احسان ہوگا، آپ کو ان سے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔

وهو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبه ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبه
سوی الزوجین لعدم الرد علیہما. (الدر المختار، کتاب الفرائض / باب توريث ذوي الأرحام
۷۹۱/۶ کراچی، کذا فی البزازیة علی الفتاویٰ الہندیة / الفصل الثالث فی ذوي الأرحام ۴۵۷/۶ زکریا)
وإنما يرث ذوا الأرحام إذا لم یکن أحد من أصحاب الفرائض ممن یرد
علیہ ولم یکن عصبه. (الفتاویٰ الہندیة، کتاب الفرائض / الباب العاشر فی ذوي الأرحام ۴۵۹/۶
زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۶/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر وارثین میں صرف ایک بھتیجہ اور ایک بیٹی ہوتی؟

سوال (۲۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: مسماة پیاری بیگم بیوہ منا و مسماة صاحب جان بیوہ عبد الواحد ایک مکان کی مالکان تھیں، جنہوں نے اپنی حیات میں آدھا حصہ مکان دو اشخاص کو بیچ دیا ہے، اور آدھا حصہ مکان چھوڑ کر مریں، اول پیاری بیگم کا اور پھر صاحب جان کا انتقال ہو گیا، یہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں، ان کی وارثان شرعی میں ایک حقیقی بھتیجہ: عمران حسین عرف پتن اور ایک حقیقی بیٹی: مسماة بھوری (پسر محمد اسماعیل و دختر نوشہ عرف بلن) محمد اسماعیل اور نوشہ عرف بلن دونوں آپس میں سگے بھائی اور دونوں عورتوں (پیاری

بیگم وصاحب جان) کے سگے بھائی تھے، یعنی دونوں عورتوں کے ایک حقیقی بھتیجے عمران حسین عرف پتین اور ایک سگی بھتیجی جھوری ہی ہیں، آیا عورتوں کا ترکہ بھتیجے اور بھتیجی دونوں کو ملے گا یا کوئی محروم رہے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بر تقدیر صحت سوال صورتِ مسئلہ میں دونوں عورتوں کا

صرف بھتیجے وارث ہے، بھتیجی ذوی الارحام میں ہونے کی بنا پر محروم ہے۔

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، وأخذ ما بقي من سهام ذوي

الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / باب العصباء ۴۵۱/۶ زکریا)

العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده، وما أبقته الفرائض عند وجود

من له الفرض المقدر. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ۴۸۵/۷ دار الكتب العلمية بيروت)

وإنما يرث ذوا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرث

عليه ولم يكن عصبه. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب العاشر في ذوي الأرحام ۴۵۹/۶ زکریا)

ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبه. (الدر المختار، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي

الأرحام ۵۴۷-۵۴۵/۱۰ زکریا)

وذوي الأرحام من لا فرض لهم ولا تعصيب من الأقرباء، وفي

المضمورات وهم عشرة وبنات الأخ. (الفتاوى التاتارخانية ۳۱۷/۲۰ زکریا)

أولى العصباء بالميراث الابن، ثم ابن الابن ثم الأب ثم الجد

أب الأب ثم الأخ لأب ثم ابن الأخ لأب وأم الخ، مقدم على ذوي الأرحام.

(الفتاوى التاتارخانية ۲۶۳/۲۰-۲۶۴ زکریا)

ومن لا فرض لها من الإناث وأخوها عصبه لا تصير عصبه بأخيها.

(السراجي مع الشريفة ۴۸، الفتاوى الهندية ۴۵۱/۶) فقط والتداعي علم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۲/۷ھ

بیوی کا متروکہ مال بیوی کی بھتیجی کے لڑکے کو ملے گا یا شوہر کے بھتیجے کو؟

سوال (۲۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بنا اولاد بیوہ کو اپنے خاوند سے اُس کے مرنے کے بعد جائیداد کا چوتھائی حصہ ملا ہے، یہ معلوم کر لیا گیا ہے کہ اولاد نہ ہونے کی حالت میں بیوہ کو چوتھائی حصہ ملتا ہے۔ اب پتہ یہ چلانا ہے کہ جب بیوہ کی وفات ہو جاتی ہے، تب ایک طرف بیوہ کی بھتیجی کا لڑکا دعویٰ کرتا ہے کہ اُس بیوہ کی جائیداد کا میں مالک ہوں اور مجھے ملنے کا حق ہے۔ دوسری طرف اُس بیوہ کے شوہر کے بھتیجے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں اُس جائیداد کا مالک ہوں، ہمیں یہ جائیداد ملنے کا حق ہے۔ ایسی حالت میں جائیداد کا بٹوارہ کس طرح ہوگا؟ کیا بیوہ کی پوری جائیداد بیوہ کی بھتیجی کی اولاد کو ملے گی یا بیوہ کے شوہر کے بھتیجے کو ملے گی؟ اُس بیوہ کی جائیداد کا حقیقی وارث کون ہوگا، اور کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال و بعد اداء حقوق متقدمہ علی الارث متوفیہ

کے ترکہ کا مالک بھتیجی کا لڑکا ہوگا، اور وراثت اُسی کو ملے گی جب کہ شوہر کے بھتیجے کو کچھ نہیں ملے گا۔

قال الحصکفی تحت باب توریث ذوی الأرحام: هو کل قریب لیس

بذی سهم لا عصبۃ فہو قسم ثالث - إلی قولہ - ثم جزء أبویہ و ہم اولاد
الأخوات لأبوین أو لأب و أولاد الإخوة و الأخوات لأم - إلی قولہ - وإن نزلوا.

(شامی، کتاب الفرائض / باب توریث ذوی الأرحام ۵۴۰/۱۰ - ۵۵۰ زکریا)

وقولہ: فیأخذ المنفرد أي الواحد منهم من أي صنف کان جمیع المال

أي أو ما بقی بعد فرض أحد الزوجین. (شامی، کتاب الفرائض / باب توریث ذوی الأرحام

۵۴۷/۱۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۶/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



مفقود کے مال کے احکام

مفقود کے مال کی تقسیم جائز نہیں

سوال (۲۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مفقود کے دو حقیقی بھائی زندہ ہیں، اور اُن کے سامنے دو حقیقی بھائی مر چکے تھے، مفقود کی پہلی بیوی سے ایک لڑکی تھی جو مر گئی، اُس کے ۶ بچے ہیں: چار لڑکے اور دو لڑکیاں۔ مفقود کی نصف زمین دونوں بھائیوں کے قبضہ میں ہے، اور نصف زمین پر فوت شدہ دونوں بھائیوں کے ایک ایک لڑکے نے قبضہ کر لیا ہے۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ اُس زمین کے پانچ حصے کر لئے جائیں؛ تاکہ ہر ہر فرد کو ایک ایک حصہ مل جائے، اور پانچواں حصہ مصرف خیر میں دے دیا جائے، تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ مفقود کی لڑکی کے چار بچے موجود ہیں۔ بیواؤ تو جروا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مفقود اپنے مال میں زندہ تصور کیا جاتا ہے؛ تا آن کہ اُس کی موت کا یقین ہو جائے، مثلاً حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق اُس کی مدت عمر ۹۰ سال گزر جائے، یا قاضی یا محکمہ شرعیہ مذہب مالکیہ کے مطابق ۴۰ سال کے بعد اُس کی موت کا فیصلہ کر دے۔ بریں بناء صورتِ مسئلہ میں مفقود کے مال کی تقسیم درست نہیں ہے؛ بلکہ اُسے موت کے فیلہ تک محفوظ رکھا جائے گا۔

إن عمر و عثمان قضيا في ميراث المفقود يقسم من يوم تمضي الأربع

سنوات على امرأته وتسهيّل عدتها أربعة أشهر وعشراً. (المصنف لعبد الرزاق ۸۵۱۷

رقم: ۱۲۳۱۸، كنز العمال ۳۰۲/۹ رقم: ۲۸۰۱۹)

عن قتادة قال: إذا مضت أربع سنين من حين ترفع امرأة المفقود أمرها أنه يقسم ماله بين ورثته. (المصنف لعبد الرزاق ۹۰/۷ رقم: ۱۲۳۲۹)

عن ابن عمر أنه قال: ينفق عليها الأربع السنين من مال المفقود؛ لأنها حبست نفسها عليه، وقال: ابن عباس لسنتين، فإن جاء زوجها قضت من ماله؛ فإن مات قضت من نصيبها من الميراث. (معرفة السنن والآثار ۷۴/۶ رقم: ۴۶۹۲)

المفقود حي في ماله حتى لا يرث منه أحد.....، ويوقف ماله حتى تصح موته أو تمضي عليه مدة.....، وقال بعضهم: تسعون سنة،..... وعليه الفتوى. (السراجي مع شرحه الشريفة / فصل في المفقود ص: ۱۵۲، بدائع الصنائع / كتاب المفقود ۲۸۷/۵-۲۸۹ المكتبة النعمية ديوبند)

المفقود: وهو الغائب الذي انقطع خبره، ولا تدرى حياته ولا موته، وحكمه ما أشار إليه بقوله: المفقود حي في ماله حتى لا يرث منه أحد..... لثبوت حياته باستصحاب الحال، وهو معتبر في إبقاء ما كان على ما كان دون إثبات ما لم يكن، ولهذا لا يثبت استحقاق ورثته لِماله..... ويوقف ماله حتى تصح موته أو تمضي عليه مدة. (شرح السراجية في الفرائض والمواريث / فصل في المفقود ص: ۱۹۵ مكتبة الباز مكة المكرمة، ۱۵۲ قديم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۸/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا اولاد مفقود الخمر باپ کی میراث کو دادا کے ترکہ سے حاصل کر کے فروخت کر سکتی ہے؟

سوال (۲۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رفیع احمد صاحب کے والد کا انتقال ہوا، والد صاحب کی متروکہ جائیداد رفیع احمد کے تین

بھائی، چار بہنیں اور رفیع احمد کی اولاد کے درمیان تقسیم ہوئی۔ واضح رہے کہ تقسیم جائیداد کے وقت رفیع احمد گھر پر موجود نہیں تھے؛ کیوں کہ رفیع احمد اپنے والد کے انتقال سے پہلے گھر سے لاپتہ ہو گئے اور بارہ سال کا عرصہ گزر گیا ہے، اب تک رفیع احمد گھر نہیں آئے، اس وقت نہ ہی ان کا کوئی پتہ ہے، اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ بقید حیات ہیں یا نہیں؛ اس لئے تقسیم میراث کے وقت رفیع احمد کی اولاد ان کے قائم مقام تھی اور رفیع احمد کا میراث میں جو حصہ تھا وہ ان کی اولاد کو ملا، اب ان کی اولاد میراث سے حاصل شدہ جائیداد کو فروخت کرنا چاہتی ہے، تو کیا رفیع احمد کی اولاد اس جائیداد کو فروخت کر سکتی ہے یا نہیں؟ کیا ان کے آنے کا انتظار کرنا ضروری ہے یا فی الفور بیچ سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں رفیع احمد چوں کہ اپنے والد کی زندگی سے لاپتہ ہے؛ اس لئے والد کے انتقال کے بعد رفیع احمد کی اولاد شرعاً اپنے دادا (رفیع احمد کے والد) کی میراث کی حق دار نہ ہوگی، اور نہ ہی انہیں مذکورہ جائیداد کو فروخت کرنے کا حق ہوگا؛ بلکہ رفیع احمد کے حصہ کو محفوظ رکھا جائے گا اور جب ان کی موت کا یقین ہو جائے، تو ان کا حصہ ان کے والد کے وارثین میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، رفیع احمد کی اولاد کو کچھ نہ ملے گا؛ لیکن اگر دیگر وارثین اپنی طرف سے کچھ دے دیں تو انہیں اختیار ہے۔

ولا يرث من أحد مات أي قبل الحكم بموته؛ لأن بقائه حيًا في ذلك الوقت باستصحاب الحال، وهو لا يصلح حجة في الاستحقاق والحاصل أنه حي في مال نفسه، فلا يرث ميت في حق غيره فلا يرث. (البحر الرائق / كتاب المفقود ۲۷۷/۵ زكريا)

ولكن معنى هذه العبارة أنه تجرى عليه أحكام الأحياء فيما كان له، فلا يرث ماله ولا تبين أمراته، كأنه حي حقيقة، وتجرى عليه أحكام الأموات فيما لم يكن له، فلا يرث أحدا كأنه ميت حقيقة. (بدائع الصنائع / كتاب المفقود ۲۸۷/۵ زكريا)

وأما الموقوف من تركة غيره، فإنه يرد على ورثة ذلك الغير، ويقسم بينهم كأن المفقود لم يكن. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثامن في المفقود والأسير ٤٥٦٦٦ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۸/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مفقود کا شرعی حکم

سوال (۲۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مفقود کے مال کی تقسیم یا مفقود کے مورث کے ترکہ میں سے حصہ پانے کے بارے میں شریعت کیا کیا حکم ہے؟ کیا محض کسی شخص کے مفقود الحضر ہونے کی وجہ سے اُس کو مردہ فرض کر کے اُس کے حصہ کو دیگر وارثین میں تقسیم کر دیا جائے گا؟ اور اگر اُس کو زندہ فرض کر کے اُس کے مال کو محفوظ رکھا جائے تو شریعت نے مفقود کے اوپر میت کے احکام جاری کرنے کے لئے کتنی مدت کو شرط قرار دیا ہے؟ ہر دو صورت میں مفقود کے مال کی تقسیم کا کیا طریقہ ہوگا؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مفقود کے بارے میں اصل شرعی حکم یہ ہے کہ جب تک اُس کی موت متعین نہ ہو جائے، اُس وقت تک اُس پر اُس کے مال کو نہ تو تقسیم کیا جائے گا، اور نہ وہ کسی دوسرے مورث کا وارث بنے گا، اور اُس کو حکماً میت قرار دینے کی دو شکلیں ہیں: اول یہ کہ اُس کو غائب ہوئے اتنا طویل عرصہ گزر جائے کہ اُس کے ہم عصر لوگوں میں کوئی باقی نہ رہے، جس اندازہ مفتی بہ قول پر ۹۰ سال کی عمر سے لگایا گیا ہے۔

اور ایک دوسری صورت یہ ہے کہ اُس کے بارے میں عدالت عالیہ یا غیر اسلامی حکومتوں میں دارالقضاء یا محکمہ شرعیہ میں مقدمہ درج کیا جائے، اور عدالت کی طرف سے مذہب مالکی کے

مطابق ۴ سال گزرنے پر اُس کی موت کا فیصلہ کر دیا جائے، تو اب اُس پر میت کے احکام حسب ضابطہ جاری ہوں گے۔ اور جب تک اُس پر میت کے احکام جاری نہ ہوں تو اُس مفقود کا متروکہ مال محفوظ رکھا جائے گا۔ (مستفاد: طرازی شرح سراجی ۲۸۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۵/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گم شدہ بیوی کا حصہ کیسے متعین کیا جائے؟

سوال (۲۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا انتقال ہوا، وارثین میں بیوی، ماں، باپ اور دو بیٹی چھوڑیں؛ لیکن بیوی مفقودہ ہے، عرصہ سے لاپتہ ہے، تو اب اُس شخص کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ آیا بیوی کا بھی حصہ لگایا جائے گا یا صرف موجودہ وارثین کے درمیان سب مال تقسیم کر دیا جائے گا؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال مذکورہ میت کی میراث حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم کی جائے گی، جس میں بیوی کو ایک مرتبہ زندہ اور ایک مرتبہ مردہ فرض کر کے دو مسئلے بنائے جائیں گے، اور دونوں مسئلوں میں سے کم والا حصہ ہر وارث کو ملے گا، اور باقیہ حصہ بیوی کے واپس آنے یا اُس کی موت کے تحقق تک محفوظ رکھا جائے گا۔ نقشہ حسب ذیل ہے:

تص: ۵۴

ع: ۹/۲۷

مسئلہ: ۲۴ توافقی بالثلث / وفق: ۹

میت

| بیوی مفقودہ (زندہ) | ماں | باپ | بیٹی | بیٹی |
|--------------------|-----|-----|------|------|
| ثلث | سدر | سدر | ثلث | ثلث |
| ۳ | ۴ | ۴ | ۱۶ | ۱۶ |
| ۶ | ۸ | ۸ | ۳۲ | ۳۲ |

| مستلہ: ۲/۶ | | | | توافق بالثلث / وفق: ۲ | |
|--------------------|---------------|---------------|----------------|-----------------------|----|
| بیوی مفقودہ (مردہ) | ماں | باپ | بیٹی | بیٹی | ت |
| x | سدس | سدس | ثلث | ثلث | ان |
| x | $\frac{1}{9}$ | $\frac{1}{9}$ | $\frac{۲}{۳۶}$ | $\frac{۲}{۳۶}$ | |
| x | | | | | |

منقح مسئلہ: ۵۴

| منقح مسئلہ | | | |
|--------------|---------------|---------------|----------------|
| ماں | باپ | بیٹی | بیٹی |
| حاصل شدہ حصص | $\frac{۸}{۱}$ | $\frac{۸}{۱}$ | $\frac{۳۲}{۴}$ |
| موقوفہ حصص | $\frac{۸}{۱}$ | $\frac{۸}{۱}$ | $\frac{۳۲}{۴}$ |

مذکورہ مثال میں مفقودہ بیوی کو زندہ فرض کرنے کی صورت میں ثمن اور سدس جمع ہونے کی وجہ سے ۲۴ سے مسئلہ بنا کر بیوی کو ثمن ۸ دیا، اور ماں باپ کو سدس ۴-۴ دیا، اور دونوں بیٹیوں کو ثلثان ۱۶ دیا، فی کس ۸-۸، اور عول ۲۷ سے ہوا۔ اور مفقودہ بیوی کو مردہ فرض کرنے کی صورت میں سدس اور ثلثان جمع ہونے کی وجہ سے ۶ سے مسئلہ بنا کر ماں باپ کو سدس ۱-۱ دیا، اور دونوں بیٹیوں کو ثلثان ۴ دیا، فی کس ۲-۲۔ پھر مفقودہ کے قاعدہ کے مطابق دونوں مسئلوں کے درمیان یعنی ۶ اور ۲۷ میں توافق بالثلث کی نسبت ہونے کی وجہ سے ۶ کے وفق ۲ کو ۲۷ کے وفق ۹ میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب ۵۴ آیا، پھر اسی ۲ کے ذریعہ سے پہلے مسئلہ کے ہر وارث کے سہام میں ضرب دیا، تو ماں باپ کو ۸-۸ ملے، اور بیٹیوں کو ۳۲ ملے، فی کس ۱۶-۱۶۔ اس کے بعد پہلے مسئلہ کے عول ۲۷ کے وفق ۹ کو لے کر دوسرے مسئلہ کے ہر وارث کے سہام میں ضرب دیا، تو ماں باپ کو ۹-۹ ملے، اور دونوں بیٹیوں کو ۳۶ ملے، فی کس ۱۸-۱۸۔

اب چونکہ مفقودہ کی توریث کا قاعدہ ہے کہ ہر وارث کو دونوں مسئلوں میں سے کم والا حصہ ملتا ہے، اور باقیہ کو محفوظ کر لیا جاتا ہے، اس لئے ماں باپ کو ۸-۸ ملیں گے، اور ایک حصہ محفوظ کر لیا جائے گا، اور دونوں بیٹیوں کو ۳۲ ملیں گے، اور ۴ حصے محفوظ کر لئے جائیں گے۔ اس طرح ۵۴ میں سے ۴۸ حصے وارثین کو دے کر ۶ حصے مفقودہ بیوی کی موت کی خبر تک یا متعینہ مدت کے

اندر اندر آنے تک محفوظ رکھے جائیں گے، جو متعینہ مدت کے اندر آنے پر اُسے مل جائیں گے، اور اگر موت کی خبر متحقق ہوگئی یا متعینہ مدت تک واپسی نہ ہو سکی تو اُن ۶ حصوں میں سے ۲ حصے ماں باپ کو اور ۴ حصے بیٹیوں کو واپس کر دئے جائیں گے، جیسا کہ مسئلہ کی تفتیح سے پتہ چلتا ہے۔

وإذا ترک الرجل أبوين وابنتين وست أخوات متفرقات وزوجة مفقودة، يعمل أولاً على أن المفقودة حية، فيكون المسئلة من أربعة وعشرين، للزوج الثمن (ثلاثة) وللأبوين السدس (ثمانية) وللابنتين الثلثان ستة عشر، فعالت إلى سبعة وعشرين، ثم يعمل على أنها ميتة، فيكون المسئلة من ستة: للأبوين الثلث سهمان من ستة، وللأبنتين الثلثان أربعة من ستة، فالمسئلة الأولى من سبعة وعشرين، والمسئلة الثانية من ستة، وبينهما موافقة بالثلث فاضرب وفق إحداهما في جميع الأخرى، فيكون أربعة وخمسين، كان للأبوين ثمانية من سبعة وعشرين، ضربناها في وفق الستة وذلك إثنان، فيكون ستة عشر، وكان لهما سهمان من ستة، ضربناهما في وفق سبعة وعشرين وذلك تسعة، فيكون ثمانية عشر، فيعطى لهما ستة عشر؛ لأنه أقل نصيبهما، وكان للابنتين ستة عشر من سبعة وعشرين ضربناها في وفق الستة، فيصير اثنين وثلاثين، وكان لهما أربعة من ستة ضربناها في (وفق) سبعة وعشرين وذلك تسعة فتكون ستة وثلاثين، (فيعطى لهما إثنان وثلاثون) لأنها أقل نصيبهما، بقي هناك ستة توقف هذه، فإن علم أنها كانت حية يوم مات هذا الميت، كان ذلك لها؛ وإن علم أنها كانت ميتة يوم مات هذا الميت يردّ (من) الموقوف سهمان على الأبوين تمام الثلث، وأربعة على الابنتين تمام الثلثين. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الفرائض /

الفصل الثاني والثلاثون في ميراث المفقود ۳۸۰/۲۰-۳۸۱ رقم: ۳۳۴۹۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

کیا لاپتہ شوہر مرحوم بیوی کا وارث ہوگا؟

سوال (۲۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کا شوہر کافی دنوں سے لاپتہ ہے، اب اُس عورت کا انتقال ہو گیا ہے، وارثین میں مفقود شوہر، ایک حقیقی بہن، ایک اخیانی بھائی اور ایک اخیانی بہن اور اُس کی ماں ہے، مرحومہ کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال مرحومہ بیوی کا ترکہ تقسیم کرتے وقت اُس کے شوہر کو دیگر وارثین کے ساتھ ایک بار زندہ فرض کر کے مسئلہ بنائیں گے اور دوسری بار مردہ فرض کر کے، اور دونوں مسئلوں میں ہر وارث کو جو کم حصہ ہوگا وہ ملے گا، اور باقی حصوں کو شوہر کے لئے بچا کر رکھا جائے گا؛ تا آن کہ وہ متعینہ مدت کے اندر واپس آجائے، تو اُس کو اپنا حصہ مل جائے گا، یا اُس کا میت ہونا ثابت ہو جائے تو اس محفوظ حصے کو موجودہ وارثین میں دوبارہ تقسیم کر دیا جائے گا۔ مسئلہ صورت کا نقشہ حسب ذیل ہے:

مسئلہ: ۶، ع: ۱۰، تص: ۷۰
تباين

| مفقود شوہر (زندہ) | حقیقی بہن | ماں | علاقہ بہن | اخیا نى بہن | اخیا نى بھائی |
|-------------------|----------------|---------------|---------------|----------------|----------------|
| نصف | نصف | سدر | سدر | ثلث | ثلث |
| $\frac{۳}{۲۱}$ | $\frac{۳}{۲۱}$ | $\frac{۱}{۷}$ | $\frac{۱}{۷}$ | $\frac{۲}{۱۴}$ | $\frac{۲}{۱۴}$ |

مسئلہ: ۶، ع: ۷
تباين

| مفقود شوہر (مردہ) | حقیقی بہن | ماں | علاقہ بہن | اخیا نى بہن | اخیا نى بھائی |
|-------------------|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|
| × | نصف | سدر | سدر | ثلث | ثلث |
| × | $\frac{۳}{۳۰}$ | $\frac{۱}{۱۰}$ | $\frac{۱}{۱۰}$ | $\frac{۲}{۲۰}$ | $\frac{۲}{۲۰}$ |
| × | | | | | |

منقح مسئلہ: ۷۰

| حقیقی بہن | ماں | علاقائی بہن | اخینانی بھائی | اخینانی بہن |
|--------------|-----|-------------|---------------|-------------|
| ۲۱ | ۷ | ۷ | ۱۴ | ۱۴ |
| ۹ | ۳ | ۳ | ۶ | ۶ |
| حاصل شدہ حصص | | | | |
| موتوقہ حصص | | | | |

مذکورہ مسئلہ میں مفقود شوہر کو زندہ فرض کرنے کی صورت میں نصف اور ثلث و سدس جمع ہونے کی وجہ سے مسئلہ ۶ سے بنا کر شوہر اور حقیقی بہن کو نصف ۳-۳ ملے، اخینانی بھائی بہن کو ثلث ۲ ملے، اور علاقائی بہن اور ماں کو سدس ۱-۱ ملے، اور ۱ سے عمول ہو کر مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

پھر دوسری مثال میں مفقود شوہر کو مردہ فرض کرنے کی صورت میں نصف اور ثلث و سدس جمع ہونے کی وجہ سے ۶ سے مسئلہ بنا کر ۷ سے عمول ہوا، اور حقیقی بہن کو نصف ۳ اور اخینانی بھائی بہن کو ثلث ۳ اور علاقائی بہن اور ماں کو سدس ۱ ملے، پھر مفقود کے قاعدہ کے مطابق دونوں مسئلوں یعنی ۷ اور ۱۰ میں بتاؤں ہونے کی وجہ سے ۷ کو ۱۰ میں ضرب دیا، حاصل ضرب ۷۰ نکلا، پھر ۷ سے پہلے مسئلہ کے ہر وارث کے سهام میں ضرب دیا، تو نصف پانے والوں کو ۲۱-۲۱ ملے، اخینانی بھائی بہن کو ۱۴ ملے، اور علاقائی بہن اور ماں کو ۷-۷ ملے، پھر ۱۰ کے ذریعہ سے دوسرے مسئلہ کے وارثین کے سهام میں ضرب دیا تو حقیقی بہن کو ۳۰ ملے، اخینانی بھائی بہن کو ۲۰ ملے، اور علاقائی بہن اور ماں کو ۱۰-۱۰ ملے، پھر مفقود کے قاعدہ کے مطابق ہر وارث کو دونوں مسئلوں میں سے کم والا حصہ ملتا ہے، اس لئے حقیقی بہن کو ۳۰ میں سے ۲۱ ملے، ۹ محفوظ رکھے گئے، اور اخینانی بھائی بہن کو ۲۰ میں سے ۱۴ ملے، ۶ محفوظ رکھے گئے، اور علاقائی بہن اور ماں کو ۱۰ میں سے ۷-۷ ملے، اور ۳-۳ محفوظ رکھے گئے، اس طرح ۷۰ میں سے ۴۹ حصے وارثین کو ملے اور ۲۱ حصے محفوظ رکھے گئے، جیسا کہ منقح مسئلہ سے واضح ہوتا ہے۔

اب اگر متعینہ مدت کے اندر مفقود شوہر کی واپسی ہوگئی، تو یہ ۲۱ حصے اُس کے اُسے دے دئے جائیں گے، اور اگر متعینہ مدت کے اندر واپسی نہ ہو سکی، یا مفقود کی موت کا ثبوت مل گیا، تو ۲۱ حصوں میں سے حقیقی بہن کو ۹ حصے اور علاقائی بہن، ماں اور اخینانی بہن بھائی سب کو ۳-۳ حصے

واپس کردئے جائیں گے۔

القسم الرابع:- أن يكون إحدى المسئلتين غير موافق للأخرى، ولا يعدلها ولا يساويها، فاضرب إحدهما في جميع الأخرى، فما بلغ منه تصح المسئلة ثم اضرب سهام كل وارث من إحدى المسئلتين في جميع الأخرى، و اضرب سهامه من المسئلة الثانية في جميع الأولى، ثم ادفع إليه أقل الأمرين.

مثاله: ثلاث أخوات متفرقات، وأم وأخ لأم وزوج مفقود، إن كان الزوج حيًّا، فالمسئلة من ستة، وتعول إلى عشرة وتصح منها (وإن كان الزوج ميتًّا، فالمسئلة من سبعة وتصح منها) وليس إحدى المسئلتين جزءاً من الأخرى، ولا موافقة بينهما، فاضرب إحدهما في الأخرى، فيكون سبعين، فمنهما يصح القسمة، فمن كان له شيء من العشرة مضروب في سبعة، ومن كان له شيء من السبعة مضروب في جميع العشرة، ويعطى ما هو الأقل، فنقول: كان للأم سهم من عشرة مضروب في سبعة، فيكون سبعة وكان لها من السبعة سهم مضروب في عشرة، فيكون عشرة، فيكون سبعة وكان لها من السبعة سهم مضروب في عشرة، فيكون عشرة، فيعطى لها سبعة؛ لأنها أقل نصيبها، ومثله للأخت للأم، ومثله للأخ للأم، ومثله للأخت لأب، وكان للأخت لأب وأم ثلاثة من سبعة مضروبة في عشرة، فيكون ثلاثين، ولها من العشرة ثلاثة مضروبة في سبعة فيكون أحدًا وعشرين، فعلمنا أن أقل نصيبها أحد وعشرون فلها ذلك، وخرج من سبعين تسعة وأربعون، يبقى أحد وعشرون فهو موقوف، فإن رجع المفقود فله ذلك، فإن علم أنه كان ميتًّا قبل ذلك، فيردّ من الموقوف إلى الأخت لأب وأم تسعة، يتم لها ثلاثة أسباع المال، وإلى الأخت لأم تمام السبع ثلاثة، وإلى الأخ لأم مثله، وإلى الأخت لأب مثله، وإلى الأم مثله. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني والثلاثون

فی میراث المفقود ۳۸۲/۲۰-۳۸۳ رقم: ۳۳۴۹۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۳۷/۵/۵

لاپتہ بھائی کا حصہ

سوال (۲۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کا انتقال ہوا، وارثین میں شوہر، ماں اور دو بھائی چھوٹے، جن میں سے ایک بھائی لاپتہ ہے، کیا غائب اور لاپتہ بھائی کو اس عورت کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ اگر ملے گا تو کس طرح؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت واقعہ مرحومہ کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے

مطابق تقسیم کیا جائے گا:

| مستقلہ: ۶ | متماثل | ت |
|-----------|--------|--------------------|
| شوہر | ماں | بھائی (مفقود زندہ) |
| نصف | سرس | عصبہ |
| ۳ | ۱ | ۱ |

| مستقلہ: ۶ | ت |
|-----------|--------------------|
| شوہر | ماں |
| نصف | ثلث |
| ۳ | ۲ |
| | عصبہ |
| | ۱ |
| | بھائی (مفقود مردہ) |
| | ۱ |

| مستقلہ: ۶ | مستقلہ: ۶ |
|------------|-----------|
| شوہر | ماں |
| ۳ | ۱ |
| موقوفہ حصص | بھائی |
| | ۱ |

مذکورہ بالا نقشہ میں مرحومہ کے بھائی کو پہلے زندہ فرض کر کے مسئلہ ۶ سے بنا کر شوہر کو ۳

ماں کو ۱ اور دونوں بھائیوں کو ۱-۱ ملا۔ اور دوسری مرتبہ مردہ فرض کر کے ۶ سے مسئلہ بنا کر شوہر کو ۳ ماں کو ثلث پانے کی وجہ سے ۲ اور باقیہ ۱ بھائی کو عصبہ ہونے کی وجہ سے دیا گیا، پھر مفقود کے قاعدہ کے مطابق چوں کہ موجودہ ہر وارث کو دونوں مسکوں میں سے کم والا حصہ ملتا ہے۔ بریں بنا ماں کو صرف ۱ ملے گا، اور ایک حصہ مفقود بھائی کے آنے تک محفوظ رکھا جائے گا، اور شوہر اور بھائی کو دونوں مسکوں میں برابر پانے کی وجہ سے پورا پورا حصہ ملے گا، اُن کے حصہ سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ مسئلہ کی تفتیح سے معلوم ہوتا ہے۔

پھر متعینہ مدت کے اندر اگر مفقود بھائی کی واپسی نہ ہوئی، یا اُس کی موت کی یقینی خبر معلوم ہوگئی، تو وہ باقیہ ایک حصہ ماں کو ہی واپس کر دیا جائے گا۔

مثالہ:- امرأة لها أخوان، أحدهما مفقود (ف) ماتت هذه المرأة وتركت هذين الأخوين وأماً وزوجاً، يقدر أولاً أن المفقود حيّ ويعمل المسئلة عليه، فنقول: أصلها من ستة: للزوج ثلاثة وللأم سهم، وللأخ الحاضر سهم وللأخ المفقود سهم، ويقدر أيضاً أن المفقود ميت ويعمل المسئلة عليه، فنقول: أصلها من ستة أيضاً: للزوج ثلاثة وللأم سهمان وللأخ الحاضر سهم فالمسئلان تخرجان من أصل واحد، فيكتفي بإحدهما، يعطى كل وارث ما هو المتيقن له، فنقول: نصيب الزوج لا يتغير بحال، وكان له ثلاثة من ستة على كل حال وللأم في حال سهم، وفي حال سهمان واليقين لها بسهم، فيعطى لها ذلك، وللأخ الحاضر سهم على كل حال فيعطى له ذلك، فبقي هناك سهم نوقفه لأجل المفقود، فإن علم حياته يوم الذي مات (هذا الميت) فذلك سهم يعطى له، ويعطى ورثته إن مات بعد ذلك، وإن علم موته قبل موت أخيه يخرج المفقود من البين وجعل كأنه لم يكن قط، ويعطى السهم الموقوف للأم فيصير للأم سهمان. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الفرائض /

الفصل الثاني والثلاثون في ميراث المفقود ۳۷۵/۲۰-۳۷۶ رقم: ۳۳۴۸۶ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

لاپتہ بیٹے کا حصہ کس حساب سے محفوظ رکھا جائے؟

سوال (۲۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کا انتقال ہوا، وارثین میں شوہر، ماں، باپ اور ایک بیٹا موجود چھوڑا ہے، اور ایک بیٹا اُس کا مفقود اور لاپتہ ہے، شریعت و سنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ اُس عورت کے ترکہ میں سے اُس کے مفقود بیٹے کو کچھ ملے گا یا نہیں؟ اور اُس عورت کی میراث سب وارثین میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال مذکورہ عورت کا ترکہ درج ذیل نقشہ

کے مطابق تقسیم کیا جائے گا:

تص: ۲۴

میسئلہ: ۱۲

| تعداد مضروب: ۲ | تداخل | | | |
|-------------------|-------|-----|-----|------|
| بیٹا (مفقود زندہ) | بیٹا | باپ | ماں | شوہر |
| ۵ | ۵ | ۲ | ۲ | ۳ |
| (موقوف) ۵ | ۵ | ۲ | ۲ | ۶ |

مذکورہ بالا نقشہ کے مطابق پہلے مفقود بیٹے کو زندہ فرض کر کے ربح اور سدس جمع ہونے کی وجہ سے ۱۲ سے مسئلہ بنا کر شوہر کو ۳، ماں باپ کو ۲-۲ ملے، پھر باقیہ ۵/۵ بیٹوں پر برابر تقسیم نہیں ہوتا، اور ۵/۵ اور ۲ میں تباہ ہے؛ لہذا عددِ دروس ۲ کو اصل مسئلہ ۱۲ میں ضرب دیا، حاصل ضرب ۲۴ آیا، پھر عددِ مضروب ۲ سے شوہر کے سہام میں ۳ میں ضرب دیا، اُس کو ۶ ملے، اور ماں باپ کے سہام ۲ میں ضرب دیا تو اُن کو ۴-۴ ملے، اور اصل مسئلہ سے باقیہ ۵ کو ضرب دیا تو دونوں بھائیوں کو ۱۰-۱۰ ملے۔

اس کے برخلاف اگر مفقود بیٹے کو مردہ فرض کر کے مسئلہ بنائیں تو ۱۲ سے مسئلہ بنے گا،

شوہر کو ۳، ماں باپ کو ۲-۲، اور موجود بیٹے کو ۵/۵ ملے گا، اور اس میں کسی تصحیح کی ضرورت نہ ہوگی۔ اب چوں کہ ۱۲/۱۲ اور پہلے مسئلہ کے عدد ۲۴/۲۴ میں تداخل ہے، اس لئے حسبِ ضابطہ ۲۴/۲۴ سے مسئلہ بنا کر ہر وارث کو اُس کے سہام دے دئے جائیں گے اور مفقود بیٹے کو مردہ فرض کر کے اُس کے ۵/۵ حصے محفوظ رکھیں گے، جیسا کہ اوپر کے نقشہ سے واضح ہے، اور چوں کہ دوسرا مسئلہ پہلے مسئلہ میں متداخل ہو رہا ہے، اس لئے مسئلہ صورت میں الگ سے نقشہ بنا کر کسی مزید کارروائی کی ضرورت نہیں۔

القسم الثاني: أن يكون إحدى المسئلتين جزءاً من الأخرى فيكتفي بأكثرهما سهمًا، ويجعل لكل وارث أقل من نصيبه وهو اليقين له ويوقف الباقي. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني والثلاثون في ميراث المفقود ۳۷۷/۲۰ رقم: ۳۳۴۹۰ زكريا) امرأة ماتت وترك زوجًا وأبوين وإبنين وأحد الإبنين مفقود، فنقول: لو كان المفقود حيًّا، كان أصل الفريضة من اثني عشر: للزوج ثلاثة وللأبوين أربعة والباقي للإبنين، وذلك خمسة لا يستقيم عليهما، فيضرب عددتهما في أصل المسئلة فيصير أربعة وعشرون، ولو كان المفقود ميتًا كان أصل المسئلة من اثني عشر فيدخل الأقل في الأكثر فيكتفي بالأكثر، فيعطى للزوج ستة وللأبوين ثمانية وللإبن الحاضر خمسة. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني والثلاثون في ميراث المفقود ۳۷۹/۲۰ رقم: ۳۳۴۹۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۳۷/۵/۵



مجنون کے مال کا حکم

مجنون کی زندگی میں اس کی وراثت تقسیم نہ ہوگی

سوال (۲۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک ایسے شخص کی وراثت کے بارے میں جس کی عمر تقریباً ۶۷ سال ہے، کنوارہ ہے، بے اولاد ہے، جو کہ پچھلے تقریباً ۲۸ (اڑتالیس) سال سے مجنون ہے، مجبوط الحواس ہے، ذہنی طور سے کمزور ہے، سبھی تسلیم کرتے ہیں، کافی روحانی علاج کیا گیا، مزاروں پر بھی لے جایا گیا، کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ ۱۹۷۵ء میں بریلی میں دماغی ڈاکٹر کو دکھایا گیا، بجلی کے شاک بھی لگوائے گئے؛ لیکن خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا۔ آج بھی اس کی وہی حالت ہے، ہفتوں کہنے سے بھی نہاتا نہیں ہے، کپڑے نہیں بدلتا ہے، بال نہیں ترشواتا ہے، پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے اندر بڑی شے بھری ہوئی ہیں، اتنی گرمی میں بھی گرم جواہر کٹ پہنے رہتا ہے، ان کے علاوہ بھی اس کی ذہنی کمزوری/خرابی کی بہت سی مثالیں ہیں۔

اس کے تین بھائی اور ایک بہن ہے، سبھی مل کر یا علیحدہ علیحدہ کفالت کرتے ہیں، اچھی طرح سے پیش آتے ہیں، اچھا کھلاتے پلاتے ہیں، چائے اور بیڑی کا بے حد شوقین ہے، جس کے لئے باقاعدگی سے انتظام کرتے ہیں، اور جیب خرچ کے لئے رقم بھی دیتے ہیں۔

تقریباً ۱۸ سال کی عمر سے ہی ذہنی توازن بگڑ گیا تھا، آج بھی کم و بیش وہی حالت ہے اور صحت یابی کی امید نظر نہیں آتی، ضعیف اور کمزور بھی ہو گیا ہے، اس حقیقت سے سبھی وارثان رشتہ دار، جملہ عزیز واقارب و اہل محلہ واقف ہیں۔

وارثان شرافت حسین (مجنون) جو کہ بفضلہ تعالیٰ حیات ہے، کا حصہ:

بھائی بھائی بھائی بہن
لیاقت حسین مبارک حسین نزاکت حسین اشرف جہاں

سوال: کیا حسب بالا حقائق کی روشنی میں شرافت حسین کے وارثان (باہم رضامندی سے) اپنے ورثہ کا تعین کر سکتے ہیں؟ کیوں کہ فی الوقت والدین کی جائیداد کی تقسیم کا مسئلہ بھی درپیش ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں جب تک آپ کا مجنون بھائی باحیات ہے اُس کا حصہ میراث دیگر بھائی بہنوں کے درمیان تقسیم کرنا درست نہیں ہے۔ اور مذکورہ مجنون بھائی کے نفقہ کی ذمہ داری اس کی بھائیوں اور بہن پر حسب استحقاق وراثت واجب ہے، اور جو بھائی اس پر خرچ کر رہے ہیں وہ سب مستحق اجر و ثواب ہیں۔

وتجب أيضاً لكل ذي رحم محرم صغير أو أنثى الخ. (شامی ۳۶۱/۵ زکریا)

والمعتبر فيه أي الرحم المحرم أهلية الإرث لا حقيقة، إذ لا يتحقق إلا

بعد الموت. (الدر المختار مع الشامی ۳۶۵/۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مجنونہ کے مال کی تقسیم کب ہوگی؟

سوال (۲۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میری بیوی شاہجہاں دماغی اعتبار سے بالکل پاگل ہے، کسی بھی قسم کا فیصلہ لینے کے قابل نہیں ہے، شاہجہاں کو اپنے والد کے ترکہ میں سے ایک لاکھ ستر ہزار روپے ملے ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ شاہجہاں کی حیات میں اُس کی رقم اُس کے ورثہ میں تقسیم کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ شاہجہاں کے ورثہ میں شوہر: سردار حسین، ایک لڑکا: افتخار حسین، تین لڑکیاں: فریدہ، ساجدہ، فہمیدہ (اُن میں سے ایک لڑکی کبھی کی لاپتہ ہے اُس کا شوہر ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہیں؛ لیکن یہ لڑکی کبھی کبھی کسی نہ کسی کو مل جاتی

ہے) شریعت کا کیا حکم ہے؟ شاہجہاں کی یہ رقم تقسیم کر دی جائے یا اُس کے انتقال تک محفوظ رکھی جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حسبِ تحریر سوال دماغی مریضہ شاہجہاں کو اپنے والد کے ترکہ

میں سے جو ایک لاکھ ستر ہزار روپے کی رقم ملی ہے، اسے شاہجہاں کی زندگی میں تقسیم کرنا جائز نہیں؛ بلکہ یہ رقم شاہجہاں کی وفات تک محفوظ رکھی جائے گی، اور اُس کی وفات کے وقت اُس کے جتنے شرعی وارثین موجود ہوں گے، اُن کے درمیان اسے حسبِ حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے گا۔ اور شاہجہاں کی لڑکی ساجدہ جولا پتہ ہے، اُس کا حصہ نکال کر رکھا جائے گا؛ تا آنکہ اُس کی زندگی یا موت کا فیصلہ نہ ہو جائے۔

فأما المجنون فإنه يمنع عنه ماله ما دام مجنوناً لأن وضع المال في يد

من لا عقل له إتلاف المال. (بدائع الصنائع / كتاب المحر والحجر والحبس ۱۷۵/۶ زکریا)

المفقود هو غائب لم يدرَ أحي هو فيتوقع، أم ميت (الدر المختار) قوله:

هو غائب: أفاد أن قول الكنز هو غائب لم يدرَ موضعه. معناه: لم تدرَ حياته ولا موته. قال في البحر: فالمدار إنما هو على الجهل بحياته وموته، لا على الجهل بمكانه قلت: الظاهر أن علم المكان يستلزم العلم بالموت والحياة غالباً.

(الدر المختار مع الشامی / كتاب المفقود ۲۹۲/۴ کراچی، ۴۵۶/۶ زکریا، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب

الفرائض / الباب الثاني في المفقود والأسير ۴۵۶/۶)

المفقود وهو الغائب الذي انقطع خبره ولا تدرى حياته ولا موته،

وحكمه ما أشار إليه بقوله: المفقود حي في ماله، حتى لا يرث منه أحد، وميت

في مال غيره، حتى لا يرث من أحد، ويوقف ماله حتى تصح موته. (الشریفیہ

شرح السراجی / فصل في المفقود ۱۳۷، کذا في شرح السراجیة للسید شریف الجرجانی / فصل في

المفقود ۱۹۵ نزار مصطفیٰ مکة المکرمة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۱۱/۲۹ھ



مناسخہ

دوطن کا مناسخہ

سوال (۲۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا اُن کے ورثہ میں تین بیویوں کی اولادیں ہیں، پہلی بیوی زبیدہ جو عبدالعزیز کی زندگی میں انتقال کر گئی تھی، اُس کے لطن سے تین لڑکے: محمد حنیف، محمد ضمیر اور محمد کمال۔ دوسری بیوی اسماء جو عبدالعزیز کی حیات میں انتقال کر گئی تھی، اُس کے لطن سے ایک لڑکی روشن ہے۔ تیسری بیوی منی بیگم ہے جو عبدالعزیز کے انتقال کے وقت موجود تھی، اُن کے لطن سے تین لڑکے محمد رئیس، محمد نبیم اور محمد عتیق اور پانچ لڑکیاں، ارجمند، جہاں آراء، چمن آراء، سبوی بیگم، گلشن بیگم۔

پھر روشن کا بھی انتقال ہو گیا اُن کے ورثہ میں شوہر: محمد حنیف اور چار لڑکیاں: بلقیس، خورشیدہ بیگم، مہتاب جہاں، آصفہ بیگم ہیں۔

ترکہ میں ایک مکان ۷۰ گز کا اور دوسرا ۱۲۰ گز کا ہے، مذکورہ ورثہ میں سے ہر ایک وارث کو کس قدر حصے ملیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد ادائے حقوق ما تقدم و عدم

موانع ارث مرحوم عبدالعزیز کا ترکہ ان کے وارثین میں درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

| | | | | | | | |
|------|--------------|-----|-----|-----------------------|------|-------|----------------------|
| شوہر | محمد حنیف | ۳۵۷ | گزن | $\frac{۱۲۴۹۵}{۱۴۶۸۸}$ | ۵۶۱ | ارگزن | $\frac{۱۲۴۴}{۱۴۶۸۸}$ |
| | بلیقیس | ۲۳۸ | گزن | $\frac{۸۳۳۰}{۱۴۶۸۸}$ | ۱۱۹۰ | گزن | $\frac{۱۲۴۴}{۱۴۶۸۸}$ |
| | خورشیدہ بیگم | ۲۳۸ | گزن | $\frac{۸۳۳۰}{۱۴۶۸۸}$ | ۱۱۹۰ | گزن | $\frac{۱۲۴۴}{۱۴۶۸۸}$ |
| | مہتاب جہاں | ۲۳۸ | گزن | $\frac{۸۳۳۰}{۱۴۶۸۸}$ | ۱۱۹۰ | گزن | $\frac{۱۲۴۴}{۱۴۶۸۸}$ |
| | آصفہ | ۲۳۸ | گزن | $\frac{۸۳۳۰}{۱۴۶۸۸}$ | ۱۱۹۰ | گزن | $\frac{۱۲۴۴}{۱۴۶۸۸}$ |

مرحوم عبدالعزیز کے دونوں مکان ۲۹۳۷۶ حصوں میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو

اس کے نام کے ساتھ درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۷/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوطن کا مناسخہ

سوال (۲۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: حاجی عبدالرزاق مرحوم کی ۵۲ گز آراضی تھی جس میں ۴۳ گز اپنی اہلیہ کے نام کر دی، جس کا کاغذ بھرشتہ ہے، اب سکیئہ کا انتقال ہو گیا، سکیئہ کے تین لڑکیاں حسن بانو، مینا، نفیس جہاں، ایک لڑکا ارشاد حسین اور خود حاجی عبدالرزاق تھے، سکیئہ کے انتقال کے بعد ایک لڑکی نفیس جہاں کا انتقال ہو گیا، اس کے ورثہ میں والد عبدالرزاق ایک بھائی ارشاد ہے، پھر حاجی عبدالرزاق نے دوسری شادی حسینہ سے کی مذکورہ ۴۳ گز آراضی نکال کر ۹ گز میں سے عبدالرزاق نے نصف حصہ حسینہ بیگم کے نام کر دی، اس دوسری بیوی حسینہ سے چار لڑکیاں: نسیم اختر، شمیم اختر، نسیرین اختر، ممتاز اختر ہوئیں، اب حاجی عبدالرزاق کا انتقال ۱۹۹۳ء میں ہوا، دوسری بیوی حیات ہیں اور ان کی اولاد بھی حیات ہیں، مذکورہ صورت حال میں کس وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد ادا اے حقوق ما تقدم و عدم

موانع ارث مرحومہ سکیئہ کی ۴۳ گز آراضی حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی:

مسئلہ: ۴، تص: ۲۰

| میکینہ | | | | |
|---------------|-------|----------|------|-----------|
| شوہر | لڑکا | لڑکی | لڑکی | لڑکی |
| عبدالرزاق | ارشاد | حسن بانو | مینا | نقیس جہاں |
| $\frac{1}{5}$ | ۶ | ۳ (۳) | ۳ | ۳ |

مسئلہ: ۱

| نقیس جہاں میکینہ | | | |
|------------------|-------|-------|-------|
| باپ | بھائی | بہن | بہن |
| $\frac{1}{3}$ | محروم | محروم | محروم |

المبلغ: ۲۰ تباہین ترکہ: ۴۳ رگزر آراضی
الأحیاء

| | | | | |
|------|------------|--------------|------------|-----------|
| ورشہ | عبدالرزاق | ارشاد | حسن بانو | مینا |
| سہام | ۸ | ۶ | ۳ | ۳ |
| ترکہ | ۷۴/۲۰ رگزر | ۱۲۱۸/۲۰ رگزر | ۶۹/۲۰ رگزر | ۹/۲۰ رگزر |

مرحومہ میکینہ کا کل ترکہ ۲۰ سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اس کے نام کے نیچے درج ہے اور عبدالرزاق نے جو ۵۲ میں سے ما بقیہ ۹ رگزر حصے میں سے نصف حصہ دوسری بیوی حسینہ کے نام کر دیا ہے، اُس حصہ کی حسینہ مالک ہے، اور یہ حصہ عبدالرزاق کے ترکہ میں شامل نہ ہوگا؛ البتہ عبدالرزاق کو پہلی بیوی کے ترکہ میں سے جو ۷۴ رگزر ملے ہیں، اور ۹ رگزر میں سے جو نصف حصہ اُس کے پاس تھا وہ کل ملا کر تخمیناً ۲۲ رگزر مملوکہ جائیداد درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی:

مسئلہ: ۸، تص: ۳۲/۶۴ توافق بالصف ترکہ: ۲۲/۱۱ رگزر آراضی

| میکینہ | | | | | | | |
|---------------|------------|---------|------------|------------|--------|--------|--------|
| بیوی | لڑکا | لڑکی | لڑکی | لڑکی | لڑکی | لڑکی | لڑکی |
| حسینہ | ارشاد | حسن | مینا | ۷ | نسیم | شیمیم | نسرین |
| $\frac{1}{8}$ | | | | | | | ممتاز |
| ترکہ | ۲۶/۳۲ رگزر | ۱۴ رگزر | ۱۳/۳۲ رگزر | ۱۳/۳۲ رگزر | ۷ رگزر | ۷ رگزر | ۷ رگزر |

مرحوم عبدالرزاق کی تقریباً ۲۲/۲۳ رگز زمین ۷۲/۷۳ سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا

اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِيَنَّ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حِظِّ

الْأُنثِيِّينَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حِظِّ الْأُنثِيَيْنِ، فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

أحوال الزوج: أن يرث الربع بطريق الفرض، وذلك إذا كان للزوجة فرع وارث بطريق الفرض أو التعصيب حالات الزوجة: الحالة الثانية: أن يكون فرضها الثمن، وذلك إذا كان للزوج فرع وارث منها أو من غيرها. (الموسوعة الفقهية / مادة: إرث / أصحاب الفروض، أحوال الزوج ۳۶/۳ كويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تین بطن کا مناسخہ

سوال (۲۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عبد السمیع کا انتقال ہوا اُس نے ورثہ میں چھ لڑکے: عبد الوصی، عبد المغیث، محمد کنکلی، محمد حنیف، محمد مبین، محمد فرید، اور تین لڑکیاں: بیگم، حسو بیگم، اور سعیدہ بیگم کو چھوڑا۔

پھر اُس کے بعد عبدالوصی کا انتقال ہو گیا، اُس نے ورثہ میں بیوی: شاداں اور مذکورہ بھائی بہنوں کو چھوڑا۔

اُس کے بعد سعیدہ کا انتقال ہوا اُس نے بھی اپنے ورثہ میں مذکورہ بھائی، بہنوں کو چھوڑا اور مرحوم کا کل ترکہ ایک کروڑ بیس لاکھ روپے ہے، ہر ایک کو کتنا کتنا ملے گا؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال مرحوم عبدالوصی کا کل ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۱۵، تصد: ۳۹۰، تصد: ۳۶۸۰

| عبدالوصی | | | | | | | |
|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|
| لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا |
| عبدالوصی | عبدالغیث | محمد شکیل | محمد حنیف | محمد مبین | محمد فرید | بیگم | حسنو بیگم |
| ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۱ | ۱ |
| $\frac{۲}{۶۲۳}$ | $\frac{۲}{۶۲۳}$ | $\frac{۲}{۶۲۳}$ | $\frac{۲}{۶۲۳}$ | $\frac{۲}{۶۲۳}$ | $\frac{۲}{۶۲۳}$ | $\frac{۱}{۳۱۲}$ | $\frac{۱}{۳۱۲}$ |

مسئلہ: ۴، تصد: ۲۶/۵۲، تداخل مف: ۱/۲

| عبدالوصی | | | | | | | |
|-----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|
| بیوی | بھائی | بھائی | بھائی | بھائی | بھائی | بہن | بہن |
| شاداں | مغیث | شکیل | حنیف | مبین | فرید | بیگم | حسنو |
| ۱ | ۶ | ۶ | ۶ | ۶ | ۶ | ۳ | ۳ |
| $\frac{۱}{۱۵۶}$ | $\frac{۶}{۷۲}$ | $\frac{۶}{۷۲}$ | $\frac{۶}{۷۲}$ | $\frac{۶}{۷۲}$ | $\frac{۶}{۷۲}$ | $\frac{۳}{۳۶}$ | $\frac{۳}{۳۶}$ |

مسئلہ: ۱۴، بتاین مف: ۲۹

| سعیدہ | | | | | | |
|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|----------------|
| بھائی | بھائی | بھائی | بھائی | بھائی | بہن | بہن |
| مغیث | شکیل | حنیف | مبین | فرید | بیگم | حسنو |
| ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۲ | ۱ | ۱ |
| $\frac{۲}{۵۸}$ | $\frac{۲}{۵۸}$ | $\frac{۲}{۵۸}$ | $\frac{۲}{۵۸}$ | $\frac{۲}{۵۸}$ | $\frac{۱}{۲۹}$ | $\frac{۱}{۲۹}$ |

| | | |
|-----------------|---------------|----------------------|
| المبلغ: ۳۹/۲۶۸۰ | توافق: ۱۲۰ | ترکہ: ۱۲۰۰۰۰۰/۱۰۰۰۰۰ |
| ورثہ سہام | روپے | ورثہ سہام |
| ۱۹۳۳۳۳۳ ۱۳/۳۹ | ۴۵۴ | ۱۹۳۳۳۳۳ ۱۳/۳۹ |
| شکیل ۴۵۴ | ۱۹۳۳۳۳۳ ۱۳/۳۹ | بیگم ۳۷۷ ۲۶/۳۹ |
| حیف ۴۵۴ | ۱۹۳۳۳۳۳ ۱۳/۳۹ | حسنو ۳۷۷ ۲۶/۳۹ |
| مبین ۴۵۴ | ۱۹۳۳۳۳۳ ۱۳/۳۹ | شادماں ۱۵۶ |
| | | ۴۰۰۰۰ |

مرحوم کا کل ترکہ ۲۶۸۰ سہاموں میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اُس کے نام کے

بچے درج ہے۔

وشروطه ثلاثه: موت مورث حقیقہً أو حکماً. (شامی / کتاب الفرائض

۴۹۱/۱۰ زکریا، وکذا فی مجمع الأنهر / کتاب الفرائض ۴۹۴/۴ کوئٹہ)

يعتبر كونه وارثاً أو غير وارثٍ وقت الموت لا وقت الوصية؛ لأنه

تمليک مضافٍ إلى ما بعد الموت فيعتبر وقت التملیک. (تبیین الحقائق ۳۷۶/۷

زکریا، العناية / باب في صفة الوصية ۴۲۳/۱۰ دار الفکر بیروت)

إذا اجتمع جماعة من العصابة في درجةٍ واحدةٍ يقسم المال عليهم باعتبار

أبدانهم، لكل واحدٍ سهمٌ. (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الفرائض / باب العصابة ۴۵۱/۶، البحر الرائق

/ کتاب الفرائض ۳۸۲/۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شمیم احمد عفا اللہ عنہ

پانچ وطن کا مناسخہ

سوال (۲۷۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: (۱) علی حسین کا انتقال ہو گیا، ورثہ میں بیوی: مشتری بیگم، ایک لڑکا: ممتاز حسین اور تین لڑکیاں: ہاجرہ، صابرہ، فاطمہ کو چھوڑا۔

(۲) پھر مشتری بیگم کا انتقال ہوا، مذکورہ بالا ورثہ کو چھوڑا۔

(۳) پھر فاطمہ کا انتقال ہو گیا، ورثہ میں شوہر مؤمن ایک لڑکا مختار حسین چار لڑکیاں: رابعہ، بو، چندہ، زاہدہ کو چھوڑا۔

(۴) پھر صابرہ کا انتقال ہو گیا، ورثہ میں شوہر: حامد حسین چار لڑکے: حنیف، شریف، رئیس، لیتیق، تین لڑکیاں: انجم، جمال آراء، چمن آراء کو چھوڑا۔

(۵) پھر ہاجرہ کا انتقال ہو گیا، ورثہ میں شوہر حبیب حسین، تین لڑکے: لیتیق، فرید، اور ایک لڑکی گلشن آراء کو چھوڑا، اور ترکہ میں ۸۲ گز مکان چھوڑا، کس وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث

وعدم موانع ارث مرحوم علی حسین کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۸، تصد: ۲۰/۲۴۰/۳۰۸۰

می

| بیوی | لڑکا | لڑکی | لڑکی | لڑکی |
|------|------------------|----------------|----------------|----------------|
| رؤوس | ممتاز | ہاجرہ | صابرہ | فاطمہ |
| سہام | $\frac{1}{5}$ | $\frac{2}{22}$ | $\frac{2}{22}$ | $\frac{2}{22}$ |
| | $\frac{14}{153}$ | | | |
| | ۱۰۷۸ | | | |

مسئلہ: ۵: تماثل

| مشتری می | لڑکا | لڑکی | لڑکی | لڑکی |
|----------|------------------|----------------|----------------|----------------|
| رؤوس | ممتاز | ہاجرہ | صابرہ | فاطمہ |
| سہام | $\frac{2}{22}$ | $\frac{1}{11}$ | $\frac{1}{11}$ | $\frac{1}{11}$ |
| | $\frac{22}{153}$ | | | |

| فاطمہ | | تتماش | | مسئلہ: ۸/۴ | |
|-------|-------|-------|------|------------|------|
| شہر | لڑکا | لڑکی | لڑکی | لڑکا | لڑکی |
| مؤمن | مختار | ربو | ربو | ربو | ربو |
| سہام | سہام | سہام | سہام | سہام | سہام |
| ۱ | ۲ | ۱ | ۱ | ۲ | ۱ |
| ۴ | ۲۲ | ۱۱ | ۱۱ | ۲۲ | ۴ |
| ۱۵۴ | ۱۵۴ | ۷۷ | ۷۷ | ۱۵۴ | ۱۵۴ |

| صابرہ | | توافق ۴ | | مسئلہ: ۴۴/۴ | |
|-------|------|---------|------|-------------|------|
| شہر | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا |
| حامد | حنیف | شریف | رئیس | لئیق | انجم |
| سہام | سہام | سہام | سہام | سہام | سہام |
| ۱ | ۶ | ۶ | ۶ | ۶ | ۳ |
| ۱۱ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۱۲ | ۳ |
| ۴۲ | ۸۴ | ۸۴ | ۸۴ | ۸۴ | ۴۲ |

| باجرہ | | توافق ۴ | | مسئلہ: ۷/۲۸/۴ | |
|-------|------|---------|------|---------------|-----------|
| شہر | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکا | لڑکی |
| حبیب | عظیم | لئیق | فرید | گلشن آراء | گلشن آراء |
| سہام | سہام | سہام | سہام | سہام | سہام |
| ۱ | ۶ | ۶ | ۶ | ۳ | ۳ |
| ۷ | ۱۳۲ | ۱۳۲ | ۱۳۲ | ۶۶ | ۶۶ |

| المبلغ: ۱۵۴۰/۳۰۸۰ | | توافق ۴ | | ترکہ ۴۱/۸۲/۸۲ گز مکان | |
|-------------------|--|---------|--|-----------------------|--|
|-------------------|--|---------|--|-----------------------|--|

| | | | | | |
|-------|------|------|------|--------|------|
| ورثہ | سہام | ترکہ | سہام | ورثہ | سہام |
| ممتاز | ۱۲۳۲ | ۱۲۳۲ | ۱۲۳۲ | رئیس | ۸۴ |
| مؤمن | ۱۵۴ | ۱۵۴ | ۱۵۴ | لئیق | ۸۴ |
| مختار | ۱۵۴ | ۱۵۴ | ۱۵۴ | انجم | ۴۲ |
| | | | | ترکہ | ۳۶۴ |
| | | | | ۲ ارگز | ۱۵۴۰ |
| | | | | ۲ ارگز | ۳۶۴ |
| | | | | ۲ ارگز | ۱۵۴۰ |
| | | | | ۱ ارگز | ۱۸۲ |
| | | | | ۱ ارگز | ۱۵۴۰ |

| | | | | | | |
|--------------|-----|-----------|---|-----|-----|-------|
| ۱۸۲ ۱۵۴۰ | ۴۲ | جمال آراء | ۲ | ۷۷ | ۷۷ | رابعہ |
| ۱۸۲ ۱۵۴۰ | ۴۲ | چمن آراء | ۲ | ۷۷ | ۷۷ | بہو |
| ۱۵۴ ۱۵۴۰ | ۱۵۴ | حبیب احمد | ۲ | ۷۷ | ۷۷ | چندہ |
| ۷۹۲ ۱۵۴۰ | ۱۳۲ | عظیم | ۲ | ۷۷ | ۷۷ | زابدہ |
| ۷۹۲ ۱۵۴۰ | ۱۳۲ | لینق | ۴ | ۱۵۴ | ۱۵۴ | حامد |
| ۷۹۲ ۱۵۴۰ | ۱۳۲ | فرید | ۲ | ۳۶۴ | ۸۴ | حنیف |
| ۱۱۶۶ ۱۵۴۰ | ۶۶ | گلشن آراء | ۲ | ۳۶۴ | ۸۴ | شریف |

مرحوم علی حسین کا کل مال ۳۰۸۰ حصوں میں تقسیم ہو کر اسی کے تناسب سے ترکہ میں سے ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے سامنے ترکہ کے نیچے درج ہے۔

المناسخة أن يموت بعض الورثة قبل القسمة، والأصل فيه أن تصح فريضة الميت الأول، وتصح فريضة الميت الثاني، فإن انقسم نصيب الميت الثاني من فريضة الأول على ورثته، فقد صحت المسئلتان. وإن كان لا يستقيم فإن كان بين سهامه ومسألته موافقةً فاضرب وفق التصحيح الثاني في التصحيح الأول. وإن لم يكن بينهما موافقةً، فاضرب كل الثاني في الأول، فالحاصل مخرج المسئلتين.

وطريق القسمة أن تضرب سهام ورثة الميت الأول في المضروب وسهام ورثة الميت الثاني في كل ما في يده أو في وفقه، فإن مات ثالث فصح المسئلتين الأوليين. (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الفرائض / فصل في المناسخة ۵۹۰/۲ المكتبة الحقانية بشاور، البحر الرائق / كتاب الفرائض ۱۵/۹ زكريا، وكذا في الدر المختار مع الشامي، كتاب الفرائض / فصل في المناسخة ۸۰۱/۶ كراچی، بحواله: تعليقات محموديه ۳۸۱/۲۰ ڈابھیل)

المناسخة: وهي أن يموت الرجل أو المرأة ويترك ورثة، ثم يموت بعض ورثته قبل قسمة التركة ويترك ورثة، ثم يموت بعض ورثة الميت الثاني

قبل القسمة ويترك ورثة، فإن كان ورثة الميت الثاني من كان ورثة الميت الأول ولا تغير في القسمة، تقسم قسمة واحدة؛ لأنه لا فائدة في التكرار.

وكذلك ينظر إلى نصيب الميت الثالث من فريضة الميت الأول والثاني إن كان يستقيم على فريضة لا يحتاج فيه إلى ضرب وتصحيح، وإن كان لا يستقيم نصيب الميت الثاني على فريضة، فإن كان بين فريضته ونصيبه من الميت الأول موافقة، فاضرب وفق فريضته في فريضة الميت الأول، فما اجتمع صحت منه المسألة. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل السادس والعشرون في

المناسحة ۳۰۸/۲۰ رقم: ۳۳۳۲۸-۳۳۳۳۱ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۵ھ/۷/۶

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چودہ بطن کا مناسخہ

سوال (۲۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: (۱) ایک جائیداد کے مالک جناب محمد حیدر صاحب تھے، عرصہ دراز تقریباً ۸۰ سال پہلے ان کا انتقال ہو گیا، انہوں نے اپنی وفات پر مندرجہ ذیل وارث چھوڑے: (۱) والدہ بشیرن (۲) دو بہنیں خوشنودی بیگم، محمودی بیگم، دو بھائی محمد نبی، آل نبی، ایک بیٹی سلطانی بیگم۔

(۲) پھر والدہ بشیرن کا انتقال ہو گیا، انہوں نے اپنے وارث چھوڑے دو لڑکے محمد نبی، آل

نبی، دو لڑکیاں (۱) خوشنودی بیگم (۲) محمودی بیگم۔

(۳) پھر خوشنودی کا انتقال ہو گیا، انہوں نے وارث چھوڑے لڑکا نصیر احمد عرف چچجن۔

(۴) پھر نصیر احمد عرف چچجن کا انتقال ہو گیا، انہوں نے اپنے وارث چھوڑے چھ لڑکے (۱)

محمد اچھن (۲) دلشاد حسین (۳) شمشاد حسین (۴) محمد اسلم (۵) محمد اکرم (۴) محمد شاداب، چار

لڑکیاں (۱) ہاجرہ بیگم (۲) صابرہ بیگم (۳) ثمنینہ بیگم (۴) نعیمہ بی۔

(۵) محمد اچھن کا انتقال ہو گیا، انہوں نے اپنے وارثان میں پانچ لڑکے (۱) محمد انور (۲) محمد عالم عرف گڈو (۳) محمد جمال (۴) محمد ناصر (۵) محمد عادل، دو لڑکیاں رضوانہ بیگم شبانہ بیگم کو چھوڑا۔
(۶) پھر محمودی بیگم کا انتقال ہو گیا، انہوں نے اپنے انتقال پر دو لڑکے (۱) محمد صابر (۲) محمد صدیق۔

(۷) پھر محمد صابرہ کا انتقال ہو گیا، ان کے ورثہ میں چار لڑکے (۱) ذاکر عرف پوپو (۲) جاوید (۳) پرویز (۴) کوثر، ایک لڑکی ثریا۔

(۸) پھر محمد صدیق کا انتقال ہو گیا، ان کے ورثہ میں بیوی مشتری بیگم، تین لڑکے (۱) کمال (۲) عبید (۳) جنید، دو لڑکیاں (۱) انو بیگم (۲) بو بیگم ہیں۔

(۹) محمد نبی کا انتقال ہو گیا، انہوں نے اپنے ورثہ میں دو لڑکے (۱) محمد ذکی (۲) محمد شفیع، تین لڑکیاں نسیم اختر، بے بی، گڈو کو چھوڑا۔

(۱۰) پھر محمد ذکی کا انتقال ہو گیا، ان کے ورثہ میں پانچ لڑکے (۱) محمد سعیم (۲) محمد وسیم (۳) محمد ندیم (۴) محمد فہیم (۵) محمد عظیم اور ایک لڑکی کوثر جہاں ہیں۔

(۱۱) محمد شفیع کا انتقال ہو گیا، انہوں نے اپنے انتقال پر بیوی نمود چھوڑی لا ولد تھے، پانچ بھتیجے ایک بھتیجی (مذکورہ بالا محمد ذکی کی اولادیں) ہیں۔

(۱۲) پھر آل نبی کا انتقال ہو گیا، انہوں نے اپنے ورثہ میں دو لڑکے انور النبی اور نور النبی عرف بندو کو چھوڑا۔

(۱۳) نور النبی کا انتقال ہو گیا، ان کے ورثہ میں ۵ لڑکے (۱) شان عالم (۲) شاہد عالم (۳) عارف عالم (۴) رئیس عالم (۵) جاوید عالم اور آٹھ لڑکیاں (۱) صابرہ (۲) شیمہ پروین (۳) زبیدہ (۴) صائمہ (۵) تاج بی (۶) شگفتہ (۷) عاشی (۸) شہباز ہیں۔

(۱۴) سلطانی بیگم کا انتقال ہو گیا ان کے ورثہ میں چار لڑکے (۱) ابو (۲) شاہ ویز (۳) ناصر (۴) ماہر، ایک لڑکی شنو ہے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ بالا ورثہ میں سے موجود ورثہ کو کتنے کتنے حصے ملیں گے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال و بعد اداۓ حقوق و عدم موانع ارث

مورث اعلیٰ محمد حیدر کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۶، تصد: ۱۸، تصد: ۳۶، تصد: ۵۷۶، تصد: ۱۱۵۲، تصد: ۳۳۵۶،

تصد: ۱۳۸۲۴، تصد: ۹۶۷۶۸، تصد: ۱۰۶۴۴۲۸، تصد: ۵۳۲۲۲۴۰

(۱) محمد حیدر می

| والدہ | بیٹی | بھائی | بھائی | بہن | بہن |
|---------------|-----------------------------|---------------------|---------------------|---------------|---------------|
| بشیرن | سلطانی بیگم | محمد نبی | آل نبی | محمودی بیگم | خوشنودی بیگم |
| $\frac{1}{3}$ | $\frac{3}{9}$ | $\frac{2}{4}$ | $\frac{2}{4}$ | $\frac{1}{4}$ | $\frac{1}{4}$ |
| | $\frac{18}{18}$ | $\frac{2}{4}$ | $\frac{2}{4}$ | | |
| | $\frac{288}{288}$ | $\frac{128}{128}$ | $\frac{128}{128}$ | | |
| | $\frac{576}{576}$ | $\frac{384}{384}$ | $\frac{384}{384}$ | | |
| | $\frac{1224}{1224}$ | $\frac{1536}{1536}$ | $\frac{1536}{1536}$ | | |
| | $\frac{2912}{2912}$ | | | | |
| | $\frac{28384}{28384}$ | | | | |
| | $\frac{532224}{532224}$ | | | | |
| | $\frac{20661120}{20661120}$ | | | | |

(۲) بشیرن می مسئلہ: ۶/۲

| بیٹا محمد نبی | بیٹا آل نبی | بیٹی خوشنودی بیگم | بیٹی محمودی بیگم |
|-------------------------|-------------------------|-------------------|------------------|
| $\frac{2}{4}$ | $\frac{2}{4}$ | $\frac{1}{4}$ | $\frac{1}{4}$ |
| $\frac{32}{32}$ | $\frac{32}{32}$ | | |
| $\frac{64}{64}$ | $\frac{64}{64}$ | | |
| $\frac{192}{192}$ | $\frac{192}{192}$ | | |
| $\frac{468}{468}$ | $\frac{468}{468}$ | | |
| $\frac{5376}{5376}$ | $\frac{5376}{5376}$ | | |
| $\frac{59136}{59136}$ | $\frac{59136}{59136}$ | | |
| $\frac{295680}{295680}$ | $\frac{295680}{295680}$ | | |

(۳) خوشنودی بیگم می مسئلہ: ۱

| |
|---------------------|
| بیٹا نصیر احمد چھمن |
| $\frac{1}{3}$ |

| | | | | | | | | | |
|-----------------------|-----------------------|-----------------------|-----------------------|-----------------------|-----------------------|---------------------|---------------------|---------------------|---------------------|
| لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا |
| محمد اچڻ | دلشاد حسين | ششاد حسين | محمد اسلم | محمد اڪرم | محمد شاداب | هاجره | صابره | شمينه | نعيمه |
| $\frac{۲}{۶}$ | $\frac{۲}{۶}$ | $\frac{۲}{۶}$ | $\frac{۲}{۶}$ | $\frac{۲}{۶}$ | $\frac{۲}{۶}$ | $\frac{۱}{۳}$ | $\frac{۱}{۳}$ | $\frac{۱}{۳}$ | $\frac{۱}{۳}$ |
| $\frac{۱۲}{۱۲}$ | $\frac{۱۲}{۱۲}$ | $\frac{۱۲}{۱۲}$ | $\frac{۱۲}{۱۲}$ | $\frac{۱۲}{۱۲}$ | $\frac{۱۲}{۱۲}$ | $\frac{۱۸}{۱۸}$ | $\frac{۱۸}{۱۸}$ | $\frac{۱۸}{۱۸}$ | $\frac{۱۸}{۱۸}$ |
| $\frac{۱۳۴}{۱۳۴}$ | $\frac{۱۳۴}{۱۳۴}$ | $\frac{۱۳۴}{۱۳۴}$ | $\frac{۱۳۴}{۱۳۴}$ | $\frac{۱۳۴}{۱۳۴}$ | $\frac{۱۳۴}{۱۳۴}$ | $\frac{۷۲}{۷۲}$ | $\frac{۷۲}{۷۲}$ | $\frac{۷۲}{۷۲}$ | $\frac{۷۲}{۷۲}$ |
| $\frac{۱۰۰۸}{۱۰۰۸}$ | $\frac{۱۰۰۸}{۱۰۰۸}$ | $\frac{۱۰۰۸}{۱۰۰۸}$ | $\frac{۱۰۰۸}{۱۰۰۸}$ | $\frac{۱۰۰۸}{۱۰۰۸}$ | $\frac{۱۰۰۸}{۱۰۰۸}$ | $\frac{۵۰۴}{۵۰۴}$ | $\frac{۵۰۴}{۵۰۴}$ | $\frac{۵۰۴}{۵۰۴}$ | $\frac{۵۰۴}{۵۰۴}$ |
| $\frac{۱۱۰۸۸}{۱۱۰۸۸}$ | $\frac{۱۱۰۸۸}{۱۱۰۸۸}$ | $\frac{۱۱۰۸۸}{۱۱۰۸۸}$ | $\frac{۱۱۰۸۸}{۱۱۰۸۸}$ | $\frac{۱۱۰۸۸}{۱۱۰۸۸}$ | $\frac{۱۱۰۸۸}{۱۱۰۸۸}$ | $\frac{۵۵۴۴}{۵۵۴۴}$ | $\frac{۵۵۴۴}{۵۵۴۴}$ | $\frac{۵۵۴۴}{۵۵۴۴}$ | $\frac{۵۵۴۴}{۵۵۴۴}$ |
| ۵۵۴۴۰ | ۵۵۴۴۰ | ۵۵۴۴۰ | ۵۵۴۴۰ | ۵۵۴۴۰ | ۵۵۴۴۰ | ۲۷۷۲۰ | ۲۷۷۲۰ | ۲۷۷۲۰ | ۲۷۷۲۰ |

| | | | | | | |
|---------------------|---------------------|---------------------|---------------------|---------------------|-------------------|-------------------|
| لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا |
| محمد انور | محمد عالم | محمد جمال | محمد ناصر | محمد عادل | رضوانه بيگم | شاهانه بيگم |
| $\frac{۲}{۶}$ | $\frac{۲}{۶}$ | $\frac{۲}{۶}$ | $\frac{۲}{۶}$ | $\frac{۲}{۶}$ | $\frac{۱}{۳}$ | $\frac{۱}{۳}$ |
| $\frac{۲۴}{۲۴}$ | $\frac{۲۴}{۲۴}$ | $\frac{۲۴}{۲۴}$ | $\frac{۲۴}{۲۴}$ | $\frac{۲۴}{۲۴}$ | $\frac{۱۲}{۱۲}$ | $\frac{۱۲}{۱۲}$ |
| $\frac{۱۶۸}{۱۶۸}$ | $\frac{۱۶۸}{۱۶۸}$ | $\frac{۱۶۸}{۱۶۸}$ | $\frac{۱۶۸}{۱۶۸}$ | $\frac{۱۶۸}{۱۶۸}$ | $\frac{۸۴}{۸۴}$ | $\frac{۸۴}{۸۴}$ |
| $\frac{۱۸۴۸}{۱۸۴۸}$ | $\frac{۱۸۴۸}{۱۸۴۸}$ | $\frac{۱۸۴۸}{۱۸۴۸}$ | $\frac{۱۸۴۸}{۱۸۴۸}$ | $\frac{۱۸۴۸}{۱۸۴۸}$ | $\frac{۹۲۴}{۹۲۴}$ | $\frac{۹۲۴}{۹۲۴}$ |
| ۹۲۴۰ | ۹۲۴۰ | ۹۲۴۰ | ۹۲۴۰ | ۹۲۴۰ | ۳۶۲۰ | ۳۶۲۰ |

$$\frac{\frac{۱}{۴۸}}{\frac{۱۳۴}{۱۳۴}}$$

$$\frac{\frac{۱}{۴۸}}{\frac{۱۳۴}{۱۳۴}}$$

| | | | | |
|---------------|---------------|---------------|---------------|---------------|
| لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا | لڙڪا |
| محمد ذڪر | محمد جاويد | محمد پرويز | محمد کوثر | ثريا |
| $\frac{۲}{۲}$ | $\frac{۲}{۲}$ | $\frac{۲}{۲}$ | $\frac{۲}{۲}$ | $\frac{۱}{۱}$ |

۶ ۶ ۶ ۶ ۶ ۸۰ ۸۰ ۸۰ ۹۰
 ۴۲۲۴ ۴۲۲۴ ۴۲۲۴ ۴۲۲۴ ۴۲۲۴ ۵۶۳۲۰۵۶۳۲۰ ۵۶۳۲۰ ۶۳۳۶۰

۴۴۳۵۲۰/۸۸۷۰۴۰

تداخل

مسئله: ۱/۲

(۱۲) آل نبی می

لڑکا
 انورالنبی
 ۱
 ۴۴۳۵۲۰

لڑکا
 انورالنبی
 ۱
 ۴۴۳۵۲۰

۳۰۸۰/۴۴۳۵۲۰

تداخل

مسئله: ۱/۱۴۴/۸

(۱۳) نورالنبی می

بیوی لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا
 شاجہاں شان عالم شاہ عالم عارف رئیس جاوید سارہ شیمہ زبیدہ صائمہ تاج بی شگفتہ شہناز عاشی

۱۸ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴ ۱۴
 ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰ ۲۱۵۶۰

۲۹۵۶۸۰/۲۶۶۱۱۲۰

تداخل

مسئله: ۱/۹

(۱۴) سلطانی می

لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا لڑکا
 بیو شاہ ویز ناصر ماہر شنو
 ۲ ۲ ۲ ۲ ۲
 ۵۹۱۳۶۰ ۵۹۱۳۶۰ ۵۹۱۳۶۰ ۵۹۱۳۶۰ ۵۹۱۳۶۰

۵۳۲۲۲۲۰

المبلغ

الأحیاء

۱۸۳۰۴۰ گڈو ۵۵۴۴۰ دلشاد حسین
 ۵۰۳۰۴ محمد سعیم ۵۵۴۴۰ شمشاد حسین
 ۵۰۳۰۴ محمد وسیم ۵۵۴۴۰ محمد اسلم

| | | | |
|--------|-------------|-------|-------------|
| ۵۰۳۰۴ | محمد نذیم | ۵۵۴۴۰ | محمد اکرم |
| ۵۰۳۰۴ | محمد فہیم | ۵۵۴۴۰ | محمد شاداب |
| ۵۰۳۰۴ | محمد عظیم | ۲۷۷۲۰ | ہاجرہ |
| ۲۳۰۴۰ | نور جہاں | ۲۷۷۲۰ | صابرہ |
| ۶۳۳۶۰ | نمو | ۲۷۷۲۰ | شمینہ |
| ۴۴۳۵۲۰ | انوار النبی | ۲۷۷۲۰ | نعیمہ |
| ۵۵۴۴۰ | شاہ جہاں | ۹۲۴۰ | محمد عالم |
| ۴۳۱۲۰ | شاہ عالم | ۹۲۴۰ | محمد جمال |
| ۴۳۱۲۰ | محمد شاہد | ۹۲۴۰ | محمد ناصر |
| ۴۳۱۲۰ | محمد عارف | ۹۲۴۰ | محمد انور |
| ۴۳۱۲۰ | رئیس احمد | ۹۲۴۰ | محمد عادل |
| ۴۳۱۲۰ | محمد جاوید | ۴۶۲۰ | رضوانہ بیگم |
| ۲۱۵۶۰ | سارہ | ۴۶۲۰ | شاہانہ بیگم |
| ۲۱۵۶۰ | شیمیا | ۴۹۲۸۰ | محمد ذاکر |
| ۲۱۵۶۰ | زبیدہ | ۴۹۲۸۰ | محمد جاوید |
| ۲۱۵۶۰ | صائمہ | ۴۹۲۸۰ | محمد پرویز |
| ۲۱۵۶۰ | تاج بی | ۴۹۲۸۰ | محمد کوثر |
| ۲۱۵۶۰ | شگفتہ | ۲۴۶۴۰ | ثریا |
| ۲۱۵۶۰ | شہناز | ۲۷۷۲۰ | مشتری |
| ۲۱۵۶۰ | عاشی | ۴۸۵۱۰ | محمد کامل |
| ۵۹۱۳۶۰ | بیو | ۴۸۵۱۰ | محمد عبید |

| | | | |
|--------|-----------|--------|-----------|
| ۵۹۱۳۶۰ | شاہ ویز | ۴۸۵۱۰ | محمد جنید |
| ۵۹۱۳۶۰ | محمد ناصر | ۲۴۲۵۵ | انو |
| ۵۹۱۳۶۰ | محمد ماہر | ۲۴۲۵۵ | بٹو |
| ۲۹۵۶۸۰ | شنو | ۱۸۳۰۴۰ | نسیم اختر |
| | | ۱۸۳۰۴۰ | بے بی |

کل ترکہ: ۵۳۲۲۲۴۰/۵۳۲۲۲۴۰/۵۳۲۲۲۴۰ میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنے اتنے سہام ملیں گے جو اُس کے نام کے سامنے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۸/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



متفرقات

مشترکہ موروثی باغ کی نگرانی پر خرچ کی گئی رقم سب وارثین سے وصول کرنا

سوال (۲۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد ۲ مارچ ۱۹۸۸ء کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے، میرے تین بھائی اور تین بہنیں ہیں، اُن تین میں سے ایک بہن کا انتقال ہو چکا ہے، اُن کی اولاد ہے، والد صاحب کے انتقال کے تین روز بعد سب بھائی بہنوں نے طے کیا کہ چونکہ میرے سوا سب بھائی بہن دوسری جگہوں پر رہائش پذیر ہیں، اس لئے میں والد صاحب مرحوم کے چھوڑے ہوئے باغ کی نگرانی انتظام اور دیکھ بھال کروں اور حسب وصیت والد کل آمدنی والدہ صاحبہ کو دوں اور اخراجات کا مکمل حساب رکھوں، چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا، والدہ مرحومہ کے انتقال کے بعد تقسیم باغ کا مسئلہ پیش آیا، دو بھائیوں نے اپنے حصے کی رقم لے لی، جب کہ تیسرے بھائی نے رقم لینے سے انکار کر دیا اور زیادہ رقم کا مطالبہ کیا جو کہ سراسر غلط تھا، اب شریعت کی رو سے اس تیسرے کا کیا جواب ہو، اور اس صورت حال میں کیا مجھے باغ پر خرچ کی گئی رقم تمام حصہ داروں سے وصول کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں تیسرے بھائی کا بھی مذکورہ باغ میں شرعی حصہ ہے، اگر وہ اُس کے بدلے قیمت نہ لینا چاہے تو اُسے مجبور نہیں کیا جائے گا، اور جتنا حصہ اُس کا بنتا ہے اُس کے قبضہ میں دینا ضروری ہوگا، اور آپ نے باغ پر اب تک جو رقم خرچ کی ہے، تو اُس کی آمدنی میں سب بھائی بہنوں کا حق تھا، اور اُن کے حصہ سے آپ کو باغ کا خرچ نکالنا

چاہئے تھا، اگر وہ خرچ نہ نکالا ہو اور صرف آپ کے ذمہ میں پڑ گیا ہو، تو سب شرکاء سے حساب منہی کر کے اپنا حق آپ وصول کر سکتے ہیں۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُؤْصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الأنثيين﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا!! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۱۱۸/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/۴ رقم: ۵۴۹۲ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۲۳/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایکسیڈنٹ میں زخمی اور مہلویکین کے لئے بیمہ کمپنی سے رقم لینا

سوال (۲۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک گاڑی میں چند افراد سوار تھے، گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا بعض لوگ ہلاک ہو گئے اور بعض زخمی، قانونی مجبوریوں کی وجہ سے گاڑی کا بیمہ کرایا گیا تھا، تو زخمیوں اور مہلویکین کے ورثہ کے لئے بیمہ کی رقم حاصل کرنا اور استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور اگر حاصل کر لی ہو تو اس کا مصرف کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں حادثہ میں ہلاک ہونے والوں کو

بیمہ کمپنی کی طرف سے جو رقم ملتی ہے وہ ان کے ورثہ کے لئے لینا جائز ہے، یہ حکومت کی طرف سے تعاون کی ایک شکل ہے اور دیت کے مشابہ ہے، اس رقم کو ورثہ کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم

کیا جائے گا۔ (مستفاد: انوار رحمت ۳۵۱-۳۵۲، حاشیہ: فتاویٰ رحیمیہ ۵۲۴/۱۰)

المستفاد: عن الحكم عن علي رضي الله عنه في فارسين اصطدما فمات أحدهما أنه يضمن الحي للميت. (المصنف لابن أبي شيبة ۲۳۲/۹ رقم: ۷۶۸۲) فقط والله تعالى أعلم
 كتبه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۲/۱۴۲۸ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی کے علاج میں خرچ کیا ہوا پیسہ اُس کے ترکہ سے وصول کرنا

سوال (۲۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کے ایکسٹینٹ کے بعد علاج کا خرچہ جو بڑے بھائی نے اپنے پاس سے کیا ہے، اس کی ادائیگی زید کے ترکہ سے ہوگی یا فیرضہ بھائی ادا کریں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بڑے بھائی نے زید کے علاج پر جو رقم خرچ کی ہے وہ

بطور قرض تھی یا بطور امداد؟ اس کی تحقیق انہی سے کی جائے، اگر وہ بطور قرض تھی تو اُسے ترکہ میں سے وصول کیا جائے گا، اور اگر بطور تعاون تھی تو اُسے ترکہ سے وصول نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ اُس حسن سلوک کا ثواب آخرت میں ملے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

عن سمرة بن جندب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

إذا كان الهبة لذي رحم محرم لم يرجع فيها. (المستدرک للحاکم / کتاب البیوع ۶۱۱/۲

رقم: ۲۳۲۴، السنن الکبریٰ للبیہقی / باب المکافاة فی الهبة ۱۸۱/۹ رقم: ۱۲۲۵۷)

عن أبي أمامة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن

الصدقة على ذي قرابة يُضعف أجرها مرتين. (رواه الطبراني في الكبير، كذا في الترغيب

والترهيب مكمل ص: ۲۱۱ رقم: ۱۳۴۴ بیت الأفكار الدولية)

ولا يرجع في الهبة من المحارم بالقرابة كالأبناء، والأمهات

وكذلك الإخوة والأخوات والإخوة والأخوات من الرضاع. (الفتاوى

التاتارخانية، كتاب الهبة / الفصل الخامس في الرجوع في الهبة ۴۹۱/۴ رقم: ۲۱۶۷۱ زكريا)
 تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه ثم
 تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم
 يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة والإجماع. (السراجي في الميراث ص: ۳-۴،
 كذا في الدر المختار / كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ كراچی، الفتاوى الهندية / أول كتاب الفرائض ۴۴۷/۶ زكريا)
 ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد. (الدر المختار / كتاب الفرائض
 ۷۶۰/۶ كراچی)

أو لأنه تبرع بأدائه، والتبرع لا يرجع. (الهداية ۱۱۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۶/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قسطوں پر خریدی گئی گاڑی کی ما بقیہ قسطیں ترکہ سے ادا کی جائیں گی

سوال (۲۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک کار، ایک موٹر سائیکل جس میں موٹر سائیکل پر کچھ قسطیں باقی ہیں، مرحوم زید کا کاروبار
 ڈش کنکشن کا ہے، جو موجودہ حالات میں چالو ہے، اُس کی آمدنی و کنکشن کیسے ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کار اور موٹر سائیکل ترکہ میں شامل ہیں اور جو قسطیں ادا

ہونے سے رہ گئی ہیں، انہیں ترکہ کی رقم سے ادا کیا جائے گا؛ البتہ ڈش کنکشن کے بارے میں مشورہ
 یہ ہے کہ؛ چونکہ یہ کاروبار زیادہ تر فواہش ومنکرات پر مبنی ہوتا ہے، اس لئے سب گھروالوں کو مل کر
 اس گناہ کے کام کو بند کر دینا چاہئے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من يأخذ عني هؤلاء الكلمات فيعمل بهن أو يعلم من يعمل بهن، فقال أبو هريرة:

قلت: أنا يا رسول الله! فأخذ بيدي، فعد خمسًا: وقال: اتق المحارم تكن أعبد الناس الخ. (سنن الترمذي / أول أبواب الزهد ٥٦٢/٢ رقم: ٢٣٠٥ المكبة الأشرافية ديوبند)

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه ثم تقضى ديونہ من جميع ما بقي من ماله. (السراجي في الميراث ص: ٣-٤، كذا في الدر المختار / كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ كراچی، الفتاوى الهندية / أول كتاب الفرائض ٤٤٧/٦ زكريا)

إن أعيان الأموال يجري فيها الإرث. (الفتاوى التاتارخانية ٢٠/٢١٣، رقم: ٢٣٠٧٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۶/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ترکہ تقسیم نہ کرنے سے میت کی روح کو عذاب پہنچے گا؟

سوال (۲۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا انتقال سال ۲۰۰۵ء میں ہو چکا ہے، وارثین میں پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں، سال ۲۰۰۵ء سے ابھی تک ترکہ تقسیم نہیں ہوا ہے، ساری وراثت بڑے بیٹے کے پاس بھائی بہنوں کی رضامندی سے ہے۔ راقم السطور یہ جاننا چاہتا ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں انتقال کے بعد ترکہ کی تقسیم ضروری ہے یا نہیں؟ جو بھی صورتیں مسنون ومستحب ہوں مدلل ومفصل تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، نیز یہ بھی تحریر فرمادیں کہ مذکورہ بالا صورت میں آزر وئے شرع زید کے انتقال کر جانے کے بعد اُس کی روح کو ترکہ کی عدم تقسیم کی صورت میں کوئی تکلیف تو نہ ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مورث کے انتقال کے بعد متروکہ جائیداد دراصل وارثین شرعی کا حق ہے؛ لہذا اگر جملہ وارثین آپسی اتفاق سے کسی بنا پر تقسیم ترکہ میں تاخیر کریں تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور مرحوم باپ سے اس سلسلہ میں کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا؛ البتہ اگر

تقسیم سے پہلے ترکہ کے مال میں کاروبار وغیرہ کی وجہ سے اضافہ ہوا ہے، تو سب ورثہ حسب حصص شرعیہ اُس میں شریک اور نفع کے مستحق ہوں گے۔

کل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المحلة لسليمان رستم باز، كتاب الشركة /

الباب الثالث في أحكام الأملاك ٦٥٤/١ رقم المادة: ١١٩٢)

المالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (تفسير البيضاوي ٧)

قال مشائخ بلخ: الإرث يثبت بعد موت المورث. (البحر الرائق / كتاب

النواقض ٣٦٤/٩ دار الكتب العلمية بيروت، ٤٨٨/٨ كراچی)

لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو

اختلفوا في العمل والرأي. (شامی ٥٠٢/٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۳

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترکہ متروکہ املاک میں مرمت سازی کرنا

سوال (۲۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بعض اوقات ایک شخص ایسے مکان میں رہائش اختیار کرتا ہے جس کے متعلق تمام ورثہ کو

معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان میت کا ترکہ ہے، پھر مذکورہ شخص اپنی سہولت کے واسطے اس مکان میں

کچھ تعمیر کرتا ہے، ورثہ کو اس کا علم ہوتا ہے، مگر کوئی اس کو منع نہیں کرتا، تو ایسی صورت میں تمام ورثہ

کے عدم منع و سکوت کو ان کی رضا مندی قرار دیتے ہوئے مشترکہ املاک میں مرمت کی اجازت

سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور ہر دو صورت تصرف کنندہ وارث کو دیگر ورثہ سے صرف بقدر حصہ میراث

وصول کرنے کا حق ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وارث نے مشترکہ مکان میں رہائش اختیار کی اور

مرحوم کی بیوی کا عدت گزارنا بھی دشوار ہو گیا تھا، کسی طرح عدت گزارنے کی اجازت ملی، اب روزانہ بچوں سمیت ماں کو یعنی عظیم مرحوم کی بیوی بچوں کو گھر سے نکالنے کی بات ہوتی ہے۔

نوٹ:- اگر واقعی دادا کے مال میں بچوں کے حق یا سسر کے مال میں بہو کا حق نہیں ہے، تو مرحوم کی بیوی ونچے کہاں جائیں گے؟ اُن سب کا کفیل کون ہوگا، یہ مسئلہ بھی مفصل تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ بات صحیح ہے کہ مسئلہ صورت میں محمد حفیظ (دادا) کے مال میں اُس کے وفات شدہ بیٹے محمد عظیم کی اولاد اور بیوی کا وراثت کے طور پر کوئی حق نہیں بنتا، اب بیوی عدت گزارنے کے بعد اپنے میکے چلی جائے گی اور اُس کی ذمہ داری اُس کے ماں باپ یا بھائیوں پر ہوگی، مگر محمد عظیم کے بچوں کے خرچ و اخراجات کی ذمہ داری اُن کے دادا محمد حفیظ پر ہے؛ لہذا محمد حفیظ کا یہ دعویٰ کہ میرے مال میں بچوں کا کوئی حق نہیں ہے، وراثت کی حد تک درست ہے؛ لیکن بچوں کی پرورش کے متعلق وہ اپنی ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتے، اُن پر لازم ہے کہ اگر پوتے ضرورت مند ہوں تو ان کی کفالت کریں۔

يشترط لثبوت الحق في الميراث ثلاثة شروط وهي موت المورث وحياء

الوارث . (الفقه الإسلامي وادلتہ ۲۰۲/۸)

الأقرب فالأقرب ير جحون بقرب الدرجة أعني أولهم بالميراث جزء الميث، أي البنون ثم بنوهم - إلى قوله - فالأقرب فيهم يحجب الأبعد حجب حرمان . (السراجی في الميراث ص: ۲۲-۲۷، رسالة القول السديد في تحقيق ميراث الحفيد، جواهر الفقه ۴۷۳/۲-۴۸۸)

فإن مات الأب فنفقة الصغير على الجد؛ لأنه قائم مقام الأب. (الفتاوى

التاتارخانية ۴۳۱/۵ رقم: ۸۳۸۲ زكريا)

من تجب عليه نفقة الأولاد - إلى قوله - أما إذا لم يكن الأب موجوداً أو

كان فقيراً عاجزاً عن الكسب فتجب على الجد وحده إذا كان مؤسراً. (الفقه

الإسلامي وأدلته ۷/۷۷۸، وكذا في الفتاوى الهندية ۱/۶۰۹) فقط والله تعالى أعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۶/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پچازاد بھائی کا بہن کے حصہ کا مطالبہ کرنا

سوال (۲۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: قمر جہاں کا حصہ اسے وقف علی الاولاد میں سے مل رہا ہے، ابھی قمر جہاں حیات ہے، اُس کی حیات میں ہی اُس کا ایک پچازاد بھائی قمر جہاں کے حصہ کا مطالبہ کرتا ہے، تو کیا شرعاً اُس کا مطالبہ درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وقف نامہ کی شرط کے اعتبار سے مستحق وقف قمر جہاں

کی موجودگی میں اُس کے حصہ کا اُس کے پچازاد بھائی کی طرف سے اپنے لئے لینے کا مطالبہ شرعاً درست نہیں ہے؛ بلکہ وقف نامہ کی شرائط کی پابندی ضروری ہے۔

شرط الواقف کنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدر المختار، کتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف کنص الشارع، و مطلب: بیان مفهوم المخالفة)

۴/۴۳۳-۴۳۴ کراچی، ۶/۶/۶۴۹۱۶ زکریا، وکذا في الأشباه والنظائر، کتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد:

۱۰/۶/۱۰ إدارة القرآن کراچی، تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱/۲۶۱۱ المکتبة المیمیة مصر فقط والله تعالیٰ أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۰/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہن کے اپنا حصہ بھائی کے نام رجسٹری کر دینے پر بہنوئی کا

ناراض ہونا

سوال (۲۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شمشاد کی دو اولاد ہیں: زید اور زینب، اور دونوں کی شادی بھی ہو چکی ہے، اُس کے بعد والد محترم شمشاد کا انتقال ہو چکا، اب ظاہر بات ہے کہ باپ کی وراثت دونوں کو ملنی چاہئے، تو اس درمیان ایک روز زینب نے بھائی کے گھر اپنے شوہر کے غائبانہ میں آ کر اپنا حصہ بھائی زید کے نام سے رجسٹری کر دیا، کوٹ کچھری میں جا کر اس درمیان جب زینب کے گھر والے کو یہ بات معلوم ہوئی تو زینب کو تنگ کرنے لگا، یعنی اُن کے شوہر اور جب زینب نے خوشی سے اپنے بھائی زید کو زمین رجسٹری کر دی تھی، تو اُس وقت میں زید نے زینب سے یہ شرط لگا دی تھی کہ ہر موسم میں کھیتی کا آدھا حصہ یا پاؤ حصہ تمہارے گھر پہنچا دیا کروں گا اور پہنچایا بھی ہے، مگر دراصل بات یہ ہے کہ زینب کے لئے اپنے بھائی زید کے لئے اپنا حصہ اپنے شوہر کے غائبانہ میں رجسٹری کر دینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ مگر اُس کا شوہر زینب کو تنگ کرتا ہے، تو کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زینب کا اپنی ذاتی ملکیت کو اپنے بھائی زید کے نام رجسٹری کرنا شرعاً درست ہے، شوہر کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔

لأن تصرف الإنسان في مال غيره لا يجوز إلا بإذن أو ولاية. (الجوهرية النيرة

/ كتاب الشفعة ۲۸۵/۱ المكتبة الشاملة)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة /

الباب الثالث في أحكام الأملاك ۶۵۴/۱ رقم المادة: ۱۱۹۲)

لأن الملك ما من من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (شامي،

كتاب البيوع / مطلب في تعريف المال والملك ۵۰۲/۴ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۷/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جو وارث اپنا حصہ لینے سے انکار کر دے، اُس حصہ کا کیا کریں؟

سوال (۲۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مرنے والی اپنے پیچھے دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑ گئی ہے، جس میں مرنے والی کی ایک لڑکے سے ناراضگی ہے، وہ اپنے حصہ کا سامان لینا نہیں چاہتا ہے، اُس سامان کا کیا کیا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: محض اُس کے یہ کہنے سے کہ میں نہیں لوں گا، اُس کا حق وراثت ساقط نہیں ہوتا ہے، جب تک کہ وہ کسی کے حق میں ہیبت کی صراحت نہ کر دے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۶۰) اِس لئے مال تقسیم کر کے اُس کا حصہ اُس کے گھر پہنچادیں۔

وأما حجب الحرمان فنقول: ستة لا يحجبون أصلاً، الأب والابن والزوج والأم والبنت والزوجة ومن عدا هؤلاء، فالأقرب يحجب الأبعد كالابن يحجب أولاد الابن والأخ لأبوين يحجب الإخوة. (الفتاوى الهندية، كتاب الفرائض / الباب الرابع في الحجب ۵۲/۶ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۵/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا علاج و معالجہ کی کفالت کرنے والا مرحوم کے تمام ترکہ کا وارث ہوگا؟

سوال (۲۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک باپ کے چھ بھائی اور دو بہن ہیں، جس میں دو بھائی شروع سے ایک ساتھ رہتے اور ایک ساتھ کاروبار کرتے تھے، اُن میں سے ایک بھائی کے اولاد نہیں ہوئی، تو اُنہوں نے اپنے بھائی کی اولاد پالی اور اُن دو بھائیوں نے ایک ساتھ مل کر ایک مکان خریدا، اُس کے بعد ایک بھائی کا انتقال ہو گیا، اُن کی بیماری میں اُس بھائی نے کافی روپیہ خرچ کیا، اور اب اُن کی بیوی بھی اُن کے ساتھ رہتی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میرے شوہر جب زندہ تھے، تو وہ کہتے تھے کہ اس مکان پر میرے ایک بھائی کا حق ہے، جن کے ساتھ ہمارا کاروبار اور کھانا پینا ایک ساتھ ہے، باقی ۴ بھائی دو بہن کا کتنا حق بنتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس بھائی کا انتقال ہوا ہے، اُس کے حصہ میں صرف ایک شریک بھائی ہی کا حق نہیں؛ بلکہ تمام بہنیں اور بیوی حسبِ حصص شرعیہ ترکہ کے مستحق ہیں، اور بیماری کے زمانہ میں بھائی نے جو اُس پر خرچ کیا ہے وہ محض تبرع اور احسان ہے، اس خرچ کرنے کی وجہ سے وہ مرحوم بھائی کے کل ترکہ کا مالک نہیں ہو سکتا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۳۲۶/۲ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الْأُنثِيِّ﴾ (النساء: ۱۷۶، شریفیہ ۴۸)

من وھب لأصوله وفروعه أو لأخيه أو أخته شيئاً فلیس له الرجوع.

(شرح المحلہ، کتاب الہبۃ / الباب الثالث ۴۷۶/۱ رقم: ۸۶۶)

الرجوع فی الہبۃ مکروہ فی الأحوال کلھا یجب أن یعلم بأن الہبۃ أنواع ہبۃ لذی رحم محرم وھبۃ لأجنبی لیس له حق الرجوع بعد التسلیم فی ذی الرحم المحرم. (الفتاویٰ الہندیۃ / الباب الخامس فی الرجوع فی الہبۃ ۳۸۵/۴ زکریا،

کذا فی الدر المختار، کتاب الہبۃ / باب الرجوع فی الہبۃ ۵۱۲/۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۲/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



تشکر و امتنان اور عاجزانہ گزارش

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، أما بعد !

○ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اُس نے محض اپنے فضل و کرم سے دینی مسائل و معلومات پر مشتمل اس ”منتخب مجموعہ“ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ، وَ لَكَ الشُّكْرُ كُلُّهُ، بِبِدِكَ الْخَيْرُ كُلُّهُ، وَ اِلَيْكَ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ. اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَ لَكَ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ، لَا نُحْصِيْ فَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَنْتَ عَلَيَّ عَلِيٌّ نَفْسِيْكَ.

○ ”کتاب النوازل“ کی پہلی دو جلدیں ماہ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ میں شائع ہوئی تھیں، اس کے بعد وقفہ وقفہ سے اگلی جلدیں شائع ہو کر اہل علم و آرباب افتاء کی نظروں سے گذرتی رہیں، احقر اپنی سستی و تساہلی اور کم ہمتی کی بنا پر یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی آسانی اور اتنی کم مدت میں یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا؛ لیکن قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی، اور اسی کی خاص توفیق سے یہ ”علمی ذخیرہ“ مکمل ہو کر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

○ اس کتاب کی تیاری میں ویسے تو بہت سے لوگوں کا جزوی تعاون شامل رہا (جن میں ۱۴۳۵ھ- تا- ۱۴۳۷ھ کے درمیان مدرسہ شاہی کے شعبہ تکمیل افتاء سے وابستہ احباب بھی شامل ہیں) لیکن سب سے زیادہ عرق ریزی کی سعادت فاضل نوجوان، عالم صالح جناب مولوی مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی سلمہ اللہ تعالیٰ و زادہ اللہ علماً و فضلاً کو میسر آئی، جنہوں نے تحقیق و مراجعت وغیرہ کا کام نہایت خوش اُسلوبی سے انجام دیا، اللہ تعالیٰ موصوف کو دارین میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں، آمین۔

○ اسی طرح کمپیوٹر کتابت اور ترتیب و تہذیب میں عزیزم مولوی محمد اسجد صاحب قاسمی مظفرنگری سلمہ اللہ تعالیٰ نے دن و رات اُنٹھک محنت کی، اور انتہائی دلچسپی کا ثبوت دیا، جس پر وہ نہایت شکر یہ کے مستحق ہیں، فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

○ کتاب کی طباعت و اشاعت میں ”فرید بک ڈپو دہلی“ کے مالک جناب الحاج محمد ناصر خان صاحب زید کر مہ کا تعاون بھی ناقابل فراموش ہے، انہوں نے بڑی لاگت لگا کر کتاب کو بہت اعلیٰ

معیار پر شائع کیا اور بہت فراخ دلی سے اپنا ذاتی کام سمجھ کر کتاب کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کی۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ احقر جیسے شخص کے لئے طباعت پر اتنا خطیر سرمایہ لگانا نہایت مشکل تھا، اللہ تعالیٰ موصوف کو خوب خوب برکتوں سے نوازیں، آمین۔

○ اسی طرح رفیق محترم جناب مولانا معز الدین احمد صاحب قاسمی گونڈوی زید کریم ناظم امارت شرعیہ ہند کا بھی احقر بے حد مشکور ہے کہ انہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر کتاب کی طباعت و اشاعت کی نگرانی فرمائی، فجزاہم اللہ تعالیٰ أحسن الجزاء۔

○ مذکورہ حضرات کے علاوہ بہت سے اکابر علماء اور محبین و متعلقین نے مخلصانہ دعاؤں سے نوازا، اور حوصلہ افزائی فرمائی، احقر ان سب کا بھی تہہ دل سے ممنون ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے حسن ظن کو قبول فرمائیں، آمین۔

عاجز انہ گذارش

اخیر میں سبھی قارئین سے عاجزانہ درخواست ہے کہ مطالعہ کے دوران جو بھی فرو گذاشت یا قابل اصلاح اور لائق مشورہ بات ذہن میں آئے، اُس سے تحریری طور پر احقر کو مطلع فرمائیں، نہایت کرم اور احسان ہوگا؛ تاکہ آئندہ اشاعتوں میں ان کا لحاظ رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ عاجز بندوں کی اس عاجزانہ کاوش کو شرف قبول سے نوازیں، اور اس کتاب کو ہمارے والدین مکرمین، حضراتِ اساتذہ کرام اور جن کتابوں سے کسی بھی درجہ میں استفادہ کیا گیا ہے، ان کے مولفین و مصنفین کی حسنات میں اضافہ کا ذریعہ بنائیں، اور ہم سب کو تازنگی دینی خدمت میں لگائے رکھیں، اور آخرت میں مخلص خدام دین کے ساتھ حشر فرمائیں، آمین۔ وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ.

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ

سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَاَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

خادم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق یکم مارچ ۲۰۱۶ء شنبہ

